

# سیرتِ محمدیہ مواہمہ

ترجمہ



مترجمہ: محمد الشارح طاہر محمودی دہلوی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا  
 إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

# سیرتِ محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ دوم

تصنیف

شیخ ابو خین حضرت اہمام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب طبرانی الشافعی رحمہ اللہ

ترتیب و تہذیب جدید

مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر سعودی زید مجتہد

تحریر

مولانا محمد منشاہد شاہ قسوی  
 صدر ادارہ ریاض المصنفین لاہور

ناشر

شبیر برادرزہ ۴۰ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(جملہ حقوق بحق شبیر برادرز محفوظ ہیں)

نام کتاب	.....	سیرۃ محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ (دوم)
تصنیف	.....	امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ
جدید ترتیب و تدوین	.....	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
زیر سرپرستی	.....	محمد منشا تابش قصوری
اشاعت اول	.....	اگست 2002ء
تعداد	.....	1100
کمپوزنگ	.....	words maker Lhr.
مطبع	.....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	.....	شبیر برادرز لاہور
قیمت مکمل سیٹ	.....	روپے

ملنے کا پتہ

**شبیر برادرز**  
زبیدہ سینٹر 40 اردو بازار لاہور (پاکستان)

## فہرست مضامین

(حصہ دوم)

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ابتدائیہ	۱۸		الارض ۴۷ الارحم ۴۷ الازکی ۴۷ الاسد ۴۷ الاحدب ۴۷	
	دوسرا مقصد..... پہلی فصل	۲۱		اصدق الناس لبجۃ الاطیب' الاعظم' الاغر ۴۸ الاکلیل ۴۸	
۱	اسم اور اس کی بحث	۲۱		الامجد ۴۸ امام العالمین ۴۸ امام العالمین ۴۸ امام الناس ۴۸	
۲	رسول پاک کا نام محمد کیوں رکھا گیا؟	۲۲		الامان' الامتہ ۴۸ الم' المر' المعی ۴۸ الانور' النجود ۴۹	
۳	حضور اکرم ﷺ کے اسمائے شریفہ			الاداءہ ۴۹ الاولیٰ ۴۹ اول المرسلین' آیہ اللہ ۴۹	
۴	آپ کے اسماء شریفہ کی تعداد	۲۳	۶	حرف الباء	
۵	حروف الالف	۲۶		☆ البر ۴۹ البارقلیط' فارقلیط ۵۰ الباطن ۵۰ البرہان ۵۰	
	☆ الابر باللہ ☆ الاطی ۲۶ اتقی الناس ☆ الاجود ۲۷			البشر ۵۱ بشری عیسیٰ ۵۱ البشیر ۵۲ البصیر ۵۲ البلیغ ۵۲	
	اجود الناس ۲۸ الاحد ۲۸ الاحسن ۲۸ احسن الناس ۲۸ احمد			البالغ البیان ۵۲ البینہ ۵۲ البارع ۵۳ الباهر ۵۳	
	محمد ۲۸ اسم محمد کی خصوصیات ۳۲ حضرت آدم علیہ السلام کا			البابی ۵۳ البحر ۵۳ البدء ۵۳ البدیع ۵۳ البدر ۵۳	
	اپنے بیٹے سے خطاب ۳۳ حیرت انگیز مشاہدات ۳۳ نبی			البرقیطس ۵۳ بموزماذ ۵۳ البھا ۵۳ البھی ۵۳	
	آخر کے گمان میں جو محمد نام رکھے گئے ۳۷ احید ۳۸ الاخذ		۷	حرف التاء	
	بالجزات ۳۹ آخذ الصدقات ۳۹ الاخر ۳۹ الاحشی اللہ ۴۰			☆ التالی ۵۴ التذکرہ ۵۵ اتقی ۵۵ التزیل ۵۵	
	اذان خیر ۴۰ ارجح الناس عقلا ۴۰ الاعلیٰ ۴۱ الاعلم باللہ ۴۱			التمہای ۵۵ التعلیظ ۵۵	
	ارحم الناس بالعباد ۴۰ الازہر ۴۰ الاصدق فی اللہ ۴۰ اطیب	۸	۸	حرف ثامثہ	
	الناس ریحا ۴۰ الاعز ۴۰ اکثر الناس تبجا ۴۱ الاکرم ۴۱ اکرم			☆ ثانی اثین	۵۵
	الناس ☆ اکرم ولد آدم ۴۱ لمص الم المر ۴۱ امام الخیر امام	۹	۹	حرف جیم	۵۶
	المستقین ۴۲ امام المرسلین امام النبیین ۴۲ الامام ۴۲ الامرد			☆ الجبار ۵۶ الجبد ☆ الجواد ☆ الجامع	۵۷
	نوابی ۴۲ الاسن ۴۳ لہرہ اصحابہ ۴۳ الامین ۴۳ الامی ۴۳ انعم	۱۰	۱۰	حرف حا	۵۸
	اللہ ۴۵ الاول ۴۶ اول شافع ۴۶ اول المسلمین ۴۶ اول			☆ حاتم ☆ حزب اللہ ☆ الحاشر ۵۸ الحافظ ☆ الحاکم بما	
	مشفع ۴۶ اول المؤمنین ۴۶ اول من یشق عنہ الارض			ابراہ اللہ ☆ الحاد ۵۹ حامل لواء الحمد ☆ الحاید الامتہ عن	
	☆ الاتقی' الاجل ۴۷ الاحشم ۴۷ الاجج' لادوم ۴۷			النار ۶۰ الحییب' حیب الرحمن ☆ حیب اللہ ۶۰	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱	حرف خای معجرہ	۶۷	۱۱	الحجازی ۶۱ الحجۃ البالغہ ۶۱ حجۃ اللہ علی الخلائق ۶۱ حرز الامین ۶۱ الحرمی ۶۲ حریص ۶۲ الحریص علی الایمان ۶۲ الحسیب ۶۲ الحفیظ ۶۲ الحق ۶۲ الحکیم ۶۳ الحلیم ۶۳ حلم ۶۳ حماد ۶۳ حظایا ۶۳ حظایا ۶۳ محقق ۶۳ ہی ۶۳ الحمد ۶۳ حاط حاط ۶۵ حنا ۶۵ حکم ۶۵ الحلال ۶۵ الحمید ۶۵ الحنان ۶۵ الحی ۶۶ الحق المسین ۶۶ حنیف ۶۶	۶۷
۱۲	حرف دال	۷۱	۱۲	☆ الخیر ۶۷ خاتم النبیین ۶۷ خاتم المرسلین ۶۷ الخاتم ۶۷ الخازن لمال اللہ ۶۷ الخاشع ۶۸ الخاضع ۶۸ الخالص ۶۸ خطیب الانبیاء ۶۸ خطیب الامم ۶۹ خطیب الوافدین علی اللہ ۶۹ الخلیل ۶۹ خلیل اللہ ۶۹ الخلیفہ ۶۹ خیر الانبیاء ۷۰ خیر البریہ ☆ خیر خلق اللہ وخیر العالمین طرا ۷۰ خیر الناس ۷۰ خیر مدہ الامۃ ۷۰ خیرۃ اللہ ۷۱ الخافض ۷۱ خلیل الرحمن ۷۱ الخیر ۷۱	۷۱
۱۳	حرف ذال	۷۳	۱۳	☆ الذاکر ۷۳ ذکر اللہ ۷۳ ذوالخوض المودود ۷۴ ذوالخلق العظیم ۷۴ ذوالعراط المستقیم ۷۴ ذوی القوة ۷۴ ذومکاتہ ۷۴ ذوعزۃ ۷۴ ذوفضل ۷۴ ذوالمعجزات ۷۴ ذوالمقام المحمود ۷۴ ذوالوسیلۃ ۷۵ الذخر ۷۵ الذکار ۷۵ ذوالتاج ۷۵ ذوالجہاد ۷۵ ذوالعظیم ۷۵ ذوالسیف ۷۵ ذوالسکینۃ ۷۶ ذوطیبہ ۷۶ ذوالعطایا ۷۶ ذوالفتوح ۷۶ ذوالمدینۃ ۷۶ ذوالغنی ۷۶ ذوالسم ۷۶ ذوالہراوۃ ۷۶	۷۳
۱۴	حرف الراء	۷۶	۱۴	☆ الراضع ۷۶ الراضی ۷۷ الراغب ۷۷ الراغب ۷۷ راکب البراق ۷۸ راکب البہر ۷۸ راکب الجمل ۷۸ راکب	۷۶
۱۵	حرف الزاء	۸۳	۱۵	☆ الزاہد ۸۳ زعم الانبیاء ۸۳ الزکی ☆ الزمزی ۸۵ زین من دانی القیلۃ ۸۵ الزاجر ۸۵ الزاہر ۸۵ الزامی ۸۵ زلف ۸۵ الزین ۸۵	۸۳
۱۶	حرف السین	۸۶	۱۶	☆ السابق ۸۶ السابق بالخیرات ۸۶ سابق العرب ۸۶ الساجد ۸۶ سبیل اللہ ۸۶ السراج المنیر ۸۶ الصراط المستقیم ۸۷ السعید ۸۸ سعید اللہ سعد الخلائق ۸۸ السیاح ۸۸ السلام ۸۸ سالم ۸۸ السید ۸۹ سید ولد آدم ۸۹ سید المرسلین ۸۹ سید الناس ۸۹ سید الکونین ۹۰ سید الثقلین ۹۰ سیف اللہ المسلول ۹۰ الساب ۹۰ السخی ۹۰ السید ۹۰ سر خلیطیس ۹۱ السی ۹۱ السنا ۹۱ السند ۹۱ السیف المحرم ۹۱ سیف الاسلام ۹۱	۸۶
۱۷	حرف العین	۹۱	۱۷	☆ الشارح ۹۱ الشافع ۹۲ الشاکر ۹۲ الشاہد ۹۲ الشہید ۹۳ الشکور الشاکر ۹۳ الشکار ۹۵ الشمس ۹۵ الشفق ۹۶ الشانی ۹۶ الشمن ۹۶ العید ۹۶ العید ۹۷ الشریف ۹۷ الشفاء ۹۷ الشہاب	۹۱
۱۸	حرف الصاد	۹۸	۱۸	☆ الصابر ۹۸ الصاحب ۹۸ صاحب الایات ۹۸ صاحب المعجزات ۹۸ صاحب البرہان ۹۸ صاحب البیان ۹۹	۹۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆ طاب طاب ۱۱۱ الطاهر ۱۱۱ الطیب ۱۱۱ طم طس ۱۱۲ طہ ۱۱			صاحب التاج ۹۹ صاحب الجہاد ۹۹ صاحب	
	الطیب ۱۱۳ الطراز المعلم ۱۱۳ الطہور ۱۱۳			الحجۃ ۹۹ صاحب الحکم ۹۹ صاحب الخوض المورود ۹۹	
۱۱۳	۲۱ حرف الضاء			صاحب الخاتم ۹۹ صاحب الخیر ۱۰۰ صاحب الدرجة العاليہ	
۱۱۳	☆ الظاہر ☆ الظہور			الرفیعہ ۱۰۰ صاحب الرواء ۱۰۰ صاحب الازوج	
۱۱۳	۲۲ حرف العين			الظاہرات ۱۰۰ صاحب السجود للرب المحمود ۱۰۰ صاحب	
	☆ العابد ۱۱۴ العادل ۱۱۵ العظیم ۱۱۵ المعانی ۱۱۶			السرایا ۱۰۰ صاحب السلطان ۱۰۰ صاحب السیف ۱۰۰	
	العاقب ۱۱۶ العالم ۱۱۶ علم الايمان ۱۱۶ علم اليقين ۱۱۶ العالم			صاحب الشرع ۱۰۱ صاحب الشفاعة الکبریٰ ۱۰۱ صاحب	
	بالحق ۱۱۷ العادل ۱۱۷ عبد اللہ ۱۱۷ العبد ۱۲۰ العدل ۱۲۰			العطايا ۱۰۱ صاحب العلامات الباہرات ۱۰۱ صاحب العلو	
	العربی ۱۲۰ العروة الوثقی ۱۲۰ العزیز ۱۲۱ العفو ۱۲۱ العطوف ۱۲۱			والدرجات ۱۰۱ صاحب الفضیلۃ ۱۰۱ صاحب القرع ۱۰۱	
	العلیم ۱۲۲ العلی ۱۲۲ العلامة ۱۲۲ عین العزیز ۱۲۳ عبد الکریم ۱۲۳			صاحب القصب ۱۰۲ صاحب قول لا اله الا الله ۱۰۲	
	عبد الجبار ۱۲۳ عبد الحمید ۱۲۳ عبد المجید ۱۲۳ عبد الوہاب ۱۲۳			صاحب الکوثر ۱۰۲ صاحب القدم ۱۰۲ صاحب اللواء ۱۰۲	
	عبد القہار ۱۲۳ عبد الرحیم ۱۲۳ عبد الخالق ۱۲۳ عبد القادر ۱۲۳			صاحب الخمر ۱۰۲ صاحب الدینۃ ۱۰۲ صاحب المنظر ۱۰۳	
	عبد الصمد ۱۲۳ عبد القدوس ۱۲۳ عبد الغیاث ۱۲۵			صاحب المنعم ۱۰۳ صاحب المعراج ۱۰۳ صاحب المنظر	
	عبد الرزاق ۱۲۵ عبد السلام ۱۲۵ عبد المؤمن ۱۲۵			المشہود ۱۰۳ صاحب المقام المحمود ۱۰۳ صاحب المیزر ۱۰۳	
	عبد الغفار ۱۲۵ العارف ۱۲۵ العاضد ۱۲۵ العایل ۱۲۶			صاحب المنعم ۱۰۳ صاحب التعلین ۱۰۳ صاحب	
	العصمة ۱۲۶ عصمة الله ۱۲۶ العقیف ۱۲۶ العلم ۱۲۶			الحمد اداة ۱۰۳ صاحب الوسيلة ۱۰۳ الصادر بما امر الله ۱۰۳	
	العماد ۱۲۶ العمدۃ ۱۲۶ العین ۱۲۷			الصادق ۱۰۵ لصبور ۱۰۵ اصدق ۱۰۵ صراط الله ۱۰۶ صراط	
۱۲۷	۲۳ حرف الغین			الذین انعمت علیہم ۱۰۶ الصراط المستقیم ۱۰۶ الصفوح ۱۰۶	
	☆ الغالب ۱۲۷ الغفور ۱۲۷ الغنی ۱۲۸ الغنی بالله ۱۲۸			الصفوح عن الترات ۱۰۸ الصفوة ۱۰۸ الصفی ۱۰۸ الصالح	
	الغوث ۱۲۹ الغیث الغیاث ۱۲۹ لغظم ۱۲۹			۱۰۸ صاحب التوحید ۱۰۸ صاحب زم زم ۱۰۹ صاحب	
۱۲۹	۲۴ حرف القاء			المدرة ۱۰۹ صاحب المشر ۱۰۹ صاعد المعراج ۱۰۹	
	☆ القاتح ۱۲۹ الفارقلیط ۱۳۰ الفارق ۱۳۰ القاتح ۱۳۰			الصبح ۱۰۹ الصدوق ۱۰۹ الصدیق ۱۰۹ الصمدید ۱۰۹	
	الفاروق ۱۳۰ الفجر ۱۳۱ الفرط ۱۳۱ الفصح ۱۳۱ فضل الله ۱۳۱			الصین ۱۰۹	
	فواتح الفور ۱۳۱ الفاضل ۱۳۲ الفایق ۱۳۲ الفخر ۱۳۲			۱۹ حرف الضاد	
	الفدعم ۱۳۲ الفرد ۱۳۲ الفضل ۱۳۲ الفطن ۱۳۲ الفلاح ۱۳۲			☆ الضارب بالحام المعلوم ۱۱۰ الضحاک ۱۱۰ الضحوک ۱۱۰	
	الفهم ۱۳۳ الفیہ المسلمین ۱۳۳			الضابط ۱۱۰ الضارع ۱۱۰ الضمین ۱۱۰ الضمیم ۱۱۰	
۱۳۳	۲۵ حرف القاف			الضیاء ۱۱۱	
	☆ القاسم ۱۳۳ القاضی ۱۳۳ القانت ۱۳۳ قائد			۲۰ حرف الطاء	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	الخیر ۱۳۳ قائد الغر ۱۳۳ القائل ۱۳۳ القائم ۱۳۳			المشہود ۱۶۱ مشح ۱۶۱ المشیر ۱۶۲ المصباح ۱۶۲ المصارع ۱۶۲	
	القتال ۱۳۳ القتل ۱۳۵ قثم ۱۳۵ القوم ۱۳۵ قدم			المصالح ۱۶۲ معصیح ۱۶۲ الحکات ۱۶۲ المصطفیٰ ۱۶۲	
	صدق ۱۳۵ القرشی ۱۳۵ القریب ۱۳۵ القمر ۱۳۶ القیم ۱۳۶			المصلح ۱۶۳ المصلیٰ علیہ ۱۶۳ المطاع ۱۶۳ المطهر ۱۶۳	
	القوی ۱۳۶ القاری ۱۳۷ القائد ۱۳۷			المظهر ۱۶۳ المطلع ۱۶۴ المطیع ۱۶۴ المنظر ۱۶۴ المعزز ۱۶۴	
۲۶	حرف الکاف	۱۳۸		المعصوم ۱۶۴ المعطیٰ ۱۶۴ المعقب ۱۶۴ المعلم ۱۶۵	
	☆ کافۃ الناس ۱۳۸ الکفیل ۱۳۸ اکال فی جمیع			المعلن ۱۶۵ المعنیٰ ۱۶۵ المنفصل ۱۶۵ المقفل ۱۶۵ معلم	
	امورہ ۱۳۸ الکرم ۱۳۸ کھیفص ۱۳۸ اکاف ۱۳۹			لغة ۱۶۵ المقاح ۱۶۶ ملاح ابجہ ۱۶۶ المقصد ۱۶۶	
	اکافہ ۱۳۹ اکافی ۱۳۹ الکثیر الصمت ۱۳۹ کندیہ ۱۳۹ الکثر			المقضى ۱۶۶ المقدس ۱۶۷ المقری ۱۶۷ القسط ۱۶۷	
	۱۳۹ الکوکب ۱۳۹			المقسم ۱۶۸ المقصوص علیہ ۱۶۸ المقضیٰ ۱۶۸ مقبل العثرات	
۲۷	حرف اللام	۱۴۰		۱۶۸ مقيم الیہ بعد الفرة ۱۶۸ المکرم ۱۶۹ المکملیٰ باللہ ۱۶۹	
	☆ اللسان ۱۴۰ اللیب ۱۴۰ اللسن ۱۴۰ اللیث ۱۴۰			المکلیٰ ۱۶۹ الکیین ۱۶۹ الکی الملاحی ۱۷۰ ملقی القرآن ۱۷۰	
۲۸	حرف المیم	۱۴۰		الممنوح ۱۷۰ المنادی ۱۷۰ المنصر ۱۷۱ المنظر ۱۷۱ المنجی ۱۷۱	
	☆ الماجد ۱۴۰ ما زاد ۱۴۱ المول ۱۴۱ الماحی ۱۴۱ المامون ۱۴۲			المنذر ۱۷۱ المنزل علیہ ۱۷۱ المنمنا ۱۷۱ المنصف ۱۷۲	
	الماخ ۱۴۲ الماء المعین ۱۴۲ المبارک ۱۴۲ المجهل ۱۴۳			المصور ۱۷۲ المذیب ۱۷۲ المذیر ۱۷۲ المہاجر ۱۷۲ المہدی ۱۷۲	
	المبرا ۱۴۳ المبشر ۱۴۳ یبین ۱۴۳ المبعوث بالحق ۱۴۳			المہدی ۱۷۲ المہداة ۱۷۲ المہمن ۱۷۳ الموتمن ۱۷۳ المولیٰ	
	المبعوث ۱۴۳ المبلغ ۱۴۳ المسبح ۱۴۳ المسین ۱۴۳ المتین ۱۴۵			جوامع الکلم ۱۷۳ الموقر ۱۷۳ الموی الیہ ۱۷۳ الموصل ۱۷۳	
	المجمل ۱۴۵ المتبسم ۱۴۵ المتر بص ۱۴۵ المحرم ۱۴۵			المولیٰ ۱۷۳ المومن ۱۷۳ المویذ ۱۷۵ المیسر ۱۷۵ الموم ۱۷۶	
	المحضر ع ۱۴۶ المعنیٰ ۱۴۶ المحتلو علیہ ۱۴۶ المجہد ۱۴۶			المحلول ۱۷۶ الممکن ۱۷۶ المتم ۱۷۶ المتمم ۱۷۶ المثبت ۱۷۶	
	المتوسط ۱۴۶ المتوکل ۱۴۶ المثبت ۱۴۶ عجاب ۱۴۷ عجیب ۱۴۷			المجادل ۱۷۶ المجید ۱۷۶ المجہد ۱۷۶ المحکم ۱۷۶ المجید ۱۷۶	
	المجتبیٰ ۱۴۷ المجیر ۱۴۷ المسترض ۱۴۷ المحرم ۱۴۷ المحفوظ ۱۴۷			المجتبى ۱۷۷ المختص ۱۷۷ المختص بالقرآن المختص بای لا	
	المحلل ۱۴۸ محمد ۱۴۸ محمود ۱۵۲ المخیر ۱۵۲ المختار ۱۵۲ المخصوص			مختلط ۱۷۷ الختم ۱۷۷ الخضم ۱۷۷ مرصت ۱۷۷	
	بالشرف ۱۵۳ المخصوص بالمعز ۱۵۳ المخصوص بالمجد ۱۵۳			المزمزم ۱۷۷ المرشد ۱۷۷ مرغہ ۱۷۸ المرغب ۱۷۸ مزیل	
	المخلص ۱۵۳ المدر ۱۵۳ الدنی ۱۵۳ مدینۃ العلم ۱۵۵			الغمة ۱۷۸ المستجیب ۱۷۸ المستغید ۱۷۸ السادر ۱۷۸	
	المذکر ۱۵۵ المذکور ۱۵۵ المرتضیٰ ۱۵۵ المرسل ۱۵۵			السبح ۱۷۸ المذهب ۱۷۸ المشرود باعد ۱۷۸ السخ ۱۷۹	
	المرسل ۱۵۶ المرتجی ۱۵۶ المرحوم ۱۵۶ المرتفع الدرجات ۱۵۶			المصدق ۱۷۹ المعون ۱۷۹ المعزی ۱۷۹ المعنیٰ ۱۷۹	
	المرء ۱۵۶ المرکی ۱۵۷ المنزل ۱۵۷ المسبح ۱۵۹ المستنظر ۱۵۹			المعروف ۱۷۹ المعتم ۱۷۹ المعین ۱۷۹ المنزوم ۱۷۹ المنعم ۱۸۰	
	المستغنیٰ ۱۵۹ المستقیم ۱۶۰ المسری بہ ۱۶۰ المسود ۱۶۰			المغنیٰ ۱۸۰ المعتم ۱۸۰ المسبح ۱۸۰ المسبح ۱۸۰ المقدم ۱۸۰ المقوم	
	المسلم ۱۶۰ المسلم ۱۶۰ المشار ۱۶۰ المشفوع ۱۶۱ المشفوع ۱۶۱			المکرم ۱۸۰ الملاذ ۱۸۱ المسلیٰ ۱۸۱ المسجاء ۱۸۱ المسک ۱۸۱	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	آپ کی اولاد کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام			الملک ۱۸۱ الملسی ۱۸۱ الموع ۱۸۱ المنجب ۱۸۱ المنجد ۱۸۱	
۲۰۵	۳۳ صاحبزادوں کے بارے اختلاف			المنجد ۱۸۱ منہ اللہ ۱۸۲ المہاب ۱۸۲ المہذب ۱۸۲ المورد	
۲۰۶	۳۳ اصح قول			حوضہ ۱۸۲ مؤذ مؤذ ۱۸۲ میذ ۱۸۲ الموعظہ ۱۸۲ الموقن ۱۸۲	
۲۰۷	۳۵ حضرت قاسم علیہ السلام			المیزان ۱۸۳ النجم ۱۸۳ کی ۱۸۳ مدنی ۱۸۳	
۲۰۷	۳۶ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا		۱۸۳	۲۹ حرف النون	
۲۰۸	۳۷ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا			☆ النائد ۱۸۴ الناجز الناس ۱۸۴ الناح ۱۸۴ الناشر ۱۸۴	
۲۰۹	۳۸ حضرت أم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا			الناصح ۱۸۵ الناضر ۱۸۵ الناطق باحق ۱۸۵ النابی ۱۸۵ نبی	
۲۱۲	۳۹ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا			الاحمر نبی الاسود ۱۸۵ نبی التوبہ ۱۸۵ نبی الحرمین ۱۸۶ نبی	
۲۱۶	☆ حضرت أم کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا			الراحۃ ۱۸۶ نبی رحمۃ ۱۸۶ النبی الصالح ۱۸۶ نبی اللہ ۱۸۶ نبی	
۲۱۷	☆ حضرت زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا			الرحمۃ ۱۸۷ نبی السلمۃ ۱۸۹ النبی النجم ۱۹۰ النجم الثاقب ۱۹۱	
۲۱۹	۴۰ حضرت عبداللہ ابن نبی کریم ﷺ			نحی اللہ ۱۹۱ النذیر ۱۹۱ التسیب ۱۹۱ نصیح ۱۹۱ تاصح ۱۹۱ النعمۃ ۱۹۱	
۲۱۹	۴۱ حضرت ابراہیم بن نبی اکرم ﷺ			نعمۃ اللہ ۱۹۲ النقیب ۱۹۲ النقی ۱۹۲ النور ۱۹۳ نور الامم ۱۹۳ نور	
۲۱۹	☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت			اللہ الذی لا یطغاء ۱۹۳ الناسک ۱۹۳ الناصب ۱۹۳ الناظر من	
۲۱۹	☆ عقیقہ اور نام رکھائی			خلفہ ۱۹۳ نبی ۱۹۶ النجیب ۱۹۶ النجد ۱۹۶ الندب ۱۹۶ ن ۱۹۶	
۲۲۰	☆ دایہ کا انتظام			ناشر ۱۹۶	
۲۲۱	☆ حضرت ابراہیم کا وصال		۱۹۶	۳۰ حرف الواو	
۲۲۲	☆ آپ کے وصال پر غم آفتاب			الوجیہ ۱۹۶ الواسطہ ۱۹۶ الواسع ۱۹۷ الواصل ۱۹۷	
۲۲۲	☆ گر ابراہیم زندہ رہتے تو کیا نبی ہوتے ؟			الواضع ۱۹۷ الواعد ۱۹۷ الواعظ ۱۹۸ الورع ۱۹۸ الوسیلہ ۱۹۸	
	<b>تیسری فصل :</b>			الوئی ۱۹۸ الوافی ۱۹۸ ولی الفضل ۱۹۸ الولی ۱۹۸ الواجد ۱۹۹	
	نبی اکرم کی ازواج مطہرات و باندیاں			الوالی ۱۹۹ الوسم ۱۹۹ الوسی ۱۹۹ الوہاب ۱۹۹	
۲۲۵	۴۲ مومنوں کی مائیں		۲۰۰	۳۱ حرف الحاء	
۲۲۶	۴۳ ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب نکاح			☆ الہادی ۲۰۰ حدی ۲۰۰ ہدیۃ اللہ ۲۰۰ الہاشمی ۲۰۱	
۲۲۸	۴۴ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا			الجمود ۲۰۱ الصمام ۲۰۱ الصمدۃ ۲۰۱ الصمین ۲۰۱	
۲۲۸	☆ عہد جاہلیت میں آپ کی شادیاں			۳۲ حرف الیاء	
۲۲۸	☆ رسول کریم سے شادی			☆ الیوربی ۲۰۱ یسین ۲۰۱ الیتیم ۲۰۳ ابوالقاسم ۲۰۳	
۲۲۹	☆ آپ کے لئے رب تعالیٰ کا سلام			ابو ابراہیم ۲۰۳ ابوراعل ۲۰۳ ابوالمومنین ۲۰۳	
۲۳۰	☆ دعوت اسلام کے لئے آپ کی حوصلہ افزائی			دوسری فصل :	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۱	☆ مصیبت میں دعا	۲۳۱	۲۳۰	☆ نبی اکرم کی حضرت آدم پر فضیلت	۲۳۰
۲۳۱	☆ نکاح طائی کے لئے پیام رسائی اور شادی	۲۳۱	۲۳۰	☆ اہل جنت میں چار افضل ترین عورتیں	۲۳۰
۲۳۳	☆ حضرت ام سلمہ کی وفات	۲۳۳	۲۳۱	☆ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ کی فضیلت	۲۳۱
۲۳۳	☆ آپ سے روایات	۲۳۳	۲۳۲	☆ حضرت خدیجہ پر حضرت فاطمہ کی فضیلت	۲۳۲
۲۳۳	☆ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۳	۲۳۳	☆ حضرت عائشہ کی فضیلت	۲۳۳
۲۳۳	☆ نام و کنیت	۲۳۳	۲۳۳	☆ حضرت خدیجہ کا وصال	۲۳۳
۲۳۴	☆ پہلا شوہر مرتد ہو گیا	۲۳۴	۲۳۴	☆ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۴
۲۳۴	☆ آنحضرت کا پیام نکاح	۲۳۴	۲۳۴	☆ آپ کی پہلی شادی	۲۳۴
۲۳۵	☆ خطبہ نکاح	۲۳۵	۲۳۴	☆ رسول کریم سے نکاح	۲۳۴
۲۳۵	☆ دعوت طعام	۲۳۵	۲۳۴	☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ایثار	۲۳۴
۲۳۵	☆ وکیل نکاح میں علماء کا اختلاف	۲۳۵	۲۳۵	☆ وفات	۲۳۵
۲۳۶	☆ رحلت	۲۳۶	۲۳۵	☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۵
۲۳۶	☆ حضرت ام حبیبہ سے روایات	۲۳۶	۲۳۵	☆ بیابان اور رخصتی	۲۳۵
۲۳۶	☆ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۶	۲۳۶	☆ محبوبہ محبوب خدا ﷺ	۲۳۶
۲۳۶	☆ پہلی شادی	۲۳۶	۲۳۶	☆ آپ کی شادی اللہ تعالیٰ نے طے فرمائی	۲۳۶
۲۳۷	☆ حضرت زید بن حارث سے طلاق	۲۳۷	۲۳۷	☆ حضرت عائشہ فقیہہ عالمہ فصیحہ	۲۳۷
۲۳۷	☆ حضرت زید رسول پاک کا پیام نکاح لے کر گئے	۲۳۷	۲۳۷	☆ حضرت عائشہ پر خاص عنایت	۲۳۷
۲۳۸	☆ حضرت زینب کا فخر و امتیاز	۲۳۸	۲۳۷	☆ آپ کی وفات	۲۳۷
۲۳۸	☆ دعوت ولیمہ	۲۳۸	۲۳۸	☆ حضرت عائشہ کی کنیت	۲۳۸
۲۳۹	☆ وفات	۲۳۹	۲۳۸	☆ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۸
۲۳۹	☆ خصائص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۳۹	۲۳۸	☆ بیوگی اور پھر رسول اللہ سے شادی	۲۳۸
۲۵۰	☆ ام المساکین و ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۰	۲۳۸	☆ ایک طلاق کے بعد رجوع	۲۳۸
۲۵۰	☆ آپ کی پہلی شادیاں	۲۵۰	۲۳۹	☆ دوسری بار طلاق کا ارادہ	۲۳۹
۲۵۰	☆ رسول کریم ﷺ سے شادی	۲۵۰	۲۴۰	☆ آپ کے اعزاء کی بدر میں شرکت	۲۴۰
۲۵۱	☆ وصال	۲۵۱	۲۴۰	☆ حضرت حفصہ سے روایات	۲۴۰
۲۵۱	☆ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۱	۲۴۰	☆ وصال	۲۴۰
۲۵۱	☆ بیوگی کے بعد رسول کریم سے نکاح	۲۵۱	۲۴۱	☆ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۴۱
۲۵۱	☆ رسول اکرم کے وکیل نکاح	۲۵۱	۲۴۱	☆ پہلے شوہر اور ان سے اولاد	۲۴۱

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۶۶	۵۸ عمرہ بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۲	☆ حضرت میمونہ کی بہنیں		
۲۶۷	۵۹ مہلیکہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۳	☆ حالت احرام میں نکاح پر اختلاف		
۲۶۷	۶۰ اسماء بنت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۵	☆ رسول اللہ سے نکاح سے پہلے		
۲۶۸	۶۱ فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۶	☆ حضرت میمونہ کے لئے نزول آیت		
۲۶۸	۶۲ عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۶	☆ آپ کا وصال		
۲۶۹	۶۳ قتیلہ بنت قیس	۲۵۷	۵۳ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا		
۲۶۹	۶۴ سہنی بنت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۷	☆ آپ کی پہلی شادی		
۲۷۰	۶۵ شرف بنت خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵۷	☆ غزوہ مریض		
۲۷۰	۶۶ لیلیٰ بنت الحکیم	۲۵۷	☆ رسول اکرم سے شادی		
۲۷۰	۶۷ بنی غفار سے عورت	۲۵۸	☆ شادی پر بنی مصطلق سے حسن سلوک		
۲۷۰	۶۸ حاصل کلام	۲۵۸	☆ حضرت جویریہ کا خواب		
	جن عورتوں سے آپ نے بیاہ کرنا چاہا	۲۵۹	☆ وصال		
۲۷۲	۶۹ جمرہ بنت الحارث	۲۵۹	۵۴ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا		
۲۷۲	۷۰ سورہ قریشہ	۲۵۹	☆ فتح خیبر سے غلام اور کنیزیں		
۲۷۲	۷۱ صفیہ بنت لشامہ	۲۵۹	☆ حضرت صفیہ کا خواب		
۲۷۲	۷۲ چوتھی عورت	۲۶۰	☆ صفیہ بنت حنی رسول اللہ ہی کے لائق تھیں		
۲۷۲	۷۳ ام ہانی فاخہ	۲۶۱	☆ عروس نبوی اور ان کا مہر		
۲۷۳	۷۴ ضباعہ بنت عامر بن قرط	۲۶۱	☆ حضرت صفیہ کا ولیمہ		
۲۷۳	۷۵ امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب	۲۶۱	☆ مدینہ منورہ کو روانگی		
۲۷۳	۷۶ غرہ بنت ابوسفیان	۲۶۲	☆ حضرت جابر سے روایت		
۲۷۴	۷۷ جندعیہ بنت جندب بن ضمرہ	۲۶۳	☆ حضرت صفیہ کی بزرگی		
۲۷۴	۷۸ حاصل کلام	۲۶۳	☆ حضرت صفیہ سے روایات		
	نبی اکرم کی لونڈیاں	۲۶۴	☆ آپ کا وصال		
۲۷۴	۷۹ حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۶۴	نبی اکرم کی دیگر ازواج کرام		
۲۷۵	۸۰ حضرت ریحانہ بنت زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۶۵	۵۵ ام شریک غزیہ بنت جابر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم		
۲۷۵	۸۱ حضرت جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۶۶	۵۶ خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا		
۲۷۵	۸۲ چوتھی باندی		۵۷ خولہ بنت ابہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا		



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	چوتھی فصل				
۲۸۹	☆ حضرت عباس سے روایات	۲۸۹		☆ نبی اکرم کے چچا، پھوپھیاں، دادیاں، نانیاں	
	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیاں			اور دودھ شریک بھائی نبی اکرم ﷺ کے چچا	
۲۸۹	۸۵ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۸۹	۸۳ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ		
۲۹۰	۸۶ عائکہ بنت عبدالمطلب	۲۹۰	☆ حضرت حمزہ کا اسلام لانا		
۲۹۰	۸۷ اروی بنت عبدالمطلب	۲۹۰	☆ غزوہ بدر میں شرکت		
۲۹۰	۸۸ ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب	۲۹۰	☆ چند امتیازات		
۲۹۰	۸۹ برہ بنت عبدالمطلب	۲۹۱	☆ حضرت حمزہ کی شہادت		
۲۹۱	۹۰ امیرہ بنت عبدالمطلب	۲۹۱	☆ حضرت حمزہ کے قاتل کا انجام		
۲۹۱	۹۱ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں	۲۹۲	☆ حضرت حمزہ کی لاش نے حضور کا دل دکھا دیا		
۲۹۲	۹۲ رسول اللہ ﷺ کی نانیاں	۲۹۳	☆ حضرت حمزہ کی نماز جنازہ		
۲۹۳	۹۳ حاصل کلام		۸۴ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ		
	رسول اللہ ﷺ کی رضاعی مائیں اور آیائیں		☆ ام عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امتیاز		
۲۹۳	۹۴ ثوبیہ	۲۹۵	☆ حضرت عباس کا علیہ		
۲۹۵	۹۵ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۹۵	☆ چند خصائص		
۲۹۵	۹۶ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۹۵	☆ امیر بدر		
۲۹۵	۹۷ حضرت شیماء بنت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا		☆ حضرت عباس کا ایمان لانا		
	آپ کے دودھ شریک بھائی اور بہنیں		☆ حضرت عباس خاتم الحجرت ہیں		
	پانچویں فصل		☆ اسلام کے بعد حضرت عباس کی تعظیم و اکرام		
	رسول اللہ ﷺ کے خدام		☆ حضرت عباس کا وصف		
۲۹۷	۹۸ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۹۷	☆ حضرت عباس اور ان کی اولاد چادر رحمت تلے		
۲۹۷	۹۹ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ	۲۹۸	☆ حضرت عباس کے اوصاف حمیدہ		
۲۹۸	۱۰۰ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ	۲۹۸	☆ حضرت عباس کی فراست		
۲۹۸	۱۰۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۹۸	☆ حاکم وقت کے سامنے احتیاط		
۲۹۸	۱۰۲ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	۲۹۹	☆ حضرت عباس سے رسول اللہ کی محبت		
۲۹۹	۱۰۳ حضرت اسلم بن شریک رضی اللہ عنہ	۳۰۰	☆ حضرت عباس کے لئے بشارتیں		
۳۰۰	۱۰۴ حضرت سعد سعید رضی اللہ عنہ		☆ حضرت عباس کا وصال		

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۰۵	رسول اللہ ﷺ کے غلام	۱۲۹	۳۰۰	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۱۰۵
۳۰۵	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۱۳۰	۳۰۰	حضرت ابو حذیفہ مہاجر رضی اللہ عنہ	۱۰۶
۳۰۶	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۱۳۱	۳۰۰	حضرت حنین رضی اللہ عنہ	۱۰۷
۳۰۶	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ	۱۳۲	۳۰۱	حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ	۱۰۸
۳۰۶	حضرت ابوبککھ اوس رضی اللہ عنہ	۱۳۳	۳۰۱	حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ	۱۰۹
۳۰۶	حضرت شقران رضی اللہ عنہ	۱۳۴	۳۰۱	حضرت ابوالسحیح رضی اللہ عنہ	۱۱۰
۳۰۷	حضرت رباح الاسود نوبی	۱۳۵	رسول اللہ ﷺ کی خادم عورتیں		
۳۰۷	حضرت یسار الراعی رضی اللہ عنہ	۱۳۶	۳۰۱	حضرت ام ایمن حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۱
۳۰۷	حضرت زید توبی رضی اللہ عنہ	۱۳۷	۳۰۱	حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۲
۳۰۷	حضرت مدغم رضی اللہ عنہ	۱۳۸	۳۰۲	حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۳
۳۰۷	حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ	۱۳۹	۳۰۲	حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۴
۳۰۷	حضرت رفاعہ بن زید الخدّامی رضی اللہ عنہ	۱۴۰	۳۰۲	حضرت ام عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۵
۳۰۷	حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ	۱۴۱	۳۰۲	مجرموں کی گردن مارنے والے صحابہ کرام	۱۱۶
۳۰۸	حضرت مایور رضی اللہ عنہ	۱۴۲	آپ کے دیگر خادم		
۳۰۸	حضرت سندرو واقد رضی اللہ عنہ	۱۴۳	۳۰۲	حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ	۱۱۷
۳۰۸	حضرت انجود الحادوی رضی اللہ عنہ	۱۴۴	۳۰۲	حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۳۰۸	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۴۵	۳۰۳	حضرت معقیب بن ابی فاطمہ الدوس رضی اللہ عنہ	۱۱۹
۳۰۹	حضرت شمعون بن زید رضی اللہ عنہ	۱۴۶	۳۰۳	حضرت ابولمغیر رضی اللہ عنہ	۱۲۰
۳۰۹	حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث رضی اللہ عنہ	۱۴۷	۳۰۳	حضرت رباح النوبی رضی اللہ عنہ	۱۲۱
حضور اکرم ﷺ کی غلام خواتین			رسول اللہ ﷺ کے محافظ		
چھٹی فصل:			۳۰۳	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	۱۲۲
رسول اللہ کے خلفاء کرام، امراء، قاصد، کاتب اور مکتوبات شریف			۳۰۳	حضرت محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ عنہ	۱۲۳
کاتب اور مکتوبات شریف			۳۰۳	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	۱۲۴
☆ شان صدیق بزبان علی رضی اللہ عنہ			۳۰۳	حضرت بلال رضی اللہ عنہ	۱۲۵
۳۱۰	خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۳۸	۳۰۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۲۶
۳۱۰	☆ شان صدیق بزبان علی رضی اللہ عنہ	۱۳۹	۳۰۳	حضرت ابن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۱۲۷
			۳۰۳	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ	۱۲۸



صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۲۵	☆ شہادت علی رضی اللہ عنہ	۱۵۱	۳۱۱	☆ شان صدیق بزبان رسول کریم رضی اللہ عنہ	۱۴۹
۳۲۶	☆ قاتل علی کا انجام	۱۵۲	۳۱۱	☆ روایات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۴۹
۳۲۷	☆ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو پر حملے	۱۵۲	۳۱۲	☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق کس لئے؟	۱۴۹
<b>رسول اکرم ﷺ کے قاصد و کاتب</b>			۳۱۳	☆ آپ کا دور خلافت	۱۴۹
			۳۱۳	☆ مرض الموت اور وفات	۱۴۹
۳۲۸	☆ حضرت طلحہ بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۵۳	۳۱۳	☆ امراض میں حکمت الہی	۱۴۹
۳۲۸	☆ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	۱۵۳	۳۱۵	☆ حضور کے یوم وفات سے مماثلت	۱۴۹
۳۲۹	☆ اللہ کے لئے سب سے پہلے کوار کھینچنے والے	۱۵۳	۳۱۵	☆ ایمان والدین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۱۴۹
۳۳۰	☆ حضرت زبیر کے غلام	۱۵۳	۳۱۶	☆ خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	۱۴۹
۳۳۰	☆ انتقال	۱۵۳	۳۱۶	☆ آپ کا لقب	۱۴۹
۳۳۱	☆ حضرت سعد بن العاص رضی اللہ عنہ	۱۵۵	۳۱۶	☆ حضرت عمر کا ایمان ! انا	۱۴۹
۳۳۱	☆ حضرت خالد دہاہی رضی اللہ عنہ	۱۵۶	۳۱۶	☆ شان عمر بزبان نبی اکرم ﷺ	۱۴۹
۳۳۱	☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۵۷	۳۱۷	☆ اگر کوئی اور نبی ہوتا تو.....	۱۴۹
۳۳۱	☆ حضرت عامر بن فہرہ رضی اللہ عنہ	۱۵۸	۳۱۷	☆ عمرہ کے لئے خصوصی اجازت	۱۴۹
۳۳۱	☆ حضرت عبد اللہ بن الارقم رضی اللہ عنہ	۱۵۹	۳۱۷	☆ آپ کا دور خلافت	۱۴۹
۳۳۳	☆ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ	۱۶۰	۳۱۷	☆ قاتلانہ حملہ اور شہادت	۱۴۹
۳۳۳	☆ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ	۱۶۱	۳۱۹	☆ خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۱۵۰
۳۳۳	☆ حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ	۱۶۲	۳۱۹	☆ سلسلہ نسب	۱۵۰
۳۳۳	☆ حضرت ابوسفیان مخر بن حرب رضی اللہ عنہ	۱۶۳	۳۱۹	☆ ذی النورین لقب کیوں؟	۱۵۰
۳۳۵	☆ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۱۶۴	۳۱۹	☆ شان عثمان بزبان نبی ویشان	۱۵۰
۳۳۵	☆ حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۱۶۵	۳۲۰	☆ آپ کا دور خلافت	۱۵۰
۳۳۵	☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۱۶۶	۳۲۰	☆ شہادت: عوامل و اثرات	۱۵۰
۳۳۵	☆ حضرت شریل بن حسنہ رضی اللہ عنہ	۱۶۷	۳۲۲	☆ خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ	۱۵۱
۳۳۶	☆ حضرت عطاء بن حفری رضی اللہ عنہ	۱۶۸	۳۲۲	☆ شان علی بزبان نبی ﷺ	۱۵۱
۳۳۶	☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	۱۶۹	۳۲۳	☆ زہد و اجتہاد علی رضی اللہ عنہ	۱۵۱
۳۳۶	☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۱۷۰	۳۲۳	☆ فضائل و مناقب علی اور بنی امیہ	۱۵۱
۳۳۶	☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۱۷۱	۳۲۳	☆ آپ کا دور خلافت	۱۵۱
۳۳۶	☆ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۱۷۲	۳۲۵	☆ شہادت علی کا پس منظر	۱۵۱
۳۳۷	☆ حضرت خضیب بن ابی قاطمہ رضی اللہ عنہ	۱۷۳			

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۴	حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہ	۳۳۷	۱۸۳	والیء بحرین منذر ابن ساوی کے نام نامہ رسول	۳۵۷
۱۷۵	حضرت حوط بن عبدالغری رضی اللہ عنہ	۳۳۷	☆	منذر ابن ساوی کا رسول اللہ کے نام خط	۳۵۸
۱۷۶	الحاصل	۳۳۷	۱۸۴	آنحضرت کا والیء بحرین کے نام دوسرا مکتوب	۳۵۸
	مکتوبات شریف		۱۸۵	شاہ عمان کے نام مکتوب مبارک	۳۵۸
۱۷۷	صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں گرامی نامہ	۳۳۷	☆	شاہ عمان کی اسلام کے لئے تحقیق	۳۵۹
☆	اونٹوں میں زکوٰۃ مفروضہ	۳۳۸	۱۸۶	والی یمامہ ہوذہ بن علی کے نام مکتوب مبارک	۳۶۲
☆	چرنے والی بکریوں میں زکوٰۃ مفروضہ	۳۴۰	☆	والی یمامہ کا جوابی خط	۳۶۳
☆	درہموں یعنی چاندی کے سکے روپیہ کی زکوٰۃ	۳۴۱	۱۸۷	والی یمامہ کے نام آنحضرت کا دوسرا مکتوب مبارک	۳۶۳
۱۷۸	انصابوں کے بارے میں نامہ مبارک	۳۴۲	۱۸۸	حاکم غوطہ حارث بن ابی شمر غسانی کے نام مکتوب مبارک	۳۶۳
☆	بکریوں کی زکوٰۃ	۳۴۳	☆	بنی تمیم کا قبول اسلام	۳۶۳
☆	اہل یمن کے نام نامہ مبارک	۳۴۶	☆	حاضر و ناظر و عالم الغیب نبی ﷺ	۳۶۴
	بادشاہوں کے نام مکتوبات شریف		☆	عطاءے رسول کی تحریر و سند	۳۶۵
۱۷۹	قیصر ملک روم ہرقل کے نام مکتوب	۳۴۸	☆	ہجرت کے بعد تحریر و سند کی تجدید	۳۶۵
☆	اہل روم کے دستور کا احترام	۳۴۸	☆	حضرت ابوبکر صدیق کی توثیق	۳۶۶
☆	خط لے جانے والے کے لئے جنت کی بشارت	۳۴۸	۱۸۹	حاکم ایلہ یحٰنہ بن روہہ کے نام تحریر و سند	۳۶۶
☆	نامہ مبارک کا متن	۳۴۹	۱۹۰	جرباد اذرح کے نام امان نامہ	۳۶۷
☆	خط لےنے پر رد عمل	۳۵۰	۱۹۱	حضرت ابو ضمیرہ کے نام پروانہء آزادی	۳۶۷
☆	نامہ مبارک کا ادب و احترام	۳۵۱	۱۹۲	اکیدر اور اہل دومہ کے نام نامہ مبارک	۳۶۸
☆	نسل و نسل برکات	۳۵۱	۱۹۳	غلام فردخت کرنے پر تحریر	۳۶۸
۱۸۰	کسریٰ پرویز ملک فارس کے نام نامہ مبارک	۳۵۲		آنحضرت نے حاکم مقرر فرمائے	
☆	خط کی بے ادبی سے بدبختی پر مہر	۳۵۳	۱۹۴	حضرت باذان بن ساسان رضی اللہ عنہ	۳۶۹
۱۸۱	والیء حبشہ اصحٰہ نجاشی کے نام نامہ مبارک	۳۵۳	۱۹۵	حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ	۳۶۹
☆	آنحضرت کے نام نجاشی کا جوابی خط	۳۵۳	۱۹۶	حضرت زید ابن لبید انصاری رضی اللہ عنہ	۳۶۹
☆	اہل حبشہ کی اسلام میں رغبت	۳۵۴	۱۹۷	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۳۶۹
☆	شاہ حبش کی نماز جنازہ	۳۵۵	۱۹۸	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۳۷۰
۱۸۲	مقوقس شاہ معروہ اسکندریہ کے نام مکتوب مبارک	۳۵۵	۱۹۹	حضرت ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ عنہ	۳۷۰
☆	آنحضرت کے نام مقوقس کا خط	۳۵۷	۲۰۰	حضرت پرویز بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۳۷۰
			۲۰۱	حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ	۳۷۰



صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۷۵	۲۲۳ ان مؤذنین کی تقلید		۳۷۰	۲۰۲ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	
	آ نخضرت کے شعراء		۳۷۰	۲۰۳ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	
۳۷۵	۲۲۴ حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ		۳۷۰	۲۰۴ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	
۳۷۶	۲۲۵ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ			و دیگر امراء برائے وصولی زکوٰۃ و صدقات	
۳۷۶	☆ شاعر بنو تمیم کا تعاقب		۳۷۱	۲۰۵ حضرت عیینہ ابن حصن فزاری رضی اللہ عنہ	
۳۷۷	۲۲۶ حضرت زبیر قان بن بدر رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۰۶ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ	
۳۷۷	۲۲۷ حضرت مالک بن انصط رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۰۷ حضرت عباد ابن بشیر رضی اللہ عنہ	
۳۷۷	۲۲۸ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۰۸ حضرت رافع ابن مکیث رضی اللہ عنہ	
۳۷۷	۲۲۹ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۰۹ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ	
۳۷۸	۲۳۰ حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۱۰ حضرت ضحاک ابن سفیان رضی اللہ عنہ	
۳۷۸	۲۳۱ حضرت ابیہ السعید الاسود رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۱۱ حضرت بشر ابن سفیان کعسی رضی اللہ عنہ	
۳۷۸	۲۳۲ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ		۳۷۱	۲۱۲ حضرت عبداللہ ابن السہیت رضی اللہ عنہ	
	آ ٹھویں فصل			رسول اکرم ﷺ کے قاصد	
	رسول اللہ کے آلاتِ حرب		۳۷۲	۲۱۳ حضرت عمرو بن امیر ضمری رضی اللہ عنہ	
۳۷۹	۲۳۳ رسول اکرم ﷺ کی کواہیں		۳۷۲	۲۱۴ حضرت وحید بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	
۳۸۱	۲۳۴ رسول اکرم ﷺ کی زریں		۳۷۳	۲۱۵ حضرت عبداللہ السہمی رضی اللہ عنہ	
۳۸۱	☆ زریں کا استعمال		۳۷۳	۲۱۶ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	
۳۸۱	۲۳۵ رسول اللہ ﷺ کی کمانیں		۳۷۳	۲۱۷ حضرت شجاع بن وہب الاسدی	
۳۸۱	☆ بنی قینقاع سے ملنے والی کمانیں		۳۷۳	۲۱۸ حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ	
۳۸۲	۲۳۶ حضور اکرم ﷺ کا منطقہ			ساتویں فصل	
۳۸۲	۲۳۷ رسول اللہ ﷺ کی ڈھالیں			رسول پاک کے مؤذن، خطباء، شعراء	
۳۸۳	۲۳۸ رسول اللہ ﷺ کے نیزے			رسول پاک کے مؤذنین	
۳۸۳	۲۳۹ آ نخضرت ﷺ کے خود			۲۱۹ حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ عنہ	
۳۸۳	۲۴۰ دیگر اشیائے رسول اکرم ﷺ		۳۷۴	۲۲۰ حضرت عمرو بن مکتوم قریشی اعلیٰ رضی اللہ عنہ	
۳۸۳	☆ آپ کا ڈیرہ		۳۷۴	۲۲۱ حضرت سعد ابن عابد رضی اللہ عنہ	
۳۸۳	☆ آپ کا گھن		۳۷۴	۲۲۲ حضرت ابو محمد درہ رضی اللہ عنہ	
۳۸۳	☆ آپ کا محضر		۳۷۵		

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۹۷	۲۵۰ بنی ہوازن سے وفد	۳۸۳	☆ آپ کی لکڑی		
۴۰۲	۲۵۱ بنی ثقیف کا وفد	۳۸۴	☆ آپ کے قدح		
۴۰۴	☆ بنی ثقیف کے نام نامہ مبارک	۳۸۴	☆ آپ کے طشت		
۴۰۴	☆ وجہ میں شکار کی ممانعت کس لئے؟	۳۸۵	☆ آپ کی خیل		
۴۰۵	۲۵۲ بنی عامر سے وفد	۳۸۵	☆ آپ کا کھلا		
۴۰۷	۲۵۳ قبیلہ عبدالقیس کا وفد	۳۸۵	☆ آپ کے پیانے		
۴۱۱	۲۵۴ بنی حنیفہ سے وفد	۳۸۵	☆ آپ کا قطیفہ		
۴۱۲	☆ مسلمہ کی خرافات	۳۸۵	☆ آپ کا تخت		
۴۱۳	☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس لعنتی کا موازنہ	۳۸۵	☆ آپ کا بستر		
۴۱۵	☆ رسول پاک کے نام مسلمہ کذاب کا خط	۳۸۶	☆ آپ کی انگوٹھیاں		
۴۱۵	☆ مسلمہ کذاب کے نام نامہ مبارک	۳۸۶	☆ آپ کے موزے		
۴۱۶	☆ رسول پاک سے مسلمہ کذاب کی ملاقات	۳۸۶	☆ آپ کے جے		
۴۱۶	☆ جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں خواب	۳۸۶	☆ آپ کے عمامہ شریف		
۴۱۷	☆ بنی اسود کذاب	۳۸۶	☆ آپ کی چادر مبارک		
۴۱۷	☆ مسلمہ کذاب کا انجام				
۴۱۷	۲۵۵ بنی طی سے وفد				
۴۱۸	۲۵۶ بنی کندہ سے وفد	۳۸۷			
۴۱۸	۲۵۷ اہل یمن سے وفد	۳۹۱			
۴۲۰	۲۵۸ ازد سے وفد	۳۹۲			
۴۲۲	۲۵۹ بنی الحارث ابن کعب سے وفد	۳۹۳			
۴۲۳	۲۶۰ بنی ہمدان سے وفد	۳۹۵			
۴۲۴	۲۶۱ مزینہ سے وفد	۳۹۵			
۴۲۵	۲۶۲ بنی دوس سے وفد	۳۹۵			
۴۲۸	۲۶۳ نجران کے نصاریٰ سے وفد				
۴۳۰	۲۶۴ رومی عامل فردہ بن عمرو الجذامی سے وفد				
۴۳۱	۲۶۵ بنی سعد بن بکر سے وفد				
۴۳۳	۲۶۶ بنی محارب سے وفد	۳۹۶			
۴۳۵	۲۶۷ بنی کندہ کے بطن سکون سے وفد	۳۹۶			

## نویں فصل

## رسول اللہ ﷺ کے پالتو چوپائے

- ۲۴۱ رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے  
 ۲۴۲ رسول اللہ ﷺ کے بکریاں  
 ۲۴۳ آنحضرت ﷺ کے گدھے  
 ۲۴۴ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں  
 ۲۴۵ رسول اللہ ﷺ کی بکریاں  
 ۲۴۶ رسول اکرم ﷺ کی گائے  
 ۲۴۷ آنحضرت ﷺ کا مرغ

## دسویں فصل

## بارگاہ نبوی میں آنے والے وفد

۲۴۸ وفد کیا ہے؟

۲۴۹ وفد کا آغاز



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۸	☆ بنی سعد ہذیم سے وفد	۴۳۶	☆ تاریکی میں دیکھنے کا عالم	۴۶۷	
۲۶۹	☆ بنی فزارہ سے وفد	۴۳۸	☆ پیٹھ پیچھے سے دیکھنا	۴۶۷	
۲۷۰	☆ بنی اسد سے وفد	۴۳۹	☆ ۲۸۸ بروایت علی رضی اللہ عنہ حضور کا حلیہ مبارک	۴۷۱	
۲۷۱	☆ قبیلہ بھرا بنی قضاہ سے وفد	۴۳۹	☆ ۲۸۹ رسول اللہ ﷺ کی سماعت شریف	۴۷۳	
۲۷۲	☆ بنی عذرہ سے وفد	۴۴۰	☆ ۲۹۰ رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک	۴۷۴	
۲۷۳	☆ بنی سے وفد	۴۴۱	☆ ۲۹۱ آنحضرت ﷺ کا دھن یعنی منہ مبارک	۴۷۷	
۲۷۴	☆ بنی زمرہ سے وفد	۴۴۱	☆ ۲۹۲ رسول اللہ ﷺ کا لعاب دھن مبارک	۴۷۹	
۲۷۵	☆ قبیلہ خولان سے وفد	۴۴۲	☆ ۲۹۳ نبی امی ﷺ کی فصاحت و بلاغت	۴۸۱	
۲۷۶	☆ بنی محارب سے وفد	۴۴۳	☆ فصاحت کی مقررہ و مجوزہ حد	۴۸۵	
۲۷۷	☆ بنی صدا سے وفد	۴۴۴	☆ رسول اللہ کی اہل فصاحت	۴۸۶	
۲۷۸	☆ بنی غسان سے وفد	۴۴۴	☆ فصیح و بلیغ ارشادات عالیہ	۴۸۸	
۲۷۹	☆ بنی سلامان سے وفد	۴۴۴	☆ اسلام کے جملہ امور آپ کی بلاغت کا شاہکار	۵۱۸	
۲۸۰	☆ بنی عیس سے وفد	۴۴۴	☆ اہل مدینہ کو دعائیں	۵۱۸	
۲۸۱	☆ بنی غامد سے وفد	۴۴۵	☆ قبیلہ بنی نہد کے لئے خصوصی دعا	۵۱۹	
۲۸۲	☆ بنی ازد سے وفد	۴۴۶	☆ بنی نہد کے نام نامہ مبارک	۵۱۹	
۲۸۳	☆ بنی مشفق سے وفد	۴۴۸	☆ بنی نہد کے لئے دعا کا ترجمہ	۵۲۱	
۲۸۴	☆ بنی نخع سے وفد	۴۴۹	☆ بنی نہد کے نام نامہ مبارک کا ترجمہ	۵۲۲	
تیسرا مقصد			☆ آپ ﷺ کے خطوط اور روئے	۵۲۳	
شمال النبویہ ﷺ			☆ بنی امدان سے وفد	۵۲۳	
پہلی فصل			☆ ہدائیوں کے نام نامہ مبارک	۵۲۳	
رسول پاک کا کمال خلقت اور جمالی صورت مبارک			☆ بنو کلب کے قطیف بن عارضہ علیہ کے نام نامہ مبارک	۵۲۴	
۲۸۵	☆ رسول اللہ ﷺ کا سراقدس	۴۵۵	☆ وائل بن حجر کے نام نامہ مبارک	۵۲۵	
۲۸۶	☆ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور	۴۵۵	☆ اہل اکیدر و اہل دومہ کے نام نامہ مبارک کی مثال	۵۲۵	
۶۶	☆ رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ	۴۶۲	☆ کلام عرب میں تمام لغات میں کلام کرنیوالے	۵۲۶	
☆	☆ رخ انور کو چاند سے تشبیہ کیوں؟	۴۶۲	☆ ۲۹۳ آپ کی آواز مبارک	۵۲۶	
۲۸۷	☆ رسول اللہ ﷺ کی نظر انور	۴۶۶	☆ ۲۹۵ آپ کا تبسم مبارک	۵۲۷	
			☆ ۲۹۶ آپ کا تبسم مبارک	۵۲۹	
			☆ ۲۹۷ آپ کا دست مبارک	۵۲۹	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۵۱	۳۱۰ رفقار مبارک	۵۳۲	۲۹۸ بغل مبارک	
۵۵۳	۳۱۱ آپ کا سایہ	۵۳۳	۲۹۹ سینہ اطہر	
۵۵۳	۳۱۲ آپ کی رنگت مبارک	۵۳۳	۳۰۰ قلب اطہر	
۵۵۵	۳۱۳ تنبیہ و احتیاط بالایمان	۵۳۳	☆ قلب کی ماہیت	
۵۵۷	۳۱۴ خوشبو مبارک	۵۳۵	☆ قلب کی اہمیت و ضرورت	
۵۶۰	۳۱۵ لہجہ	۵۳۵	☆ واقعہ شق صدر	
۵۶۲	۳۱۶ آپ کے فضلات مبارک	۵۳۸	۳۰۱ حبیب اور کلیم میں فرق	
۵۶۳	☆ آپ کے خون مبارک سے تبرک	۵۳۹	۳۰۲ نبی کریم ﷺ کے آداب معاشرت	
۵۶۵	☆ آپ کا بول یعنی پیشاب مبارک	۵۴۰	۳۰۳ آپ کے قدم مبارک	
۵۶۶	☆ قضائے حاجت کا نبوی طریق کار	۵۴۱	۳۰۴ قد و قامت مبارک	
۵۷۰	☆ طہارت کے لئے پانی کا استعمال	۵۴۳	۳۰۵ آپ کے موئے مبارک	
۵۷۰	☆ طہارت کے لئے مٹی کے ڈھیلے	۵۴۶	۳۰۶ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک	
۵۷۱	☆ قضائے حاجت سے پہلے دعا	۵۵۰	۳۰۷ زیر ناف بال مبارک	
۵۷۲	☆ قضائے حاجت کے بعد دعا	۵۵۰	۳۰۸ ناخن مبارک	
		۵۵۱	۳۰۹ کنگھی، مسواک اور آئینہ مبارک	



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ابتدائیہ

دنیا میں کتنے ہی مشاہیر ہو گزرے — بڑے بڑے نامی گرامی بڑے بڑے قد آور نامور طاقت ور — جاہ و جلال، شان و شوکت، حشمت و تمکنت والے سربراہ و ردہ لوگ! — لیکن

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے!

کتنے پیغمبر اللہ کریم کا پیغام لے کر اس کائناتِ ارضی پر تشریف لائے — کسی کا کوئی کمال تھا، کسی کا کوئی وصف!

☆ کوئی حسن میں با کمال تھا، کوئی آواز میں

☆ کوئی کلام میں با کمال تھا، کوئی رفتار میں

☆ کوئی شجاعت میں بے مثال تھا، کوئی عدل میں۔

غرض کہ کوئی ایسا نہ تھا جو ان تمام صفات و کمالات کا جامع ہو۔

ہر آنے والے نے آ کر قوموں کے مزاجوں کی — تہذیبوں کی — معاشرہ کی رہنمائی کی۔ اور انہیں بتایا کہ:

☆ ہم تو اس ایک آنے والے کے سفیر ہیں

☆ ہم تو اس آفتابِ عالم تاب کی ایک کرن ہیں

☆ ہم تو اس نور کا ایک رنگ ہیں

☆ ہم تو اس کے اوصاف کی ایک جھلک ہیں

☆ ہم تو اس کے کمالات کی ایک دمک ہیں —

جب وہ آ جائے جس کے لئے رب کریم نے ہمیں تمہیں اور سب جہانوں کو بنایا — اس کائنات کو بنایا، سجایا اور

ہمیں تمہاری طرف بھجوا دیا — تو تم:

☆ اس کی پیروی کرنا

☆ اس پر ایمان لانا

☆ اس کی مدد کرنا

اللہ کریم نے اپنی پہلی کتابوں کے جوہر قرآن کریم میں اس آنے والے کی زندگی کو ”اسوۂ حسنہ“ بتایا —

○

ہاں! — اس کا اٹھنا — اس کا بیٹھنا — اس کا سونا — اس کا جاگنا — اس کا کھانا — اس کا پینا — اس کا پہننا — اس کا اتارنا — اس کا رونا — اس کا مسکرانا — اس کا ملنا ملانا — اس کا آنا جانا — اس کی شجاعت — اس کی قیادت — اس کی عدالت — اس کی امانت — اس کی صداقت — اس کی متانت — اس کی نفاست — اس کی لطافت! — غرض کہ زندگی کا کوئی پہلو دیکھ لیجئے، زیست کا کوئی شعبہ دیکھ لیجئے — حیات کا کوئی زاویہ دیکھ لیجئے — کوئی گوشہ ایسا نہیں جو حسن و ترتیب سے خالی ہو — قدم قدم میں حسن ہے، جمال ہے، دلکشی ہے، روشنی ہے، تازگی ہے، زندگی ہے!

ہاں وہ زندگی کی علامت ہیں جنہوں نے مردہ دلوں میں جان ڈال دی — جنہوں نے کنکروں کو گویائی عطا کر دی — جنہوں نے تابیناؤں کو بینائی عطا کر دی — ہر وہ ذائقہ جو زندگی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے وہ آپ ہی کا مرہون منت ہے۔

○

”مواہب لدنیہ“ جلد اول پر احقر نے وسط اپریل ۲۰۰۱ء میں آغاز کار کیا۔ — ۹ جولائی ۲۰۰۱ء / ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ دوشنبہ کو اس کی ترتیب و تدوین جدید کی تکمیل ہوئی۔

دو ایک دن بعد جلد دوم پر آغاز کار کیا۔ اور ۱۸ رجب ۱۴۲۲ھ / ۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء جمعہ المبارک کے دن تکمیل ترتیب و تدوین ہو گئی — فالحمد لله علی ذلك!

پہلی جلد کے مسودہ کے ۵۴۷ صفحات اور دوسری جلد کے ۶۲۶ صفحات ہوئے۔

سیرت پاک پر کام کرتے ہوئے محسوس ہوا کہ یہ ایک ایسی وادی کا مبارک سفر ہے جو دشوار گزار ضرور ہے مگر پر خار نہیں۔ بلکہ گلزار و مرغزار ہے — دشوار گزار اس لئے کہ ہر قدم محتاط روی کا تقاضا کرتا ہے — مرغزار اس لئے کہ یہ مرغزار ہے بلکہ مرغزار سے بھی کہیں دلکش و خوبصورت ہے! — سچ پوچھئے تو اس راہ کا سفر جہاں پر خطر تھا، اس سے کہیں بڑھ کر پر لطف تھا۔ اتنے قلیل عرصہ میں اس کام کا پایہ تکمیل کو پہنچ جانا تا سید ایزدی نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ تو ان کا کرم ہے ورنہ مجھ میں تو ایسی بات نہیں

اب تو یہ عالم ہے۔

یاد میں تیری جو دن گزرے وہ دن سب سے بہتر ہے

یاد میں تیری رات جو گزرے اس جیسی کوئی رات نہیں

○

”مواہب لدنیہ“ کی جلد دوم آپ کے ہاتھوں میں ہے — سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب ذیل پہلو



اس جلد کی زینت ہیں:

- ۱ - خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۲ - آپ کے خدام کرام
- ۳ - ۲۰ کے لگ بھگ مکتوبات شریف
- ۴ - آپ کے ذاتی استعمال کی اشیاء
- ۵ - بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے والے ۳۵ وفود
- ۶ - شمائل شریف

خاندان کے زیر عنوان آپ کی ازواجِ مطہرات، آپ کے محترم چچا، آپ کی پھوپھیاں، دادیاں، نانیاں — رضاعی مائیں اور دودھ شریک بھائیوں کا ذکر ہے۔

شمائل شریف میں جہاں تک ممکن ہو سکا، مذکورہ عضو مبارک کے حوالے سے قافلہ سالار عشق امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار اور ان پر مولانا اختر الحامدی علیہ الرحمہ کی تفسیم پیش کی گئی ہے — یوں نثر کے سر نظم و نعت کا سہرا سجایا گیا ہے۔ جس سے بیان کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔

لائق تحسین ہیں ملک شبیر حسین صاحب، جنہوں نے احقر کو یہ کام سونپا — ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ان کے علاوہ ان بزرگانِ عظام کا بے حد مشکور ہوں جن کی دعائیں اور شفقتیں ہر لمحہ ہر قدم پر احقر کی رہنمائی کرتی رہیں:

☆ پیر و مرشد قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی زید عنایت

☆ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

☆ علامہ محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ

اور برادرز عزیز ملک محمد سعید مجاہد آبادی —

اللہ کریم کے حضور دست بستہ عرض ہے کہ وہ ہم سب کی زندگیوں میں اپنے محبوب کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کا اسوۂ حسنہ اس طرح سے جاری و ساری فرمادے جس طرح کہ رگوں میں خون دوڑتا ہے، نسوں میں سانس دوڑتی ہے۔

اللهم آمین بجاہ سید المرسلین والحمد لله رب العالمین

خاکپائے صاحبِ دلان

محمد عبدالستار طاہر

E-111/A پیر کالونی، واٹن لاہور کینٹ۔ کوڈ نمبر ۵۳۸۱۰

## دوسرے مقصد کی پہلی فصل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو آپ کے کمال صفات (جو اپنے غیر سے بڑھ کر ہیں) پر دلالت کرتے ہیں ان کے ذکر پر مبنی ہے۔

### اسم اور اس کی بحث:

لفظ اسماء اسم کی جمع ہے۔ لغت میں اسم وہ کلمہ ہے جسے عرب نے مسمیٰ کے مقابلہ میں وضع کیا ہے جس وقت وہ کلمہ بولا جاتا ہے تو اس سے وہ مسمیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں چار چیزوں کی مراعات ضروری ہے:

☆ ایک اسم ☆ دوسرا مسمیٰ بفتح میم ثانی

☆ تیسرا مسمیٰ بکسر میم ثانی ☆ چوتھا تسمیہ

چنانچہ اسم وہ موزوں لفظ ہے جو بوجہ تعریف ذات کے یا تخصیص ذات کے ذات پر دلالت کرتا ہے اور اسے غیر سے ممتاز کر دے۔ جیسے لفظ زید ہے۔ زید کا مسمیٰ وہ ذات ہے کہ جس کا امتیاز اسم کے ساتھ مقصود ہے۔ جیسے زید کی پہچان یعنی زید موجود ہے اور مسمیٰ بکسر میم ثانی اس لفظ کو وضع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اجناس کے اسماء کا وضع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جبکہ اشخاص کے علموں کا وضع کرنے والا بشر ہے۔ تسمیہ کی خصوصیت اس ذات کے ساتھ اور اس لفظ کی خصوصیت اس معنی کے ساتھ کہ جس وقت وہ لفظ بولا جائے یا محسوس کیا جائے تو وہ معنی سمجھا جائے۔

علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسم عین مسمیٰ ہے یا مسمیٰ کا غیر ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اسم عین مسمیٰ ہے اور اس پر اس فرمان الہی سے استدلال کیا ہے:

”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ یعنی تسبیح ہے رب علیٰ کے لیے

اس پر دلالت کی گئی کہ رب کا اسم وہی رب ہے یعنی مسمیٰ۔ لہذا جو اسم ہے وہی ذات ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ سبح کا معنی اغلب ذکر ہے۔ اذکر ہے۔

☆ گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: اذکر اسم ربك الاعلیٰ

☆ جیسے یہ ارشاد باری ہے: واذکر اسم ربك بكرة واصیلا۔ کبھی اذکر کا معنی سبح غلبہ میں اول کے عکس لیا جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے: واذکر اسم ربك ای سبح ربك۔

عربی لغت میں یہ طریقہ ہے کہ ایک فعل کا معنی دوسرے فعل سے لے لیتے ہیں۔ اسم مسمیٰ ہی ہے یعنی اسم عین مسمیٰ ہے اس لیے کہ اسم کی اضافت مسمیٰ کی طرف ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے شے کی اضافت الیٰ نفسہ لازم آتی ہے یہ صحیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تسمیہ کے معنی میں ہے۔ تسمیہ اسم کا غیر ہے اس لیے کہ تسمیہ لفظ بالاسم ہے۔ اس پر دلیل فرمان باری تعالیٰ باسم ہے۔ اور اسم مسمیٰ کو لازم ہے۔ چنانچہ تسمیہ اور اسم دونوں متغائر ہوں گے۔ علامہ زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ اس معنی سے تسمیہ جو بیان کیا گیا ہے تسمیہ اسم کی زبان سے عبارت ہے۔ چنانچہ مسیح اسم ربك کا معنی یہ ہے کہ ”تو اس معنی کو یاد کر کہ وہ ذات ہے“ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اس میں اضافت بیانی ہے۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ اسم عین مسمیٰ ہے اس نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد بغلام اسمہ یحییٰ کے ساتھ محبت پیش کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا یحییٰ خذ الكتاب بقوة۔ اللہ تعالیٰ نے اسم کو پکارا اسم نے اس پر دلالت کی کہ اسم ہی مسمیٰ ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ اس کا معنی یا یہا الغلام الذی اسمہ یحییٰ ہے۔ اگر اسم مسمیٰ کا عین ہوتا تو یہ ہوتا کہ جو شخص لفظ النار کہتا اس کی زبان جل جاتی اور جو شخص لفظ العسل کہتا تو شہد کی ملاوت چکھتا۔ نہ تو لفظ نار کہنے سے زبان جلتی ہے اور اور نہ لفظ عسل کہنے سے شہد کا ذائقہ ملتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ اسم عین مسمیٰ نہیں ہے۔

اسماء کی کثرت مسمیٰ کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کریم نے پیارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کثیر ناموں سے قرآن پاک میں نام رکھا ہے۔ قرآن مجید کے سوا دیگر آسمانی کتابوں اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبان سے آپ کے بہت سے نام رکھے ہیں۔

### رسول پاک کا نام محمد کیوں کر رکھا گیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اسماء سے آپ کا اسم شریف محمد زیادہ مشہور ہے۔ آپ کا یہ نام آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب سے پوچھا گیا کہ:

”آپ نے اپنے فرزند کا کیا نام رکھا ہے؟“

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام رکھا ہے۔“

ان سے پوچھا گیا:

”آپ نے اس نام سے اپنے بیٹے کا نام کیوں کر رکھا جبکہ آپ کے کسی باپ کا اور آپ کی قوم میں کسی کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں ہے۔“

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

”میں امید کرتا ہوں کہ تمام اہل زمین میرے فرزند کی مدح کریں۔“

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس خواب کی وجہ سے رکھا تھا جو انہوں نے آپ کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا۔ جیسا کہ اس خواب کی حدیث کو علی البقرہ وانی العابر نے اپنی کتاب ”البیان“ میں ذکر کیا ہے۔



انہوں نے لکھا ہے کہ:

”عبدالمطلب نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی ایک ایسی زنجیر نکلی کہ اس کے ایک طرف میں آسمان ہے اور دوسری طرف میں زمین ہے۔ اس کا ایک رخ مشرق میں ہے اور دوسرا رخ مغرب میں ہے۔ پھر وہ زنجیر ایک ایسا درخت ہو گئی جس کے ہر ایک پتا پر نور تھا۔ یکا یک میں نے اہل مشرق اور اہل مغرب کو دیکھا گویا وہ اس سے لٹک رہے ہیں۔“

حضرت عبدالمطلب نے یہ خواب ایک کاہنہ سے بیان کیا۔ اس نے حضرت عبدالمطلب کو ایک ایسے مولود کی تعبیر دی جو ان کے صلب سے ہوگا۔ اور اہل مشرق اور اہل مغرب اس کا اتباع کریں گے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس مولود کی مدح کریں گے۔

اس لئے حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھا۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے بھی رکھا گیا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ اس امت کے سید کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔ جس وقت آپ انہیں جنم دیں تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نام رکھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالمطلب سے یہ بیان کیا تھا۔

ابن البر نے ”استیعاب“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا۔ ان سے کسی نے کہا: ”اے ابوالحارث! آپ کو کس چیز نے اس امر کے لیے تحریک دی کہ آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھیں جبکہ آپ کے باپوں کے نام سے آپ کا نام نہ رکھا۔“

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا:

”میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں آپ کی مدح کرے اور زمین پر آدمی آپ کی مدح کریں۔“

محمد بن جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میرے بہت نام ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں احمد ہوں۔ اور میں وہ ماحی ہوں کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ اور میں وہ حاشر ہوں کہ میرے آثار قدم پر آدمی حشر کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔“

۱۔ عاقب کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ حدیث پاک میں بحشر الناس علی قلمی آیا ہے۔ لفظ قلمی بہ تخفیف یا روایت کیا گیا ہے اور تشدید سے روایت کیا گیا ہے۔ تثنیہ ہے

امام نووی علیہ الرحمہ نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ تخفیف اور تشدید دونوں روایتوں کا معنی یہ ہے کہ آدمی میرے قدم کے نشان پر یا میرے دونوں قدموں کے نشان پر اور میرے زمانہ اور میری رسالت میں حشر کئے جائیں گے۔ نافع بن جبیر کی روایت میں امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک بخاری کی ”تاریخ صغیر“ اور ”اوسط“ میں اور حاکم کے نزدیک ان کی مستدرک اور المستدرکات میں اسے صحیح حدیث کہا ہے۔

## آپ کے اسماء شریفہ کی تعداد:

ابن سعد سے روایت ہے کہ نافع ابن جبیر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ عبدالملک نے نافع سے

پوچھا:

”کنتی جبیر بن مطعم (یعنی تمہارے باپ) کیا کرتے تھے“

نافع نے کہا:

”بے شک مجھے یاد ہیں وہ چھ اسماء شریفہ ہیں“

نافع نے ان پانچ اسماء کا ذکر کیا جن کا ذکر ان کے بھائی محمد بن جبیر نے کیا تھا۔ البتہ ایک اسم ”خاتم“ کو زیادہ کیا۔ یوں یہ کل چھ اسماء ہو گئے۔

حذیفہ بن یمان کی حدیث میں امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ پانچ اسماء ہیں:

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ☆ احمد ☆ مقفی ☆ نبی الرحمة

ابونعیم کی روایت میں یہ چھ اسمائے گرامی ہیں:

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ☆ احمد ☆ خاتم

☆ حاشر ☆ عاقب ☆ ماحی

حاشر کا معنی یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ڈرانے کے لیے قیامت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں اور میرے سامنے شدید عذاب ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں بن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ آپ کی امت ہے۔

عاقب کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے عقب میں آئے ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ماحی کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کا اتباع کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان کے گناہ مٹا دیئے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اسماء شریفہ کی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے نہیں ہے۔ اسماء مبارکہ کے

شمار کا تعین راوی نے کیا ہے کہ حدیث بالمعنی کی ہے۔ اس قول میں نظر ہے اس لیے کہ حدیث پاک میں اسماء کے شمار کی

وضاحت ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

”ان لی خمسة اسماء یعنی میرے پانچ نام ہیں“

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ان پانچ اسماء کے ساتھ مختص ہیں۔ آپ سے پہلے انبیاء میں سے کوئی شخص ان ناموں

لے حدیث پر جو اعتراض وارد ہوا ہے اس کا جواب اس دلیل سے دیا جاتا ہے کہ علم العانی میں مقرر یہ ہے کہ جار (لفظ کے آخری حرف پر زیر یا کسرہ دینے والا)

اور مجرد کی تقدیم حصر (احاطہ کرنا) انحصار کرنا) کا قاعدہ دیتی ہے لیکن پانچ اسماء کی جو روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مطلق حصر نہیں

ہے کہ اسمائے شریفہ پانچ ہی ہوں۔ اس میں راستہ یہ ہے کہ اس حصر کو حصر مقید پر حمل کیا جائے جیسا کہ علماء کرام نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم یعنی پانچ اسماء پر

حمل کیا جائے کہ آپ ان کے ساتھ مختص ہیں یا وہ پانچ اسماء آسانی کتابوں میں مشہور ہیں اور پہلی اسموں کے علماء کے نزدیک بھی مشہور ہیں

ابوالعباس عری نے کہا ہے کہ اس کا جواب اس طور پر دیا جائے کہ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید باقی اسماء پر مطلع کرے آپ نے ان پانچ اسماء کو ذکر فرمایا:

کے ساتھ موسوم نہیں ہوا۔ یا یہ معنی ہے کہ میرے پانچ وہ اسماء ہیں جو گزری ہوئی امتوں میں مشہور ہیں، یہ نہیں کہ آپ نے ان اسماء میں شمار کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ آپ کے اسماء اکثر ہیں۔ علماء کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں آپ کے اسماء شریفہ:

☆ الشاہد ☆ المبشر ☆ النذیر  
☆ المبین ☆ الداعی الی اللہ ☆ السراج المنیر

وغیرہ ہیں۔

نقاش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں میرے سات اسماء ہیں:

☆ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆ احمد ☆ یاسین ☆ طہ  
☆ مزمل ☆ مدثر ☆ عبد اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب اور اسماء شریفہ قرآن پاک میں کثیر تعداد میں آئے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان کی گنتی کی ہے اور ان اسماء اور القاب کو مخصوص عدد تک پہنچایا ہے۔ ان علماء سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اسمائے احسن کی موافقت سے حدیث پاک میں آپ کے جو اسمائے شریفہ ذکر ہوئے ہیں انہیں ایک سو نو (۱۰۹) تک پہنچایا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طور پر خاص کیا ہے کہ اپنے اسمائے حسنیٰ تے تیس (۳۰) اسماء کے ساتھ آپ کو موسوم کیا ہے۔ ابن دحیہ نے اپنی کتاب ”مستوفی“ میں کہا ہے کہ اگر کتاب متقدمہ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے تلاش کیا جائے تو آپ کے اسماء مبارکہ تین سو کو پہنچیں گے۔

بعض صوفیہ کرام نے یہ کہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔ ان سے اوصاف مراد ہیں۔ یعنی وہ تمام اسماء اوصاف مدح ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صفت پر اسم کا اطلاق اس لیے کیا جاتا ہے کہ صفت اسم پر غالب ہوتی ہے یا اسم اور صفت دونوں ذات کی تعریف میں مشترک ہوتے ہیں اور ذات کو اس کے غیر سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ جب ایسا ہے کہ ہر وصف آپ کا ایک اسم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک وصف بھی ایک اسم ہے۔

ابن عساکر نے کہا ہے کہ جس وقت آپ کی صفات سے آپ کے اسماء کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کے اسماء مبارکہ کثیر ہو جائیں گے اور پھر یہ ہے کہ

☆ ان اوصاف سے وہ وصف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔ یا اسم پر غالب ہے اور  
☆ انہیں اوصاف سے وہ وصف ہے جو آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان مشترک ہے اور یہ کل مشاہدہ سے ظاہر ہے مخفی نہیں ہے۔



جس وقت ہم آپ کے اوصاف سے ہر ایک وصف کو ایک اسم ٹھہرائیں گے تو جیسا کہ ابن وحیہ نے کہا کہ آپ کے اسمائے شریفہ تین سو ہیں اس تعداد کو پہنچ جائیں گے بلکہ تین سو سے کہیں بڑھ جائیں گے۔  
قاضی عیاض کی ”شفا“ — ابن العربی کی ”القیس والاحکام“ اور ابن سید الناس کی تصنیف میں جو اسماء دیکھے ہیں وہ چار سو سے زیادہ اسمائے شریفہ ہیں۔ میں نے ان اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے:

## حرف الالف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو الف سے شروع ہوتے ہیں۔

ان اسمائے شریفہ کے معانی علامہ زرقانی علیہ الرحمہ کی ”شرح مواہب لدنیہ“ سے لکھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

الابر باللہ:

آپ کے سوا جو لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے آپ ان سے زیادہ محسن اور صادق الوعد ہیں۔ شامی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے اس اسم سے آپ کا نام رکھا ہے۔ آپ محسن اور صادق الوعد ہیں۔ یہ فعل التفضیل کا صیغہ من ہوت فلانا بالکسر ابرہ مبرا فلانا برو بار امی انا محسن ہے اس کا اطلاق صدق پر کیا جاتا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے: لا یزال الرجل یصدق حتی یکتب عند اللہ باراً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سزا وار ہیں کہ آپ ابر الناس اور اصدق الناس ہوں اور لوگوں سے احسان میں اکثر ہوں۔ ابوعلی حاتمی نے کہا ہے کہ اہل ادب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ زیادہ سچا شعر جو عرب نے کہا ہے وہ ابوایاس الدؤلی کا یہ شعر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح شریف میں ہے:

لما حملت من ناقة فوق رحلها ابرو اوفی ذمة من محمد

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ صادق زیادہ محسن اور زیادہ عہد پورا کرنے والے کو کسی ناقہ نے اپنے کجاوہ پر سوار نہیں کیا۔“

الابطحی:

ابطح مکہ کی طرف نسبت ہے۔ وہ سیلاب وادی کی جگہ ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے۔ اس کی ابتداء کی جگہ محصب ہے۔ آپ کا نام مبارک ابطحی اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ قریش الہطاح سے ہیں جو بطح میں اترے تھے۔ نہ ان ظواہر کے رہنے والے اسے ہیں جو حرم شریف سے خارج مکہ کے اطراف ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کا نام سید الابطح اور سید الابطاح تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہا ہے:

واکرم بیت فی البیوت اذا انتمی واکرم جدابطحی یتسود

فقی الناس:

اتقی فعل التفضیل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ تقویٰ میں دوسروں سے کثرت رکھتے ہیں۔ مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

قد عظمتم الی اتقکم واکرم واصلحکم حدیثاً۔

اور یہ ارشاد باری تعالیٰ: یا ایہا النبی اتق اللہ۔ یہ امر دوام تقویٰ کے ہے۔ ابن فارس کے نزدیک تقویٰ کا معنی ہے کلام یعنی کم بولنا۔ ابن فارس کے غیر نے کہا ہے کہ تقویٰ کا معنی خوف اور حذر ہے اس کی اصل:

☆ شرک سے خوف کرنا

☆ پھر گناہوں سے خوف کرنا

☆ پھر شبہات سے بچنا

☆ پھر زیادتیوں سے بچنا یعنی وہ حلال جس میں کوئی شبہ نہ ہو حاجت سے زیادہ ہو اس میں زیادتی سے خوف کرنا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: یبلغ العبدان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ لوالما بہ باس۔

”بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ بندہ اس شے کو نہ چھوڑ دے جس میں کچھ خوف نہ ہو اس چیز کے خوف کے سبب جس میں خوف ہے۔“

تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور اس کی طاعت کرے اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اهل التقویٰ میں ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ اس کا اہل ہے کہ اس کے عذاب سے آدمی اپنے آپ کو نگاہ میں رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کسی نے تقویٰ کے بارے پوچھا آپ نے فرمایا:

هو الخوف من الجلیل والعمل بالتزلیل والقناعة بالقلیل والاستعداد لیوم الرحیل

”اللہ تعالیٰ جو بزرگ و برتر ہے اس سے خوف کرنا۔ قرآن مجید کے ساتھ عمل کرنا۔ قلیل کے ساتھ قناعت کرنا اور کوچ کے دن کے لیے تیاری کرنا۔“

لاجود:

صیغہ فعل التفضیل ہے۔ جود کے معنی ہیں کرم۔ تمنا ہے کہ جواد وہ شخص ہے کہ جو شخص مستحق نہ ہو اس کے ساتھ تفضل کرے اور جو شخص سوال نہ کرے اس کو وہ عطا کرے اور کثیر دے اور فقر کا خوف نہ کرے۔ جود سخا کا مترادف

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن حدیث کہا ہے۔

ہے — زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ سخا جود سے ادنیٰ ہے — سخا کا معنی حاجات کے وقت نرمی کرنا ہے۔  
**اجود الناس:**

شیخین نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجود الناس تھے — ابو یعلیٰ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

الاخبر کم من الاجود الله الاجود وانا اجود بنی آدم  
”اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جود کرتا ہے اور میں بنی آدم سے زیادہ جود کرتا ہوں۔“

### الاحد:

آپ صفات کمال کے سبب مخلوق سے منفرد ہیں یا قرب حق کے سبب منفرد ہیں — یہ اسم اسمائے حسنی سے ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ احد ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ احد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعریف نہ کی جائے گی۔ اہل لغت کے اس قول پر اعتراض نہ کیا جائے گا — اس لیے کہ یہ لفظ صفت کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسم کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

### الاحسن:

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فتبارك الله احسن الخالقين — نفی نے کہا ہے کہ احسن فعل التفضیل حسن کا ہے۔ اعضا کا اس صورت مناسب ہونا کہ لائق ہے اس سے مراد مستجمع صفات کمال ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن احسن قولا ممن دعا الى الله

عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا:

هذا حبيب الله صفوة الله هذا احب اهل الارض الى الله اجاب الله في دعوته و دعا الناس الى ما

اجاب الله فيه

### احسن الناس:

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احسن الناس 'اجود الناس اور اشجع الناس تھے — اس حدیث کو عبد بن حمید نے روایت کیا ہے۔

**احمد و محمد: (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)**

ان اسماء کا وہ وصف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس حمد کے معنی سے ہے کہ آپ کا اسم شریف ہے اور آپ کی اس ذات شریف کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے کل اسماء آپ کے اوصاف ہیں — اور وہ تمام اوصاف آپ کی ذات



ریف کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ اسم معنی میں ایک ہے۔ اشتقاق میں اس کے دو صیغہ ہیں یعنی وہ لفظ جو آپ کی ذات ریف پر دلالت کرتے ہیں۔

وہ اسم کہ مبنی ہے اور اس کا صیغہ بوزن الفعل ہے۔۔۔ وہ اس انتہا سے غایت کی خبر دیتا ہے کہ اس غایت کے در انتہا نہیں ہے۔ آپ کا وہ اسم شریف احمد ہے۔

اور وہ اسم کہ صیغہ تفعیل پر مبنی ہے وہ اس تضعیف اور تکثیر کی اس قدر خبر دیتا ہے کہ اس کے لیے احصا منتہی نہیں ہے۔۔۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اسم شریف محمد ہے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ محمد صفت سے نقل کیا گیا ہے یعنی محمد ایک وصف ہے۔ لغت کے مطابق محمد وہ ات ہے کہ حمد کے بعد ایسی حمد کرے کہ اس کی نہایت نہ ہو یعنی اس کی حمد کسی حد پر نہ ٹھہرے۔

احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اسم شریف ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبان سے آپ کا ام رکھا گیا۔۔۔ ان دونوں انبیائے کرام کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ ان دونوں کی کتابوں میں اس اسم شریف کی شہرت ہے۔

رنہ شفاء قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں ہے کہ احمد کتابوں میں آیا ہے۔ اس اسم شریف سے انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی ہے۔ اسم احمد بھی اس صفت سے منقول ہے کہ اس کا معنی تفصیل ہے۔ چنانچہ احمد کا معنی احمد الحامدین (لربہ) ہے

اور ایسا ہی معنی میں ہے۔ آپ کا یہ اسم شریف اپنے معنی کے مطابق ہے۔ اس لیے کہ مقام محمود میں آپ پر وہ محامد مفتوح ہوں گے کہ آپ سے پہلے کسی پر وہ محامد مفتوح نہیں ہوئے۔ آپ ان محامد سے اپنے رب کی حمد کریں گے۔ مقام محمود شفاعت

عظمیٰ کا وہ مقام ہے کہ اولین اور آخرین آپ کی مدح کریں گے۔

محامد حمد کی جمع ہے۔ حمد کے معنی میں اللہ تعالیٰ وہ عظیم محامد آپ کو الہام کرے گا کہ آپ کے غیر کو وہ محامد الہام نہیں کئے ہیں۔ فتح سے مراد الہام ہے۔ اسی طرح آپ کے لیے لوائے حمد حقیقی قائم کیا جائے گا۔ لوائے حمد کی حقیقت کا علم اللہ

تعالیٰ کو ہے۔ یعنی وہ لو جس کا اتباع ہر ایک حامد اور محمود اور وہ اصحاب حمد کریں گے جن کے لیے اس دن شفاعت کرنے کا رتبہ ہوگا۔ جیسے کل انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ ”موقف“ میں اس کی شہرت ہے اس لیے اس کی تمثیل

ہے۔۔۔ عدم تاویل اس سلسلے میں زیادہ راہ صواب ہے۔

سہیلی نے کہا ہے کہ محمد بھی صفت سے نقل کیا گیا ہے اور یہ محمود کے معنی میں ہے۔ لیکن اس میں مبالغہ ہے اور معانی کی تکرار ہے اس پر فعل کی دلالت ہے۔ چنانچہ محمد وہ ہے کہ بار بار حمد کیا جائے۔ جیسا کہ لفظ مکرم ہے

اسی شخص کو مکرم کہیں گے جس کا اکرام بار بار کیا جائے۔ ایسا ہی لفظ ممدوح ہے اس کی مثل جو لفظ ہے اور اسم محمد اپنے معنی کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام قبل اس کے رکھا ہے کہ آپ کا یہ نام آدمیوں کے نزدیک رکھا جائے۔ آپ

کی اعلام نبوت لینے اور نبوت سے یہ ایک دلالت ہے۔ اس لیے کہ آپ کا یہ اسم شریف آپ پر صادق ہے۔ چنانچہ آنحضرت

۱۔ صیغہ مفعول بہ تشدید عین مفتوح مضرب کی مثل نہ ہوگا۔ مضرب وہ شخص جس پر کثرت سے ضرب لگائی جائے۔ ممدوح وہ شخص جس کے لیے مدح کی جائے مگر مفعول بہ تشدید عین اس شخص کے لیے ہوگا جس سے مکرر فعل واقع ہو کہ وہ ضرب اور مدح دونوں مثالوں میں ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں:

☆ اس شے کے سبب کہ آپ کو ہدایت کی گئی ہے اور

☆ اس شے سے کہ آپ کو نفع دیا گیا ہے کہ وہ علم و حکمت ہے۔

محمود ہیں — اور آپ آخرت میں شفاعت عظمیٰ کے سبب محمود ہیں — چنانچہ تحقیق حمد کا معنی مکرر ہو گیا — جیسے کہ لفظ نے وضع عربی سے تکرار معنی حمد کا اقتضا کیا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کے لیے محمد کا وصف ثابت نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ احمد ہوئے۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے رب کی حمد کی۔ آپ کے رب نے آپ کو نبی کیا اور شرف دیا — چنانچہ اس سے اسم احمد اسم محمد پر مقدم ہو گیا۔

☆ آپ کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا اور کہا: ومبشرا الرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طویل مناجات میں آپ کا ذکر کیا ہے جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے یہ فرمایا تلك امة احمد — موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اللهم اجعلنی من امة احمد

اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذکر کرتے احمد کو ذکر کیا۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اپنے رب کے لیے پہلے آئے کہ لوگ رب کی حمد کریں — اس لیے کہ روز الست میں پہلے جس شخص نے الست برہکم کا جواب بلی سے دیا ہے وہ آپ ہی ہیں۔ اور جبکہ آپ موجود ہوئے۔ اور مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث کئے گئے تو آپ بالفعل محمد ہوئے — اسی طرح امت کی شفاعت میں اپنے رب کی حمد ان محامد سے کریں گے جو محامد آپ کو الہام کئے جائیں گے۔ یوں آپ اپنے رب کے لیے احمد الحامدین ہوں گے یعنی حمد الہی میں آپ سب سے اجل ہوں گے — پھر آپ امت کی شفاعت کریں گے۔ آپ کی شفاعت پر اولین اور آخرین آپ کی مدح کریں گے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اسم احمد دوسرے اسم محمد سے پہلے کیوں کر ترتیب سے ذکر اور وجود میں دنیا اور آخرت میں پایا گیا۔ ان دونوں اسموں کے ساتھ آپ کی تخصیص میں حکمت الہی ظاہر ہوگی — وہ حکمت الہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں اسموں کے ساتھ اس لیے اختصاص دیا ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں آپ سب لوگوں سے پہلے مقام حمد میں قیام کریں گے۔ آپ کی حمد کرنے پر تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے پہلے کہ محمد ہوں احمد تھے جیسا کہ مرتبہ وجود میں واقع ہوا ہے اس لیے کہ:

☆ آپ کا اسم شریف احمد سابقہ کتب میں واقع ہوا ہے اور

☆ آپ کا تسمیہ محمد قرآن پاک میں واقع ہوا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ آپ نے اپنے رب کی حمد کی ہے اور ایسا ہی آخرت

میں ہوگا کہ آپ سب سے پہلے اپنے رب کی حمد کریں گے اور اپنے رب سے امت کی شفاعت چاہیں گے۔ اس سبب سے لوگ آپ کی حمد کریں گے۔

آپ صورت حمد لوائے حمد اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور کھانا کھانے اور پینے کے بعد دعا کے بعد اور سفر سے آنے کے بعد آپ کے لیے شروع ہوئی ہے اور آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے لہذا آپ کے لیے حمد کے معنی اور انواع حمد جمع کئے گئے ہیں۔

حافظ محمد بن ابن بکر بن القیم نے کہا ہے کہ آپ کا اسم محمد سابق ہے اور احمد کی سابقیت غلط ہے۔ اس پر اس طور سے استدلال کیا ہے کہ تورات میں آپ کا تسمیہ ماذ ماذ ہے۔ اس کی وضاحت بعض ان شارحوں نے کی ہے جو مومنین کتاب سے ہیں کہ ماذ ماذ کا معنی محمد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام احمد کہا ہے۔ اس اسم محمد سے اسم احمد متاخر ہے جو تورات میں ہے۔ اور آپ کا نام جو قرآن پاک میں ہے وہ اس سے متقدم ہے۔ ابن القیم نے آپ کے اسم احمد میں ذکر کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ احمد بمعنی مفعول ہے اس کے معنی کی تقدیریوں ہے احمد الناس یعنی احق الناس و اولادهم ان یحمد۔ چنانچہ احمد محمد کے معنی میں ہے لیکن احمد اور محمد دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ محمد وہ کثیر الخصال کہ ان خصال پر آپ کی حمد کی جائے۔ اور احمد وہ کہ جن خصال سے غیر حمد کیا جائے۔ ان خصال سے اکثر حمد کیا جائے۔ چنانچہ

☆ اسم محمد کثرت اور کیت میں ہے

☆ اسم احمد صفت اور کیفیت میں ہے

جس حمد سے آپ کا غیر مستحق ہے آپ اس سے اکثر حمد کے مستحق ہیں۔ یعنی جو حمد انسان نے کی ہو آپ اس سے افضل حمد کے مستحق ہیں۔ لہذا احمد اور محمد دونوں اسمائے شریفہ صیغہ مفعول پر واقع ہوئے ہیں۔ ابن القیم نے کہا ہے کہ یہ قول آپ کی مدح میں زیادہ بلیغ اور معنی میں اکمل ہے۔ اگر اسم فاعل کا معنی ارادہ کیا جائے گا تو آپ کا نام احمد کے بدل حماد رکھا جائے گا۔ یعنی کثیر الحمد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی کثیر حمد کیا کرتے تھے۔ اگر آپ کا اسم شریف احمد اپنے رب کی حمد کرنے کے اعتبار سے ہوگا تو اس کے ساتھ اسم حماد اولیٰ ہوگا جیسے کہ آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے اور یہ بھی امر ہے کہ یہ دونوں اسمائے شریف آپ کے ان اخلاق اور خصائل محمودہ سے اشتقاق کئے گئے ہیں جن کے سبب آپ اس امر کے مستحق ہوئے ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے نہ کہ کثرت سے رب کی حمد کرنے کے سبب۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے ”شفا شریف“ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بزرگی دی ہے کہ اپنے اسمائے حسنیٰ سے آپ کا نام رکھا ہے۔ اسم احمد کا معنی یہ ہے کہ اکبر من حمد۔ جس شخص نے حمد کی ہے آپ



اس سے اجل ہیں اور آپ اس سے اجل ہیں جس کی حمد کی گئی ہے۔  
اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات:

آپ کے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سی خصوصیات ہیں:

☆ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار حرفوں پر آیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک اللہ کے موافق محمد ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم جلالی کے چار حروف ہیں جیسے محمد کے چار حرف ہیں۔

☆ جس شے سے اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مکرم کیا ہے کہ آدمی کی تصویر لفظ محمد کی شکل پر لکھی گئی ہے۔

☆ لفظ محمد کی پہلی میم آدمی کا سر ہے اور

☆ حاء آدمی کے دو ہاتھ ہیں اور

☆ دوسری میم آدمی کی ناف ہے اور

☆ دال آدمی کے دونوں پاؤں ہیں۔

شامی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حاء کا باطن آدمی کے پیٹ کی مثل ہے اور حاء کا باطن پشت کی مثل ہے اور مجمع سر میں مخرج میم کی مثل ہے دال کی طرف دونوں پاؤں کی مثل ہے۔

جو لوگ دخول دوزخ کے مستحق ہوں گے ان میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے) مگر صورت انسانی سے مسخ کیا ہوا۔ یہ امر لفظی صورت محمد کے اکرام کی وجہ سے ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم شریف محمد اپنے نام مبارک محمود سے مشتق کیا ہے یعنی نکالا ہے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے

اعز علیہ للنبوۃ خاتم من اللہ من نور بلوح وبشہد

”اعز نیک مرد نمایاں کردار شریف قوم آپ کی یہ صفات ہیں آپ کی ذات میں خاتم نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور سے موجود ہے اور وہ ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی نبوت پر گواہی دیتی ہے۔“

۸۸ وضم الالہ اسم النبی باسمہ اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد

”اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی وجہ سے اپنے نام مبارک کے قرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم شریف کو کیا ہے جس وقت مؤذن نماز کے پنجگانہ اوقات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے ساتھ اشہد ان محمد رسول اللہ بھی کہتا ہے۔

وشق له من اسمہ لیجلہ فذلوالعرش محمود وهذا محمد

”اور آپ کے اسم مبارک کا اپنے نام مبارک سے اشتقاق کیا ہے کہ آپ کی معظمت کرے۔ چنانچہ صاحب عرش محمود

۱۔ گرامر کے مطابق اس میں لف وشر مرتب ہے اول حمد کی طرف راجع ہے اور ثانی حمد کی طرف۔

۲۔ ان دونوں خصائص میں سے ایک کو ابن مرزوق نے حکایت کیا ہے اور دوسری خصوصیت کو ابن عباد نے کتاب ”کشف الاسرار“ میں بیان کیا ہے۔

ہے اور یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لفظ محمد 'محمود سے نکلا ہے اور یہ ظاہر ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی "تاریخ صغیر" میں علی بن زید کے طریق سے روایت کی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

وشق له من اسمه لیجله فذلوالعرش محمود وهذا محمد

اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوطالب کے ساتھ توارد ہوا ہے یا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کے شعر کو اپنے اشعار میں تضمین کے طور پر لے لیا ہے۔

"تاریخ حمیس" میں ہے کہ اسم شریف کے خواص سے یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کہنے سے کسی کافر کا اسلام صحیح نہیں ہوتا۔ گویا اسم محمد موقوف علیہ السلام ہے۔ تشہد میں ایک قوم کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لانا متعین ہو گیا ہے۔

☆ حضرت لوح علیہ السلام کی کشتی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جاری ہوئی تھی۔

☆ آدم علیہ السلام کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جنت میں کنیت ابو محمد تھی نہ کہ دوسرے نبیوں کے نام سے۔

☆ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرب اور بسط کے ساتھ مرسلون کے عدد تین سو تیرہ نکلتے ہیں۔

☆ شمس نتائی نے لکھا ہے کہ جس عورت کو وضع حمل کی دشواری ہو تو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر ایک ورق پر لکھ کر اس کے جسم پر باندھ دیں فوراً وضع حمل ہو جائے گا :

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے عدد کے موافق آدم علیہ السلام پر عصا نازل کئے۔

حضرت آدم کا اپنے بیٹے سے خطاب :

پھر آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے متوجہ ہوئے اور یہ خطاب کیا :

"اے میرے فرزند! تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ تو اس خلافت کو تقویٰ کی عمارت سے لے اور عروۃ الوثقی سے

۱۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ابو نعیم کے طریق سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات میرا وارد ہوا ہے۔ و انس عسا کر نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔

اختیار کر یعنی حق کو پکڑے رہو ہاتھ سے نہ دے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کے اول و آخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر۔ اس لیے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا ہے۔ حال یہ ہے کہ میں روح اور مٹی کے درمیان تھا پھر میں نے آسمانوں کا طواف کیا۔ میں نے آسمانوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جس پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو۔ میرے رب نے مجھ کو جنت میں ٹھہرایا۔ میں نے جنت میں کوئی قصر نہیں دیکھا اور نہ کوئی غرقہ مگر اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسم لکھا دیکھا۔ اور میں نے حور عین کے سینوں پر اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا دیکھا ہے۔ اور جنت کے درختوں کے پتوں پر آپ کا اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا دیکھا ہے۔ اور درخت طوبیٰ اور درخت سدرة المنتہی کے پتوں پر اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا ہے۔ ان حجابوں کے اطراف پر اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا ہے جو کہ بہشت میں ہیں۔ اور اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے۔

اے شیث! تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی کثرت کرو اس لیے کہ ملائکہ اپنے کل ساعات میں آپ کو یاد کرتے ہیں۔“

بدا مجده من قبل نشاط ادم فاسماءه في العرش من قبل تكتب

”میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی شے کا ذکر نہیں کرتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی آدم علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ظاہر ہوئی ہے۔ سو آپ کے اسمائے شریفہ عرش پر پہلے سے لکھے جاتے ہیں۔ عرش کی تخصیص اس لیے ہے کہ جس چیز پر نام لکھا جائے عرش اس سے اعظم ہے۔“

حیرت انگیز مشاہدات:

①

حسن بن عرفہ کے خبر میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پر لے گئے۔ میں جس آسمان سے گزرا میں نے ہر آسمان پر دیکھا کہ میرا اسم محمد رسول اللہ اور میرے پیچھے ابوبکر کا اسم لکھا ہوا ہے۔

۱۔ یہاں لفظ آجام واقع ہوا ہے۔ اجمہ کی جمع ہے۔ اجمہ بہت سے درخت آپس میں لپٹے ہوئے ہوں اس سے مراد جنگل ہے۔ اور اجمہ وہ نشیبی زمین جہاں پانی جمع ہو۔ اور ہالس اور قلم اگیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جو بن (جنگل) ہے اور وہاں ہالس کے درخت موجود ہیں ان کے پتوں پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا ہے۔

۲۔ حجاب ان جگہوں سے مراد ہے کہ جن کے اس طرف دیکھنے والا تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر یہ امر ثابت ہو کہ حجاب ہیں تو ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر ایک حجاب میں پانسو برس کی مسافت ہے۔ یہ امر مخلوق کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات باری تعالیٰ کے لیے کوئی حجاب مانع نہیں ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شے اس کو چھپائے۔ حجابوں کے بارے میں اس حدیث کے سوا اور کوئی حدیث صحیح نہیں پائی گئی جو مسلم شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حجاب نور ہے۔ جیسا کہ مصنف نے اس کی تفصیل ”مقصد معراج“ میں بیان کی ہے۔



(۲)

قدیم زمانے کے پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا — محمد تلقی مصلح امین

(۳)

ایک پتھر پر عبرانی میں خط میں یہ لکھا ہوا پایا گیا:

باسمک اللهم جاء الحق من ربك بلسان عربی مبین لا اله الا الله محمد رسول الله!

(۴)

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اس اسم شریف کو لکھا ہے۔

(۵)

بلاد خراسان میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس کی ایک جبین پر لا اله الا الله لکھا ہوا تھا اور دوسری جبین پر محمد رسول الله .

(۶)

بلاد ہندو نواحی مالکین میں ایک عظیم درخت ہوتا ہے جس کا پھول سرخ رنگ ہوتا ہے۔ اس پر سپیدی سے لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوتا ہے۔

(۷)

علامہ ابن مرزوق علیہ الرحمہ نے ”شرح بردہ“ میں ذکر کیا ہے ان سے عبد الله بن صوحان نے کہا ہے کہ ہم پر ایسے حال میں تند ہوا چلی کہ ہم دریائے ہند کے کثیر پانی میں تھے۔ ہم ایک جزیرہ میں ٹھہر گئے۔ ہم نے اس جزیرہ میں ایک سرخ رنگ پھول دیکھا جس کی بوتیز تھی لیکن سونگھنے میں پاکیزہ تھی۔ اس میں سپیدی سے لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا تھا — اور ایک سپید رنگ پھول دیکھا تھا اس پر زردی سے براءۃ من الرحمن الرحیم الی جنات نعیم لا اله الا الله محمد رسول الله

(۸)

کمال ابن العدیم کی تاریخ میں علی بن عبد الله الهاشمی الرقی سے روایت ہے کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں ایک بڑا پھول پایا جس کی بو پاکیزہ تھی اور رنگ سیاہ تھا۔ اس پر سپید خط سے لا اله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصدیق عمرو الفاروق لکھا ہوا تھا — راوی نے کہا کہ مجھے اس میں شک سا ہوا کہ کسی نے اسے بنایا ہے یہ قدرتی نہیں ہے — میں نے ایک ایسے پھول کی طرف ارادہ کیا کہ وہ کھلا نہیں تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ویسا ہی لکھا ہوا پایا جیسے کھلے ہوئے پھول میں تھا — اس شہر میں اس قسم کے پھول کثرت سے ہیں اور اس قریہ کے لوگ پتھر پوجتے ہیں۔ الله تعالیٰ کو نہیں پہچانتے۔

۱۔ اسے محمد ابن ظفر نے کتاب ”البشر“ معمر سے انہوں نے زہری سے ذکر کیا ہے جیسا کہ شفا شریف میں ہے۔

۲۔ سالک مسالک الامصار سے ابوسعید المغربی نے ذکر کیا ہے۔ ابوسعید کو اس شخص نے اس پھول کی خبر دی ہے جو ہند میں داخل ہوا تھا۔

۳۔ راوی نے تعجب سے کہا ہے کہ الله تعالیٰ نے بعض حجت ان کے درخت میں ان پر گردانی ہے اور وہ الله تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ ومن یضللہ فمالہ من ہاد۔

(۹)

عبداللہ بن مالک نے کہا ہے کہ میں بلاد ہند میں داخل ہوا میں ایک شہر کی طرف پہنچا جس کا نام نمیلہ یا شمیلہ ہے۔ میں نے ایک بڑا درخت دیکھا جس میں بادام کی مثل پھل آتا ہے اور اس پر پوست ہوتا ہے جس کو توڑا جائے تو ایک بڑا پتا لپٹا ہوا اس سے نکلتا ہے۔ اس پر سرخی سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جلی خط سے لکھا ہوتا ہے۔ اہل ہند اس درخت سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں جس وقت کہ ان کے لیے پانی نہیں برستا ہے۔ اس واقعہ کو قاضی ابوالبقاء بن الضیاء نے اپنے ملک میں حکایت کیا ہے۔

(۱۰)

اسی انداز پر اضافہ کے ساتھ امام یافعی کی کتاب ”روض الریاحین“ میں بعض علماء سے منقول ہے کہ بلاد ہند میں ایک درخت پایا گیا جس میں بادام کی مثل پھل آتا ہے اس پر پوست آتا ہے۔ جس وقت وہ پھل توڑا جاتا ہے تو اس سے ایک سبز پتا تازہ نکلتا ہے جس میں سرخی سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا ہے۔ اور اس کی کتاب جلیل ہوتی ہے۔ اہل ہند اس درخت سے برکت حاصل کرتے ہیں اور پانی برسنے کے لیے وسیلہ جانتے ہیں۔

(۱۱)

راوی نے کہا ہے کہ میں نے ابو یعقوب صیاد سے یہ بیان کیا تو ابو یعقوب نے کہا کہ میں اسے عظیم امر نہیں سمجھتا اس لیے کہ میں نے اس سے بڑا امر دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ میں ابلہ کی نہر پر مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ میں نے مایک مچھلی پکڑی اس کی دائیں پسلی پر لا الہ الا اللہ لکھا تھا اور بائیں پسلی پر محمد رسول اللہ تھا جب میں نے یہ عجیب بات دیکھی تو اس کی حرمت کی وجہ سے اس مچھلی کو میں نے پانی میں ڈال دیا۔

(۱۲)

تاریخ خطیب میں عبدالرحمن ابن ہارون المغربی سے روایت ہے کہ میں دریائے مغرب میں سوار ہوا ہم اس جگہ پہنچے جس کو برطون کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ اس نے تکلہ کے سر سے ایک مچھلی شکار کی یعنی کانٹے سے مچھلی پکڑی۔ ایک بالشت کی مقدار میں تھی۔ دیکھا گیا کہ اس کے کان پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے اور اس کے قفا اور دوسرے کان پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس نقش سے زیادہ ظاہر تھا جو پتھر پر ہوتا ہے۔ مچھلی سفید رنگ کی تھی اور کتابت سیاہ تھی۔ گویا وہ کتابت سیاہی سے تھی۔ ہم نے اس مچھلی کو دریا میں ڈال دیا۔

ابن مرزوق نے شرح قصیدہ بردہ میں ذکر کیا ہے کہ اسی قسم کی ایک مچھلی لائی گئی۔ اس کے کان کی ایک لو میں لا الہ الا اللہ اور دوسرے کان کی لو میں محمد رسول اللہ لکھا دیکھا گیا۔

(۱۳)

ایک جماعت سے روایت ہے انھوں نے ایک زرد رنگ بطن پایا۔ جس میں سپیدی سے متفرق خطوط خلقتی طور پر تھے۔

جملہ خطوط میں ایک جانب عربی خط سے لفظ اللہ لکھا تھا اور دوسری جانب میں عز احمد صاف خط سے لکھا تھا۔ جو شخص خط کا جاننے والا ہے وہ اس میں شک نہ کرے گا۔

(۱۴)

۸۰۷ھ یا ۸۰۹ھ میں انگور کا ایک دانہ پایا گیا مس میں کامل خوش خطی سے سیاہ رنگ سے محمد لکھا ہوا تھا۔

(۱۵)

ابن طغریک سیاف کی کتاب ”نطق مفہوم“ میں بعض علماء سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جزیرہ میں ایک عظیم درخت دیکھا جس کے کثیر پتے پاکیزہ خوشبودار ہیں۔ پتہ کی سبزی میں سرخی اور سپیدی سے صاف اور واضح خط سے خلقی طور پر لکھا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ ہر پتے میں تین تین سطریں ہیں۔ پہلی سطر لا الہ الا اللہ ہے اور دوسری سطر میں محمد رسول اللہ ہے اور تیسری سطر میں ان الدین عند اللہ الاسلام ہے۔

نبی آخر کے گمان میں جو محمد نام رکھے گئے:

عبداللہ بن مسلم ابن قتیہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامتوں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی شخص کا نام محمد نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی صیانت اس اسم شریف کے لئے تھی۔ جیسے کہ یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صیانت کی تھی کہ یحییٰ علیہ السلام سے پہلے ان کا کوئی ہم نام نہیں کیا تھا۔ اس کا سر (راز) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب حقہ میں آپ کا نام محمد رکھا ہے۔ آپ کے اس اسم شریف سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو اس کی بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر آپ کا اسم شریف مخلوق کے اسماء میں مشترک فرماتا تھا تو البتہ شبہ واقع ہوتا۔

جب آپ کے ظہور کا زمانہ قریب ہوا اور اہل کتاب نے آپ کے قرب زمانہ ولادت کی بشارت دی تو لوگوں نے اپنی اولاد کا نام محمد اس امید سے رکھا کہ ہمارا ہی فرزند وہ محمد ہو۔ جس کی بشارت انبیاء کرام علیہم السلام نے دی ہے۔ واللہ اعلم حیث یعجل رسالۃ اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالت گردانتا ہے اس جگہ سے زیادہ عالم ہے مخلوق کو اس کا علم نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام رسالت کی امید سے محمد رکھا تھا ان کو اس نام نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اس لئے کہ ہر ایک محمد نام رسول نہیں ہے اور ہر ایک فاطمہ نام بتول نہیں ہے۔

ماکل من زار الحمی سمع اللہ من اہلہ اہلا بذاک الزائر

”ہر ایک شخص وہ نہیں ہے جس نے کسی محفوظ مکان کی زیارت کی اسے اس مکان کے لوگوں نے یوں کہا۔ اہلا بذاک الزائر۔ عرب میں جس آنے والے کو عزیز سمجھتے تو اہلاً و سہلاً و مرحباً کہتے تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ پہلا اقتباس واللہ اعلم حیث یعجل رسالۃ کا موکہ ہے۔ اس لئے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطیہ ہے اس کے فضل سے ہے۔ جن لوگوں کے بیٹوں کا نام محمد تھا قاضی عیاض نے انہیں شفا میں گن دیا ہے۔ وہ یہ چھ حضرات ہیں:

☆ محمد ابن اچمہ ☆ محمد ابن مسلمۃ الانصاری ☆ محمد ابن البراء



☆ محمد ابن مجاشع ☆ محمد ابن حمران ☆ محمد ابن خزاعی

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان کا ساتواں شخص کوئی محمد نامی نہیں ہے..... سہیلی نے ”الروض“ میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جن لوگوں کا نام محمد رکھا گیا تھا۔ تین شخصوں کے علاوہ معروف نہیں ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ جن لوگوں کا نام محمد رکھا گیا ہے ایک جزو مقررہ میں نے جمع کئے ہیں۔ وہ نام بیس کی تعداد کو پہنچے ہیں۔ ان میں بعض مکرر ہیں اور بعض میں تو ہم ہے۔ ان بیس میں سے پندرہ نفوس شخص ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں کے اسماء محمد ہیں ان میں زیادہ مشہور محمد بن عدی بن ربیعہ النخعی السعدی ہے..... محمد بن عدی سے پوچھا گیا کہ۔

”تمہارے باپ نے دور جاہلیت میں تمہارا نام محمد کیوں کر رکھا تھا؟“

محمد بن عدی نے کہا کہ جو سوال تم نے مجھ سے کیا ہے یہی سوال میں نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ میرے باپ نے کہا: ”بنی تمیم کے چار آدمی جن میں سے ایک میں ہوں۔ سفیان بن مجاشع۔ یزید بن عمرو۔ اور اسامہ بن مالک اپنے گھر سے نکلے۔ ہم شام کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہم ایک تالاب پر جو دیر کے نزدیک تھا اترے۔ راہب دیر نے اس پر سے ہم کو دیکھا اور اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ قریب میں تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ ہم لوگ جلد اس راہب دیر کی طرف گئے اور ہم نے اس سے پوچھا ”اس نبی کا نام کیا ہے؟“۔ راہب دیر نے کہا: ”محمد نام ہے“۔ جبکہ ہم لوگ شام سے پلٹ کے آئے تو ہم لوگوں میں سے ہر ایک کے ایک بیٹا ہوا اس لئے اس کا نام محمد رکھا۔“

انہیں لوگوں میں سے محمد بن انجم۔ محمد بن اسامہ بن مالک۔ محمد بن البراء۔ محمد بن طریف محمد ابن عتارہ۔ محمد ابن عامر بن لیث۔ محمد بن الحارث بن الحدیج۔ محمد بن حرماز بن مالک بن عمرو۔ محمد بن حمران بن ابی حمران (ربیعہ بن ربیعہ)۔ محمد بن خزاعی بن علقمہ۔ محمد بن خولی الہمدانی۔ محمد بن سفیان بن مجاشع۔ محمد بن الیجد الازدی۔ محمد بن یزید ابن عمرو بن ربیعہ۔ محمد بن سیدی۔ محمد النخعی ہے۔

ان لوگوں نے اسلام کو نہیں پایا۔ سوائے محمد بن عدی کے۔ محمد بن مسلمۃ الانصاری مشہور صحابی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے سے بیس برس زیادہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔

احید :

بضم اول و کسر حاء مہملہ پھر یا تختانی۔ یہ قسمتی علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ برہان نے اسے فتح الف اور سکون حائے حلی و فتح یائے تختانی سے ضبط کیا ہے۔ مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اسے شفا کے بعض معتمد نسخوں میں پایا ہے اور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ اس لئے کہ آپ اپنی امت کو آتش دوزخ سے پھیریں گے۔

مقتضیٰ میں قسمتی نے کہا ہے کہ یہ اسم غیر عربی ہے۔ ایک نسخہ میں بفتح ہمزہ و کسر حاء سکون یائے تختانی (حادیہ حید سے) ہے۔ جس وقت ایک شے سے ماثل ہو اور عدول کرے۔ چنانچہ یہ عربی ہے۔ اگرچہ توافق الالفاظ سے نہیں ہے۔

ماوردی نے اسے اس کی تفسیر میں الف کے مد اور حا کے کسرہ سے ضبط کیا ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب ”تہذیب الاسماء“ اور لغات میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

”میرا نام قرآن مجید میں محمد ہے — انجیل میں احمد ہے — اور تورات میں احید ہے —

میرا نام احید اس لئے رکھا گیا ہے کہ میں اپنی شفاعت سے اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع کر دوں گا۔“

یابہ کہ آپ اپنی امت کو دوزخ سے دور کریں گے یا یہ معنی ہے کہ طریق باطل سے دور کریں گے اور اپنی امت کو سبیل حق کی طرف پھیریں گے۔

### الآخذ بالحجزات:

آخذ کی اضافت حجزات کی طرف ہے۔ آخذ اسم فاعل آخذ سے ہے۔ اس کا معنی لینے والا یا پکڑنے والا — شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد ناراً فجعلت الدواب والفراش والجناب یقعن فیہا وھو ید بہن عنہا وانا اخذ بحجزکم وانتم تفتحمون فیہا حجزہ

”وہ بھہ کی جگہ ہے جہاں پاجامہ کا کمر بند باندھتے ہیں — آپ فرماتے ہیں کہ تم لوگ آتش دوزخ میں گرتے ہو اور میں تمہارے کولہوں کو پکڑ کے آتش دوزخ سے روکتا ہوں تاکہ تم دوزخ میں نہ گرو۔“

### آخذ الصدقات:

آپ مستطیع لوگوں سے صدقہ لیتے اور محتاجوں کو دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اخذ من اموالہم صدقۃ..... جو لوگ غزوہ تبوک کو نہیں گئے اور رہ گئے تھے اگرچہ یہ آیت ان کے حق میں ہے۔ اور انطوع کے اس صدقہ میں نازل ہوئی ہے جو ان کی توبہ کے پورا کرنے کے لئے تھا۔ لیکن ان کے سوا عام لوگوں اور زکوٰۃ مفروضہ کو شامل ہے۔ اس لئے زکوٰۃ نہ دینے والوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے مگر ان لوگوں کو جن کی نماز ہمارے لئے سکون ہے۔

### الآخر:

آپ انبیاء سے آخر آئے ہیں۔ شارح نے کہا ہے کہ آپ کا اسم مبارک ”آخر“ انجیل میں ہے — شامی میں ہے کہ اس اسم کا غیر ”اخراجا“ ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔

ابن ابی شیبہ نے مصعب بن سعد اور انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اوّل جو شخص جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑے گا اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائیگا وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر تو رات کی ایک آیت پڑھی اخرا یا قلما یا الاولون والآخرون — راوی کا یہ کہنا ہے کہ اسم مبارک انجیل میں ہے یہ بات تورات کے

مخالف ہے۔

الاحشی للہ :

آپ اللہ تعالیٰ سے سب مخلوق سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

اذان خیر :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اذن خیر لکم — ابن عطیہ نے کہا ہے کہ خیر اور حق کے سوا اور کچھ نہ سننے والے۔

ارجح الناس عقلا :

ابونیم نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابیں پڑھیں۔ جمیع کتابوں میں یہ پایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے وجود دنیا سے اس کے اخیر تک جمیع مخلوق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں عقل نہیں دی مگر ایک دانہ ریت کی مثل جو دنیا کی تمام ریت سے ہو۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقل میں کل آدمیوں سے ارجح ہیں۔ ابن ابی حاتم وغیرہ کے نزدیک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کنت اول الانبیاء خلقا و اخرهم بعثا اول اور آخر دونوں اسم اسمائے حسنی الہی سے ہیں۔

ارحم الناس بالعباد :

آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کل آدمیوں سے رحمت میں اکثر ہیں خواہ وہ بندے مومن ہوں یا کافر — شامی میں ارحم الناس بالعبال واقع ہے۔ یعنی آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رحم والے تھے — پہلا معنی عام ہے اور دوسرا خاص۔

الازھر :

آپ کا چہرہ مبارک گورا سفید رنگ چمکدار تھا — امام نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ابیض مستنیر ہے یعنی نور کی طرح چمکتی ہوئی سپیدی۔ یہ معنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا ہے 'کان ابیض'۔

الاصدق فی اللہ :

اصدق کا معنی اثبت اور اقویٰ ہے — آپ سے زیادہ ثابت قدم اور حق پر کوئی قوی نہ تھا اور نہ ہوگا۔ آپ کا یہ نام مبارک اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا ہے: ومن اصدق من اللہ قیلا۔

اطیب الناس ریحا :

خوشبو میں آپ دوسروں سے شدید تھے۔ اس لیے کہ آپ کا عرق خوشبو میں مشک سے اطیب تھا۔ آپ کے بعض اسماء سے اطیب ہے — بلا اضافت کہا گیا ہے کہ اس کا معنی الفضل اور اشرف ہے۔



الاعز:

آپ بہت عزت والے تھے۔ اس کا معنی غلبہ اور قوت ہے۔

الاعلی:

علو میں آپ اکثر تھے۔ یعنی غیر پر رتعت میں آپ زیادہ تھے۔

الاعلم باللہ:

آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی صفات اور جو اوصاف کہ اس کے لیے واجب ہیں، کل مخلوق سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: انا اتقکم واعلمکم باللہ اسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: انا اتقکم للہ واعلمکم بحلود اللہ۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اکثر الناس تبعاً:

مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ یعنی آپ کے تابعین جملہ انبیاء سے اکثر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہے: انا اکثر الانبیاء تبعاً یوم القیمة۔ آپ نے بھی فرمایا ہے کہ

”بعض انبیاء سے وہ نبی ہوگا جس کے ساتھ اس کی امت کا ایک ہی تصدیق کرنے والا ہوگا۔“

ان دونوں حدیثوں کو امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الاکرم:

آپ اپنے غیر کے مقابل کثرت کرم سے متصف تھے۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام مبارک رکھا ہے وہ یہ ہے: اقراء وربک الاکرم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر۔ اس حدیث کو داری نے روایت کیا ہے۔

اکرم الناس، اکرم ولد آدم:

اکرم کا معنی کرم کی صفت میں اپنے غیر سے زیادہ۔ آپ آدم علیہ السلام کی اولاد سے زیادہ مکرم ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: ان اکرم ولد آدم۔ یعنی میں انبیاء اور انبیاء کے سوا جو لوگ اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں ان سے زیادہ مکرم ہوں۔ اس اسم کے ساتھ آپ کا نام ہونے کی یہ دلیل ہے۔

المص، الم، المر:

یہ تینوں اسماء مبارک ابن دجیہ نے ذکر کئے ہیں۔ شامی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ اسماء اسماء الہیہ سے ہیں۔ ابن دجیہ نے جو کہا ہے اگر صحیح ہے تو یہ اسماء اس قبیل سے ہوں گے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رکھا ہے۔

امام الخیر امام المتقین:

متقین وہ لوگ جو آپ کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ کی سیرت اور سنت کا اتباع کرتے ہیں۔ متقی کی جمع ہے — متقی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو شرک سے بچائے — اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرے — مخالفت دینی سے بچے — ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ان دونوں اسماء سے موقوف حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اذا علیتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاحسنو الصلوۃ علیہ فانکم لا تذرون

لعل ذلک یعرض علیہ

لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی تعلیم فرمائیں۔ فرمایا ”یوں پڑھو“:

اللہم! جعل عملک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین وخاتم النبیین محمد

عبدک ورسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمتہ اللہم ابعثہ المقام المحمود الذی یفبط

فیہ الاولون والآخرون

امام المرسلین امام النبیین:

ترمذی نے ابی ابن کعب سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین و خطیبہم و صاحب شفاعتہم غیر فخر

”جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام خطیب اور شفیع ہوں گا۔ یہ حقیقت ہے اس میں فخر کی کوئی بات نہیں۔“

الامام:

آپ کے ساتھ لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ اور آپ کے قول اور فعل کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لیے آپ کا اسم مبارک

”امام“ ہے۔ حضرت خنان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے:

امام لہم یہد بہم الحق جاہدا معلم صدق ان یطیعون اہتدوا

”آپ مخلوق کے امام ہیں مخلوق کو ایسے حال میں حق کی ہدایت فرماتے ہیں کہ آپ ہدایت کے لیے کوشش کرنے والے

ہیں — آپ معلم صدق ہیں اگر لوگوں نے آپ کی اطاعت کی تو انہوں نے ہدایت پائی گرائی سے بچ گئے۔“

لغت میں امام کا معنی یہ ہے کہ جس کے ساتھ خیر و غیر میں اقتدار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انی جاعلک للناس

اماماً — یہ وحدت کی حالت میں ہے اور جمع کی حالت میں وجعلنا للمتقین اماماً۔

الأمرونواہی:

امر اور نہی سے دونوں لفظ اسم فاعل ہیں — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا مرہم بالمعروف وبنہا ہم عن المنکر۔

امرونبی آپ کے حق میں فرض عین ہیں اور آپ کے غیر کے حق میں فرض کفایہ ہے۔  
 غرنی نے کہا ہے اگرچہ یہ وصف حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے  
 درمیان واسطہ ہیں تو اس لیے آپ کی طرف امر اور نہی کی اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ امر اور نہی کا مشاہدہ کرتے ہیں  
 — اور آپ دلیل سے جانتے ہیں کہ یہ واسطہ ہے۔ اور اس شخص سے نقل ہے جس کے لیے درحقیقت یہ وصف ہے۔ قرآن پاک  
 میں ہے:

ما اتکم الرسول فخذوه وما نہکم عنه فانتهوا

### الاسمن:

بوزن صاحب بمعنی خالص۔ تقی۔ شریف — اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت میں ان صفات سے متصف  
 کیا ہے: واللہ یعصمک من الناس یوم لا یتخذی اللہ النبی

### امنة اصحابہ:

آپ اپنے اصحاب کے لیے امن اور طمانیت کا سبب ہیں۔ یہ لفظ امن البلد سے لیا گیا ہے۔ جس وقت اہل شہر شہر میں  
 اطمینان پاتے ہیں تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیہقی علیہ الرحمہ نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

النجوم امنة فاذا اذهبت النجوم انی السماء ما توعدون وانا امنة لاصحابی فاذا اذهبت اتی اصحابی

ما یوعدون و اصحابی امنة لامتی فاذا اذهبت اصحابی اتی امتی ما یوعدون  
 شامی نے کہا ہے کہ لفظ امنة بفتح ہمزہ اور ضم ہمزہ اور فتح میم ہے — اس کا معنی وہ شخص ہے جو وافر الامنیۃ ہو اور ہر  
 ایک شے پر امن کیا جائے — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اس لفظ سے اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو  
 اپنی وحی پر امن کیا ہے — یا آپ کو آپ کے اصحاب پر محافظ کیا ہے کہ وہ بدعت سے محفوظ رہیں اور انہیں فتنوں سے امن ہو  
 — یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جو آپ نے فرمایا ہے:

اذا اراده الله رحمة امة قبض نبیہا قبلہا

اس احتمال سے منافی نہیں ہے کہ آپ کی ذات مبارک کے سبب مسخ، خف اور اس کی مثل انواع عذاب اور ان فتنوں سے جن  
 کا وعدہ ان کے درمیان کیا گیا تھا، کل اصحاب اس کے بعد امن میں تھے۔ کہ ان فتنوں کا دروازہ آپ کے وجود کے سبب بند ہوا تھا۔

### الامین:

اس اسم شریف کو ابن فارس نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا نام اس کے ساتھ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ حافظ وحی ہیں اور  
 طاعت الہی پر قوی ہیں۔ فعلیل بمبنی واعل ہے۔ امام مسلم علیہ الرحمہ نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ



نے فرمایا ہے:

الا تامتونی وانا امین من فی السماء یاتینی خیر من السماء صباحاً و مساءً

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انا لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین۔ مطاع ثم امین — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اکثر مفسرین کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ اس جگہ رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کا نام آپ کی کم عمری میں اس لیے امین تھا کہ آپ باوقار، صادق القول اور قازورات اور پلیدیوں سے پاک تھے — ”بنائے کعبہ“ کے زیر عنوان جلد اول میں آچکا ہے کہ قریش نے اس وقت یہ کہا تھا:

هذا الامین رضینا

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شان میں کہا ہے۔

امین محب للعباد مسوم بنخاتم رب قاهر للخواتم

”آپ امین ہیں اور رب قاهر کی خاتم سے خاتموں کے لیے علامت کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“  
امین بمعنی مامون فاعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور یہ لفظ ایتمان سے ہے اس کا معنی استحقاق اور وثوق بالامتنہ ہے — آپ کا نام امین اس لیے ہوا کہ:

- ☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی پر امین کیا
- ☆ اپنے اور اپنے خلق کے درمیان آپ کو واسطہ ٹھہرایا
- ☆ اس امانت سے جو خیانت کی ضد ہے صلہ وافر پہنایا
- ☆ اس صدق کا تاج جو امانت کے فاخرہ موتیوں سے مرصع ہے آپ کے سر مبارک پر رکھا۔

الامی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الذین یتبعون الرسول النبی الامی — امی وہ کہ نہ لکھ سکے۔ نہ پڑھ سکے جیسا کہ حدیث میں

ہے: انا امہ امیۃ لا تحسب ولا تکتب۔

والدہ کی طرف منسوب گویا آپ اپنی اس حالت پر ہیں جس حالت میں آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جانا ہے — امیت آپ کے حق میں معجزہ ہے اور آپ کے غیر کے حق میں معجزہ نہیں ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے آپ کا وصف امیت سے کیا یا امیت کی مثل ایسے لفظ سے کیا جس سے ایذا مقصود ہو۔ اگر واضح ہے اس لفظ سے آپ کی تعظیم اور آپ کی نبوت پر دلالت کی غرض سے ارادہ کیا ہے تو وہ حسن ہے پسندیدہ ہے — اور جس شخص نے غیر تعظیم وغیرہ کے ارادہ سے کہا ہو اس لفظ سے اس کا ارادہ برا جانا جائے گا تو وہ سب کرنے والوں سے لاحق ہوگا۔

بعض علماء نے آپ کا نام امی بفتح ہمزہ بھی کہا ہے۔ اس کی قرأت بھی ہوئی ہے — ابن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ لفظ ام کی

طرف منسوب ہے۔ قصد کے معنی میں یعنی یہ نبی لوگوں کا مقصود ہے۔ اور آپ ان لوگوں کے ارادہ کی جگہ ہیں۔ لوگ آپ کی طرف اپنے افعال اور شرع کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں۔ اس صورت پر دوسرا اسم ہوگا اور ابن جنی نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ لفظ بمعنی اُمی غیر تغیر نسبت کے ہے۔ لہذا یہ دوسرا لغت ہوگا نہ اسم۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ آپ کا وصف کیا ہے۔ اس وصف سے اس امر پر تنبیہ کی ہے کہ آپ کا کمال علم امیت کے ساتھ معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔ اُمی آپ کے اخص اسماء سے ہے۔ یعنی یہ اسم ان اسماء سے ہے کہ ان کا اختصاص آپ کے ساتھ اپنے غیر سے اظہر ہے۔ اس لئے کہ امیت اگرچہ لوگوں میں کثرت سے ہے لیکن اور لوگوں میں غیر معجزہ ہے جبکہ آپ کی ذات میں معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ما کنت تدری مالک کتاب۔ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے آپ نہیں جانتے تھے کہ قرآن کیا شے ہے؟ وما الایمان اور آپ نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا شے ہے؟ — یعنی اس کے شرائع اور علامات کا وحی سے پہلے آپ کو علم نہ تھا — ولكن جعلناه یعنی روح کو یا کتاب کو — نور انھدی بہ من نشاء من عبادنا — نور گردانا ہے اس نور کے ساتھ۔ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں —

اس کے ساتھ آپ کی امیت پر استدلال کیا ہے کہ آپ کو وحی کے سبب کتابت اور قرأت سے بے فکری ہے۔ اس لیے کہ کتابت اور قرأت دونوں کے ساتھ معارف اور علوم کی طرف توصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ جو شے اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے وہ آپ کو پڑھاتا ہے — اور اللہ تعالیٰ کے قلموں نے علیت کی قسم سے جو شے الواح قدس اقدسہ میں لکھی ہے اس کے سبب آپ کو اس شے سے بے نیاز کرتا ہے جو مخلوق لکھتی ہے — قاضی عیاضی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس وقت قرأت اور کتابت سے معرفت مطلوب ہے اور قرأت اور کتابت یہ دونوں ایسے آلہ اور واسطہ ہیں جو معرفت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ثمرہ اور مطلوب حاصل ہو گیا تو واسطہ سے اس ثمرہ نے بے نیاز کر دیا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظمیٰ معجزہ قرآن مجید ہے مگر معارف اور علوم کے طریقہ سے متعلقہ اس بخشش اور فضل کے ساتھ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کے مثل کا وجود اس شخص سے جس نے نہیں پڑھا اور نہیں لکھا اور سبق نہیں پڑھا اور آپس میں مذاکرہ نہیں کیا اور اس کو تلقین نہیں کی گئی، تعجب کا مقضیٰ ہے۔ اور انتہا درجہ کی عبرت ہے اور بشیر کا معجزہ ہے۔

انعم اللہ:

بفتح ہمزہ وضم عین — نعمت کی جمع ہے۔ اصل میں اس کا معنی احسان ہے۔ آپ کا نام اس کے ساتھ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر نعمت ہیں — اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا ہے اور آپ کے وجود باوجود کی وجہ سے اللہ کے بندوں کو کثیر نعمتیں حاصل ہوئی ہیں — انہیں نعمتوں سے اسلام ہے اور کفر سے چھڑانا ہے اور نصف سے امن ہے۔

۱۔ اپنے ہاتھ سے لکھنے کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھنے کے لیے حکم دیا۔ لکھنے والا تو قلم ہے یا قضا و قدر ہیں۔

الاول :

آپ کا اسم شریف اول اس لیے ہے کہ خلقت میں کل انبیاء سے آپ اول ہیں جس طرح آپ پیدا ہونے میں کل انبیاء اور مخلوق سے اول ہیں عود میں بھی سب سے اول ہیں۔

☆ آپ اول وہ ہیں جس سے زمین شق ہوگی۔ یعنی آپ قبر انور سے تمام انبیائے کرام اور تمام مخلوق سے جو حشر کے لیے قبروں سے نکلیں گے اول نکلیں گے۔

☆ آپ اول ان لوگوں کے ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔

☆ آپ سب سے اول شفاعت کرنے والے اور مشفع ہیں (یعنی مقبول الشفاعتہ اور ماذون الشفاعۃ ہیں)

☆ جیسے کہ عالم ذر میں اول پیدائش میں اول جواب دینے والے تھے — اس لیے آپ اول وہ ہیں جنہوں نے الست ہرہکم کے جواب میں لفظ بلیٰ اور انت ربنا کہا تھا۔ جس وقت آپ کے رب نے آدم علیہ السلام کی اولاد سے وعدہ لیا تھا۔ اور اولاد آدم علیہ السلام کو ان کے نفوس پر گواہ کر کے فرمایا تھا: الست ہرہکم — لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام امور میں علی الاطلاق اول ہیں۔

اول شافع:

آپ امت کے لیے اول شفاعت کرنے والے ہیں۔

اول المسلمین:

آپ کے ساتھ اسلام میں اقتداء کی جاتی ہے اسے غر فی نے ذکر کیا ہے۔ یعنی آپ اس امت کے پہلے مسلمان ہیں یہ نام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: وانا اول المسلمین سے اخذ کیا گیا ہے۔

اول مشفع:

سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی — شفاعت کا معنی گنہگاروں کی بخشش اور ان کے بارے میں تجاوز کا سوال اور فصل قضا اور اس کی مثل۔

اول المؤمنین:

آپ وہ اول ہیں کہ آپ کے ساتھ ایمان میں اقتداء کی گئی ہے۔

اول من تنشق عنه الارض:

آپ تمام مخلوق سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔ شارح زرقاتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مصنف نے حرف الف میں آپ کے پینتالیس (۴۵) اسماء مبارک ذکر کئے ہیں — ان میں سے پانچ اسم اسماء الہی سے ہیں — شامی نے اور اسماء زیادہ کئے ہیں۔ ان میں سے پانچ اسم اسماء الہی سے ہیں۔ شامی نے اور اسماء زیادہ کئے ہیں وہ الابلج ہے ہا اور جہم سے اس کا

معی ابیض ہے۔

### الاتقی - الاجل:

اجیر بہ جم آپ کا نام اس لیے ہے کہ اپنی امت کو دوزخ سے چھڑائیں گے۔ اسے غرانی نے ذکر کیا ہے۔ بعض صحیفے جو آسمان سے اترے ہیں ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے غرضی کے غیر سے اس اسم کو نہیں دیکھا اور میں خوف کرتا ہوں کہ احید سے اس کی تصحیف ہوئی ہو۔ احاد بضم ہمزہ اس عدد کا اسم ہے جو واحد سے عدول ہے۔ واحد نام اس لیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم متعدد امور میں واحد ہیں۔ جیسے کہ آپ کی سیادت آپ کے سوالگوں پر ہے۔ اور آپ انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ کی شریعت اکمل الشرائع (دیگر شریعتوں سے مکمل ترین) ہے۔ اور آپ اپنے خصائص میں واحد ہیں وہ خصائص آپ کے غیر کے لیے نہیں ہیں۔

### لاحشم:

بہ جائے مہملہ و معجمہ وقار میں لوگوں سے اکثر اخوایا کو ضبط نہیں کیا ہے مگر اس کا رسم الخط ایسا ہی ہے۔ شارح علیہ الرحمہ نے اس کی تفصیل آگے کر دی ہے۔ (اخوناح) صحیح الاسلام

### لاعج، لادوم:

بوزن الفعل یہ مداومت سے لیا گیا ہے۔ آپ اپنے رب کی طاعت ہمیشہ کرتے تھے۔

### الارحج:

آپ علم اور فضل میں غیر سے زائد ہیں۔

### الارحم:

بلاضافت (الازج) خمیدہ ابرو کمان کی مثل

### الازکی:

عالین سے زیادہ طاہر۔

### الاسد:

بہ فتح ہمزہ اور سین اور تشدید دال مہملہ۔ یہ لفظ سداہ سے ہے۔ اس کا معنی استقامت، الشد حیا من العذرانی حذرہا۔ یعنی جو کنواری لڑکی اپنے پردہ میں رہتی ہے وہ حیا میں مشہور ہوتی ہے۔ آپ حیا میں اس کنواری لڑکی سے زیادہ تھے۔

### الاشنب:

یہ لفظ شنب سے نکلا ہے۔ اس کا معنی دانتوں اور دانتوں کی آبداری کی رقت ہے۔ آپ کے دندان مبارک نہایت



بارونق اور نہایت آب دار تھے — اس کا معنی رقت اور غدوبت بھی ہے۔

### اصدق الناس لهجة، الاطيب، الاعظم، الاغر:

بہ غین معجمہ اس کا معنی شریف اور کریم ہے — المصح العرب ایسا ہی اس حدیث میں وارد ہوا ہے جسے علمائے احادیث غریب نے اس لفظ سے ذکر کیا ہے — ابن اثیر شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند پر ہم واقف نہیں ہوئے۔

### الاکلیل:

بمعنی تاج — آپ کا یہ نام اس لیے ہے کہ آپ انبیاء کرائے علیہم کاتاج ہیں اور اصفیاء کے سردار ہیں — آپ کے شرف اور آپ کے علو کی وجہ سے یہ نام ہے — آپ کی رسالت انبیاء کی رسالت پر محیط اور شامل ہے۔ جیسے تاج کا نام اکلیل رکھا گیا ہے کہ تمام سر کا احاطہ کرتا ہے۔

### الامجد:

یہ لفظ مجد سے ہے۔ اس کا معنی ہے شرف۔

### امام العالمین:

یہ فتح لام عالم کی جمع ہے۔

### امام العاملين:

عامل کی جمع ہے۔ اس سے مراد عبادت گزار ہیں — آپ عابدوں کے امام ہیں۔

### امام الناس:

تمام انسانوں میں جو مسلمان ہیں آپ ان کے امام ہیں۔

### الامان، الامة:

ان الفاظ کے معانی پہلے آچکے ہیں۔

### الامة:

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ خیر کے لیے جامع ہیں، لوگ آپ کی اقتداء کرتے ہیں — آپ مخلوق کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ معلم خیر ہیں۔

### الم، المر، المعی:

الامی بہ فتح ہمزد اس وجہ سے کہ یہ اسم ہے نہ معلوم میں لغت (انفس العرب، اولی، الناس، ذماماً) — آپ حرمت

میں لوگوں سے زیادہ ہیں۔

### الانور المتجرد:

بفتح رائے متجرد اس کا معنی ہے مشرق یہ لفظ اشراق سے ہے۔ آپ کے بدن مبارک کا جو حصہ دکھائی دیتا تھا وہ نورانی اور چمک دار تھا۔ اس پر بال نہیں تھے۔

### الآواہ:

یہ تشدید واؤ (اللاوسط)۔ اس کا معنی عادل ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ ہر ایک شی سے برگزیدہ اور چنے ہوئے۔ آپ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے

یا اوسط الناس طرافي مفاخرهم واکرم الناس انا برةً واباً  
 ”اے جمیع آدمیوں سے برگزیدہ! ان کے مفاخر میں اور اکرم الناس ماں باپ کی وجہ سے نیکی اور خیر میں۔“

### الاولی:

اے بالمؤمنین من انفسهم — یعنی آپ دینی اور دنیاوی امور میں ہر شے سے تمام مؤمنین سے ان کی جانوں سے اولی ہیں۔  
اول المرسل آية الله:

ابن المذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں روایت کی ہے: من ربهم اياتنا فی الافاق حتی يتبين انه الحق کہ آیت الہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لیے کہ آپ ظاہری علامت ہیں۔

## حرف الباء

سردار انبیاء کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ”ب“ سے شروع ہوتے ہیں

### البر:

یہ فتح باموحدہ بر اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی احسان اور طاعت اور صدق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بر حسن خلق ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ بر سے افضل تین چیزیں ہیں:

- ☆ غضب میں صدق کہنا۔
- ☆ عسرت کی حالت میں جود کرنا۔
- ☆ قدرت کے وقت غفور کرنا۔

بر اسمائے الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی احسان میں مبالغہ کرنے والا ہے اور جس امر میں اس نے وعدہ کیا ہے وہ اس میں صادق ہے۔

## البارقلیط، فارقلیط:

آپ کا اسم شریف بارقلیط اور فارقلیط یائے موحده سے اور بدل با کے، فاسے را اور قاف کے فتح کے ساتھ اس کے بعد لام مکسورہ ہے۔ پھر یائے تحتانی مکسورہ ساکنہ پھر طائے مطبقہ — اور سکون را سے قاف کے فتح کے ساتھ اس کے بعد لام مکسورہ ہے۔ اور فتح را سے قاف کے سکون کے ساتھ اور را کے کسرہ سے قاف کے سکون کے ساتھ مقتضی میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ اور شامی نے اس کے ساتھ قطعی طور سے کہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم یوحنا کی انجیل میں واقع ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعین سے ہے اور نبی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور وہی صحیح ہے۔

صاحب انجیل نے ”متقی“ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف انجیل یوحنا میں واقع ہے اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں دعوت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار حواریوں کی ہے:

☆ متی ☆ یوحنا ☆ قیصر ☆ لوقا

ان چاروں حواریوں میں سے ہر ایک نے اس عبارت سے کلام کیا ہے جو ان لوگوں کے مناسب تھی۔ جنہوں نے ان کی دعوت کا اتباع کیا تھا۔ اس لیے چاروں انجیلیں شدید اختلاف کے باعث مختلف ہو گئی ہیں۔

اس اسم شریف کا معنی دوح الحق ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ قائم ہیں جیسے کہ روح کا قیام حیوانات کے ساتھ ہے۔ اگر روح حیوان سے جدا ہوتی ہے تو حیوان مر جاتا ہے۔ اس اسم کے دیگر معانی یہ ہیں:

☆ وہ شخص جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے۔ (ثعلب)

☆ عامل حق ☆ حماد ☆ مخلص — (تقی الشمتی)

ابن ایثر کی کتاب ”نہایہ“ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں کتب قدیمہ کے مطابق بارقلیطا ہے۔ یا مشوبہ بفا اور اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے۔ پھر یہ لفظ یا سے فا کے ساتھ معرب کیا گیا ہے اور اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوانی نے کہا ہے۔ دوانی کا یہ قول ابو عبید الہری کے معنی میں ہے کہ یائے موحده سے غیر صاف ہے۔ کتب سابقہ میں ہے کہ اس کا معنی ”حق اور باطل کے درمیان فرق کریں گے“ ہے۔ دوانی کا بیان ہے کہ اس کا معنی اس ولایت کا مظہر ہے جو باطن نبوت ہے۔ ابن اثیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس معنی اسم سے یہ حدیث ہے:

محمد فرق بین الناس یعنی

”آپ مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق کریں گے“ مومن آپ کی تصدیق کریں گے۔ کافر آپ کو جھٹلائیں گے۔“

## الباطن:

آپ کا اسم شریف باطن اس لیے ہے کہ آپ بواطن امور پر اس وحی کے ذریعے سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی

ہے مطلع ہیں — اور یہ اسم اسمائے حسنی الہی سے ہے۔

### البرہان:

برہان اسم الہیہ ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
یا ایہا الناس قد جاکم برہان من ربکم — اس کے دیگر معانی میں یہ کہا گیا ہے:  
☆ برہان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ برہان آپ کے معجزات ہیں۔

☆ برہان قرآن مجید ہے جو آپ کے جلیل ترین معجزات سے ہے۔  
ہر طریق پر جو معانی بیان کئے گئے ہیں آپ کا اسم شریف صحیح ہے۔ یہ مخفی نہیں ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ لقد جاءکم برہان من ربکم میں  
کہا ہے کہ برہان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ برہان لغت میں بمعنی حجت ہے۔ برہان کا معنی یہ بھی ہے کہ ”حجت روشن  
واضح ہے کہ کامل یقین دلاتی ہے۔“ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو معنوں سے حجت ہیں:

☆ ایک یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خلق پر حجت ہیں۔

☆ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ روشن اور واضح حجت ہیں۔ اس شے کے لیے جو ان آیات اور معجزات سے ہے کہ وہ  
آیات اور معجزات آپ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں۔

### البشر:

اس کا معنی انسان ہے اس لیے کہ اس کا بشرہ ظاہر ہے۔ یعنی اس کا پوست بالوں سے پاک اور صاف ہے جبکہ دیگر  
حیوانات کی جلدیں بالوں سے چھپی رہتی ہیں — آپ کا نام بشر اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اعظم البشر ہیں اور ان سے  
افضل ہیں۔ جیسا کہ اس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔ یہ تسمیہ خاص اسم عام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل انما انا بشر مثلكم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پر اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ تمام انسان  
بشریت میں مساوی ہیں۔ انسانیت میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے اور ان صفات کی وجہ فضیلت نہیں رکھتے جن کے  
ساتھ وہ مختص ہیں۔ وہ صفات معارف جلیلہ ہیں — اس لیے اس کے بعد یہ فرمایا یوحی الی۔ اس سے اس جہت پر تنبیہ ہے  
جس سے آپ کو تمام انسانوں پر فضل عظیم حاصل ہوا ہے — اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آپ کو تم لوگوں میں ممتاز کیا اور  
تمہارے درمیان سے وحی اور رسالت کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا۔

### بشری عیسیٰ:

بشری بشارت سے ہے۔ اس کا معنی ہے ”وہ خیر جو عام ہو“ آپ کی بشارت اللہ کریم کے اس ارشاد میں ہے:



و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اور مستدرک میں مرفوع روایت میں آپ نے فرمایا:

انا دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسیٰ

جن انبیائے کرام کی بشارت دی گئی ہے وہ پانچ ہیں:

☆ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ☆ حضرت اسحاق علیہ السلام

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام ☆ حضرت یحییٰ علیہ السلام

البشیر:

اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے ”بشارت دینے والا“ — ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا ارسلک بالحق بشیرا ”ہم نے آپ کو بھیجا حق کی بشارت دینے والا۔“

البصیر:

بصیر کا معنی ہے دیکھنے والا جاننے والا — سبکی علیہ الرحمہ نے اس آیت شریفہ اِنَّهُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کی تفسیر میں کہا ہے۔ اس میں ضمیر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے والا ہے — اس کا معنی آپ کی تعریف ان دونوں لفظوں سے ہے کہ آپ سمع اور بصر میں کامل ہیں — وہ آیات جو خاص آپ کو دکھائی جاتی ہیں آپ ان کو سمع اور بصر سے پاتے ہیں۔ اس لیے آپ کا وصف سمیع اور بصیر سے کیا گیا ہے — اور آپ نذیر ہیں۔ لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراتے ہیں۔ ڈرانا عقل سے تعلق رکھتا ہے۔ سنا (سمع) اور دیکھنا (بصر) دونوں ان اعظم الحواس سے ہیں جو عقل کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس لیے کہ ڈرانے اور استدلال میں کوئی شے عقل سے اکمل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

☆ آپ اللہ تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ سنتے ہیں

☆ عین بصر سے اللہ تعالیٰ کے جمال کو دیکھتے ہیں

یہ ان صفات سے ہیں جن کے ساتھ آپ مختص ہیں۔

البلیغ:

وہ فصیح جو اپنی عبارت سے اپنے کنہ ضمیر کا ابلاغ کرے۔ یعنی حسب موقع کلام کرنے والا۔ اپنے کمال میں انتہا کو پہنچا ہوا۔

البالغ البیان:

یہ دو اسم ہیں۔ انہیں شیخ ابوالفضل القسطلانی نے ذکر کیا ہے۔ اس پر صراحت معنی سے کچھ اضافہ نہیں کیا لیکن اس کی تصریح یوں کی ہے کہ البیان کا معنی کشف یا اظہار ہے۔ یعنی وضاحت یا کشف اور اظہار کا اجتماع بلاغت کے ساتھ — یا مقصود کا

اظہار بلغ ترلفظ کے ساتھ — یا بیان بمعنی مبین — یعنی

☆ اس شے کا مظہر جس کے ساتھ لوگ مامور ہیں اور

☆ اس شے کا مظہر ہے جس سے ان کو منع کیا گیا روکا گیا۔

☆ امر دین کی جو شے ان سے مخفی ہے اوجہل ہے آپ اس کی وضاحت کرنے والے ہیں۔

یہ آخری معنی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ لفظ ”البیان“ جر سے پڑھا جائے اور اس کی اضافت بالغ کی طرف ہو۔ چنانچہ

یہ ایک ہی اسم ہوگا جو مرکب ترکیبی اضافی ہے — یہ اس قول کے الٹ ہے جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ دو اسم ہیں۔

### البینہ:

واضح حجت — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی ناتیہم البینہ رسول من اللہ — اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ رسول بینہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ بن عطیہ نے کہا ہے کہ لفظ بینہ میں ہا مبالغہ کے لیے ہے جیسے لفظ علامہ اور نسابہ کی ہا ہے — اس مقام میں بارہ اسماء ذکر ہیں جیسے دو اسم اسمائے الہیہ سے ہیں۔ شامی نے یہ اسماء زیادہ کئے ہیں۔

### البارع

علم و فضل میں اپنے اقران پر فاضل اور علم اور حکمت میں ان سے رائج۔

### الباہر:

قصص کسائی میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر باہر ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے نور سے جملہ انبیائے کرام کے نور پر غلبہ کیا ہے — انبیائے کرام نے آپ کے نور سے کثرت سے فائدہ حاصل کیا ہے اور آپ کے نور سے اقتباس کیا ہے — یا اس کا یہ معنی ہے کہ آپ اپنے حسن کے سبب جمیع مخلوق پر غالب ہیں — یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ظاہر الحجۃ ہیں۔

### الباہی:

اس کا معنی ہے حسین و جمیل۔

### البحر:

بر (زمین) کے خلاف عموم نفع کی وجہ سے آپ کو بحر کہا ہے۔ اس لیے کہ آپ فی نفسہ طاہر ہیں۔ ان لوگوں کے لیے مطہر ہیں جنہوں نے آپ کا اتباع کیا ہے۔ آپ کا یہ نام آپ کا کرم وسیع ہونے کے سبب ہے۔

### البدء:

وہ سردار جس وقت سردار شمار کئے جائیں تو اس سے ابتداء کی جائے۔

**البديع:**

حسن و جمال میں مستقل۔ یہ اسم اسمائے حسنیٰ الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی بے آلہ کے شے کا ایجاد کرنے والا اور بے مادہ کے پیدا کرنے والا۔

**البدر:**

وہ کامل چاند جس کا کمال اور علو اور شرف پورا ہو۔ قصص کسائی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر باہر ہیں اور نجم زاہر ہیں اور بحر ذاکر ہیں۔“

**البرقیطس:**

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ رومی زبان میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ یہ فتح و کسربای موعده و فتح قاف و کسرطا۔

**بموزماذ:**

بکسربا و سکون میم و ضم ہمزہ و سکون ذال۔ معجمہ۔ ابن دجیہ نے اس اسم کو تورات کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیخ نے کہا ہے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ اسم موزماذ ہو اور اس کے اول میم ہو۔ یہ تحریف کیا گیا ہو۔ میرے خیال میں اس اسم کو ابن القیم نے تورات کی نص سے نقل کیا ہے۔ بعض شارحین نے اس کی ”مومنین اہل کتاب“ سے تصریح کی ہے۔

**البها:**

آخرف کے مد سے اس کا معنی ”عزت اور شرف“ ہے۔ آپ اس امت کا شرف اور عزت ہیں۔

**البھی:**

بای موحده کے ساتھ اس کا معنی ”حسین اور عاقل“ ہے۔

**حرف تا**

(سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ”ت“ سے شروع ہوتے ہیں)

**التالی:**

اپنے سے پہلے جو گزرے ہیں ان کا اتباع کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهيم حنیفا۔ یا تالی لفظ تلاوت سے ہے۔ قرأت کے معنی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسولاً منکم یتلو علیکم ایاتنا۔ یہاں آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔

”وہ رسول ہیں جو تم میں سے ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں۔“

### التذکرہ:

وہ شے جس سے بھولا آدمی شے کو یاد کر لے اور اس سے غافل ہوشیار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانہ لتذکرۃ للمتقین۔ ”وہ ذکر ہے متقیوں کے لیے“ — کہا گیا ہے کہ تذکرہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

### التقی:

بروزن فعیل تقویٰ سے ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ قدیم پتھروں پر لکھا پایا گیا ہے۔  
”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تقی مصلح سید امین ہیں۔“

### التنزیل:

بمعنی رسل — یا یہ معنی کہ ”آپ کی طرف قرآن وحی کیا گیا۔“ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تنزیل من اللہ (اللہ کی طرف سے نازل ہوا) — کہا گیا ہے کہ:

☆ تنزیل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ اس کا معنی ہے: ”رسول من اللہ“

☆ تنزیل قرآن ہے۔

### التہامی:

بکسر تہامہ کی طرف نسبت ہے — تہامہ مکہ شریف کے اسماء سے ایک اسم ہے — نجد جو بلاد حجاز سے ہے۔ اس سے اترتی ہوئی زمین کو تہامہ کہتے ہیں۔ تہامہ نام اس لیے ہے کہ یہاں کی ہوا متغیر ہے۔  
ابن فارس نے کہا ہے کہ تہامہ لفظ ”تہم“ بہ تہتین ہے۔ اس کا معنی حرارت کی شدت اور ہوا کا رک جانا ہے — مصنف نے حرف تا میں پانچ اسمائے مبارک ذکر کئے ہیں۔

### التلقیط:

حرف تا میں شامی نے اضافہ کیا ہے۔ غرنی نے یہ نام ذکر کیا ہے کہ آپ کا یہ نام کتب روم میں ہے۔

## حرف ثا مثلثہ

(سرکار مدینہ کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ثا سے شروع ہوتے ہیں)

### ثانی اثنین:

”دونوں میں سے ایک —“ وہ دونوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ دونوں نام آیت شریف سے لیے گئے ہیں — ابن دحیہ نے الثعال کو ذکر کیا ہے — اس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ شامی



نے کہا ہے یہ کسرتا و خفت میم اس کا معنی ”عبادِ طبا“ مغیث اور کافی“ ہے۔ آپ کے جد نے آپ کی مدح میں کہا ہے:

وابيض يستقى انعمام بوجهه شمال اليتامى عصمة الارامل

”جو شے یتیموں اور ارامل کو نقصان دیتی ہے آپ اس سے ان لوگوں کو بچاتے ہیں“ — آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ایسی حالت میں کہا تھا کہ آپ زمانہ طفولیت میں تھے۔ انہوں نے آپ میں خیر کی علامت مشاہدہ کی تھی اور برکت پائی تھی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

وقل من ضمانت يوم ما سربرته الاولى وجهه للخير عنوان

بالضم ثاء مثلثة اس کا معنی ”منقطع الى الله“ اور اللہ تعالیٰ کی کفایت پر بھروسہ کرنے والا۔

اور صواب یہ ہے کہ یہ شعر آپ کے چچا ابوطالب کا ہے۔ بیہی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”یہ شعر ابوطالب کا ہے“

کہ یہ شعر ان کے اس مشہور قصیدہ سے ہے جو حضرت ابوطالب نے استقضاء میں آپ کی خیر و برکت دیکھ لی تھی اور مشاہدہ کے بعد یہ کہا تھا۔ آپ کے دادا نے استقضاء کی برکت نہیں دیکھی تھی۔

## حرف جیم

(حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ پیارے نام جو حرف ج سے شروع ہوتے ہیں)

### الجبار:

ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ نام اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی کتاب میں رکھا ہے۔ پھر فرمایا ہے:

تقلد سيفك ايها الجبار ”اے جبار! تو اپنی تلوار لگا“

اس لیے کہ تیری ناموس اور تیری شریعت تیرے دائیں ہاتھ کی ہیبت کے ساتھ قریب ہے۔ — جبار کے مختلف معنی ذکر کئے گئے ہیں:

☆ جبار کا معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ ہے کہ شے کی اصلاح کرنے والا۔ ایک قسم کے قہر سے اصلاح کرنے والا۔

علو رکھنے والا عظیم الشان۔

☆ جبار کا معنی متکبر ہے۔

☆ جبار کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ ہے کہ آپ نے ہدایت اور تعلیم سے اپنی امت

کی اصلاح فرمائی۔ یا یہ کہ آپ نے اپنے دشمنوں پر قہر کیا۔ یا یہ کہ آپ کا مرتبہ بشر سے عالی ہے۔ اور آپ کا امر

عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس تکبر کی جبریت کی آپ سے لٹی فرمائی جو آپ کے لائق نہیں ہے۔ پھر فرمایا:

وما انت علیم بجبار — ”تم ان پر جبر کرنے والے نہیں“

یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مزامیر حضرت داؤد علیہ السلام میں چوالیس (۴۴) مزمور اپنے ارشاد تقلد ایہا الجبار سیفک فان ناموسک و شرایعک مقرونہ بہیت یمینک میں آپ کا نام جبار رکھا ہے — اللہ تعالیٰ نے یہ امر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ولادت سے پہلے کیا ہے — آپ کو مرتبہ موجود میں نازل کیا ہے کہ آپ کے وجود مبارک کا تحقق اللہ تعالیٰ کے نزدیک تھا کہ:

”اے جبار! تو اپنی تلوار کو اپنے کندھے پر حائل کر جیسے قلاوہ ڈالتے ہیں۔“

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کو جہاد کے لیے حکم کیا جائے گا — تلوار کندھے پر اس لیے حائل کر کہ تیری ناموس یعنی وہ وحی جو تجھ پر نازل کی جائے گی یا تیری وہ عظمت جو لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جائے گی اور تیری شرائع تیرے دائیں ہاتھ کی ہیبت کے پاس ہیں — خلاصہ یہ ہے کہ تجھ پر جو وحی بھیجی جائے گی اور جو تیرے شرائع ہوں گے کفار انہیں تیری تلوار کے خوف سے مانیں گے۔

### الجد:

بہ فتح جیم — یا بضم جیم ”عظیم اور جلیل القدر“ — اور بہ کسر جیم و فتح جیم بمعنی ”حظ“ یعنی ”کے نزدیک صاحب حظ عظیم“ اور حظوة کے نزدیک — یا فقط بہ کسر جیم بمعنی ”اجتہاد“ — عبادت اور طلب سیادت میں نفس کا مشقت اٹھانا۔

### الجواد:

یہ تشدید واؤ و تخفیف واؤ — آپ کے یہ دونوں اسمائے شریفہ ہیں۔ ان کو شامی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جواد تشدید واؤ کے ساتھ اس ”جود“ میں مبالغہ ہے جو تخفیف واؤ کے ساتھ ہے — پھر کہا ہے کہ الجواد بہ تخفیف واؤ بمعنی کریم، سخی طالع — جود سے صنعت مشہ ہے اس کا معنی ہے ”کرم اور طاعت کی وسعت“۔

### الجامع:

جو صفات اور خصال حمیدہ آپ کے ساتھ لائق ہیں آپ ان کے جامع ہیں یا آپ ان کے معانی کثیرہ کے جامع ہیں جو الفاظ قلیلہ میں ادا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کو جوامع الکلم دیئے گئے ہیں یا آپ ان کلمات کے جامع ہیں جو انواع حمد اور ثنائے الہی کو جامع ہیں — اس مقام پر آپ کے چار اسمائے شریفہ ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے تین اسمائے الہیہ سے ہیں — اور شامی نے الجامع کو ساقط کر دیا ہے اور جلیل صفت شبہ کو زیادہ کیا ہے کہ بمعنی عظیم ہے — اور آپ کی صفات کاملہ سے الجہنم ہے جو ساقط ہو گیا ہے۔ اس کا معنی بڑی کھوپڑی اور بڑے سرو والا گول چہرہ چوڑی پیشانی، چوڑا سینہ یہ تمام صفات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہیں۔

## حرف حا

(رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ح سے شروع ہوتے ہیں)

حاتم:

شفا شریف میں ہے کہ الحاتم الف اور لام کی زیادتی سے ہے۔ آپ کا یہ نام مبارک کتب سابقہ میں ہے۔ اسے کعب الاحبار نے حکایت کیا ہے۔ ثعلب نے کہا ہے کہ حاتم کے معنی ”خلقت اور اخلاق میں آپ احسن الانبیاء ہیں۔“ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ لفظ جاتم ازروئے لغت اس معنی میں معروف نہیں ہے اور لغت میں حاتم کا معنی ”قاضی“ ہے۔ جیسا کہ صحاح میں ہے۔ ثعلب چونکہ ائمہ لغت سے ہیں اس لیے ان کا قول باعث اعتبار ہے۔ صاحب صحاح نے حاتم کو بہ کسرتائے فو قاذی منہ زیایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف بہ فتح تائے فرشت ہے۔ لہذا حاتم بہ کسرتا و بہ فتح تا ایک جگہ نہیں بلکہ علیحدہ علیحدہ لغت ٹھہرے ہیں۔ چنانچہ آپ کا اسم مبارک حاتم بمعنی احسن الانبیاء ازروئے خلقت اور خلق ہے۔

حزب اللہ:

حزب کا معنی لوگوں کا ایک گروہ۔ دیکر معنی یہ ہیں:

☆ حزب وہ جماعت جس میں سختی ہو۔

☆ حزب اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اور اس کے انصار دین ہیں۔

الحاشر:

آپ کے اسم شریف حاشر کی تفسیر حدیث میں اس طور پر کی گئی ہے کہ آپ وہ ہستی ہیں کہ لوگ آپ کے قدموں پر حشر کئے جائیں گے۔ یعنی آپ لوگوں کے آگے ہوں گے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے۔ آپ کو لوگوں پر سبقت حاصل ہوگی کہ آپ حشر میں ان سے پہلے انھیں گے۔ لوگ آپ کے آگے اور اطراف میں ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن لوگ آپ کے پاس جمع ہوں گے۔ اہل کتاب کے لیے آپ کا حشر دنیا میں ہوا۔ آپ نے اہل کتاب کو ان کے قلعوں اور ان کے شہروں میں سے جو آپ کا دار ہجرت ہے نکال دیا۔ کہ حشر کی سختی سے جو عذاب کی شے تھی اللہ تعالیٰ نے چاہی اور انہیں دار دنیا میں ہی چکھائی جیسا کہ یہ امر ہمیشہ یہود کے ساتھ قائم رہا۔ حشر کی سختی ان کی برزوں تک متصل رہے گی۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جس سے زمین شق ہوگی اور لوگ آپ کے نشان قدم پر حشر کئے جائیں گے اور لوگ اپنے حشر میں آپ کی طرف بے پھین ہوں گے۔ آپ لوگوں کے حشر کا سبب ہوں گے اس لیے کہ آپ حشر میں ان پر مقدم ہوں گے۔ پھر لوگ حشر کی جگہ ٹھہریں گے یہاں تک کہ آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ چنانچہ اس دوسرے حشر میں لوگوں کے جنت

یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک ان کے حاشو ہوں گے۔

**الحافظ:**

اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ ہے کہ جمیع موجودات کی نگہبانی فنا ہونے سے کرتا ہے اور موجودات میں جو بعض کے متضاد بعض ہیں ان کی حفاظت کرتا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حافظ بندگان خدا سے وہ شخص ہے جو اپنے جوارح اور قلب کی حفاظت کرتا ہے۔ اور سطوات غضب اور شہوات کی سختی سے اپنا دین محفوظ رکھتا ہے اور نفس کے مکر اور شیطان کے دھوکہ سے اسے بچاتا ہے۔ حافظ فقط حفظ سے اسم فاعل ہے۔

آپ کا نام حافظ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ وحی اور امت کے حافظ ہیں۔ آپ کا جو وصف حفظ سے کیا گیا ہے اگر آپ سے بھول واقع ہو تو وہ نسیان عیب نہ لگائے گا اس لیے کہ نسیان کا آپ سے صادر ہونا نادر ہے۔ اور جو حکم کیا جاتا ہے زیادہ تر پر کیا جاتا ہے۔ کسی وقت کا نسیان حفظ کی صفت کے منافی نہ ہوگا۔ جیسا کہ امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کی قرأت سن رہے تھے جو مسجد میں پڑھ رہے تھے۔ آپ نے انہیں رحمہ اللہ فرما کر کہا:

”اس نے مجھے ایک آیت یاد دلا دی جس کو میں نے بھلا دیا تھا۔“

اسے شامی نے بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اس نسیان کا حقیقی ہونا منع کیا گیا ہے بلکہ اس نسیان کو عدم تذکر کہتے ہیں کہ ادنی التفات سے اس کی طرف رجوع حاصل ہو جاتا ہے اور عدم تذکر کا نسیان سے مجازاً تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر یہ امر ہے گویا اسم شریف کی وجہ تسمیہ اعظم الامۃ سے گردانی گئی ہے ورنہ غزالی علیہ الرحمہ کا کلام اور وجہ کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کے لیے جو ذکر کی گئی ہے بلاشبہ اقوی الناس ہیں اور شیطان کو آپ پر کسی وجہ سے راستہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ بندگان خدا سے حافظ حقیقی ہیں۔

**الحاکم بما ارادہ اللہ :**

ارادہ کا معنی ”علم“ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کیا ہے۔ اس سے آپ حکم کرتے ہیں۔ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے اس اسم شریف کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے:

لتحکم بین الناس بما ارادہ اللہ

لیکن یہ ذکر کیا ہے کہ اسم شریف فقط لفظ ”حاکم“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا تا کہ آپ لوگوں کے فیصلے فرمائیں۔

**الحامد:**

حمد سے اسم فاعل ہے اللہ تعالیٰ کی ثنا جس کے وہ اہل ہے حمد ان اوصاف سے ہے۔ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ



اسم ابن کعب نے ذکر کیا ہے۔ — ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک کہنے والے کو دیکھا وہ ان سے کہتا تھا کہ:

”آپ خیر البریہ اور سید العالمین کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔ آپ جس وقت انہیں جنم دیں تو ان کا نام محمد رکھیں۔ اس لیے کہ آپ کا نام مبارک توریت میں حامد ہے اور انجیل میں احمد۔“

### حامل لواء الحمد:

ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمة ولا فخر

اور اس امر میں علماء میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ کہ آپ حامل لواء الحمد کے ساتھ حقیقی مسکن ہیں اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر اے درے جمیع مقامات ملتے ہوتے ہیں۔ — جبکہ آپ دارین میں احمد الخلق ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوائے حمد عطا فرمایا تاکہ اولین اور آخرین آپ کے پاس ٹھکانا پکڑیں۔ — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

ادم فمن دونه تحت لوائی

آپ حامل لواء الحمد کے ساتھ معنوی مسکن ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن حمد کے ساتھ منفرد ہوں گے۔ اس کی شہرت علی روس الخلائق ہے۔ — جیسا کہ طبری نے قطعی طور سے کہا ہے اور سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کا اتباع کیا ہے۔

### الحاید لامة عن النار:

حاید اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کو آتش دوزخ سے دور کرنے والے ہیں یعنی آتش دوزخ سے بچانے والے ہیں۔

### الحبيب:

بوزن فعلیل لفظ محبت سے ہے۔ مفعول کے معنی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ — یا حبیب فاعل کے معنی میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہیں۔

### حبیب الرحمن:

بزار وغیرہ کے نزدیک وہ حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج میں آئی ہے۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس میں آیا ہے۔

### حبیب اللہ:

یہ اسم شریف متعدد حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ محبت کا معنی اس شے کی طرف میل ج

محبت کے موافق ہو۔ لیکن یہ معنی مخلوق کے حق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خالق خلق ہے اس کی محبت اپنے بندہ کے لیے یہ ہے کہ سعادت سے اس کا وقار اور جملہ اشیاء سے اس کی پارسائی ہو۔ اور اسے نیکی کی توفیق ہو اور اس کے لیے اسباب قرب کا تہیہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بندے پر افاضت ہو۔ اس محبت کی انتہی یہ ہے کہ بندہ کے قلب سے حجابات اٹھ جائیں یہاں تک کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھے اور اس کی طرف اپنی بصیرت سے نظر کرے۔ چنانچہ بندہ ایسا ہو جائے گا جیسے، کہ حدیث شریف میں ہے:

فاذا احببته كت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و لسانه الذی ینطق به  
 ”میں جب کسی کو محبوب بناتا ہوں تو اس کی سماعت جس سے وہ سنتا ہے۔ اور بصر و نظر جس سے دیکھتا ہے۔ اور زبان جس سے بولتا ہے ہو جاتا ہوں۔“

### الحجازی:

حجاز کی طرف نسبت۔ حجاز مکہ اور یمامہ اور ان کے قریے ہیں۔ حجاز کا نام اس لیے حجاز ہے کہ تہامہ اور نجد کے درمیان آگیا ہے۔

### الحجة البالغة:

وہ کامل ولایت جس میں کچھ نقصان نہ ہو اور اس کو انقطاع نہ ہو۔

### حجة الله على الخلق:

یہ اسم شریف ”مسند الفردوس“ میں بلا اسناد آیا ہے۔ انا حجة الله — بمعنی برہان — یعنی ”میں اللہ کی دلیل ہوں۔“

### حوز الامین:

امین عرب ہیں۔ یعنی آپ ان کی حفاظت فرمانے والے اور برائی سے منع فرمانے والے ہیں۔ عرب لوگ ذکر کے ساتھ اس وجہ سے مخصوص ہوئے کہ آپ عرب سے تھے۔ ان کے ساتھ زیادہ ہمدردی کا ارادہ مقصود ہے۔ بنی اسرائیل کو اس امر کی تنبیہ مقصود ہے کہ عرب کی عظیم اور رفیع شان اس نبی کے سبب سے ہے جو عرب سے ظہور فرمائے گا۔ عرب کے سوا جتنے لوگ ہیں وہ سب عرب کے تابع ہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصی سے روایت کی ہے۔

والله انه الموصوف في التورات ببعض صفته في القرآن — وہ صفت یہ ہے:

يا ايها النبي انا ارسلتك شاهداً و مبشراً و نذيراً و حوزاً للامین .

بخدا وہ تورات میں قرآن کی بعض صفات کے ساتھ موصوف ہوئے — اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر (شاهد)

بشارت دینے والا (مبشر) ڈر سنانے والا (نذیر) اور حوز الامین بنا کر۔

الحرمی:

مکہ کے حرم کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

حریص:

فعل بمعنی فاعل حرص سے ہے۔ حرص کا معنی مطلوب کے لیے ارادے کی شدت۔

الحریص علی الایمان:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حریص علیکم یعنی تمہارے ایمان اور تمہاری ہدایت کرنے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حریص ہیں۔

الحسیب:

بمعنی شریف اور کریم۔ حسیب حسب سے ہے جو باپ دادا یا دین یا کرم سے شمار کیا جائے۔ یا فعل میں یا باپ دادا میں جو شرف ہو وہ شمار کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہیں۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ حسیب لغت میں کام کی کفایت کرنے والا جیسے کفی باللہ حسیب۔ اس کا معنی محاسب اور کفایت کار کرنے والا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لیے ایک نوع مجاز ہیں اس طور پر دخل نہیں ہے کہ اپنی اولاد کے لیے ایک نوع ذمہ داری سے کافی ہو۔ یا اپنے شاگرد کو ایک نوع تعلیم سے کفایت کرے تاکہ وہ دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے اس لیے کہ آپ اپنی امت کے لیے دارین میں ان چیزوں کے لیے کافی ہیں جن کے وہ لوگ محتاج ہیں۔ اس طور پر کہ ان کو غیر کی طرف احتیاج نہیں ہے۔

الحفیظ:

حفظ سے ہے۔ حفظ کا معنی زوال سے شے کی حفاظت ہے۔ اگر وہ شے ذہن میں ہے تو اس کی ضد نسیان (بھول جانا) ہے۔ اور اگر خارج میں ہے تو اس کی ضد اس کی تضرع (ضائع کرنا) ہے۔ حفظ امور ذہنیہ اور خارجیہ دونوں سے تعلق رکھتا ہے اور ذہنی اور خارجی اشیاء کی حفاظت کرتا ہے ان کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

حفیظ اللہ تعالیٰ کے اسماء کرام سے ہے۔ ان دونوں معانی کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق صحیح ہے۔ اس لیے کہ جملہ اشیاء اس کے علم میں محفوظ ہیں۔ اس پر نسیان طاری نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت زوال سے کرتا ہے۔

حفیظ کا معنی وہ شخص ہے جو تیرے راز کی غیر سے حفاظت کرے اور قاجروں کی موافقت سے تیرے ظاہر کی حفاظت کرے۔ لیکن اس ارشاد باری تعالیٰ: وما انا علیکم بحفیظ کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت نہیں کر سکتا ہوں اور تمہیں ان اعمال پر بدلہ نہیں دے سکتا۔ اس ارشاد باری تعالیٰ: فلما ارسلناک علیہم حفیظا ہم نے آپ کو اس لیے نہیں بھیجا

کہ آپ ان کی حفاظت کریں تاکہ وہ لوگ کفر اور گناہوں میں واقع نہ ہوں۔ — یا یہ کہ آپ ان کے عیوب (قصور برائیاں) اور ذنوب (گناہ) کا شمار کریں اور ان سے اس پر محاسبہ کریں۔ — کہا گیا ہے کہ یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہو گئی ہے۔ اور یہ بات اس کے بعد ہوئی ہے کہ آپ کو امر کیا گیا۔

حفیظ معنی اول میں اس معنی میں ہے کہ آپ لوگوں کو کفر سے پھرتے ہیں اور ان کے کفر پر آپ ان سے جہاد کرتے ہیں۔ — دوسرے معنی میں یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن ان پر گواہ ہیں۔ — حفیظ معنوں میں حافظ ہے الیغی۔

### الحق:

اسمائے الہیہ سے ہے۔

### الحکیم:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا، آپ نے عمل کیا اور اپنے رب کا بھروسہ کیا۔ — غرنی نے کہا ہے کہ حکیم فاعیل کے وزن پر حکمت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

حکمت اور علم اور تعلیم کے ساتھ حکیم متصف ہے اور حکمت کے باب میں کہ وہ نبوت ہے۔ — یا قرآن کی معرفت یا قرآن میں سمجھ یا — قول اور اس علم میں جو عمل کی طرف رہبری کرے۔ — یا سنت یا خوف الہی کی طرف رہبر ہو۔ — اس میں اصابت ہو اس میں بہت سے اقوال ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام معنوں میں حکیم ہیں۔ — حکیم مفعول ہے یہ احکام سے ہے۔ اس کا معنی اتفاق ہے یا بمعنی فاعل حکم سے اس کا معنی منع ہے۔ اصلاح کے یہ حکمت سے عام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت سے امور کے لیے متقن ہیں اور اپنی امت کو منع کرنے والے ہیں۔

### الحلیم:

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ تورات میں آپ کا ذکر حلم سے ہے۔ — یہ مبالغہ کے لیے اسم فاعل ہے۔

### حلم:

یہ ضم لام ہے۔ اس لیے کہ حلم آپ کی طبیعت ہو گیا تھا اور آپ کی پسندیدہ خصلتوں سے ایک خصلت ہو گیا تھا۔ ابوطالب نے کہا ہے:

حلم رشید عادل غیر طالیش یوالی الہالیس عنہ بغافل

”آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احلم الناس تھے ہر ایک لغزش تم حلم سے دیکھتے ہو اور اس کا ٹھوکر کھانا تم کو یاد ہے۔“  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی ایذا رسانی کی کثرت کے باوجود صبر کیا۔ — عہد جاہلیت میں مشرکین نے



حد سے تجاوز کیا تھا۔ آپ نے اس پر حلم فرمایا۔ حلیم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ سزا کے لیے جلدی نہیں کرتا۔

### حماد:

حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی کثیر حمد کرنے والا۔

### حمطایا : حمیاطا:

آپ کا اسم شریف حمطایا بہ فتح حامی و سکون میم ہے۔ ششی نے فتح حا اور فتح میم مشدد سے ضبط کیا ہے۔ ہروی نے اس اسم شریف کو کسر حا اور سکون میم سے ضبط کیا ہے اور یا کی تقدیم اور بعد الف کے طا۔ ہروی کے نزدیک ہے نہ کہ جیسا مصنف نے وہم کیا ہے۔ ہروی کی مراد مجرد تفسیر ہے۔ اس نے اس کا معنی حامی الحرم کہا ہے۔ ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے اس کا معنی حمی الحرم لیا ہے۔ آپ حرم کی حمی ان چیزوں سے ہیں کہ ان نصب سے تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کی جاتی تھی اور زنا اور فجور تھا۔

ابن اثیر نے کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہا ہے کہ کتب سابقہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارک محمد، احمد اور حمیاطا ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارقلیطا اور ماذا کا اضافہ کیا۔ لفظ حمیاطا حائے مہملہ پھر میم ساکن پھر یائے تختانیہ پھر الف پھر طا اس کے بعد الف ہے۔

ابو عمیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہود سے ایک شخص جو مسلمان ہو گیا تھا میں نے اس سے حمیاطا کا معنی پوچھا۔ اس نے کہا: اس کا معنی یحمی الحرم ہے۔ حرم بہ ضم حا و فتح را حرم کی جمع ہے جیسا کہ شفا شریف کی شرح میں ہے کہ آپ عورتوں کو نکاح حرام سے منع فرمائیں گے جو کہ سفاح وغیرہ اور آپ صحیح نکاح سے شادی کریں گے۔

### حلمعسق:

ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ اور مادر وی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اے اسمائے الہیہ میں شمار کیا ہے۔

### حفی:

اسے امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ الف لام کے ساتھ الحفی ہے۔ اس کا معنی مہربان بڑا نیک اور لطیف ہے۔

### الحمد:

شیخ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس اسم کو ذکر کیا ہے۔ شامی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ مصنف کے شیخ نے حفی اور الحمد کو ایک ہی اسم گمان کیا۔ اور یہ گمان کیا ہے کہ حفی الحمد کی طرف مضاف (ملا ہوا) ہے جبکہ ایسا نہیں ہے

۱۔ سفاح۔ دور جاہلیت میں زنا کی مختلف صورتیں۔ اس کی تفصیل جلد اول میں آچکی ہے۔

— شامی نے پہلے الحفی کا ترجمہ کیا ہے پھر اس کے بعد سات اسماء ذکر کئے ہیں پھر الحمد کا ترجمہ کیا ہے۔ اس پر علامہ سخاوی نے الحنیف لکھا ہے۔ مصنف نے اٹھارہ (۱۸) اسماء ذکر کئے ہیں ان میں سے پانچ اسماء اسمائے الہیہ سے ہیں۔

### حاط حاط :

شامی نے اسم حاط حاط کا اضافہ کیا ہے۔ غرئی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم مبارک زبور میں ہے اور اس کا معنی ہے ”حامی“ — یعنی آپ اپنی امت کو دشمنوں سے بچانے والے اور ہلاکت سے ان کی حفاظت کرنے والے ہیں — یا آپ حرم اور بیت اللہ کی حمایت کرنے والے ہیں — اہل جرائم کے ہاتھوں سے انہیں بچاتے ہیں — یا یہ معنی کہ آپ کو یہ سزاوار تھا کہ آپ اپنے نفس شریف کی حمایت کریں اگرچہ آپ سے یہ امر واقع نہیں ہوا۔

### جنتا:

شامی نے کہا ہے انجیل میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ حق اور باطل کے درمیان تفریق کریں گے۔

### الحکم:

یہ تختین۔ بمعنی حاکم اور مانع — یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الفخیر اللہ ابتغی حکما — حکم کا معنی مانع یعنی منع کرنے والا روکنے والا۔

### الحلا حل:

اس کا معنی سید اور شجاع بیا بڑی مروّتوں والا یا رئیس صاحب وقار و بردبار گراں مایہ — گویا یہ حلول اور استقرار سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اضطراب اور قلت ثبات مجلس میں سادات کی عادات سے نہیں ہے۔

### الحمید:

فاعل بمعنی حامد اور محمود صیغہ مبالغہ ہے — حمد سے ہے حمد کا معنی ثناء ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جس کے اخلاق کی تعریف کی گئی ہو اور اس کے افعال پسندیدہ ہوں — یا یہ معنی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے حمد کرنے والے ہیں کسی حامد نے جن صفات سے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی ہے — یا ان کا معنی کثیر المحامد ہے — یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ

☆ وہ شخص جس نے ہمیشہ اپنی ذات کی ثناء کی ہے —

☆ یا وہ شخص جس کی ثناء اس کے بندوں نے ہمیشہ کی ہے —

☆ یا وہ شخص جو حمد کا مستحق ہے اس لیے کہ وہ ہر ایک کمال کے ساتھ موصوف ہے اور ہر ایک بخشش کا دینے والا

— ہے۔

الحنان:

بلا تشدید بمعنی رحمت۔

الحنی:

بمعنی کثیر الحیاہ — داری نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ کان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا لایسنل شینا الاعطی۔ ”ہر سائل کو منہ مانگا عطا فرماتے۔“

الحی:

اس کا معنی ہے باقی رہنے والا اور قبر میں نعمتوں سے لذت پانے والا۔

الحق المبین:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی جاءهم الحق ورسول مبین یعنی ”آپ مومنوں کے لیے احکام شرعیہ کے ظاہر کرنے والے ہیں — اور ارشاد باری ہے: وقل انی اذا النذیر المبین۔ یعنی ”میں تم کو اس امر سے ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے اور تم سے سارے امور بیان اور ظاہر کرتا ہوں تاکہ تم کو ڈراؤں — ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قد جاءکم الحق من ربکم۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فقد کذبوا بالحق لما جاءهم ”جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے پاس حق آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔“

ان تمام آیات میں حق سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وعلمو ان الرسول حق اور حدیث شفاعت میں ہے کہ ”محمد حق ہیں اور ان کی تکذیب (جھٹلانا) ان کی رسالت کی تکذیب ہے — حق سے مراد قرآن مجید بھی ہے — اس پر دلیل کفار کا جھٹلانا ہے — اس جگہ حق کا معنی باطل کی ضد ہے — حق بمعنی مثبت ہے مستحق ہے یعنی آپ کا امر اور صدق ثابت ہے۔

حنیف:

آپ کے اس اسم شریف کا معنی ہے ”دین اسلام کی طرف جھکنے والا اور دین پر ثابت قدم — حنیف لفظ حنف سے ہے — یا یہ معنی ہے کہ جس طریق پر عام خلقت ہے اس سے طریق استقامت اور حق کی طرف جھکنے والا یا مستقیم۔

ارشاد باری ہے: اقم وجهک للدين حنیفا۔ یعنی پھر دین حق کی طرف مائل ہو — یہ امر ہے یعنی اپنا دین اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لو — اس آیت شریف کا ذکر اس لیے ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں قطعی حکم (نص) ہے یعنی صریح آیت آپ کی شان میں ہے بخلاف اس آیت شریفہ کے: ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا — اس میں اختلاف ہے کہ حنیفا ابراہیم سے حال ہے یا اس ضمیر سے حال ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹنے والی ہے یہ ظاہر ہے لفظ حنف کی اصل میل ہے یعنی ”جھکنا“

## حرف خای معجمہ

(حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسماء مبارک جو حرف خ سے شروع ہوتے ہیں)

### الخبر:

اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے اور یہ آپ کا اسم مبارک بھی ہے یعنی خبر رکھنے والا جاننے والا۔

### خاتم النبیین:

جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین — لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں — خاتم النبیین بمعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے۔

### خاتم المرسلین:

علمائے کرام نے خاتم النبیین والمرسلین میں جو حکمت ہے اسے ذکر کیا ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں: ☆ رحمت کے ساتھ خاتمہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے اکرام کی وجہ سے آپ کی امت کا ٹھہراؤ زمین کے نیچے دراز نہ ہو۔

☆ آپ کی شریعت منسوخ نہ ہو بلکہ آپ کی شریعت کے شرف سے یہ امر ہے کہ اس سے جمیع شریعتیں منسوخ ہو جائیں — یہ اس لیے ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان سے اتریں گے تو آپ کی شریعت کے ساتھ حکم کریں گے۔

### الخاتم:

ابن دجیہ نے خاتم کو تا کے زیر اور زبر دونوں سے ذکر کیا ہے۔ اسے ثعلب اور ابن عساکر سے نقل کیا ہے — خاتم کے معنی ہیں مہر لگانے والے یا کسی سلسلہ کو ختم کرنے والے اختتام کو پہنچانے والے — لغت میں خاتم کے معنی انگلی مہر کے بھی ملتے ہیں۔

### الخازن لمال اللہ:

اس اسم کو ابن دجیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو مرفوعاً روایت کی ہے:

واللہ ما اتیکم من شیء منہ ان انا الا خازن اضع حیث امرت

اس حدیث کو احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ:

”جو شے میرے پاس ہے میں اس کا خازن ہوں۔ جس کے مطابق مجھے حکم کیا گیا ہے — جس چیز کے بانٹنے کا

مجھے حکم ہو جاتا ہے میں اسے بانٹ دیتا ہوں اور تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔“



### الخاشع:

خاشع کے معنی ہیں ”عاجزی کرنے والا“ — ازہری نے کہا ہے کہ لغت میں خشوع بمعنی سکون ہے اور تخشع بمعنی تذلل ہے — خشوع کے دیگر معانی یہ ہیں:

☆ اپنی نگاہ زمین پر ڈال دینا یعنی عجز سے نیچے دیکھنا — (ابن سیدہ)

☆ حق کے لیے فرماں برداری — (صوفیہ کرام)

☆ رب کے سامنے قلب کا مجموع قصد سے قیام۔

☆ وہ خوف ہے جو ہمیشہ ملازم قلب رہے — (حسن)

☆ علام الغیوب کے لیے قلوب کا تذلل — (جنید علیہ الرحمہ)

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ خاشع وہ ہے کہ:

☆ جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اور

☆ اس کے سینہ کا دھواں ساکن ہو گیا ہو اور

☆ نور تعظیم کا اشراق اس کے قلب سے ہوا ہو۔

چنانچہ اس کی شہوتیں مرگئی ہوں اور اس کا قلب زندہ ہو گیا ہو۔ لہذا اس کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء خشوع کریں گے — امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خشوع کا محل قلب ہے اور وہ تواضع سے قریب ہے۔

### الخاضع:

اسے ابن وحیہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ خضوع بمعنی تواضع ہے — ازہری نے کہا ہے کہ خضوع معنی میں خشوع سے قریب ہے مگر فرق اتنا ہے کہ خشوع قلب سے ہے اور وہ تواضع سے قریب ہے۔

### الخالص:

آلودگی اور پلیدی سے پاک۔

### خطیب الانبیاء:

حدیث شفاعت میں ہے: کنت امام النبیین و خطیبہم یعنی ”میں انبیاء کرام کا امام اور خطیب تھا — اس کا معنی یہ ہے کہ میں انبیاء علیہم السلام سے مقدم ہوں گا اور ان سے پہلے صاحب کلام رہوں گا — خطیب وہ کہ اچھا خطبہ پڑھے۔

☆ خطبہ کلام مکتور مسجع

☆ خطبہ خطب سے لکلا ہے اس کا معنی ہے زبان — اس لیے کہ جس وقت عربوں کو کوئی دشوار امر پیش آ جاتا تو وہ اس

کے لیے جمع ہو جاتے۔ اس امر میں ان کی زبانیں خطبہ کہتیں — یا

☆ خطبہ مخاطبت سے نکلا ہے کہ خطیب امر اور نہی سے خطاب کرتا ہے — یا  
☆ خطبہ خطب سے نکلا ہے جس کا معنی ہے ہر ایک شے سے بہت سی رنگین چیزیں — چونکہ خطبہ فنون کلام کو شامل ہوتا  
ہے اس لیے اسے رنگ برنگ اشیاء سے اسے تعبیر کیا ہے۔

### خطیب الامم:

اس اسم شریف کا مطلب ہے ”امتوں کے خطیب۔“

### خطیب الوافدین علی اللہ

ان دونوں اسماء مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے — وافد، وفد کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے مہمان اور سفیر — اس  
اسم مبارک کا معنی یہ ہے کہ ”اللہ کے لیے سفیروں سے کلام کرنے والے“

### الخلیل:

فعل بمعنی فاعل خلت ہے۔ اس کا معنی ہے صداقت اور وہ محبت جو دل کو خالی کر کے اس میں داخل ہو جائے۔  
☆ خلیل خلت سے اصطفا کے معنی میں ہے کہ خلیل اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دوستی اور محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں  
سے عداوت کرتا ہے — یا

☆ خلیل خلت سے نکلا ہے اس کا معنی ہے حاجت، خلیل اپنے رب کی طرف منقطع ہو کر اپنی حاجات کو رب تعالیٰ پر مقصود  
کردیتا ہے اور کسی سے غرض نہیں رکھتا۔

### خلیل اللہ:

امام احمد وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے:

لو كنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً وان صاحبکم خلیل اللہ

”اگر میں کسی کو خلیل بنانا تو ابوبکر کو خلیل بنانا، مگر تمہارے صاحب کا خلیل اللہ ہے۔“

ابویعلیٰ نے معراج کی حدیث میں روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:  
انی اتخذتک خلیلاً — خلت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر مقابلہ کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے ہے کہ خلت سے اللہ تعالیٰ نے  
خاص آپ کو نصرت دی۔ اور آپ کو اپنی تمام خلق سے خیر کیا ہے — یہ خلت بمعنی حاجت نہیں ہے اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے  
— کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیل اس خلت سے ہے جو حاجت کے معنی میں ہے جیسا کہ امام  
واحدی نے افادہ کیا ہے۔

### الخلیفہ:

خلیفہ وہ شخص ہے جو اپنے غیر کا خلف اور اس کا نائب ہو — لفظ خلیفہ میں ہا مبالغہ کے لیے ہے۔ آپ کا نام خلیفہ

رکھا گیا ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا لوگ خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی آبادی اور آدمیوں کی سیاست کے لیے انہیں خلیفہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے خلیفہ کیا ہے کہ ان سے لوگوں کے نفوس کی تکمیل ہو اور ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں۔ نہ اس لیے انہیں خلیفہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت تھی۔ بلکہ اس لیے خلیفہ کیا ہے کہ جن لوگوں پر انہیں خلیفہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فیض قبول کرنے سے وہ قاصر تھے اور بغیر واسطہ کے اس کے امر کو نہیں لے سکتے تھے۔

### خیر الانبیاء:

اس کا معنی ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اسے سخاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

### خیر البریہ:

اس اسم شریف کا یہ معنی ہے کہ آپ تمام مخلوق سے اچھے ہیں۔

### خیر خلق اللہ و خیر العالمین طرا:

ان دونوں اسمائے شریفہ کو ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ احادیث و آثار مشہور سے ہے۔ ان دونوں اسماء کے معنی ایک ہیں۔ خلق مصدر ہے بمعنی مخلوق۔

### خیر الناس:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ رجل خیر کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی مرد فاضل ہے۔ رجل اخیر نہیں کہا جاتا۔ اس لیے کہ اس میں تفصیل کا معنی ہے۔ اس لفظ سے ہمزہ حذف کی گئی ہے۔ جیسے اثر سے ہمزہ حذف کی گئی ہے۔ حذف کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ کثیر الاستعمال ہے اور استعمال کرنے والوں نے لفظ ”اخیر“ اور ”اثر“ کو چھوڑ دیا ہے مگر اخیر اور اثر نادر طور پر آتا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بلال لخیر الناس و ابن الاخیر ”بلال بہترین انسانوں سے ہیں اور بہترین باپ کے بیٹے ہیں۔“

### خیر هذه الامة:

ابن دحیہ نے اس اسم مبارک کو اس حدیث سے لیا ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

”کیا تم نے نکاح کیا ہے؟“

میں نے کہا: ”نہیں میں نے نکاح نہیں کیا۔“

کہا۔ ”تم نکاح کرلو۔ نزوج لخیر هذه الامة اکثرہا النساء۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خیر امت تھے اور اپنی امت سے زیادہ عورتیں رکھتے تھے۔“

خیرۃ اللہ:

بہ کسر خا بہ سکون یا — اس کا معنی مختار ہے — جو ہری نے کہا ہے محمد خیرۃ اللہ من خلقہ . یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مختار اور برگزیدہ کئے گئے ہیں — اور خیرۃ بہ فتح خا بہ سکون یا اس کا معنی ”افضل الناس اور ”لوگوں سے خیر میں اکثر“ ہے۔

اس مقام پر جو اکیس اسمائے مبارک شمار کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔ شامی نے اس کا اضافہ کیا ہے:

الخافض:

خافض الجناح خفض سے ہے — اس کا معنی تواضع اور لین الجانب و اخفض جناحك للمؤمنین یعنی ”مؤمنین میں جو لوگ فقراء اور صغفاء ہیں ان سے تواضع کرو — اور مؤمنین میں جو لوگ اغنیاء ہیں ان سے اپنے نفس شریف کو خوش رکھو۔“ — یا

خافض کا یہ معنی ہے کہ وہ شخص جو اپنی سطوت سے جبارین یعنی سرکشوں کو لین الجانب اور پستی میں لا چھوڑے اور اپنی قوت یا خوف یا جنگ سے اکاسرہ کو شکست دے — خافض اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

خلیل الرحمن:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ہے خلیفہ اللہ۔ اسے ابن دجیہ نے ذکر کیا ہے۔ شب معراج کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

نعم الخلیفۃ حیاء اللہ من اخ و من خلیفۃ

اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر آیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے اللہم انت صاحب فی السفر و الخلیفۃ فی الاہل . یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔

الخیر:

اس کا معنی ہے فضل اور نفع — آپ کے وجود مبارک سے کثیر خیر حاصل ہوئی ہے — خیر بروزن عدل بمعنی فاضل عرب کہتے ہیں — رجل خیر اور خیر بہ وزن کیس یعنی فاضل خیر المخلوق — اسے ابن دجیہ نے ذکر کیا ہے۔

## حرف دال

(محبوب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف دال سے شروع ہوتے ہیں۔)

دار الحکمة:

یہ اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہے:



انا دار الحکمة و علی بابها — ”میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“

اس حدیث پاک کو حاکم نے ”مستدرک“ میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح حدیث کہا ہے — ابن جوزی اور ذہبی کے گمان میں یہ حدیث موضوع ہے — جبکہ حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے نہ صحیح ہے اور نہ موضوع۔

### الداعی الی اللہ:

قرآن مجید میں ہے: داعیا الی اللہ باذنبہ . یعنی ”اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے“ — آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف بلا تے تھے اور لوگوں کو اس کے لیے تحریک و ترغیب دیتے تھے — اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس مبارک کا وصف بلانے سے کیا ہے۔ وہ یہ ہے:

واللہ یدعو الی دار السلام۔ ”اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔“

آپ کا یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔ یعنی دعوة ابراہیم (ابراہیم کی دعا) جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

انا دعوة ابی ابراہیم یعنی ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قرآن کریم میں ہے:

ربنا وابعث فیہم رسولا منهم

### دعوة النبیین:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

### دلیل الخیرات:

یہ پانچ اسماء شمار کئے گئے ہیں۔

### الدامغ:

شامی نے الدامغ کا اضافہ کیا ہے۔ آپ کا یہ نام مبارک اس لیے ہے کہ آپ نے حق سے باطل کو کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی حجت کی تلوار یا حق کی تلوار سے شرک کے لشکروں کو شکست دی۔

### الدانی:

اسم فاعل دلو سے بمعنی قریب ہے۔ ثم دنی فتدلی قرآن مجید میں آیا ہے۔ ”پھر وہ نزدیک ہوا“ خوب اتر آیا۔“

### دعوة التوحید:

آپ صاحب قول لا الہ الا اللہ ہیں — یا دعوت بمعنی خبر دینا ہے — آپ علم الناس ہیں کہ آپ نے لوگوں کو طریق ہدایت پر رہبری کی ہے — یا دعوت بمعنی الدعویہ ہے۔ مصدر کا اطلاق اسم مفعول پر کیا گیا ہے۔

الدلیل :

بمعنی ہادی دھم بروزن جعفر بمعنی سهل الخلق و الحسن الخلق ۔

## حرف ذال

(نور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو ذال سے شروع ہوتے ہیں۔)

الذکر :

ذکر سے اسم فاعل ہے۔ ذکر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی تجید، تقدیس اور تسبیح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذکوردک فی نفسک تضرعا وخیفۃ و دون الجہر من القول

”اپنے رب کو دل میں یاد کر عجزی اور پوشیدگی سے نہ کہ بلند آوازی سے“

امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک وقت میں حصول ذکر واجب ہے۔ اور ذکر کے ساتھ تائب کی مشیقی واجب ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

ولا تکن من الغافلین — ”غافلوں میں سے مت ہو“

اور یہ سزاوار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی یاد اور اس کی کبریائی کی یاد سے آدمی ایک لمحہ غافل رہے۔ اس موافق کہ قوائے انسانیہ اس کی طاقت رکھتے ہوں اور طاقت بشریہ اس کا تحمل کر سکے — اس میں شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ حق دار ہیں۔ اور اس کے ساتھ اولیٰ ہیں اور درجات کمال مشاہدہ جلال کے استغراق میں اس کے اختصاص کے لیے سب مخلوق سے زیادہ حقدار ہیں — اسی لیے آپ کا نام مبارک ذاکر رکھا گیا ہے۔

الذکر :

یہ سکون کاف اس کا معنی قوی شجاع غیرت مند ہے — یا اس کا معنی ثنا اور شرف ہے۔ غر فی اور ابن دجیہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہ شریف ہیں اور اپنے غیر کو شرف دینے والے ہیں اور اپنے ذاتی شرف سے خبر دینے والے ہیں — اس لیے آپ کے لیے تین ذکر دوں کی وجوہات جمع ہو گئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا

یعنی ”بے شک نازل فرمایا اللہ نے تمہاری طرف ذکر رسول“

رسول ذکر سے حال ہے — علمائے کرام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ذکر اللہ :

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے اور مجاہد نے کہا ہے:

الابد ذكر الله تطمئن القلوب

”خبردار! دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔“ — ذکر کلمہ طیبہ یا درود شریف۔

### ذوالحوض المودود:

اس اسم مبارک کو بھی امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

### ذوالخلق العظیم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وانك لعلى خلق عظیم

### ذوالصراط المستقیم:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وانك لتهدى الى صراط مستقیم۔ یعنی ”اور بے شک آپ کو ہدایت دی سیدھے راستہ کی طرف“ — اس۔۔ مراد اللہ کی راہ ہے۔

### ذوی القوۃ:

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ذوی القوۃ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — آپ کا یہ نام اسمائے ربانی سے رکھا گیا ہے۔

### ذو مکانۃ:

آپ اپنے رب کے نزدیک صاحب مرتبہ عالی ہیں وہ مرتبہ آپ کے غیر کے لیے نہیں ہے۔

### ذوعزۃ:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

### ذوفضل:

اسے شامی نے ذکر کیا ہے — فضل کا معنی ہے احسان۔

### ذو المعجزات:

وہ معجزے کہ کثیر اور حیرت انگیز ہیں اور روشن ہیں۔

### ذوالمقام المحمود:

مشہور قول پر اس کا معنی شفاعت ہے — امام واحدی نے اس قول میں مبالغہ کیا ہے اور اس پر مفسرین کے اجتماع کو حکایت کیا ہے۔

ذوالوسيلة:

وسیلہ جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔۔۔ وسیلہ بروزن فعیلہ ہے۔ اس کی اصل وسل الیہ ہے یعنی ”جس وقت اس کے قریب ہوا“  
 — وسیلہ کا اطلاق مرتبہ عالی پر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

ثم سلوا الله الى الوسيلة فانها منزلة في الجنة لا ينبغي الا العبد وارجوان اكون هو —  
 ”وسیلہ بہشت میں ایک مرتبہ ہے وہ کسی کے لیے سزاوار نہیں ہے مگر ایک بندے کے لیے میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں  
 ی ہوں۔“

اس مقام میں تیرہ (۱۳) اسمائے شریفہ ذکر کئے گئے ہیں شامی نے :

لذخر:

کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا معنی ہے ”ذخیرہ“

لذکار:

اس کا معنی ہے ”کثیر الذکر“ — ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سارے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

لذکر:

بہ فتح ذال وکاف — اس کا معنی ہے ”جلیل وخطیر“ اور اسی سے یہ حدیث شریف ہے: القرآن ذکر فاذکروہ یعنی  
 ”قرآن شریف جلیل اور خطیر ہے۔“ اس کا اجلال اور تعظیم کرو۔

ذوالتاج:

یعنی صاحب عمامہ — عمامہ اہل عرب کا تاج ہے۔

ذوالجہاد، ذوالحطیم:

وہ پتھر ہے جو بیت اللہ سے لگتا ہوا ہے یہ صحیح روایت ہے — یا حطیم رکن اور باب بیت اللہ کے درمیان۔ اس کا یہ نام  
 سابقہ کتب میں تھا۔ اس لیے کہ آپ نے اسے مشرکین کے ہاتھوں چھڑایا ہے اور اس میں جو بت تھے وہ آپ نے نکال دیئے  
 ہیں اسے عبادت گاہ بنایا ہے۔

ذوالسیف:

آپ کا یہ نام مبارک سابقہ کتب میں ہے۔



### ذوالسکینہ:

اس کا معنی وقار اور حرکت میں دیر کرنا ہے۔۔۔ صفائی نے کہا ہے کہ یہ کلمہ بہ کسر سین اور تشدید کاف ہے۔۔۔ اس کا معنی ہے رحمت۔

### ذوطیبہ:

صاحب مدینہ

### ذوالعطایا:

جمع عطیہ بمعنی بخشش۔

### ذوالفتوح:

فتح کی جمع ہے۔۔۔ اس کا مسی ہے دشمن پر نصرت پانا۔

### ذوالمدینہ:

یہ طیبہ کا نام ہے۔

### ذوالقضیب:

اس کا معنی ہے صاحب سیف رقیق (تیز تلوار والے)

### ذوالدیسم:

بہ کسر میم و سکون۔ اس کا معنی علامت جمال یا حسن یعنی صاحب حسن و جمال۔

### ذوالہراوة:

اس کا معنی ہے: ”صاحب عطاء“

## حرف الرا

(آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو اسے شروع ہوتے ہیں)

### الراضع:

اس اسم مبارک کا معنی ہے ”شیرخوار“۔ امام سخاوی نے اسے ذکر کیا ہے۔ شامی نے کہا ہے کہ اس اسم کی مثل کے ذکر میں تامل ہے۔ اس لیے کہ راضع تعظیسی مفت نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ اسم آپ کے احتیاج کی آگاہی کرتا ہے۔۔۔ اس اعتراض کا رد اس طرح سے ہے کہ راضع اپنی اس مفت پر ہے جو شیرخوار آپ کے سوا ہیں۔ یہ ان کے لیے واقع نہیں ہوا ہے

کہ انہیں عدل سے الہام ہوا ہو بلکہ یہ واقع ہوا ہو کہ ان کا کوئی دودھ شریک ہے — مگر آپ کو الہام ہوا اور آپ کے زمانہ رضاعت میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں یہاں تک گویا آپ وہ شیرخوار ہیں کہ آپ کے سوا کسی نے رضاعت نہیں کی۔

**راضی:**

اس کا معنی وہ شخص ہے کہ جو کچھ اسے دیا جائے وہ اس پر قانع ہو — اس اسم شریف کو ابن وحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے:

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

”عنقریب آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔“

مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رے میں پڑھا:

رَبِّ انْهِن اَضِلُّنْ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَمَنْ لَّبَعْنٰى فَاَنَّهُ مَنِي

اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: اِنْ تَعَذَّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَارُكْ ..... آخر آیت تک۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اللہم امتی — اور آپ روئے۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا:

”اے جبریل! تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے کہہ دو:

اَنَا سَازِضُكَ فِيْ اَمْتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ

ابن وحیہ نے کہا ہے کہ یہی حدیث آیت پاک کی تفسیر ہے۔

**الراغب:**

رغب الیہ سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی تضرع اور اجتہال ہے — یہ سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاللّٰی رَبُّكَ

فَارْغَبْ ”اور اپنے رب کی رغبت کرو۔“

اس کے یہ مختلف معانی بیان ہوئے ہیں:

☆ اپنی رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرو اس کے سوا جو لوگ مخلوق سے ہیں ان کی رغبت نہ کرو —

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو اور اپنی حاجت اسی سے چاہو۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کرو دوزخ کی آگ سے ڈرتے رہو اور جنت کی رغبت کرتے رہو۔

**الرافع:**

آپ وہ ہیں کہ آپ کے سبب آپ کی امت کا مرتبہ رفیع ہوا ہے۔ آپ کی امت کے لوگوں نے آپ کی ملت کے اتباع

کے سبب شرف پایا ہے — یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے  
 ”وہ ذات جو مومنوں کو نیک بخت کرنے سے بلندی دیتی ہے اور کافروں کو دور کرنے سے پست کرتی ہے۔“

### راکب البراق:

اس اسم مبارک کو ابن وحیہ نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے ”براق کے سوار“

### راکب البعیر:

یہ اسم شریف رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان اسمائے شریفہ سے ہے جو سابقہ کتب میں ہیں۔

### راکب الجمل:

شعبا علیہ السلام جو ذوالکفل ہیں یہ اسم شریف ان کی کتاب نبوت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا:  
 ”مجھ سے کہا گیا تو اٹھ اور جو کچھ دیکھتا ہے غور سے دیکھ اور اس سے خبر کر — میں نے کہا میں نے دو راکب  
 (سوار) دیکھے۔ ان میں سے ایک گدھے پر سوار تھا اور دوسرا اونٹ پر۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے دوست  
 سے کہا کہ بابل اور اس کے بت گر گئے۔“

ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گدھے پر سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اونٹ پر سوار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
 وسلم ہیں۔ ملک بابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے سبب چلا گیا۔ یعنی تباہ ہو گیا۔  
 رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک جب نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس آیا تو وہ آپ پر ایمان لایا۔ اس نے کہا:  
 میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیسے گدھے کے سوار کی بشارت دی تھی ویسے ہی حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام کی بشارت اونٹ سوار کے لیے ہے۔“

ابن عساکر نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کی راکب جمل (اونٹ سوار) کے ساتھ کس لیے تخصیص کی گئی ہے  
 جبکہ آپ گدھے اور گھوڑے پر بھی سوار ہوا کرتے تھے — اس کا جواب یہ ہے کہ اس اسم سے مراد یہ ہے کہ آپ عرب سے  
 ہیں نہ کہ غیر عرب سے۔ اس لیے کہ جمل یعنی اونٹ اہل عرب کا مرکب ہے۔ ان کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔ غیر عرب کی  
 طرف اونٹ کی نسبت نہیں کی جاتی۔

### راکب الناقة:

اس اسم شریف کا معنی ہے ”اونٹ سوار“ — یہ اسم مبارک سابقہ کتب میں سے ہے۔

### راکب الحبيب:

یہ اسم شریف اصطفیٰ میں ذکر کیا ہے۔

لرحمة:

ابوبکر بن طاہر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت سے مزین فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ہونا ور آپ کے جمیع شمائل آپ کی صفات مخلوق پر رحمت ہیں۔ آپ کی حیات مبارک رحمت ہے۔ آپ کا وصال رحمت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

حیاتی خیرکم ومماتی خیرکم

اور جیسا کہ آپ فرمایا ہے:

اذا اراد الله رحمة بامة قبض نبيها قبلها فجعله لها فرطا و سلفا  
”جس وقت اللہ تعالیٰ کسی امت کے ساتھ رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کو اس سے پہلے قبض کرتا ہے اور اس نبی کو اس امت کے لیے فرط اور سلف بناتا ہے۔“

رحمة الامة:

یہ اسم مبارک امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

رحمة للعالمين:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وما رسلنا الا رحمة للعالمين . یعنی آپ جمیع مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ مومنوں کے لیے آپ ہدایت سے رحمت ہیں۔ منافقوں کے لیے یوں رحمت ہیں کہ ان کو قتل سے امان ملا۔ کافروں کے لیے آپ اس طور پر رحمت ہیں کہ ان پر جو عذاب نازل ہوتا آپ کے سبب اس میں تاخیر ہوئی ہے۔

رحمة مهداة:

حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: انما انا رحمة مهداة۔ طبرانی نے یہ روایت کی ہے: بعث رحمة مهداة۔ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کے لیے رحمت کر کے بھیجا ہے جس کے لیے عوض ارادہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جس وقت ہدیہ بھیجنے والے کا ہدیہ رحمت سے ہو تو اس سے عوض کا ارادہ نہ کیا جائے گا۔

الرؤف الرحيم الرسول:

الرؤف اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔ آپ کا اسم شریف رؤف و رحیم ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه من عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم

☆ لقد جاءكم رسول من انفسكم کے معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نفسوں سے آئے



ہیں۔ ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انا انفسکم نسبا و صحہرا و حسبا۔ آپ نے لفظ انفسکم کو فا کو فتح سے پڑھا ہے۔ فعل انفسیل کا صیغہ ہے۔ یعنی ”زیادہ نفیس“ زیادہ پاکیزہ اور لطیف۔“

☆ عزیز علیہ ماعتنم۔ یعنی تم لوگ جو مشقت اٹھاتے ہو اور مکروہ امور دیکھتے ہو تمہارے یہ امور آپ پر سخت اور دشوار ہیں۔

☆ حریص علیکم۔ تم لوگوں کی ہدایت کے لیے آپ حریص ہیں۔

☆ بالمؤمنین رؤف رحیم۔ مومنوں کے ساتھ آپ شدید الرحمتہ ہیں اور ان کے لیے خیر چاہتے ہیں۔ رؤف بوزن فعول

رافت سے ہے۔ لغت میں اس کا معنی رحمت ہے زیادہ رفیق ہے۔ اس لیے کہ رحمت کا معنی دل کی رقت ہے اور رافت کا معنی شدت رحمت ہے۔ رافت رحمت سے ابلغ ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ رحیم بہ وزن فعیل رحمت سے ہے۔ اس کا معنی عطف اور اشفاق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارحم الخلق اعطف اشفق الخلق اور تمام مخلوق سے قلب میں زیادہ رقیق ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اطاعت کرنے والوں کے ساتھ رؤف ہیں اور گنہگاروں کے ساتھ رحیم ہیں۔

### رسول الراحة:

آپ کی رسالت میں عام لوگوں کے لیے راحت ہے اس لیے آپ رسول راحت ہیں۔ لغت میں راحت کا معنی زوال مشقت اور تعب ہے۔

### رسول الرحمة:

اس اسم مبارک کا معنی واضح ہے اس لیے کہ آپ رحمت کر کے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس حدیث موقوف میں وارد ہوا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ کے نزدیک ہے۔

### رسول الله:

یہ اسم شریف شامی نے ذکر کیا ہے۔ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ارشاد: محمد رسول اللہ سے ماخوذ ہے۔

### رسول الملاحم:

ملاحم ملحمہ کی جمع ہے۔ بہ فتح میم۔ اس کا معنی ہے قتال کی جگہ۔ کہ آپ تلوار کے ساتھ جہاد کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

### الرشید:

رشید سے بہ ضم را سکون شین ہے۔ یا بہ فتحین اس کا معنی امور میں استقامت رشد بمعنی راشد یعنی مستقیم۔ یا بمعنی

مرشد کہ ہادی کو کہتے ہیں — ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وانك لتهدى الى صراط مستقيم**۔ یعنی آپ دینِ قیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں — رشید اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

☆ رشید وہ کہ اپنی تدبیریں ان کی غایات تک سیدھے راستوں سے چلاتا ہے اور کسی سے مشورہ نہیں لیتا ہے اور نہ کسی کے حکم پر وہ تدبیریں کرتا ہے۔ یا

☆ رشید وہ کہ مخلوق کو ان کے مصالح کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

### الرفیع الذکر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ورفعنا لك ذكرك** — ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوع روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا، **اتانی جبریل فقال ان ربك يقول تدری کیف رفعت ذكرك قلت الله اعلم قال اذ ذكرت ذکرت معی** ”میرے پاس جبریل آئے اور کہا آپ کا رب کہتا ہے آپ جانتے ہیں ہم نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے۔“ — آپ نے فرمایا ”اللہ بہتر جانتا ہے۔“ اللہ نے فرمایا ”میرے ذکر کے ساتھ ساتھ آپ کا ذکر ہوگا۔“

وفا میں کہا ہے اس کا معنی عالی — یا

☆ اپنے غیر سے رفیع الدرجات — یا

☆ ذکر سے رفعت دیا گیا — یا

☆ یہ امت کفر اور گناہوں کی ذلت کے سبب پست تھی آپ نے انہیں ایمان کے سبب رفعت دی یعنی آپ ان کے رافع ہوئے۔ بمعنی رفیع ہے — اور یہ اسم مبارک اسمائے الہی سے ہے

### رفیع الدرجات:

علامہ سیوطی نے یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے: **ورفع بعضهم درجات** — اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے — زبیری نے کہا ہے کہ اس ابہام میں آپ کی بزرگی فحیم اور آپ کی قدر کا وہ اعلام ہے جو مخفی نہیں ہے — اس وجہ سے کہ اس میں اس امر کی شہادت ہے کہ آپ وہ علم ہیں کہ آپ میں شبہ نہیں کیا جاسکتا — اور آپ ایسے متمیز ہیں کہ آپ ملتبس نہیں ہو سکتے۔

کہنے والے نے اس مقام پر بہت اچھا کہا ہے:

واقول بعض الناس عنك كناية خوف الوشاة وانت كل الناس

”میں غمازوں کے خوف سے کنایہ“ کہتا ہوں کہ بعض آدمی تجھ سے ہیں اور تو کل لوگوں کا ہے — خلاصہ یہ ہے کہ تیری ذات انسانی کمال کی جامع ہے — اگر کسی میں کچھ صفت کمال ہے تو وہ تیرے ہی کمال سے ہے — لہذا تو فرد جامع انسانی ہے اور دوسرے لوگ تیرے بعض ہیں اور تیرے ہی وصف کمال سے انہیں لوگ کہتے ہیں — اور جو انبیاء آپ سے پہلے تھے

ان بدائع فضل سے کسی کو وہ بزرگی نہیں دی گئی اور آپ کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفعت دی ہے۔  
**الرقیب:**

مراقبہ سے ہے۔ اس کا معنی ہے حفظ — رقیب وہ جو اشیاء کی حفاظت کرتا ہے۔ بعض سادات کرام نے کہا ہے کہ مراقبہ ”رب کی اطلاع کے ساتھ بندے کا علم“ — رقیب اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے — اس کا معنی یہ ہے کہ ضمائر پر مطلع اور جو چیزیں سرائر میں ہیں ان کا علم۔

### روح الحق، روح القدس:

ابن وحید نے کہا ہے کہ یہ دونوں اسمائے مبارک انجیل میں وارد ہوئے ہیں — قدس کا معنی مقدس یعنی پلیدیوں سے ظاہر۔ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اور حق یہ ہے — یا اللہ تعالیٰ سے ارادہ کیا جائے اور روح کی اضافت اس کی طرف بزرگی دینے کی وجہ سے ہو۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام روح اللہ رکھا گیا ہے — یا حق سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارادہ کیا جائے اور اضافت بیان کے لیے ہو — یعنی روح ہی حق ہے۔

### رکن المتواضعین:

یہ اسم شریف حضرت شعبا علیہ السلام کی کتاب میں واقع ہے۔ اس مقام میں ستائیس (۲۷) اسمائے شریف شمار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چھ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہیں۔

آپ کا اسم شریف رکن المتواضعین اس لیے ہے کہ آپ اہل تواضع کے ستون ہیں اور محل اعتماد ہیں — محل اعتماد وہ شخص کہ امر کار جوع اس کی طرف ہو۔ لوگ اپنے امور میں اس کا روز قیامت میں بھروسہ کریں — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو تواضع ظاہر ہوئی آپ کے غیر سے نہیں ظاہر ہوئی جیسا کہ صحیح میں یہ حدیث تعلیقاً وارد ہوئی ہے — ابن ماجہ کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوسعید خدری وغیرہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل کے کام کی درستی فرماتے تھے۔ اور اپنے کپڑوں میں جوئیں خود دیکھتے تھے اور اپنی بکری خود دوہتے تھے۔ اپنی نمیض میں خود پیوند لگاتے تھے اور اپنے جوتے خود سیٹے تھے۔ مکان میں خود جھاڑو دیتے تھے — باوجود اس کے آپ کی ازواج مطہرات تھیں اور کثرت سے خادم تھے۔ آپ تواضعاً جھاڑو دیتے تھے نہ کہ حاجت کے سبب۔

عبرانی زبان میں جس شے میں نعت عربیہ میں علماء نے کتاب سعبا بہ فتح سین ان نبی کا نام جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے اس قسم سے واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت میں صریحاً ہے وہ یہ ہے: ولا یمل الی الہوی۔ یعنی آپ ہوائے نفسانی کی طرف نہیں میل کریں گے بلکہ آپ اس شے کا اتباع کریں گے جو آپ کی طرف وحی کی جائے۔ ولا یذل الصالحین اور ”صالح بندوں کو آپ ذلیل نہ کریں گے“ — ان لوگوں سے مراد مسلمان اور

اولیاء ہیں۔ بل یقوی الصالحین جو لوگ صدق میں مبالغہ کریں گے ان کو آپ قوت دیں گے وہ لوگ ایسے ہوں گے جیسے کمزور بالنس ہوتا ہے۔ الذین ہم کانتقصیتہ وهو رکن المتواضعین — آپ کے ذکر سے یہی مقصود ہے کہ آپ رکن المتواضعین ہیں۔

لہذا یہ معلوم ہو گیا کہ یہ نام شریف کتب قدیمہ سے ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں کہ نہیں بجھے گا بلکہ غالب ہوگا اور دنیا میں پھیلے گا۔ یہ اس کا معنی ہے: وهو نور اللہ لا یطفایہ — آپ کا وصف اس شخص کے قول کی تائید کرتا ہے جس نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں کہا ہے: یریدون ان یطفؤا نور اللہ — ”اللہ تعالیٰ کا وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جسے کفار بجھانا چاہتے ہیں وہ نور جہان پر غالب آئے گا اور ہرگز نہ بجھے گا۔

الراجی:

یہ رجا سے ہے جو خوف کی ضد ہے۔

الرجل:

یہ فتح و کسر جیم اور بہ فتح جیم — وہ جس کے بال لٹکے ہوئے وں یا گھونگر والے ہوں۔

الرجیح:

بزرگی میں اپنے غیر پر زیادتی رکھنے والا۔

الرحب الکف:

فراخ ہتھیلیوں والا یا کثیر العطا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں صفوں کے ساتھ موصوف تھے۔

الرضی:

یعنی صاحب رضا — یا یہ معنی کہ آپ بندگان خدا پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہیں۔

رضوان اللہ:

اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے بندوں پر — اس ارشاد باری: یرہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اتباع رسولہ ہے — ”اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی خوشنودی یا رسول کا پیروکار ہو۔“

الرفیق:

رفق سے ہے اس کا معنی لطف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رفق سے بڑے درجہ میں تھے۔

الرهاب:

یہ اسم مبارک رعب سے ہے اس کا معنی ہے خوف — یہ مبالغہ کے لیے کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ ترہیب سے نہیں — اس



لیے کہ مبالغہ کے صیغے اکثر بنا نہیں کئے جاتے مگر ثلاثی مجرد سے — اور وجہ سے ترہیب سے نہیں ہے کہ آپ نے رہبانیت سے نہیں کی ہے لہذا رہبانیت کے ساتھ آپ کے نفس شریف کا وصف نہیں کیا جائے گا — حدیث شریف میں ہے: وجعلنی لك شكارا بابا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

### الروح:

وہ شے ہے جس سے جسم قائم رہتا ہے۔ آپ کا نام ”روح“ اس لیے رکھا گیا ہے کہ مخلوق کے ضلالت سے مرنے کے بعد آپ ہدایت سے مخلوق کی حیات ہیں۔

یوم يقوم الروح:

اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ روح سے مراد: ☆ روح سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ جبریل علیہ السلام ہیں۔

☆ اس کے سوا اور مراد ہے۔

### حرف الزا

(حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف زاء سے شروع ہوتے ہیں)

### الزاهد:

کتب قدیمہ میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی گئی ہے — دنیا میں زہادت حلال کو حرام کرنے سے نہیں ہے اور نہ مال ضائع کرنے سے ہے لیکن دنیا میں زہادت یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ میں جو شے ہے اس پر اتنا زیادہ بھروسہ نہ ہو۔ جتنا بھروسہ اس شے پر ہو جو اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے اور یہ حالت ہو کہ اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے اور تمہارے ساتھ باقی رہ جائے تو تم اس کی مصیبت میں زیادہ رغبت کرو اور اس کے ثواب میں رہو۔

### زعیم الانبیاء:

آپ امور کے متکفل اور متحمل ہیں — یا یوم نشور میں اپنی امت کے فائز المرام ہونے کے ضامن ہیں — آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ انبیاء کرام کے لئے شفاعت عظمیٰ کے کفیل ہیں۔ اس اسم شریف کا معنی ہے ”ظاہر اور مبارک ذات“ اور اس کا معنی نموا اور طہارت ہے — اس اسم مبارک کو ابن وحید نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک سے لیا ہے:

یتلوا علیکم آیاتہ ویزکیکم

”وہ تم پر اس کی آیتیں تلاوت کریں گے اور وہ تمہیں پاک فرمائیں گے۔“

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ لفظ ازکی سے وصف مزک ہے بمعنی فاعل نہ زکی — زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بے شک یہ اسم شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں صحیح ہے — اور سیطیح کی حدیث میں ہے یعنی زکی۔

### الزمزمی:

ابن وحیہ نے کہا ہے کہ زمزم کی طرف نسبت ہے — زمزم وہ سیرابی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دی تھی۔ چنانچہ زمزم کی طرف آپ کی نسبت اولیٰ ہے۔

### زین من دافی القيامة:

اس اسم مبارک کو قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے — حدیث ضب میں ضب کا قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تھا:

السلام عليك يا زين من دان في القيامة

اس مقام میں آپ کے پانچ اسماء مبارک ذکر کئے ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

### الزاجر:

زجر سے ہے بمعنی منع یعنی باز رکھنا — آپ گناہوں سے باز کرتے ہیں۔

### الزاهر:

چمک دار رنگ روشن چہرہ۔

### الزاهی:

خوبصورت حسین چمک دار روشن — یا آپ کا امر ظاہر اور آپ کے واضح برہان — اور رفیع المنزلۃ ہدایت کی علامتوں سے — اور فتوت سے — اور جو امور منصب نبوت کے لائق نہیں ہیں ان سے آپ منزہ ہیں۔

### زلف:

یہ فتح زا بمعنی زلیف — زلف سے اس کا معنی ہے قرب اور تقدم۔

### الزین:

حسن خلقت اور خلق میں کامل — یہ لفظ اروئے لغت شین کی ضد ہے جو عیب کو کہتے ہیں۔

## حرف السین

(رحمۃ للعالمین کے وہ مقدس نام جو حرف سین سے شروع ہوتے ہیں)

### السابق:

سبق سے ہے۔ اس کا معنی ہے تقدم — اور کبھی سبق اتر از فضیلت کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے — اور اس سے والسابقون السابقون مراد ہے — اس کا معنی وہ مخلص جس نے اپنے مولیٰ کی طاعت کی طرف سبقت کی ہے اور اس کی طلب رضا میں میدانوں کو شوق کیا ہے — یا سابق کا یہ معنی ہے کہ مخلوق سے پہلے جنت کا دروازہ آپ کھولیں گے۔

### السابق بالخیرات:

وہ خیرات جو دینیہ اور دنیاویہ دنیا اور آخرت میں ہیں۔

### سابق العرب:

جیسا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوعہ میں ہے:

السباق اربعة انا سابق العرب وصہیب سابق الروم و سلمان سابق الفرس و بلال سابق الحبش  
”سبقت والے چار ہیں: میں عرب سے، صہیب روم سے، سلمان فارس اور بلال حبشہ سے“

### الساجد:

اس اسم شریف کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے: ومن اللیل فاسجدلہ — اور اس آیت سے لیا ہے: وکن من السجدين یعنی ”سجدہ کرنے والوں میں ہو جا“۔ یعنی مومنوں کے ساتھ اپنی عبادت اور اپنے خضوع میں ہمیشہ رہو۔

### سبیل اللہ:

یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ ہیں جو اس کی طرف پہنچانے والا ہے — اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف پہنچانے والے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا — یعنی رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفت سابقہ کتب میں تھی انہوں نے اسے چھپایا — ابن وجیہ نے اس اسم شریف کو اس فرمان الہی سے لیا ہے:

ویصدون عن سبیل اللہ ”وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔“ — قول یہ ہے کہ سبیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

السراج المنیر:

آپ کا اسم شریف سراج منیر اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد وسراجا منیرا میں سراج اس لیے فرمایا کہ آپ کا امر واضح ہے۔ اس روشن چراغ کی مثل کہ مخفی نہیں ہے اور آپ کی نبوت کے بیان کے لیے سراج نام رکھا کہ آپ کی نبوت ظاہر ہے کہ اندھیری رات میں چراغ کی روشنی کی طرح اس کی روشنی ہے — آپ کا نام سراج اس لیے رکھا ہے کہ:

☆ آپ کے سبب مومنوں اور عارفوں کے قلوب منور ہیں۔

☆ جو شے آپ لائے ہیں اس سے جہالت کے اندھیرے منور ہو گئے ہیں —

☆ مومنوں نے آپ کے نور سے بصائر کے نور اقتباس کئے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوت سے بصائر کو مدد دی ہے۔ جیسے کہ چراغ کے نور سے نگاہوں کے نوروں کو مدد دی ہے —

تاریک رات میں چراغ کے نور سے بینائیاں روشن ہو جاتی ہیں۔

لہذا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات میں نیر ہیں اور غیر کو منور کرنے والے ہیں — آپ روشنی میں کامل سراج ہیں کہ آپ کے نور سے دنیا روشن ہو گئی اور آپ کے ظہور کے سبب کفر کی ظلمت مٹ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سراج منیر آپ کا وصف کیا ہے سراج و ہاج سے وصف نہیں کیا جیسا کہ شمس کو اپنے ارشاد میں سراجا و ہاجا میں شمس کا وصف کیا ہے — یہ وصف اس لیے نہیں کیا کہ منیر وہ ہے جو غیر جلانے کے منور کرے بخلاف و ہاج کے — و ہاج کا معنی وقار ہے کہ چراغ جلانے کے ساتھ منور ہوتا ہے — یا یہ ہے کہ سراج سے مراد شمس ہو — اس لیے کہ آفتاب نیرات میں انتہا کے درجہ میں ہے — یا اس لیے سراج کہا کہ:

☆ آپ ایسے زمانہ میں مبعوث کئے گئے کہ کفر اور جہل کی ظلمتوں سے وہ زمانہ رات سے مشابہ تھا۔ آپ نے ان ظلمات کفر اور جہل کو نور یقین اور ہدایت سے دفع فرما دیا۔

☆ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام سراج اس لیے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے کثیر چراغ روشن کئے جاتے ہیں اور اس چراغ کی روشنی سے کچھ کم نہیں ہوتا — ایسے ہی طاعات کے چراغ آپ کے چراغ سے لیے گئے۔ آپ کے اجر سے کچھ نہ کم ہوا۔

سراج کی تفسیر حجت اور ہادی سے کی گئی ہے — محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حجت ظاہر خلأق پر سراج کی مانند ہیں اور خلأق کے ہادی دین تویم کی طرف ہیں۔

الصراط المستقیم:

وہ واضح اور سیدھا راستہ جس میں کچھ ٹیڑھ یا کجی نہ ہو — آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اس کی طرف یعنی سیدھے راستے کی طرف پہنچانے والے ہیں — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ہی مراد ہیں — اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے۔



السعيد:

اس اسم شریف کا معنی ہے نیک، سعادت مند — فعلیل بمعنی قال۔ آپ کا یہ نام شریف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعادت کو آپ کے لیے قدیم سے واجب کیا ہے۔ آپ کے لیے سیادت تمام مخلوق پر متحقق کی ہے۔

سعد الله سعد الخلائق:

ان تین اسماء کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلائق کو آپ کے اتباع کے سبب سعید کیا ہے۔

السميع:

فعلیل بمعنی فاعل مع سے ہے جو اس ظاہرہ سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَنُرِيهٖ مِنْ اٰيٰتِنَا اَنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ کہا گیا ہے کہ ضمیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ ☆ آپ کا نام سمیع اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ شب معراج میں اپنے مولیٰ کا کلام سماعت فرمانے سے مشرف ہوئے ہیں۔

☆ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

☆ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ سر اور اخفی کو سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سماعت وہ صفت ہے جو مسموعات سے تعلق رکھتی ہے۔

السلام:

عیب سے سالم اور ریب سے منزہ — یہ اصل میں سلامت ہے۔ آپ کا اسم مبارک السلام اس لیے رکھا گیا ہے کہ:

☆ آپ سے اس امت کو سلامت ہے۔

☆ آپ کی امت کے سوا جو لوگ ہیں وہ آپ کے وجود کے سبب عذاب سے سلامت ہیں۔ آپ کے سبب انہیں عذاب

سے امن ہے۔

سالم:

آپ کا نام سالم اس لیے ہے کہ آپ کو نقص اور عیب سے سلامت ہے — اور اس کی صفات نقص سے مبرا ہیں — یا یہ

معنی کہ:

☆ بندوں کو مہالک سے سلامت رکھنے کا مالک ہے — یا یہ معنی کہ

☆ مومنوں پر جنت میں سلام بھیجے گا — یا یہ معنی کہ

☆ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرتا اس نے ان کو سلامتی دی ہے — یا یہ معنی کہ

☆ مومنوں کو عذاب سے سلامتی دی ہے — یا یہ معنی کہ

☆ برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ یعنی ان بندوں پر سلام جو برگزیدہ ہیں۔“

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نام اول چوتھے اور پانچویں معنی میں صحیح اور واضح ہے — اور تیسرا اور چھٹا معنی بھی آ نحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بعید نہیں ہے۔

### السید:

یہ اسم شریف اسمائے الہیہ سے ہے — نحاس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو نہ کہا جائے گا مگر الف لام کے ساتھ — امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ لام کے ساتھ اور لام کے بغیر اس کا جواز اس شخص کے لیے اظہر ہے جو علم اور صلاح سے مشہور ہو — اور جو شخص علم اور صلاح سے مشہور نہ ہو اس کے لیے اس کا استعمال مکروہ ہے — حاکم کے نزدیک مرفوع روایت ہے:

اذا قال الرجل للفاسق سید غضب ربہ عزوجل

یعنی ”جس وقت کوئی مرد فاسق شخص کو سید کہے تو اس کا رب عزوجل غضب کرتا ہے“

السید کے مختلف معنی بیان ہوئے ہیں:

☆ وہ رئیس جس کا اتباع کیا جائے او اس کے قول تک انتہا کی جائے — یا

☆ وہ شخص کہ حوائج میں اس کی طرف مضطر ہوں یا مطیع — یا

☆ عالم فقیہ۔

☆ وہ شخص کہ علم اور عبادت اور ورع میں سردار ہو — یا

☆ اپنے اقربان سے ہر ایک شے میں خالق ہو۔

آ نحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفات مذکورہ سے سعید ہیں۔

### سید ولد آدم:

آ نحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا سید ولد آدم یوم القیمة — اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

### سید المرسلین:

نص جلی سے ہے۔

### سید الناس:

آ نحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شفاعت میں فرمایا ہے: انا سید الناس یوم القیمة — ”میں قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں — آپ نے قیامت کے دن کی پابندی اس لیے فرمائی ہے کہ بلا تازع (بغیر کسی)

تھکڑے کے ) اور معاہدہ کے آپ کی سیادت کا ظہور قیامت کے دن ہر ایک کے لیے ہوگا۔ بخلاف دنیا کے کہ کفار نے آپ سے منازعت کی۔

امام لووی نے کہا ہے کہ آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا امثال کیا ہے: واما بنعمة ربك فحدث "اور اپنے رب کی نعمتیں بیان کرو" — یہ اس سے ہے جس کی تبلیغ آپ کی امت کے لیے واجب ہے تاکہ آپ کو پہچانیں اور آپ سے اعتقاد رکھیں۔

### سید الکونین:

دنیا اور آخرت کے سردار۔

### سید الثقلین:

انسانوں اور جنوں کے سردار۔۔۔ جن اور انس زمین کے لیے ثقل یعنی بوجھ کی مثل ہیں اور زمین پر ہیں — یا جن و انس کو اس لئے ثقلین کہتے ہیں کہ ان دونوں کو تمام مخلوقات پر اس بزرگی کی وجہ سے فضیلت ہے جو ان دونوں میں ہے — ہر ایک شے کی یہ شان ہوتی ہے کہ اس میں وزن اور قدر ہو تو اس میں رغبت کی جاتی ہے یعنی لوگ اس شے کو چاہتے ہیں۔

### سیف اللہ المسلول:

اس اسم شریف کو شامی نے بھی ذکر کیا ہے — اس کی غایت یہ ہے کہ شامی نے لفظ مسلول کو حذف کر دیا ہے اور لفظ سیف کو بلا اضافت زیادہ کیا ہے۔ یعنی لفظ اللہ کی طرف اس کی اضافت نہیں کی ہے — حاکم نے یہ روایت کی ہے کہ کعب بن زہیر نے آپ کی شان میں قصیدہ بانٹ سعاد پڑھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس شعر تک پہنچے:

ان الرسول سیف يستضاء به مهندس سیوف الہند مسلول

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ فرمایا۔ مصنف نے انیس (۱۹) اسمائے شریفہ ذکر کئے جن میں سے اللہ تعالیٰ کے تین اسمائے مبارک ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

### السابط:

وہ جس کے بال لٹکے ہوئے ہوں۔

### السنخی:

یعنی کریم

### السدید:

اس کا معنی صاحب استقامت یا بمعنی مسدود بہ وزن مفعول یعنی "امت میں جو رخ نہ پڑے آپ اس کی اصلاح فرمانے والے

ہیں۔ دنیا میں ان کے امور کی اصلاح اور آخرت میں جو خلل واقع ہوگا آپ شفاعت سے اسے دفع فرمائیں گے۔  
**سرخلیطیس:**

غریٰ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم شریف سریانی زبان میں ہے اس کا معنی برقیطس کا معنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف سرعت اور مبادرت کرنے والا۔ یا اس کا معنی شدید سلطان یعنی شدید حجت اور برہان۔ آپ دنیا اور آخرت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی برہان ہیں۔

**السمی:**

یعنی سامی اور عالی۔ سمو سے مشق ہے اس کا معنی علو بلندی ہے۔

**السنا:**

بلند ضو (روشنی) اور نور لامع کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ سنا کا معنی بالتحفیف ہے اور مد کے ساتھ سنا کا معنی شرف اور علو ہے۔  
 آپ اس امت کا شرف اور فخر ہیں۔ یا اس کا معنی ہے صاحب الشرف۔

**السند:**

سند کا معنی وہ کبیر جلیل ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور اس کا ارادہ کیا جائے اور لوگ اس کی طرف مضطر ہوں۔

**السيف المنحزم:**

بہ وزن معظم بمعنی سيف القاطع الماضي۔

**سيف الاسلام:**

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انا سيف الاسلام و ابوبکر سيف المروة یعنی ”میں اسلام کی تلوار ہوں اور ابوبکر مروء کی تلوار ہیں“۔ اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

## حرف الشین

(شارع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ پاکیزہ نام جو حرف شین سے شروع ہوتے ہیں۔)

**الشارع:**

اس کا معنی عالم ربانی عالم معلم ہے۔ یا اس کا معنی دین قیم کا مظہر اور مبین ہے۔ یہ شرع سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ظاہر اور بیان کرنا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو کیا جاتا ہے وہ مشہور ہے۔ اس لیے کہ آپ نے دین اور احکام کا اظہار اور بیان فرمایا ہے۔ شرع دین ہے جیسے کہ شریعت دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ کا وصف اپنے اس ارشاد سے فرمایا ہے: شروع لکم من الدین۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اسم اسمائے مبارک سے ہے جس کے



ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔

الشافع:

اس کا منی طالب شفاعت۔

الشاکر:

یہ اسم شکر سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ محسن اپنے احسان سے کسی کو عطا کرے۔ وہ شخص اس معروف کے سبب محسن کی شاکر ہے۔ یا نعمت کا تصور اور اس کا اظہار۔ یا اس کا معنی ذکر منعم سے امتلا۔ شاکر اسمائے الہیہ سے ہے۔

الشاہد:

اس کا معنی عالم سے۔۔۔ یا یہ معنی ہے مطلع اور حاضر۔ شہود سے مشتق ہے کہ بمعنی حضور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا ارسلناک شاہداً و مبشراً ”ہم نے آپ کو شاہد گواہ اور مبشر بنا کر بھیجا۔“ یعنی آپ کو جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے ان پر آپ کی شہادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے جیسا کہ شاہد عادل قبول کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اپنے اس ارشاد: انا ارسلناک شاہداً میں رکھا ہے۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ اس کا معنی مقبول الشہادہ ہے۔ یعنی جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں ان پر آپ کی شہادت مقبول ہے اور جو لوگ آپ کی تصدیق کریں گے اور تکذیب کریں گے (جھٹلائیں گے)۔ ان کی نجات اور ان کی گمراہی کے آپ شاہد ہوں گے۔

شیخین نے ابوالسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام بلا جائیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا:

”کیا تم نے تبلیغ رسالت کی ہے؟“

حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے:

”بے شک میں نے تبلیغ رسالت کی ہے۔“

حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے پوچھا جائے گا:

”کیا تم کو انہوں نے تبلیغ رسالت کی ہے؟“

ان کی امت کے لوگ کہیں گے:

”ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔“

”تبلیغ رسالت پر تمہارا کون شاہد ہے۔“

حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے کہ:

”حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت میری رسالت کی تبلیغ پر شاہد ہے۔“

آپ کی امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کی ہے۔  
 امام احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا جس کے ساتھ ایک مرد ہوگا — اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور دو سے اکثر ہوں گے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے پوچھا جائے گا:  
 ”کیا تم نے تبلیغ رسالت کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر گواہی طلب کرے گا — جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تبلیغ کا علم ہے اور اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ گواہ منکرین پر اقامت حجت کے لیے طلب کئے جائیں گے۔  
 چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت لائی جائے گی۔ آپ کی امت کے لوگ انبیاء کی یہ شہادت دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ رسالت کر دی ہے۔ اس وقت اور امتیں امت محمدیہ سے پوچھیں گی کہ:

”تم نے جو یہ شہادت دی ہے تم نے کسی شے سے پہچانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغ رسالت کر دی ہے۔ اس لیے کہ تم لوگوں نے تو ہمارا زمانہ نہیں پایا۔“  
 امت محمدیہ کے لوگ یہ جواب دیں گے کہ:

”ہمیں اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ان اخبار سے دیا ہے جو اس کی کتاب ناطق یعنی قرآن مجید میں اس کے نبی صادق کی زبان سے ہے۔“

پھر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے۔ آپ سے آپ کی امت کا احوال پوچھا جائے گا:  
 ”کیا یہ لوگ عدول ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے۔“

آپ اپنی امت کی عدالت پر شہادت دیں گے — اس میں آپ کی فضیلت اس لیے ہے کہ تمام انبیاء کرام سے سوال کیا جائے گا اور آپ سے سوال نہ کیا جائے گا اور نہ آپ کی امت سے سوال کیا جائے گا۔ اس لیے کہ آپ کی امت نے آپ کی تبلیغ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی شہادت دی ہے۔

### الشہید:

- ☆ آپ کا اسم شریف کا معنی ہے علیم عادل مزیٰ — یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔
- ☆ وہ ذات کہ کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے — یا یہ معنی ہے کہ
- ☆ قیامت کے دن ان چیزوں پر شہید ہے جن کو اس نے جانا ہے۔
- ☆ ابن اثیر علیہ الرحمہ نے کہا کہ صیغہ فعل مبالغہ کی بناؤں سے فاعل کے معنی میں ہے۔
- ☆ جس وقت مطلق علم اعتبار کیا جائے تو وہ علیم ہے۔
- ☆ جس وقت امور باطنیہ کی طرف اضافت کیا جائے تو بمعنی خبیر ہے۔
- ☆ جب ظاہر کی طرف اضافت کیا جائے تو شہید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شہید اپنے اس ارشاد ویکون الرسول علیم شہیدا میں رکھا ہے — یہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے۔ اس کے معنی میں مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ اکثر امتین انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ رسالت کا انکار کریں گی۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت کی عدالت کے لیے شہادت اگرچہ آپ کی امت ہی کے لیے ہوگی لیکن جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رقیب یعنی حافظ اور مہمین یعنی مراقب ہیں — یا بیضاوی کے قول سے امت پر مومن ہیں تو تعدیہ علی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آیت شریف میں صلہ جو علیکم ہے اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ آپ کی امت کے اختصاص پر دلالت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر شہید ہیں — بیضاوی نے یہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں کہا ہے۔

### الشکور الشاکر:

شاکر اسم فاعل ہے اور شکور کا معنی ہے کثیر شکر — یہ اسم اسمائے الہی سے ہے۔ ان ربنا لغفور شکور فرمایا ہے۔ اس کا معنی ہے:

☆ تھوڑے عمل پر ثواب جزیل عطا کرنے والا۔

☆ اطاعت کرنے والوں کی شاکر کرنے والا۔

☆ شکر پر بدلہ دینے والا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس مبارک کو اس کے ساتھ وصف فرمایا ہے — جبکہ آپ نے نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدموں میں ورم آگیا۔ آپ سے اصحابہ کرام نے کہا: ”آپ یہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کی گئی ہے۔“ آپ نے جواب دیا:

”کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ (شکور) نہ بنوں کہ تہجد کے شکر کے لیے مغفرت سبب ہے میں تہجد کو کیوں ترک کروں۔“

اس معنی پر آپ کے ارشاد افلا اکون عبد الشکور افسوسیت کے لئے ہے — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفاء شریف میں آپ کے ارشاد الشکور کی یہ تفسیر کی ہے کہ:

”میں اعتراف اور اقرار کرنے والا ہوں ان نعمتوں کا جو میرے رب نے مجھے عطا کی ہیں۔ اور ان نعمتوں کی عظمت کا عام ہوں۔“

اس سے نعمتوں کی تعداد مراد نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوها ”جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہیں میں ان پر اللہ تعالیٰ کی شاکر کرنے والا ہوں — اپنی زبان اور اپنے ارکان یعنی جوارح سے اور

اپنے نفس سے جہد کرنے والا اور اپنی طاقت کا بذل کرنے والا اور تعب اٹھانے والا ہوں۔“  
شکر کی زیادتی میں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لئن شکرتکم لازیدنکم۔ یعنی ”ان نعمتوں سے زیادہ کرنے والا ہوں جن نعمتوں کا تم نے شکر ادا کیا ہے۔“ یہ وعدہ اس کریم کی جانب سے ہے جس کے وعدہ میں کوئی خلاف نہیں ہے۔  
شکور کثیر الشکر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ فعول بمعنی فاعل۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مخلوق سے حق کا شکر اس کے احسان کی معرفت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر مخلوق کے لیے ان کے افعال پر بدلہ دینا۔ لہذا اجزائے شکر کا نام مجازاً شکر رکھا گیا ہے۔ اس میں علاقہ مشاکلتہ ہے جیسے کہ سیّد کی جزا کام سببیہ ہے۔

### لشکار:

آپ کا اسم شریف لشکار معنی میں شاکر سے زیادہ بلیغ ہے بلکہ مشکور سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ مشکور وجود شکر اور کمال شکر سے خبر دیتا ہے۔ اور لشکار شکر کی تکرار اور کثرت سے خبر دیتا ہے۔ لشکار میں شکر شاکر کی طبیعت سے ہو جاتا ہے۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے یہ تھا: رب اجعلنی لك شکاراً۔ شاکر وہ شخص ہے کہ عطا پر شکر کرے یا موجود شے پر شکر کرے اور مشکور وہ شخص جو بالا پر یا شے کے کھوج جانے پر شکر کرے۔

### الشمس:

شمس دن کا ایک ستارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام شمس اس لیے رکھا گیا ہے کہ:

- ☆ آپ کی ذات مبارک سے نفع کی کثرت ہے۔
- ☆ آپ کو علوی رفعت ہے۔
- ☆ آپ کی شریعت کا ظہور ہوا ہے۔
- ☆ آپ کا مرتبہ جلیل ہے۔
- ☆ آپ کی منزلت عظیم ہے۔
- ☆ آپ کے ذاتی کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔
- ☆ آپ کے اجلال (شان و شوکت، عظمت) کے سبب کوئی دیکھنے والا آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جیسا کہ آفتاب ارفع رتبہ میں ستاروں سے بڑھ کر ہے۔ ستاروں میں بڑھ کر زحل ہے کہ آفتاب سے زیادہ بلند ہے کہ زحل ساتویں آسمان میں ہے۔ کسی شاعر ظفرائی نے کہا ہے:

فان علانی من دونی فلا اسف لی اسوة بانحطاط الشمس عن زحل

”جو شخص مجھ سے رتبہ میں کم ہے اگر اس نے رتبہ میں مجھ سے علو کیا ہے تو مجھے اس کا افسوس اس لیے نہیں ہے کہ میری تسلی



کے لیے یہ ہے کہ آفتاب زحل سے فرد درجہ میں ہے۔“

گویا اپنے آپ کو باعتبار فضائل و کمالات آفتاب قرار دیا ہے۔ کہ آفتاب کے انوار اور اس کے منافع بے شمار ہیں۔ جبکہ زحل ساتویں آسمان پر ہے۔ اس کا جرم ظلمانی ہے۔ اس سے آفتاب کی مثل انوار کا ظہور نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ظاہری بلندی رکھتا ہے۔ متاخرین محققین علم ہیئت کے نزدیک آفتاب چھٹے آسمان میں ہے۔ قرطبی اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ آفتاب چوتھے آسمان میں ہے۔ جبکہ ابن العماد نے آفتاب کو دنیا کے آسمان میں قرار دیا ہے۔ جبکہ غیر آفتاب کی نسبت آفتاب سے زیادہ نفع ہے اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں۔

آفتاب کے جرم کے بڑے ہونے کے سبب بینائی آفتاب کو نہیں پاسکتی۔ یہاں تک کہ اس کا جرم کبیر ہے۔ آفتاب زمین سے:

☆ ایک سو ساٹھ مرتبہ

☆ ایک سو پچاس مرتبہ

☆ ایک سو بیس مرتبہ زیادہ ہے۔

آپ کو شمس اس لیے کہا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کے انوار آپ کے نور سے مدد پاتے ہیں جیسا امام بوصیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے:

وکل آیتی اتی الرسول الکرام بها فانما اتصلت من نورہ بهم

”وہ تمام آیتیں جن کو رسولان کرام لائے ہیں وہ آپ کے نور سے ان رسولوں کے ساتھ متصل ہیں۔ جبکہ امر یہ ہے کہ باقی کواکب آفتاب کے نور سے مدد لیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تسبیہ آفتاب کے ساتھ مناسب ہوا۔

المشفع:

یہ اسم شریف مسلم میں وارد ہے۔ اس کا معنی ہے وہ شخص جو شفاعت کرے اور شفیع اس کی شفاعت کو قبول کر لے۔

الشافی:

یعنی دکھوں، تکلیفوں اور بیماریوں سے آزاد کرنے والا اور ہر دشوار امر کو امت سے کھولنے والا یعنی دور کرنے والا۔

الشتن:

عظیم کف دست اور قدم جس کی ہتھیلیاں اور پیر قوت والے ہوتے ہیں۔ عرب لوگ اس صفت سے مدح کئے جاتے ہیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نحیف (کمزور) ہتھیلی اور قدم۔ یا وہ شخص جس کی انگلیاں موٹی ہوں اور چھوٹی نہ ہوں یہ صفت مردوں میں محمود ہے۔ اس لیے کہ موٹی اور لمبی انگلیوں سے پکڑے اور لینے میں زیادہ قدرت ہوتی ہے۔

الشدید:

اشد کا واحد ہے۔ صفت مشہ ہے۔ اس کا معنی شدت اور ظاہری طور پر قوت رکھنے والا۔

### الشدقم:

بہ فتح شین و فتح قاف اس کا معنی بلغ اور گویا ہے۔ اس کی اصل کبیر الشدق ہے جو قم کی جانب ہے۔ اس میں میم زائد ہے۔ مسلم نے سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ: کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صلیع الفم۔  
”آپ فراخ دہان تھے۔“

### الشریف:

شرف سے ہے اس کا معنی بے علو بلندی، عالی۔ یا اپنے غیر پر مشرف یعنی تفضیل دیا گیا۔

### الشفاء:

بیماریوں سے صحت اور سلامتی۔ آپ کا نام شفا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے بیماری کی سختی کو دفع کیا، اور آپ کی ملت کی ماحت سے سختی اور بلا کو زائل کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وشفاء لِمافی الصدور۔ کہا گیا ہے کہ شفا سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

### الشہاب:

سردار امر میں گزر جانے والا۔ یا روشن ستارہ۔ آپ کا نام مبارک شہاب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات سے ہر ایک معاند سے دین کی حفاظت کی ہے۔ جیسے کہ دنیا کے آسمان کی حفاظت شہب سے ہر ایک شیطان سرکش سے کی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ

ان الرسول شہاب ثم یتبعہ

نور مضنی له فضل علی الشہب

”رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا روشن ستارہ ہیں۔ یا پھر ایک ایسا نور روشن اس ستارہ کے پیچھے چلتا ہے جسے روشن ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ یا آپ وہ شہاب ہیں کہ نور کے سبب آپ کو سب ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ ذات مبارک کا وصف ہے۔“

## حرف الصاد

(صابر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف صاد سے شروع ہوتے ہیں)

### الصابر:

صبر سے اسم فاعل ہے۔ صبر کا معنی نفس کو جزع (بے صبری) سے روکنا اور ضیق (تنگی، دشواری) اور فزع (دہشت، خوف و ہراس) سے اس کا امساک (روکنا) صبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ واصبر لحکم ربك

☆ واصبر وما صبرك الا بالله

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصبر الناس تھے۔ ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو پلیدیوں پر اصبر الناس تھے۔

### الصاحب:

صحبت سے اسم فاعل ہے۔ صحبت کا معنی ہے معاشرت اور ملازمت — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی و ما صاحبکم بمجنون یعنی

”تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور تمہارے صاحب پاگل نہیں ہیں۔“

ابن دجیہ نے کہا ہے کہ صاحب بمعنی عالم حافظ اور لطیف ہے۔ غرانی نے کہا ہے کہ آپ کا نام صاحب اس لیے رکھا گیا ہے کہ جس شخص نے آپ کا اتباع کیا آپ پر اس کے ساتھ حسن صحبت اور جمیل المعاملۃ اور عظیم مبررات وقار اور نیکوئی اور کرامت واجب تھی۔ صاحب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر وارد ہوا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

اللهم انت الصاحب فی السفر

### صاحب الايات:

یعنی المعجزات۔

### صاحب المعجزات:

یعنی آپ سے کثیر معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

### صاحب البرهان:

وہ روشن اور واضح حجت جو یقین دیتی ہے۔

**صاحب البیان:**

بیان کا معنی کشف اور اظہار ہے۔ بیان اور تبیان کے درمیان فرق یہ ہے کہ تبیان کا معنی حجت کے ساتھ اظہار اور بیان کا معنی بلا حجت اظہار۔

**صاحب التاج:**

آپ کا یہ اسم مبارک انجیل میں ہے۔ اس کا معنی ہے صاحب عمامہ۔ بطریق استعارہ عمامہ کو اس تاج سے تشبیہ دی گئی ہے جو اکلیل ہے۔ عرب لوگ عمامہ سے زینت کرتے تھے۔ جیسے عجم کے لوگ تاج سے زینت کرتے تھے۔ اس وقت عمامہ نہ تھا مگر عرب کے لیے عمامہ عرب کا تاج ہے۔ اس سے عرب زینت کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

العمائم بتجان العرب والاحتباء حیطانها وجلوس المؤمن فی المسجد رباط  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے:

العمائم يتجان العرب فاذا وضعوا وصغروا غرهم  
اور دیلمی کے نزدیک یہ حدیث پاک ہے:

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها فقد قلعت عزها لی

**صاحب الجہاد:**

جہاد کا معنی ہے قتال راہ خدا میں لڑنا۔

**صاحب الحجۃ:**

حجت کا معنی ہے برہان دلیل۔ آپ جو معجزے لائے ہیں ان سے مراد ہے۔ آپ کے ان اوصاف سے ہے جو کتب قدیمہ میں ہیں۔

**صاحب الحطیم:**

بیت اللہ شریف کے پتھر کا نام حطیم ہے۔ جیسا کہ برمادی نے کہا ہے۔

**صاحب الحوض المورود:**

قیامت کے دن آپ حوض پر رونق افروز ہوں گے۔

**صاحب الخاتم:**

خاتم سے مراد خاتم النبوة ہے۔ اور وہ انگوٹھی جسے آپ پہنتے تھے۔



### صاحب الخیر:

شرکی ضد — اس لیے کہ آپ سے شر صادر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا کفار کے ساتھ غزوہ اور کفار کو قتل کرنا اظہار دین کے لیے خیر محض تھا۔

### صاحب الدرجة العاليه الزفیعة:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ جو کہ ”مقاصد حسنہ“ میں ہے۔ امام نے اسے کسی روایت میں نہیں دیکھا۔ اس کا منافی نہیں ہے — امام سخاوی کی مراد یہ ہے کہ اذان کے عقب میں جو پڑھتے ہیں وہ کسی روایت میں نہیں آیا ہے۔ چنانچہ آپ کا اسم شریف ہونا اس کا منافی نہ ہوگا۔

### صاحب الرداء:

آپ کی چادر مبارک کا طول چار ہاتھ تھا اور عرض اڑھائی ہاتھ — اس حدیث کو ابوالشیخ نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل احادیث سے روایت کیا ہے۔

### صاحب الازوج الطاهرات:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

### صاحب السجود للرب المحمود:

ایک نسخہ میں محمود کی جگہ معبود آیا ہے — دوسرے نسخہ میں المعبود المحمود دونوں لفظ آئے ہیں — لیکن امام سخاوی نے پہلا اسم مبارک ذکر کیا ہے۔

### صاحب السرايا:

صاحب لشکر کثیر — سرايا، سریہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے ”لشکر“

### صاحب السلطان:

مراد نبوت سے ہے — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قدیم کتب میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ آپ کی نبوت کا اثر آپ کے شانہ مبارک پر ہے — ابن ظفر نے کہا ہے کہ عبرانیوں کی روایت میں اس کے بدلے یہ ہے کہ آپ کے کف مبارک پر خاتم نبوت ہے۔ سواثر سے وہی مراد ہے۔

### صاحب السیف:

یہ آپ کے ان اوصاف سے ہے جو کتب قدیمہ میں ہیں یعنی صاحب قتال اور جہاد — کتب قدیمہ میں یہ بھی ہے کہ آپ کی تلوار آپ کے دوش مبارک پر رہے گی۔ آپ اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: بعثت بالسيف حتى يعبد الله لا شريك له — علامہ جمال ابن نباتہ نے سيف و قلم کی مفاخرت میں سيف کی خوبیوں میں ذکر کیا ہے کہ: ”دست نبوی نے تلوار اٹھائی ہے نہ قلم“۔

### صاحب الشرع :

وہ شرع جو باقی ہے اور باقی رہے گی۔ جو منسوخ نہیں کی گئی اور نہ ہی قیامت تک منسوخ کی جائے گی — آپ اس کے ظاہر کرنے والے اور بیان کرنے والے ہیں — آپ کی طرف شرع کی اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ سے پہلے اس شریعت کا ظہور نہیں ہوا۔

### صاحب الشفاعة الكبرى :

فصل قضا میں آپ کی یہ اعلیٰ صفت ہے۔

### صاحب العطایا :

آپ کی وہ عطائیں ہیں جو حصر نہیں کی جاتی ہیں اور بلا منت، بلا ایذا اور بلا مقابلہ ہیں۔

### صاحب العلامات الباہرات :

وہ علامات جن کا اذعان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ دشمنوں نے بھی ان کا اقرار کیا ہے:

ولكن من يضل الله فماله من هاد

”لیکن جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔“ — وہ گمراہ ہی رہے اور انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

### صاحب العلو والدرجات :

دنیا اور آخرت میں صاحب رفعت اور صاحب مراتب عالیہ آپ ہیں۔

### صاحب الفضیلة :

وہ فضیلت جسے آپ کے غیر نے نہیں پایا۔

### صاحب الفرج :

آپ کو کوئی دشوار امر پیش نہیں آیا مگر آپ نے اپنے رب کا توسل ڈھونڈا — اللہ تعالیٰ نے وہ دشواری دفع کر دی — یہ معنی بہ فتح اور بہ فتح را ہے — لیکن سکون را کے ساتھ مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو باجود کامل شہوت کے بچایا۔ سو آپ کا نفس شریف اس وجہ سے عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو کمال آنا تھا وہ کمال آپ کو منع کرتا تھا۔ اس لیے آپ کا یہ نام شریف ہوا۔

### صاحب القضب:

قضیب بمعنی تلوار۔

### صاحب قول لا الہ الا اللہ:

یہ اسم شریف تورات میں آپ کی صفت سے ہے۔

لن یقبضہ اللہ تعالیٰ حتی یقیم بہ الملة العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ

”ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ آپ کو قبض نہ کرے گا یہاں تک کہ آپ کے سبب ملت کج (گمراہ قوم) کو اس طور پر سیدھا کر دے گا۔ (ہدایت عطا فرمائے گا) کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے۔“

### صاحب الکوتر:

یہ نام مبارک قرآن مجید میں ہے: انا اعطینک الکوتر — دارقطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے: من اراد ان یسمع حزیب الکوتر فلیجعل اصبعہ فی اذنیہ — حافظ جمال الدین المزی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: من اراد ان یسمع مثل حزیبہ — خلاصہ یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوتر کے پانی کی آواز کو سننا چاہتا ہے وہ اپنی دو انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں رکھ کر آواز سنے — جس طور سے اس کے کانوں میں آواز آئے وہ یہ سمجھ لے کہ کوتر کے پانی کی ایسی آواز ہے۔

### صاحب القدم:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

### صاحب اللواء:

لواء حمد سے مراد ہے — کبھی اس لواء (پرچم) پر قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ لڑائی کے لیے اسے قائم فرماتے تھے — لہذا اللواء سے کنایہ قتال و جہاد سے ہوگا۔

### صاحب المحشر:

یہ کسر شین حشر کی جگہ وہ یوم قیامت ہے — جوہری نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آپ صاحب کلمہ صاحب شفاعت صاحب لواء صاحب مقام محمود اور صاحب کوتر ہوں گے — اس دن آپ کے کثیر خصائص ظاہر ہوں گے جو آپ کے غیر کے لیے نہ ہوں گے۔

### صاحب المدینہ:

آپ کو مدینہ سے اختصاص اس لیے ہے کہ آپ نے مدینہ کو یہود سے اس طور پر پاک فرمایا کہ ان کو قتل کیا اور جلاوطن

کر دیا۔ اس میں حق کا اظہار کیا اور بحکم قرآن مجید مدینہ کو فتح کیا اور مدینہ کا شکار اور درخت قطع کرنا حرام فرمایا۔ مدینہ میں آپ کا مقام یہاں تک ہوا کہ آپ مدینہ سے حشر کئے جائیں گے۔

### صاحب المغفر:

اس اسم شریف کا معنی ہے خود استعمال کرنے والے۔ مغفر بہ کسر میم و سکون نون و فتح فا آخر رائے مہملہ۔ زرہ کی قسم سے لوہے سے بنی ہوئی شے سر کی مقدار میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفر کو حروب میں پہنتے تھے۔ مغفر خود کو کہتے ہیں۔

### صاحب المغنم:

آپ صاحب غنیمت ہیں۔ اس لیے کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو غنیمتیں حلال نہیں ہوئی تھیں۔ آپ ہی کو غنیمتیں حلال ہوئیں۔

### صاحب المعراج:

آپ کا یہ اسم شریف آپ کے معجزہ معراج سے ہے۔ یہ وصف خاص آپ کے لیے ہے۔ کسی اور نبی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔

### صاحب المظهر المشہود:

یعنی صاحب مقام۔

### صاحب المقام المحمود:

مشہور صحیح قول پر مقام محمود شفاعت عظمیٰ سے مراد ہے۔ امام واحدی نے مبالغہ کیا ہے اور مفسرین نے اس پر اجماع حکایت کیا ہے۔

### صاحب المیزر:

میزر ازار کو کہتے ہیں جو تہ بند ہے اور جسے وسط کمر پر باندھتے ہیں۔

### صاحب المنبر:

منبر بہ کسر میم نبر سے نکلا ہے۔ اس کا معنی ہے ارتفاع بلندی خطبہ پڑھنے کی جگہ بلند ہوتی ہے۔

### صاحب النعلین:

آپ کا یہ اسم شریف انجیل سے ہے۔ آپ کا وصف اس طرح سے ہے کہ آپ برہنہ پا نہ رہیں گے، کفش پہنیں گے۔ اس سے مراد پاؤں کی طہارت ہے۔



صاحب الہرادة:

ہرادة لغت میں عصا کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک میں کثرت سے قضیب کو پکڑتے تھے۔ قضیب وہ شاخ ہے جسے درخت سے کاٹتے ہیں۔ کبھی آپ اپنے سامنے عصا لے کر چلتے تھے اور اسے زمین میں گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ جب کبھی آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا مبارک ہاتھ میں تھامے رہتے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ میں یہ اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ عصا حدیث حوض کوثر میں ذکر کیا گیا ہے اس حدیث کو مسلم نے مناقب میں روایت کیا ہے:

”میں اپنے عصا سے لوگوں کو حوض کوثر سے منع کروں گا اہل یمن کی وجہ سے تاکہ وہ سب سے پہلے حوض پر وارد ہو جائیں۔“

اہل یمن کی تقدیم سب پر اس لیے ہے کہ انہوں نے سفر کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بلا ترد و بلا قتال قبول کر لی تھی۔ چنانچہ انہیں ان کے غیر سے پہلے حوض پر اس لیے وارد کریں گے کہ آپ ان کو آرام دیں جیسے کہ اہل یمن نے آپ کو آرام دیا تھا۔

یہ جنس عمل کی جزا سے جزا ہے۔ بعض نے قاضی عیاض کی اس تاویل کو ضعیف کہا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق کے لیے داعی اور جمیع خلق کے دنیا و آخرت میں سائق ہیں۔ ان کے موارد کی طرف اس سبب سے آپ صاحب ہرادہ ہیں۔ آپ اطاعت کرنے والوں کے اس عصا سے داعی تھے اور جن لوگوں کی حیات زیادہ نہیں کرتی تھی مگر شر کو۔ ان کے لیے آپ صاحب سیف تھے اس تلوار سے انہیں چیرتے اور کاٹتے تھے۔

صاحب الوسيلة:

وسیلہ جنت میں ایک خاص درجہ ہے جیسا کہ مسلم شریف میں بیان ہوا ہے۔

الصادع بما امر الله:

صادع صدع سے اسم فاعل ہے۔ صدع بالحجة کہتے ہیں جس وقت کوئی شخص حجت کے ساتھ جہر سے کلام کرتا ہے۔ اس لفظ کو سیوطی علیہ الرحمہ نے اس ارشاد باری: فاصدع بما تؤمر سے لیا ہے۔ یعنی امر کو ایسی امانت سے بیان کرو کہ وہ مخفی نہ رہے جیسے شیشے کا شگاف نہیں ملتا ہے۔“

یہ تبلیغ اس سے اپنے تاثیر کے جامع کے ساتھ استعارہ کی گئی ہے۔

فاصدع کا معنی اظہرہ و اوضح ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کرو۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ حق کو واضح کرو اور حق کو باطل سے بیان کرو۔

## صادق:

صدق سے اسم فاعل ہے۔ بخاری علیہ الرحمہ وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا رسول الله وهو الصادق المصدق

”اللہ کے رسول سچے اور تصدیق کئے ہوئے ہیں۔“

ابن وحید نے کہا ہے کہ صادق مصدوق آپ کا علم ہے اس لیے کہ اسماء کی جگہ واقع ہوا ہے۔ یہ اسمائے الہیہ سے ہے۔  
ماد باری تعالیٰ ہے:

ومن اصدق من الله حديثا۔ ”بیان میں اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔“

صادق بمعنی مصدوق ہے۔ اسم مفعول صدق متعدی سے ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے: صدق وعده۔ حدیث صحیح  
آپ کا نام صادق اور مصدوق دونوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

ان دونوں کے معانی مخفی نہیں ہیں۔ آپ فی نفسہ صادق ہیں۔ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی کتابوں  
میں فرمائی ہے جو آپ سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ اور لوگوں کے نزدیک آپ جھوٹ نہیں کہتے۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت  
کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ ابو جہل لعین نے آپ سے کہا:

”ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آپ جو شے لائے ہیں ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون

”وہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“

جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم جانتی ہے کہ آپ صادق ہیں: والفضل ما شهدت به الاعداء۔ یعنی  
”نفل وہ ہے جس پر دشمن گواہی دیں۔“ مصنف دلیل کے طور پر یہ مصرع لائے ہیں کہ آپ کا نام مبارک صادق کہا جاتا تھا۔  
میساکہ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا تھا آپ صدق سے اپنے دشمنوں کے نزدیک معروف تھے جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔

## لصبر:

صبر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ رزن بصول یعنی فاعل صبور وہ شخص جسے مواخذہ پر نہ بھڑکائے۔ آں حضرت صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ایذا رسانی پر نہایت درجہ صبر فرماتے تھے اور ان کے ساتھ حلم کرتے تھے۔ یہ اس لیے تھا کہ اللہ  
تعالیٰ کے قول کا امتثال کرتے تھے جو آپ کی تسلی خاطر کے لیے تھا۔ فاصبر کما صبر او لو العزم من الوصل یعنی ”صبر کر  
جیسا رسولوں نے صبر کیا۔“ صبور اسمائے الہیہ سے ہے۔

## صدق:

بعض علما نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے:

و کذب با لصدق اذ جاءه "جب وہ سچ کے ساتھ آیا تو ان کو جھٹلایا۔" — اس اسم شریف کا معنی مخفی نہیں ہے۔  
 صیغہ فعل التفضیل کے مبالغہ کے لیے ہے۔ اس کہ کوئی شخص اقویٰ اور اثبت آپ سے حق پر نہیں ہے لہذا آپ اصدق ہیں۔  
صراط اللہ:

اس اسم شریف کا معنی ظاہر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا صراط (راستہ) ہیں۔

صراط الذین انعمت علیہم:

اسے ماوردی نے عبدالرحمن بن زید سے اس آیت کی تفسیر میں حکایت کیا ہے۔

الصراط المستقیم:

حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس اسم کو ذکر کیا ہے — آپ کا یہ اسم شریف اس لیے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی "طریق موصل ہیں۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں روایت ہے کہ صراط مستقیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خیار اہل بیت اور آپ کے اصحاب ہیں۔ آپ کے اہل بیت اور اصحاب کا نام صراط مستقیم اس لیے رکھا ہے کہ ایک ان میں سے وہ طریق ہے جس سے ہدایت ہوتی ہے۔ ان کی تشبیہ طریق حق کے ساتھ دی ہے کہ موصل الی المطلوب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے: اهدنا ابائهم و تبعهم یعنی "ہمیں خاص ان اہل بیت اور اصحاب کی ہدایت کر تاکہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان کا اتباع کریں۔"

طریق کے لیے مرشد کا نام طریق رکھا گیا ہے۔ یہ دال کا تسمیہ مدلول کے ساتھ مجاز مرسل کے طور پر ہے — اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا بلکہ تم یہ کہو کہ ہم کو نبی اور آپ کے اصحاب کی ہدایت کر مگر اس وقت کہ لفظ طریق مقدر مانا جائے — اعتراض اور مقدر ماننے کی رکاکت ظاہر ہے — یہ تفسیر جو ذکر کی گئی ہے اسے ماوردی نے عبدالرحمن بن زید سے صراط اللہ انعمت علیہم کی تفسیر میں حکایت کیا ہے۔ چنانچہ یہ ماقبل سے بدل ہے — یا عطف بیان ہے اور اول کا عین ہے صراط المستقیم کا عین ہے۔

اور شفا میں ہے کہ سمرقندی نے ابوالعالیہ سے اس آیت کی تفسیر صراط الذین انعمت علیہم میں اس کی مثل حکایت کیا ہے یہ تفسیر حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو پہنچی تو انہوں نے سن کر فرمایا: "واللہ! — ابوالعالیہ نے سچ کہا ہے اور یہ دینی نصیحت کی ہے۔"

الصفوح:

آپ کی صفات سے قرآن مجید تورات اور انجیل میں ہے — ارشاد باری ہے:

لأصفح الصفح الجمیل لأعف عنہم وأصفح

یعنی "چھوڑ ان کو چھوڑنا بھلائی سے چنانچہ ان کو معاف فرماؤ درگزر سے۔"

عبداللہ بن عمرو بن العاصی کی حدیث میں بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک آپ کی صفت کے بیان میں تورات میں ہے:

ولا یجزی بالسنۃ السیۃ ولكن یعفو او یصفح

یعنی ”برائی کا بدلہ برائی سے مت دو بلکہ معاف کر کے چھوڑ دو۔“

یعنی آپ کے ساتھ جو کوئی برائی کرے گا آپ اس کا بدلہ برائی سے نہ کریں گے بلکہ اس کو عفو کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ ایسی ہی آپ کی عادت شریف تھی۔

آپ کا اسم شریف ’الصفوح‘ صفح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے ”گناہ سے اعراض کرنا“۔ جیسا کہ صحیح میں ہے۔ — عفو اور صفوح دونوں کا معنی ایک ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کل کا حاصل معنی ”سینات سے اعراض ہے۔“

☆ عفو زیادہ بلغ ہے اس لیے کہ انسان کبھی عفو کرتا ہے اور صفح نہیں کرتا یعنی اعراض نہیں کرتا۔

☆ عفو زیادہ بلغ ہے اس لیے کہ صفح کا معنی مواخذہ سے اعراض ہے اور عفو کا معنی گناہ کا مٹا دینا اور اس کو اعراض الاہم ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وصفوں سے قرآن مجید میں آپ کا وصف فرمایا ہے — اس لیے کہ عفو اور صفح کے ساتھ آپ کو مرفرمایا ہے: فاعف عنہم واصفح یا نحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے امر کا اقتثال کیا اور عفو اور صفح کے ساتھ آپ متخلق ہوئے۔ چنانچہ آپ کا انصاف عفو اور صفح کے ساتھ ابلغ اور اتم وجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لیے کہ عفو اور صفح آپ کا جبلی وصف تھا۔ آپ کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے — اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ عفو اور صفح سے آپ کا وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں کیا ہے — آپ کو عفو اور صفح کے لیے امر کیا گیا ہے۔ آپ کا انصاف عفو اور صفح کے ساتھ اگر تسلیم کر لیا جائے تو عفو اور صفح اس مبالغہ کی وجہ پر ہونے کا تقاضا نہ کرے گا جس پر صیغہ فعول نے دلالت کی ہے — صحیح مذہب یہ ہے کہ امر تکرار کا مقتضی نہیں ہے۔

قرآن مجید میں آپ کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عفو کے ساتھ امر کیا ہے اور ارشاد فرمایا: خذ العفو — اس بنا پر کہ اس سے مراد صفح ہے — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ”عفو کیا ہے؟“ — حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

”میں اس کا معنی نہیں جانتا ہوں۔ میں اپنے رب سے اس کا پوچھتا ہوں۔“

حضرت جبریل علیہ السلام گئے اور اپنے رب سے پوچھا پھر لوٹ کر یہ کہا:

ان ربك امرک ان تصل من قطعک و تعطی من حرمتک و تعفو عن ظلمک و تحسن من اساء الیک

اس کا یہ معنی ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو تحقیق یہ امر کیا ہے:

☆ جس نے آپ سے قطع رحم کیا ہے آپ اس کے ساتھ صلہ رحم کیجئے۔



☆ جس نے آپ کو محروم کیا ہے آپ اس کے ساتھ عطا کیجئے۔

☆ جس نے آپ کے ساتھ ظلم کیا ہے آپ اس کو عفو کیجئے۔

☆ جس نے آپ کے ساتھ برائی کی ہے آپ اس کے ساتھ نیکی کیجئے۔

اے بغوی اور قرطبی نے ذکر کیا ہے — اور وہ معنی جس پر اکثر علماء ہیں یہ ہے کہ عفو مال وہ مال ہے جو عیال کے نفقہ سے فاضل رہے۔ جیسے کہ اس ارشاد باری میں ہے: **وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ** — پھر یہ حکم زکوٰۃ کی آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا اس میں کوئی شاہد دعویٰ نہیں تھا — مصنف ”مواہب للذنیہ“ دوسری دلیل اپنے اس قول سے لائے۔ قرآن حکیم میں ہے: **فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ** :

آپ نے اللہ تعالیٰ کے امر کا امتثال فرمایا۔ یہاں تک کہ عفو اور صفح آپ کا جبلی امر ہو گیا — چنانچہ ان دونوں لفظوں کے ساتھ وصف نے فائدہ دیا۔ آپ نے اتنے مواقع پر عفو اور صفح فرمایا ہے کہ ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

### الصفوح عن الزلات:

اگر کسی سے گناہ صادر ہو جاتا تو آپ اس سے اعراض فرماتے اور ترک ملامت کرتے اور تجاؤ اختیار فرماتے تھے — صفح عفو سے زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ انسان کبھی عفو کرتا ہے اور صفح نہیں کرتا — صفح کا معنی مواخذہ سے اعراض ہے اور عفو کا معنی گناہ کا مٹا دینا ہے اور اس کے لازم سے اعراض ہے اور اس کا عکس نہیں ہے

### الصفوة:

خیار اور خلاصہ ابن ماجہ اور حاکم کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: **انت نبی اللہ و صفوتہ**

### الصفی:

فعل بمعنی مفعول اس سے کو کہتے ہیں کہ بڑا آدمی غنیمت سے اس شے کو اپنے لئے اختیار کرے — آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خیر خلق سے برگزیدہ کیا ہے۔

### الصالح:

اس چیز کے لئے قائم کرنے والا (قیم) جو اسے حقوق سے لازمی ہو۔ جیسا کہ طالع میں ہے اور حدیث معراج میں ملائکہ کا آپ کے لئے قول ہے **مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح** — یہ کلمہ تمام خیر کے معانی کا جامع ہے — اس جگہ بچپن (۵۵) اسماء شریفہ شمار کئے ہیں۔ ان میں سے دو اسم اسمائے الہیہ سے ہیں۔ شامی نے اس کا اضافہ کیا ہے۔

### صاحب التوحید:

توحید مصدر ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کا وصف وحدانیت سے کیا جائے تو اسے واحد کہیں گے — بعض علماء نے کہا ہے

کہ توحید کا معنی اس طور پر حکم کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسکے ساتھ علم۔

### صاحب زم زم:

اسے ابن دحیہ اور ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔

### صاحب المدرعة:

یہ اسم شریف انجیل میں وارد ہوا ہے یعنی صاحب ثقال اور ملائم۔

### صاحب المشعر:

پہ کسریم اور فتح میم سے بھی ہے۔ ابن قرقول نے کہا ہے کہ اس اسم میں روایت وارد نہیں ہوئی — امام نووی نے کہا ہے کہ مستقر معروف تمام مزدلفہ ہے۔ اس لئے کہ مزدلفہ میں شعائر ہیں اور شعائر دین کی علامتیں ہیں۔

### صاعد المعراج:

صعود سے اسم فاعل ہے اس کا معنی چڑھنا بلند ہونا۔

### الصبیح:

یعنی جمیل، صفت مشبہ صباحت سے ہے..... صباحت حسن و جمال کو کہتے ہیں۔ آپ جمیل ترین مخلوق اور ان سے احسن ہیں۔

### الصدوق:

وہ شخص جس سے صدق متکرر ہو یہ اخلاص ہے اور صدق کے اول مراتب سے یہ ہے کہ سر (خفی) اور علانیہ برابر ہوں۔

### الصديق:

بہ تشدید وال اس کا معنی ہے مومن صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ہمیشہ سچ کہنے والا۔

### الصنديد:

سید مطاع اور بطل شجاع یا حلیم یا جواد یا شریف۔

### الصين:

بہ فتح صواد و تشدید یا تخفیف نون صیانت سے ہے۔ اس کا معنی امور کا حفظ اور امور کا محفوظ رکھنا (احراز) ہے — آپ نے اپنے نفس شریف کی پلیدی سے حفاظت کی۔ اور شک اور ہوس سے جو چیزیں آنے والی تھیں ان سے اسے محفوظ رکھا۔

## حرف الضاد

(ضیائے حرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ضاد سے شروع ہوتے ہیں)

### الضارب بالحام المثلث:

اس کے معنی پرکلام کرنے کے لئے شامی نے معتض کی ہے۔ اس کے شارح ذرقانی علیہ الرحمہ نے اور تصریح نہیں کی۔

### الضحاک:

وہ شخص کہ اپنی شجاعت سے دشمن کا خون بہائے۔

### الضحوک:

ابن فارس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ توریت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف ضحوک ہے۔ اور یہ معنی بیان کیا ہے۔

الضحوک القتال یرکب البعیر و یلبس الشملة و یجتزی بالكسرة سیفه علی عاتقه

ابن فارس نے کہا ہے کہ آپ کا نام ضحوک اس لئے رکھا گیا ہے کہ خوش خشی میں آپ پاکیزہ نفس تھے۔ عرب کے بدخو لوگ آپ کے پاس کثرت سے آتے تھے مہمان ہوتے تھے اور اہل بواری یعنی صحرائین عرب آتے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص آپ کو غمگین اور بے چین نہیں دیکھتا تھا بلکہ باتوں میں لطیف اور اپنی مراد چاہنے میں نرمی کرنے والا آپ کو دیکھتا تھا۔ اس جگہ تین اسمائے شریفہ ذکر کئے ہیں۔ شامی نے یہ اضافہ کیا۔

### الضابطہ:

یعنی صاحب حزم یہ معنی حفیظ اور حافظ کی طرف راجع ہے اس لئے کہ جو شے آپ کو وحی کی جاتی آپ اسے ضبط فرماتے تھے۔ یعنی تغیر اور تبدیلی سے اسے محفوظ رکھتے تھے۔

### الضارع:

بمعنی فاضل اور متذلل اور مبہل الی اللہ۔ ضارع اس لئے کہا کہ آپ کثرت سے تضرع اور ابہتال اور خضوع اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے استکانت کرتے تھے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً

### الضمین:

بہ وزن فعیل بمعنی فاعل۔ اس کا معنی دراصل کفالت ہے۔ اور اس سے مراد حفظ و رعایت ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے

فاعت کے متکفل ہیں اور ان کی حفاظت اور رعایت فرماتے ہیں۔

**ضمیمہ :**

اس کا معنی ہے بہادر شجاع اور سید مطاع ہے۔

**ضیاء :**

اشد نور اعظم نور — آپ کا یہ نام مبارک اس لئے رکھا گیا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے کہ سراسر نور ہے۔ قرآن مجید آپ سے اہل عقل ہدایت پاتے ہیں۔ جیسا کہ اندھیروں میں روشنی سے راستہ پاتے ہیں — عمرو بن معدی کرب نے کہا ہے کہ آپ کی مدح کرتے ہیں۔

قدھدینا بنورھا من عماما

حکمة بعد حکمة و ضیاء

یعنی ”حکمت کے بعد حکمت اور روشنی۔ بے شک ہم نے ہدایت دی اس نور کی طرف ان کے اندھے ہونے کے باوجود“

## حرف الطاء

(طاہر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ط سے شروع ہوتے ہیں)

**طاب طاب :**

عربی نے کہا ہے کہ یہ اسم شریف مکرر لفظ کے ساتھ تورات میں آپ کے مبارک اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے:

☆ طیب

☆ کسی قوم کے درمیان آپ کا ذکر نہیں کیا گیا مگر اس قوم کے درمیان آپ کا وہ ذکر پسندیدہ اور خوش ہوا۔

☆ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ آپ کا اسم شریف نجیل میں طاب طاب ہے۔ ..... اور ان صحیفوں میں جو تورات سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے ..... ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں عاقب ہے زبور میں فاروق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طہ و یسین ہے۔ اور مومنوں کے نزدیک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

**الطاهر :**

پلیدیوں سے پاک۔ یعنی آپ نقصانات، حسی اور معنوی پلیدیوں سے پاک ہیں۔ ایک معتبر قول کے مطابق آپ کے فضلات مبارک بھی پاک ہیں۔

**الطیب :**

فعلیل بمعنی فاعل — طب سے نکلا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جسم اور نفس کا علاج اس شے سے جو سقم (عیب یا نقص) کو



زائل کر دے۔ یعنی آپ وہ ہیں کہ بیماریوں کو دور کر دیتے ہیں اور آپ کی برکت سے جمع آلام چلے جاتے ہیں۔

طم طس :

ابن وحیہ اور نسلی نے انہیں آپ کے اسماء میں ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ جبکہ ایک جماعت نے اسمائے الہی میں انہیں ذکر کیا ہے۔

طہ :

ایک خلائق نے اسے آپ کے اسماء میں ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ معتمد قول یہ ہے کہ یہ اسم اسمائے حروف سے ہے۔۔۔۔۔ نقاش نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں میرے سات نام ہیں۔ ان اسماء سے طہ ہے۔۔۔۔۔ قاضی عیاض نے حکایت کیا ہے کہ طہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ اسم طہ ان اسماء سے ہوگا جن اسماء سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ اسم رکھا ہے۔

☆ اس کا معنی ہے یا رجل (اے بندے!) — اس کے ساتھ حرف ثدا اس میں مقدر ہے۔۔۔۔۔ اے بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔۔۔۔۔ یہ لفظ زبان نہلی میں ہے جو:

☆ سواد عراق کا لغت ہے۔۔۔۔۔ یا یہ

☆ یہ سریانی لغت ہے۔۔۔۔۔ یا یہ

☆ حبشی لغت ہے۔۔۔۔۔ یا یہ

☆ عک کا لغت ہے۔۔۔۔۔ یا یہ

☆ عسل کا لغت ہے۔

○ طہ کا معنی ہے یا انسان! — اے بغوی نے کلبی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لغت عک کا ہے۔۔۔۔۔ اور یارجل کا غیر اس حیثیت سے ہے کہ ازروئے لفظ اسی کو شامل ہے۔ اگرچہ مراد مذکر سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

○ طہ کا معنی ہے یا طاہر! — یعنی ہر ایک گناہ اور ہر ایک عیب سے پاک۔

○ طہ کا معنی ہے یا ہادی! — یعنی ہر ایک خیر کی طرف رہنما — اس اسم کا ہر ایک حرف بعض اسم کا ہے لہذا یہ اسم مرکب ہے۔ اس میں دو اسموں سے دو حرف ہیں جیسا کہ الم میں کہا گیا — مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

○ اس کا معنی ہے: یا مطعم الشفاعۃ للامۃ و یا ہادی الخلق الی الملة یعنی امت کے لئے شفاعت کا طمع رکھنے والے اور مذہب حقہ کی طرف مخلوق کو ہدایت کرنے والے۔

○ — کہا گیا ہے کہ حرف ط کے نو عدد ہیں، حرف ہ کے پانچ ہیں۔ کل چودہ اعداد ہوئے گویا یا بدر — کہا گیا ہے کہ بدر میں با کے دو عدد ہیں، دال کے چار اور را کے آٹھ — یہ تین قول جو لفظ ”یا انسان“ کے بعد میں محاسن تاویل قرآن سے ہیں — لیکن معتبر قول یہ ہے کہ یہ دونوں حروف اسمائے حروف سے ہیں — ایک جماعت نے جسے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حروف اس قسم سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں اختیار کیا ہے:

### الطیب:

بہ وزن سید بمعنی طاہر زکی — اس لئے کہ آپ سے زیادہ طیب قلب اور قالب میں کوئی نہیں ہے۔ اس اسم مبارک کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر وارد ہوا ہے۔ مسلم نے مرفوع روایت بیان کی ہے:

ان الله طيب لا يقبل الا طيبا

”اللہ تعالیٰ طیب ہے، اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ہے مگر طیب کو“

اس جگہ مصنف نے سات اسماء شریف کا ذکر کیا ہے —

شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ما شمت مسكا قط ولا عطرا كان الحبيب من عرقه وريحه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم

”میں نے کسی مشک اور کسی عطر کو ہرگز نہیں سونگھا کہ آپ کے پسینہ مبارک اور آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو۔“

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طیب الطیبین ہیں۔ آپ کا پسینہ مبارک اس لئے لیا

جاتا تھا کہ اس سے خوشبو لگائی جائے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بوجود میں

طیب کی ہے — آپ کے وجود مقدس مطہر سے کائنات معطر ہو گئی ہے۔ — اور مومنوں کے قلوب نے رفعت پائی ہے اور

آپ کی خوشبو سے غذا کی ہے۔ وہ قلوب پاکیزہ ہو گئے ہیں آپ کی اس خوشبو سے مومنوں کی روئیں خوشبودار ہو گئیں اور ان کو نمنو

ہوا ہے — شامی نے ان اسماء شریفہ کا اضافہ کیا ہے:

### الطراز المعلم:

وہ علم جو مشہور ہے اور جس سے لوگ ہدایت پاتے ہیں — آپ کا یہ نام مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کے اس

نام سے آپ کی امت کو شرف دیا گیا ہے جیسے کہ طراز معلم سے پارچہ کو شرف دیا جاتا ہے۔ یعنی نقش و نگار سے پارچہ کی عظمت

ہو جاتی ہے۔ اور انواع پارچہ سے وہ ممتاز ہو جاتا ہے — معلم صفت ہے اور معنی للمفعول۔

### الطهور:

بہ وزن صبور بمعنی طاہر فی نفسہ اور غیر کا طاہر کرنے والا — آپ ذنوب (گناہوں) اور عیوب (نقص) سے پاک و

ظاہر ہیں اور اپنی امت کو پاک کرنے والے ہیں۔

## حرف الظاء

(ظاہر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ظاء سے شروع ہوتے ہیں)

### الظاہر :

اس کا معنی ہے جلی اور واضح — یا اس کا معنی ہے قاہر — یہ اسم شریف عرب محاورہ سے ہے: ظہور فلاں علی فلاں  
ایسے قہرہ — یعنی اس پر غالب ہو گیا — یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قدرت  
اور آیات کے ساتھ موجودات کا مجلی ہے —

ابن ابی حاتم وغیرہ کے نزدیک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

كنت اول الانبياء خلقا و اخرهم بعثا

اول و آخر دونوں اسم اسمائے حسنی الہی سے ہیں — اور آپ کا اسم شریف ظاہر اس لئے ہے کہ جمیع ظاہرات پر آپ  
کا ظہور ظاہر ہوا ہے اور جمیع ادیان پر آپ کا دین غالب ہوا ہے — لہذا آپ ظہور کے کل وجوہ سے ظاہر ہیں اور غالب  
ہیں — اور کل مظاہر میں آپ کے نور کا پرتو ہے۔

### الظفور :

بہ وزن فعول بمعنی فاعل — ظفور سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مجازی معنی ہے۔ فوز و کامرانی — اور اصل میں یہ  
ظفور اذا نشب ظفوره بالشی سے ہے۔ یہ معنی اس طور پر ہے کہ شامی نے بیان کیا ہے۔ لیکن مقتضی مختار مذہب یہ ہے کہ ناخن  
کاڑنا نہیں کہا جاتا ہے گو جس چیز میں تطفیر یعنی ناخن کا کاڑنا ہو — اور تطفیر سے لفظ ظفور بالتشدید آتا ہے۔ مگر وہ ظفور  
ظفور کا مصدر ہے وہ بالتخفیف آتا ہے — اس جگہ دو اسم ذکر کئے ہیں ایک اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

## حرف العين

(عابد اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ع سے شروع ہوتے ہیں)

### العابد :

العابد عابد سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہے مطیع عبادت گزار ارشاد باری تعالیٰ ہے :

واعبد ربك حتى ياتيك اليقين — یعنی ”اپنے رب کی اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین آ جائے“۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مواعظت عبادت پر متواتر احادیث آئی ہیں۔

### العاذل :

عدل کرنے والا — وہ مستقیم جس کے حکم میں کوئی جور نہ ہو اور عدل سے میل نہ کرے۔ عدل جور کی ضد ہے۔

### العظیم :

یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے :

☆ جلیل کبیر، جلیل الشان

☆ شے کی عظمت اس کا فی نفسہ کامل ہونا اور اپنے غیر سے مستغنی ہونا۔

☆ وہ شخص کہ کل شے اس سے کم درجہ میں ہے۔

☆ انتہا مراتب عظمت کو پہنچنے والا جس کا تصور افہام نہ کر سکیں اور ادہام اس کی عظمت کا احاطہ نہ کر سکیں۔

☆ وہ ذات جس کی عظمت کی غایت نہیں اس کی کبریائی کی نہایت نہیں — وہ سبحانہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی

شان میں فرمایا :

وانك لعلی خلق عظیم

یعنی ”اللہ تعالیٰ آپ کی ذات عالی شان میں وہ محاسن اخلاق جمع کئے ہیں کہ آپ کے سوا میں وہ اخلاق تصور نہیں کئے جاسکتے — جس وقت آپ کے خلق کا عظیم سے وصف کیا گیا تو آپ کا وصف عظیم سے کیا گیا — چنانچہ عظیم آپ کے اسماء سے ہے — یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ عظیم آپ کے خلق کی صفت ہے نہ آپ کی صفت — اور نہ یہ اعتراض وارد ہوگا کہ عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے یا آپ کے ساتھ مختص ہے۔

توریت کے پہلے سفر میں حضرت اسماعیل ابن خلیل اللہ علیہا السلام کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ ایک عظیم امت کے لئے ایک عظیم کو جنم دیں گے — وہ عظیم پیارے مصطفیٰ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ آپ وہ عظیم ہیں جنہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جنم دیا ہے — عظیم امت کے وصف سے آپ کے وصف میں عظمت کے ساتھ مبالغہ ہے۔ اس لئے کہ آپ کے تابعین کو عظماء قرار دیا ہے۔ آپ کی عظمت کو ہم لوگ کیا پہچان سکیں ! — چنانچہ

☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عظیم ہیں — جیسا کہ توریت میں عظیم کے ساتھ آپ کا وصف کیا گیا

ہے۔ یعنی آپ کی شان جلیل ہے آپ ذات اور صفات میں کامل ہیں۔

☆ آپ خلق عظیم پر ہیں — جیسا کہ اس کے ساتھ قرآن مجید میں آپ کا وصف کیا گیا ہے۔



العافی :

سینات سے تجاوز کرنے والا خطاؤں اور زلات کا مٹانے والا۔

العاقب :

اس کا معنی ہے آخر الانبیاء۔ یعنی وہ شخص کہ انبیاء علیہم السلام کے عقب میں آئے۔ لہذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عاقب آخر ہی ہے یعنی انبیاء کے پیچھے آپ ہی دنیا میں تشریف لائے۔ اور کہا گیا ہے کہ عاقب ☆ عرب کے نزدیک وہ شخص ہے جو سردار کا خلیفہ ہو۔

☆ عاقب کا معنی خلیفۃ اللہ ہے۔ اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے لئے جمیع خلایق سے بڑھ کر حق رکھنے والے ہیں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم شریف دوزخ والوں میں ہے کہ جس وقت آپ اہل دوزخ کی طرف تشریف لائیں گے تو آپ کی شفاعت کی حرمت کی وجہ سے دوزخ کی آگ بجھ جائے گی اور اسے سکون ہو جائے گا۔

جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے حفاظ کی ایک قوم دوزخ میں داخل ہوگی۔ ان لوگوں کو عذاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فراموش کرادے گا۔ یہاں تک کہ فراموش کریں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ان لوگوں کو ان کے اکرام کی وجہ سے کہ قرآن مجید کے حافظ ہیں انہیں آپ کا ذکر یاد دلائیں گے۔ وہ لوگ آپ کا ذکر آپ کے کسی نام سے کریں گے۔ چنانچہ آپ کے ذکر کے سبب دوزخ کی آگ بجھ جائے گی اور ان سے دور ہو جائے گی۔

العالم :

یہ اسم شریف اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے کہ دینی اور اخروی حقائق پانے والا۔ یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔

علم الایمان

آپ ایمان کی وہ علامت ہیں جس سے ایمان کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔

علم الیقین :

آپ یقین کی وہ علامت اور دلیل اور وہ سبیل ہیں کہ یقین کی طرف موصل ہیں۔ یقین کا معنی علم حقیقی اور تحقیق ہے۔ کبھی یقین مجرد علم ہوتا ہے اور کبھی یقین کشف اور شہود کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر یہ محسوس شعور بالغیر اور عدم شعور بالغیر قوت اور ضعف میں مختلف ہوتا ہے اس لئے یقین تین قسموں کی طرف منقسم ہوا ہے :

☆ علم یقین ☆ عین یقین ☆ حق یقین

یہ اختلاف یقین میں یقین کی حیثیت سے ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یقین قوی اور اعلیٰ ہے۔

### العالم بالحق :

حق سے مراد اللہ تعالیٰ عالی شانہ ہے۔ — عالم بالحق کا معنی یہ ہے کہ علم کا جو حق ہے وہ آپ کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی وحی کے آپ عالم ہیں۔

### العامل :

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ اسم شریف شاید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا گیا ہے :

يقوم اعملوا على مكانتكم انى عامل

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے شمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے :

كان عمله ويمة وايكم يطبق و ماكن يطبق

آپ جو عمل کرتے ہمیشہ وہ عمل کرتے تھے کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ عمل کی جو طاقت آپ کو تھی، تم لوگوں میں وہ طاقت کس کو ہے۔ یعنی آپ کے عمل کی قدرت کسی کو نہیں ہے کہ آپ کی مثل کر سکے۔

### عبداللہ :

اللہ تعالیٰ نے اس نام کے ساتھ آپ کا نام آپ کے اشرف مقامات میں رکھا ہے — اس آیت میں وانہ لما قام عبداللہ صریحاً ہے اور بقیہ آیات میں معنی ہے — اللہ تعالیٰ کی طرف جو ضمیر راجع ہے یعنی ہا۔ اس کی طرف آیات میں عبد کی اضافت ہے۔ چنانچہ معنی صریحاً عبداللہ کا مساوی ہو گیا۔ یہ اعتراض وارد نہ ہو گا کہ آپ کا نام لفظ عبداللہ سے نہیں رکھا گیا ہے مگر ایک آیت میں — ارشاد باری ہے :

وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا

”اگر تم لوگوں کو اس شے میں شک ہے جو قرآن سے ہے اور ہم نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہے جو قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔“

فاتوا بسورة من مثله .....

”تم لوگ کوئی ایسی سورت لے آؤ کہ بلاغت اور حسن نظم اور غیب سے خبر دینے میں اس کی مثل ہو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا

”اللہ تعالیٰ کہ اس کی خیر کثیر ہے اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے بندہ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فرقان کو نازل کیا

ہے۔ تاکہ وہ بندہ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن و انس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو۔“

جن و انس پر علماء کا اتفاق ہے اور صحیح روایت پر ملائکہ بھی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب

”جمع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندہ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن مجید نازل کیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب آپ پر نازل کرنے کے مقام میں آپ کو عبودیت سے سورہ کہف اور سورہ فرقان کی دو آیتوں میں ذکر کیا ہے۔ اور مقام تحدی یعنی مخالف کے مقابلہ میں آپ کو عبودیت سے ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالف اس قرآن کی مثل لائیں۔ ارشاد باری ہے:

والله لما قام عبد الله يدعوه

یہ مقام دعوت الی اللہ میں عبودیت سے آپ کو ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبحان الذي اسرى بعبده ليلا

”پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی۔“

یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شب معراج کا بیان ہے۔ عبد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاوحى الی عبده ما ووحى۔

عبد سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عبد سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ عبد اللہ آپ کے اشرف اسماء سے ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حضرت سیدہ کی طرف رفعت دی اور اعلیٰ معالی علو کی طرف آپ کو ارتقا دیا یعنی آپ کو اعلیٰ مراتب پر پہنچایا۔ شرف دینی کے لئے عبودیت کا اسم آپ کو لازم کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی صفت کے درمیان ظاہر اور باطن میں جمع کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے کے لئے عبد کے طور پر بیٹھے تھے۔ آپ جس حالت پر وجود ظاہری میں تھے اور اس کا ادراک حواس انسانی سے کرتے تھے آپ کا نام عبد اللہ اس کے مطابق تھا۔ اس لئے آپ جمیع وجوہ ترفعات سے تجرد کی حالت میں اپنے کھانے اور اپنے پینے میں تھے۔ یعنی آپ زمین پر بیٹھ جاتے اور خوان پر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

جو بات آپ کے باطن میں اپنے رب کی عبودیت کے تحقق کے لئے ہے اس سے آپ کی شب باطنی اور رہنے کی جگہ ظاہری عبودیت کے اظہار کے لئے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے صدق سے تھی۔ آپ نے ایسی عبودیت کا اظہار نہیں فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ثابت کرنے کے لئے والذي جاء بالصدق و صدق به۔ اس آیت شریف کی تفسیر میں اکثر

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ۔

☆ الذی جاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ بعض کے نزدیک الذی صدق بہ آپ ہیں۔

☆ الذی صدق بہ مومنین ہیں۔

☆ الذی صدق بہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

☆ الذی صدق بہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

☆ اور اس کے سوا کہا گیا ہے جیسا کہ شفاء قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں ہے

☆ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کے درمیان اختیار دیا گیا کہ

☆ آپ نبی بادشاہ ہوں۔ یعنی نبوت کے ساتھ آپ کی ملوکانہ شان لشکروں بہت سے گھڑ سواروں اور خدمت

گزاروں اور عالی شان مکانوں اور دربانوں سے ہو

☆ یا آپ نبی عبد ہوں۔

☆ آپ نے یہ اختیار فرمایا کہ میں نبی عبد ہوں۔ لہذا آپ نے کامل شے کو اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم فرماتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے:

لا تطرونی کما اطرت النصارى عیسیٰ و لکن قولوا عبد اللہ و رسولہ

یعنی ”تم لوگ میری مدح میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو کہ اس طور سے کہو جو میرے لائق نہیں ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے حق میں نصاریٰ نے بے حد مبالغہ کیا ہے کہ ان کے حق میں انہوں نے جھوٹ کہا ہے کہ ابن اللہ اور اللہ ہیں۔

☆ اور اس کے سوا کہا ہے یہ ان کا بہتان ہے۔ لیکن تم لوگ مجھے عبد اللہ کہو رسول کہو جو بات نصاریٰ نے کہی ہے وہ نہ

کہو۔

☆ عبدیت اور رسالت سے جو امر آپ کے لئے ثابت تھا آپ نے اسے ثابت کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپ

نے وہ شے تسلیم نہیں کی ہے جو آپ کے لئے تھی۔ اور آپ نے وہ شے تسلیم نہیں کی جو اس کے سوا تھی انہی امور سے ہے جو

ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہر ایک شخص سے مطلوب ہے۔ آپ نے خود اپنی مدح

سنی ہے اور اس پر صلہ دیا ہے باوجود اس کے کہ کوئی آپ کی مدح کے مراتب پر نہیں پہنچتا ہے جیسا کہ قائل نے کہا ہے۔

لا یبلغ الواصف المطری مداہجہ وان یکن محسنا فی کل ما وصفا

☆ اور عبد کے لئے سزاوار نہیں ہے مگر عبد کا نام اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو عبد اللہ احب اسما ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبی اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔



☆ احب الاسماء الى الله عبد الله و عبد الرحمن — (مسلم)

☆ احب الاسماء الى الله ما عبد له — (طبرانی)

☆ اذا سميتم فعبدوا — (طبرانی)

☆ غير الاسماء ما حمد و ما عبد — (امام سجاد)

والله الحمد على ما انعم الله سبحانه و تعالى اعلم .

### العبد :

یہ اسم شریف سبحان الذی اسری بعبدہ سے ماخوذ ہے اس لئے کہ آپ عبودیت میں کامل ہیں۔

### العدل :

اس اسم کو ابن دجیہ نے ذکر کیا ہے — یہ اصل میں مصدر ہے — یہ اللہ کریم کے اسماء سے ہے — اس کا معنی :

☆ شہادت میں کافی متدین — یا مستقیم

☆ عدل میں مبالغہ کرنے والا جور کی ضد — یا

☆ استقامت میں اس کی غایات کی انتہا — یا

☆ جس چیز کا ارادہ کرے وہ اس کا کرنے والا ہے اور اس کا حکم اس کے بندوں میں ماضی ہے یعنی گزرنے والا ہے کسی کے روکے سے رک نہیں سکتا۔

### العربی :

حسن بن عرفہ نے روایت کی ہے کہ حدیث معراج میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا :

مرحبا یا نبی العربی — آپ کو خلاف عجم عرب کی طرف منسوب کیا۔

### العروة الوثقی

ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے بعض علماء سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حکایت کیا ہے 'فمن يكفر بالطاغوت و يؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقی' — عروہ وثقی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — اس لئے کہ آپ دین

میں مضبوط اور محکم گرہ ہیں — اور آپ وہ سبب ہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے —

اس میں استعارہ تصریحیہ تمثیلیہ ہے۔ اس لئے کہ جو شخص آپ کا اتباع کرتا ہے وہ گمراہی کے گڑھے میں نہیں گرتا ہے۔

جیسے کہ جو شخص مضبوط رسی کو پکڑ کر مہالک کی پستی سے اوپر چڑھتا ہے وہ گڑھے سے نکل آتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا :

☆ دین میں واثق، محکم گرہ یا

☆ وہ سب جو موصل الی اللہ ہو۔

**لعزیز :**

آپ کا یہ اسم شریف اسمائے حسنی سے ہے۔ اس کا معنی :

☆ اللہ تعالیٰ کے حق میں متمنع (منع کرنے والا) جو نہ پایا جائے۔ یا

☆ اللہ تعالیٰ کے حق میں غالب اس کے بندہ اور رسول کے حق میں غالب۔ یا

☆ جلیل القدر جلالت قدر۔ یا

☆ وہ شخص جس کی نظیر اور مثل نہ ہو اور کوئی سے اس کے برابر نہ ہو۔ یا

☆ دوسرے کو عزت دینے والا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس اسم کے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ ولله العزة ولرسوله کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ چنانچہ یہ جائز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصف عزیز اور معزز سے کیا جائے کہ آپ کے سبب دوسروں کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ اور کہنے والے کو یہ جائز ہے کہ یہ کہے کہ یہ لفظ ”عزت“ اور مومنوں کو بھی شامل ہے اس لئے کہ اس کا عطف مومنوں کو شامل ہے۔ اور قرآن مجید میں صریح طور سے آیا ہے۔

لہذا اس وصف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص نہیں ہے اور وصف سے غرض آپ کا اختصاص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عزت کے ساتھ اختصاص اس درجہ سے ہے کہ آپ کے غیر کے لئے وہ عزت نہیں ہے۔ اور یہ کہ عزت کے ساتھ مومنوں کا ذکر جمعاً ہے۔ مومنوں کی عزت فقط آپ کی عزت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔

**العفو :**

عافی کی مثل ہے لیکن یہ اس سے زیادہ مبالغہ رکھتا ہے کہ اس میں کثرت اور تکرار پر دلالت ہے۔ عافی، عفو کی اصل پر ہے۔ آپ عفو میں لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ اور زیادہ تجاوز فرماتے ہیں اس لئے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ یہ اسم مبارک قرآن شریف، تورات اور انجیل میں آپ کی صفات سے ہے۔ اس معنی عفو سیات میں مبالغہ کرنے والے گناہوں کا عفو کرنا ان کا مٹا دینا اور ان کا ازالہ۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ عفو غفور سے زیادہ بلند ہے۔ غفور، غفر سے نکلا ہے اور اس کا معنی چھپانا ہے نہ گناہ کا دور کرنا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے :

عفو عن الزلات یقبل عذرہم فان احسنوا فاللہ بالخیر اجود

**العطوف :**

بمعنی شفیق۔ امت پر آپ کی شفقت کثرت سے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کثرت سے رافت و رحمت و مہربانی

کی شدت) کثرت سے فرماتے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ:

عطوف علیہم لایشی جناحہ الی کف یحنو علیہم ویمہد

شامی نے عطوف کی اس طور پر تصریح کی ہے — عطوف شقوق کے معنی میں مجازاً ہے چنانچہ یہ کہا ہے کہ عطوف عطف سے صفت مشبہ ہے — اس کا معنی ہے مڑ جانا، دوہرا ہو جانا — عرب لوگ کہتے ہیں عطف الخصن یعنی شاخ مڑ گئی اور دوہری ہو گئی — پھر اس کا استعارہ میل کے لئے کیا گیا اور شفقت کے لئے۔ جس وقت یہ علی کے ساتھ متعدی کیا جائے اور اگر عن کے ساتھ متعدی کیا جائے گا تو اس کا معنی میل اور شفقت کے برعکس ہوگا۔

### العلیم:

یہ صیغہ اسم فاعل کے مبالغہ کے لئے ہے — وہ شخص جسے کمال علم ہو اور علم کا ثبات ہو — عالم اور علیم دونوں۔ اسم ان اسماء سے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے — یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہیں۔

آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نے علم کو گھیر لیا ہے اور آپ اس پر اس طور سے حاوی ہوئے ہیں کہ:

☆ ملکوت آسمان اور زمین پر آپ کو اطلاع ہوئی تھی۔

☆ آپ پر مغیبات کا کشف ہوا تھا۔

☆ آپ کو اولین و آخرین کا علم دیا گیا تھا۔

☆ جو شے کتب منزلہ سماوی میں ہے

☆ حکما کی حکمتیں ماضی میں ہونے والی امتوں کی سیرتیں

☆ لغات عرب اور ان کے غریب الفاظ اور ان کی اقسام فصاحت

☆ ان کے ایام اور ان کے امثال

☆ انکے احکام اور ان کے اشعار کے معانی مع اپنے کلمات کے جو فنون علوم میں ہیں آپ نے حفظ کئے تھے۔

### العلی:

یہ اسم شریف اسماء الحسنی سے ہے — بہ وزن فاعیل علو سے مشتق ہے — علوی مرتبہ میں یہ اس حیثیت سے ہے کہ کوئی رتبہ اس سے بڑھ کر نہیں — یہ اسم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایسا ہی ہے لیکن اس رتبہ پر حمل کیا جاتا ہے جو بشر کے لائق ہے۔

### العلامة:

بمعنی شاہد — اور وہ علم جس سے رہنمائی ہوتی ہے۔ اور اس سے راستہ پر استدلال کیا جاتا ہے — آپ کا یہ اسم

اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ طریق ہدایت پر دلیل ہیں۔

**العز :**

یعنی کل عزت اس میں جو عزتیں جمع ہوں — ہر عزت آپ کی عزت کے سبب سے ہے — یہ لفظ بہ غین معجمہ و رای جمع اعز عزہ سے ہے — اس کا معنی خیار الخلق، اکرم انبیاء اور مرسلین ملائکہ ہے — اس لئے آدم علیہ السلام اور ان جو لوگ ہیں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہیں — یا عز سے آپ کی امت مراد ہے۔

**الکریم :**

امام الحسین بن محمد الدامغانی نے اپنی کتاب ”شوق العروس“ اور ”انس النفوس“ اور ایسا ہی ابن جوزی نے ”تبصرہ“ میں ذکر کیا ہے — ان دونوں علماء نے کعب الاحیار سے نقل کیا ہے — کعب الاحیار سابقہ کتب کے عالم تھے انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف اہل جنت کے نزدیک عبدالکریم ہے — اس لئے کہ آپ وہ ہیں جنہوں کو جنت میں پہنچائیں گے — اللہ تعالیٰ جنت میں ان کی تکریم اس سے شے کرے گا کہ آنکھ نے اس شے کو نہیں دیکھا ہے اور نہ کان نے اسے سنا ہے نہ ہی اس شے نے کسی بشر کے دل میں خطرہ کیا ہے — وہ ذات وہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ اپنی شفاعت کے سبب قضا کے اس فعل میں برگزیدہ ہیں جس سے روسا اپنے آپ کو باہر نکال گئے — یعنی ان کا منصب فصل قضا نہ ہوگا اس لئے وہ علیحدہ ہو جائیں گے — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھلنے کی ابتداء ہیں..... اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کا وہ اکرام کرے گا جس کی شریک کوئی شے نہیں ہے۔

**الجبار :**

آپ کا یہ اسم شریف اہل دوزخ کے نزدیک ہے — اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ پر جبر اور قہر ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لئے کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اہل دوزخ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی ہے اور ان انبیاء کرام علیہم السلام مخالفت کی ہے۔ جو آپ سے پہلے آئے تھے — ایک نبی کو جھٹلانا تمام انبیاء کو جھٹلانا ہے — ارشاد باری ہے:

کذبت قوم نوح المرسلین

**الحمید :**

اہل عرش کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالحمید ہے — آپ کو معراج ہوئی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ ملائکہ کو آپ کی رویت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئی۔ ملائکہ نے حمد کی۔ اس سبب سے یہ اسم شریف ہے۔

**المجید :**

آپ کا اسم شریف جملہ ملائکہ ک بنزدیک عبدالمجید ہے۔ تمام ملائکہ اللہ تعالیٰ کی تمجید کرتے ہیں۔ اور ایک نوع سے



اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں..... اللہ کریم نے تمام فرشتوں کو آپ کے لئے جمع کیا۔

### عبدالوہاب :

آپ کا اسم شریف انبیاء کرام علیہم السلام کے نزدیک عبدالوہاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت آیات بینات عطا کی ہیں۔ پھر آپ کو وہ سب چیزیں عطا کیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی تھیں اور ان پر آپ کے در بلند کیا۔

### عبدالقہار :

شیاطین کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالقہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے سبب شیاطین کو مقہور کیا اور ذلیل کیا ہے۔ شیاطین کو استراق سمع سے منع کیا ہے اس کے سوا اور امور بھی ہیں۔

### عبدالرحیم :

جنوں کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے سبب جنوں پر رحم کیا۔ ان کو اعمال شاقہ کی تکلیف نہیں دی۔ جیسے محاریب اور تماثل وہ بناتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں انواع مشقت کرتے تھے۔ آپ کی برکت نے کثیر جنوں کو اپنی لپیٹ میں لیا وہ آپ پر ایمان لے آئے۔

### عبدالخالق :

پہاڑوں میں آپ کا اسم شریف عبدالخالق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آپ کو بشر پیدا کیا نہ اور بشر کی مانند پہاڑوں کو زمین پیدا کیا ہے نہ زمین کے مانند۔

### عبدالقادر :

زمین میں آپ کا اسم مبارک عبدالقادر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس کی قدرت سے یہ ہے کہ جس نے بر میں (خسکی میں) الاولین و الاخرین کو پیدا کیا ہے۔

### عبدالمہیمن :

دریا میں آپ کا اسم شریف عبدالمہیمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اجل ہے جو امن دینے میں بحر اس طو ہے کہ اس کے نظرات کا شمار نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ بحر کا حافظ ہے۔

### عبدالقدوس :

دریا کی مچھلیوں کے نزدیک آپ کا نام مبارک عبدالقدوس ہے۔ اگرچہ مچھلیوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس کثرت کی ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہی مچھلی شکار ہوتی ہے جو ذکر تسبیح سے غافل ہو جاتی ہے۔ مچھلیوں کی تسبیح آنحضرت

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تقدیس کے مقابلہ میں کوئی شے نہیں ہے۔

### الغیاث :

ہوام کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالغیاث ہے — غیاث وہ ہے جس نے آپ کی برکت سے ہوام وغیرہ کی ایذا لوگوں کی فریادری کی ہے — پھر اللہ تعالیٰ نے ان ہوام کی فریادری اس طور سے کی ہے کہ ہوام کا رزق آپ کی برکت ہوام کے مسخر کیا ہے — (ہوام بمعنی شیر درندہ)

### الرزاق :

آپ کا اسم مبارک وحوش یعنی جنگلی جانوروں کے نزدیک عبدالرزاق ہے — رزاق وہ ہے کہ آپ کی برکت سے کہ آپ رحمت اللعالمین ہیں پرندوں کو رزق دیتا ہے۔

### السلام :

آپ کا اسم مبارک سباع یعنی درندوں کے نزدیک عبدالسلام ہے — سلام وہ ہے جس نے لوگوں کو ان کے دشمنوں سلامت رکھا ہے۔

### المؤمن :

(بہائم) چوپایوں کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالمؤمن ہے — اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اجل ہے جو امن دیتے — بہائم کی تسخیر اللہ تعالیٰ سے ہے۔

### الغفار :

پرندوں کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالغفار ہے — غفار وہ ہے کہ گناہگاروں کی مغفرت کرتا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور ان سے اتوی ہے جو اپنے انڈوں اور اپنے بچوں کو اپنے بازوؤں سے چھپاتے ہیں — یہ اسرائیلیات سے ہے۔ مصنف نے اس جگہ اڑتالیس (۴۸) اسمائے شریفہ ذکر کئے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے اسم ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

### عارف :

اس کا معنی صبور ہے جیسا کہ صحاح میں ہے — یا اس کا معنی ہے عالم — لغت میں اس کے معنی ہیں پہچاننے والا شناس۔

### ماضد :

اس کا معنی معین ہے — یہ اسم فاعل ہے عضد سے — جس وقت کسی کی اعانت کی جائے تو کہا جاتا ہے عضد اصل اس

کی بازو کا پکڑنا یعنی الاخذ بالعضد ہے پھر معین کے لئے استعارہ کیا گیا ہے — کہا جاتا ہے عضد تہ یعنی اخذت بقوة

### العایل :

بمعنی فقیر — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ووجدك عایلاً فاغنی

یعنی اس طور پر غنی کیا کہ غنی نہیں رہا — یا یہ معنی کہ آپ کا دل غنی کیا — غنا کے بعد آپ کا نام غایل میں نظر ہے۔ اس لئے کہ عایل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کیا — عایل کا وصف آپ سے زائل ہو گیا۔ کے ساتھ آپ کا وصف جائز نہیں ہے۔

### العصمة :

وہ شخص جس کے وسیلہ کی رسی کو اولیاء اللہ پکڑیں اور اس کے دائرہ امن میں عاصی لوگ پناہ ڈھونڈیں — عصمہ عام ہے۔ جیسے رجل عدل کہتے ہیں یعنی رجل عادل — یا بمعنی معصوم اسم مفعول عصمت سے ہے۔ جیسے لقمہ بمعنی ملقوم اس کی حقیقت جیسے کہ مواقف میں ہے۔ کل انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں کوئی گناہ پیدا نہیں کرتا

### عصمة اللہ :

مسند فردوس بلا سند حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ۔

انا عصمة اللہ انا حجة اللہ

### العفیف :

شر اور مکروہ سے کفایت کرنے والا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعف الناس ہیں اور عفت سے موافق ہیں — لغت میں پارسا، نیکوکار ہے۔

### العلم :

بہتترین — جس کے ساتھ ہدایت کی جائے۔

### العماد :

وہ سید جس پر اعتماد کیا گیا ہو — عمد سے ہے بمعنی ارادے والا اعتبار والا اعتماد والا۔

### العمدة :

بمعنی شجاع، بہادر، اطاعت کیا گیا۔

## العین :

بالاشتراك باصرہ پر اطلاق کیا جاتا ہے — عین آنکھ اور سونے وغیرہ کو بھی کہتے ہیں اس لئے بالاشتراك کہا ہے — جن اشیاء میں اشتراك ہے اس کی تفصیل کی جاتی ہے — آپ کا نام اس لئے عین ہے کہ ہدایت کے طریقوں سے آپ امت کی بھر ہیں — یا اس امت کا شرف آپ کے سبب

☆ عین کا اطلاق سونے اور ہر ایک اچھی چیز پر کیا جاتا ہے۔

آپ اشرف الانبیاء اور ان سے افضل ہیں — یہ اس معنی سے استعمال کیا گیا ہے فلاں عین الناس ۔

☆ اس کا معنی لوگوں کا خیار اور اس کا اطلاق سید پر کیا جاتا ہے — آپ سید الناس ہیں اور اپنی قوم کے کبیر ہیں۔

آپ اجل الخلق اور ان سے اعظم ہیں —

☆ انسان پر عین کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے عرب کہتے ہیں ماہیا عین یعنی اس جگہ کوئی نہیں ہے — یہ خاص کا تسمیہ

باسم عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے اشرف ہیں — اور

☆ جاری پانی پر عین کا اطلاق کیا جاتا ہے — آپ فی نفسہ طاہر ہیں۔ آپ غیر کو پاک کرنے والے ہیں — اور

☆ عین کا اطلاق لوگوں کی جماعت پر کیا جاتا ہے — آپ کی مہابت اور شدت جلالت سے آپ کا یہ نام ہے

— اور

☆ عین کا اطلاق پانی کے چشمہ پر کیا جاتا ہے — آپ کو علو اور شرف ہے اور آپ سے نفع کثیر ہے۔

## حرف الغین

(سید الغیاثین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف غین سے شروع ہوتے ہیں)

## الغالب :

اس کا معنی قاہر ہے — غلبہ سے اسم فاعل ہے — غلبہ قہر کو کہتے ہیں — یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے — اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی مخلوق سے اپنی مراد کو پہنچنے والا وہ مخلوق اس کو دوست رکھے یا کراہیت کرے۔

## الغفور :

یہ اسم مبارک تورات میں آپ کی صفات سے ہے :

ولكن يعفو ويغفر



”آپ غفور کرتے ہیں اور مغفرت فرماتے ہیں — یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے غفار یعنی غفار الذنوب گناہوں کو معاف کرنے والا ان لوگوں کا جو مومنوں سے ہیں اور گناہ کا ارادہ کرتے ہیں ان کے گناہ چھپاتا ہے — اور عقوبت کرنے سے ان گناہوں کو ظاہر نہیں کرتا اگر عقوبت (سزا) دے تو گناہوں کا اظہار ہو جائے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غفور اس قسم مبالغہ سے خبر دیتا ہے جو غفار میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ لفظ غفار مکرر مغفرت کی خبر دیتا ہے۔ مغفرت کی کثرت اس سے مفہوم ہوتی ہے اور

☆ لفظ غفور مغفرت کے کمال اور وجود سے خبر دیتا ہے اس کا معنی کامل الغفران ہے۔ یہاں تک کہ وہ مغفرت کے درجات کے انتہا کو پہنچتا ہے۔

☆ ابن طلحہ نحوی نے کہا ہے کہ مبالغہ کے صیغے متفاوت ہوتے ہیں — غفور اس شخص کے لئے ہے جس سے فعل مغفرت کثرت سے صادر ہو۔ اور غفار بہ وزن فعال اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے فعل مغفرت طبیعت کی مانند ہو گیا ہو۔

### الغنی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ووجدك عائلاً فاغني —

غنا سے ہے۔ اس کا معنی :

☆ ارتفاع الحاجات ہے۔ اور یہ کسی کے لئے نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

☆ قلت حاجات بھی اس کا معنی ہے۔ جیسے ارشاد نبوی ہے :

الغنی غنی النفس ”یعنی غنا قلت حاجت ہے۔“

یہ نفس کی بے پردائی اور عدم طلب اسباب سے ظاہر ہوتا ہے اور۔

☆ غنی کثرت مال کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے :

ومن كان غنيا فليست تعفف — غنی اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے

☆ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو کسی شے کی طرف محتاج نہیں ہوتی اور ہر ایک شے اس کی طرف محتاج ہے۔

☆ امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غنی کا معنی خلق میں یہ ہے کہ وہ شخص جسے کوئی حاجت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی

ذات اس کی حاجت ہے — ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہی تھے۔

### الغنی بالله :

اللہ تعالیٰ کے ماسوائے آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہیں۔

**الغوث :**

وہ نصرت دینے والا جس سے سختیوں اور مصیبتوں میں استغاثہ کیا جائے — اور حادثوں اور دشواریوں میں اس سے (استعانت) مدد چاہی جائے۔

**الغیث الغیاث :**

یہ شامی نے اضافہ کیا ہے۔ اس کا معنی ہے واسع الاخلاق اور حلیم الطبع۔

**الغظم :**

یہ شامی نے اضافہ کیا ہے — اس کا معنی ہے : واسع الاخلاق اور حلیم الطبع۔

**حرف الفاء**

(فاتح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ف سے شروع ہوتے ہیں)

**الفاتح :**

یہ اسم اسمائے الہی سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وانت خیر الفاتحین ”اور آپ بہترین فاتح ہیں“

ثم یفتح بیننا بالحق ”پھر فتح دی گئی ہم کو حق کے ساتھ“

آپ کا اسم شریف فاتح اور خاتم اس لئے ہے کہ حدیث معراج شریف میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ انہوں نے کلام الہی میں جو آپ سے معراج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وجعلنک فاتحاً وخاتماً میں آپ کو خاتم الانبیاء اور ان کا آخر کہا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج میں ارشاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وجعلنی خاتماً و فاتحاً۔ اور آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہدایات کے دروازہ کو اس کے بعد کھول دیا ہے کہ مقفل تھا — اور آپ کے سبب کفر کے شہروں کو فتح کر لیا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ نبوت میں مکہ، خیبر، مدینہ، بحرین اور کل جزیرہ عرب اور یمن کی کل سرزمین فتح ہوئی — اور مجوس ہجر اور بعض اطرافِ شام سے آپ نے جزیہ لیا — ہر قل، مقوقش، ملوک عمان اور اس نجاشی نے جو اصحمہ کے بعد بادشاہ ہوا تھا آپ کو تحفے بھیجے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بصرہ، دمشق اور بلاد حوران فتح ہوئے — پھر حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بلاد شام کل، مصر اور فارس کی اکثر اقلیم فتح ہوئی اور کسریٰ نے شکست کھائی اور اپنی مملکت کے انتہا میں بھاگ گیا۔ جبکہ ہر قل قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مدائن العراق، خراسان، ابواز اور بلاد مغرب تمام اور بلاد مشرق سے انتہا بلاد چین تک فتح ہوئے، کسریٰ قتل کیا گیا۔ اور اس کا ملک بالکل ہلاک ہو گیا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد روم وغیرہ ملکوں کی طرف ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے دنیا میں مجازاً اور یوم قیامت میں حقیقتاً کھولے — اور آپ ہی کے سبب اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا ہے — جن دلوں پر غفلت اور گمراہی کے پردے پڑے تھے وہ ہٹا دیئے گئے، یعنی کفر کے سبب ہدایت کا راستہ نہیں دیکھ پاتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی روشن آیات دیکھیں — اور حق کو نہیں سنتے تھے پھر حق کو سنا اور مطیع ہو گئے — دلوں میں حق بات اثر نہیں کرتی تھی، ان کے دل حق قبول کرنے کے لئے منور ہو گئے اور حق کو دلوں میں محفوظ رکھا۔

### الفارقلیط :

بارقلیط کے تحت اس کے بارے میں گزشتہ صفحات پر تفصیل آ چکی ہے۔

### الفارق :

غری نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے — اس کا معنی یہ ہے کہ حق اور باطل کے درمیان آپ فرق کرنے والے ہیں — عبدالباسط البلقینی نے کہا ہے کہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے — فارق اسم فاعل فرق سے ہے — فرق کا معنی فصل اور ظاہر کرتا ہے۔

### الفتاح :

بمعنی فاتح ہے۔ مگر یہ فاتح سے المبح ہے — یا بمعنی ناصر ہے اور اسی سے ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح ہے۔ یعنی نصرت — یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے — اس کا معنی ☆ وہ پاک ذات جو عیاں کے سبب وجہ نعم کو بند نہیں کرتا ہے — اور نسیان سے ایصال رحمت کو ترک نہیں کرتا ہے — یا

☆ وہ پاک ذات کہ نفوس پر اپنی توفیق کا دروازہ کھولتا ہے اور قلوب پر اپنی تحقیق کا باب کشادہ کرتا ہے — یا ☆ وہ پاک ذات کہ اپنی عنایت سے ہر ایک دشواری کو کھولتا ہے اور اپنی ہدایت سے ہر ایک مشکل کو کشائش دیتا ہے۔

### الفاروق :

حق اور باطل کے درمیان کثیر الفرق کرنے والا۔

الفجر :

یعنی آپ سے ایمان جاری ہوتا ہے۔

الفرط :

بہ فتح رائے مہملہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

انا فرط لکم انا شہید علیکم۔ میں تمہارے لئے فرط ہوں اور تم پر گواہ ہوں

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔ فرط اس شخص کو کہتے ہیں کہ پہلے پانی کی طرف پہنچ کر واردین کے لئے حوض مہیا کرے اور ان کو پانی پلا دے اور وہ سیراب ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لئے ضرب المثل کے طور پر فرمایا ہے کہ جو اپنے اصحاب سے آگے پہنچے اور انہیں جس شے کی حاجت ہو وہ ان کے لئے مہیا کرے۔ ابو عبیدہ علیہ الرحمہ نے اس کی تفسیر ایسی ہی کی ہے اس کی موافقت مسلم کی یہ روایت کرتی ہے: ہانا الفرط علی الحوض

اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے آگے رہوں گا اور تم لوگ میرے پیچھے ہو گے۔ یعنی آپ اپنی امت سے مقدم ہوں گے اور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

الفصیح :

فصاحت سے بہ وزن فعیل ہے۔ لغت میں اس کا معنی بیان ہے اور

☆ اصطلاح میں اس کا معنی کلام کا صنعت تالیف اور تنافر کلمات اور تعقید سے خالص ہونا۔ یہ تعریف معنی کے اعتبار سے ہے۔

☆ لیکن لفظ کے اعتبار سے یہ معنی ہے کہ وہ فصحاء جن کی عربیت پر وثوق ہو وہ لفظ ان کی زبانوں پر ہو۔

فضل اللہ :

اس کا معنی اس ارشاد باری سے ہے:

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته لا تبعثم! الشیطان الا قلیلا

یعنی ”اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا تو سوائے چند نفوس کے تمہاری اکثریت ابلیس کی پیروی کرتی۔“

یہ اس قول میں ہے جسے مادر وحی نے حکایت کیا ہے۔

فواتح النور :

یعنی علوم کثیرہ کے منظر۔ گویا ہر ایک علم کا اظہار فتح ہے اور جمع کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے۔



مصنف نے دس اسمائے شریف شمار کئے ہیں جن میں سے دو اسمائے الہی ہیں۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

### الفاضل:

اس کا معنی حسن کامل عالم — اس لئے کہ فضل علم کے معنی میں وارد ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مَنَافِضًا "بے شک ہم نے داؤد کو افضلیت دی"۔ یعنی علم دیا۔

### الفايق:

ہر ایک سے خیار — آپ خیار خلق ہیں۔

### الفخر:

بمعنی عظیم و جلیل

### القدعم:

بہ وزن جعفر حسن جمیل

### الفرد:

یعنی اپنی صفات جمیلہ میں منفرد

### الفضل:

بمعنی احسان — آپ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور منت ہیں۔ بلکہ اس امت کے غیر پر آپ فضل اور منت الہی ہیں — یا بمعنی فاضل کہ شریف اور کامل کو کہتے ہیں۔

### الفطن:

بمعنی حاذق فطنت سے بمعنی فہم — آپ بہ طریق فیض حاذق ہیں یا بدون اکتساب حاذق۔

### الفلاح:

غرنی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے اور اس کی تفسیر یحییٰ بن علیؑ کا ہے۔ یعنی "اللہ ان کی وجہ سے باطل مٹا دے گا"۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے گویا یہ اسم غیر عربی ہے۔ اس لئے کہ فلاح کا معنی از روئے لغت "فوز اور نجات" ہے۔ — امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کلام عرب میں زیادہ جامع خیر لفظ "فلاح" سے کوئی لفظ نہیں ہے — اور یہ بعید نہیں ہے کہ یہ لفظ "فلاح" عربی ہو —

☆ آپ کا نام فلاح اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ میں خیر کے وہ خصال جمع ہیں کہ آپ کے غیر میں جمع نہیں ہوئے

— یا

☆ آپ کا نام فلاح اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ للاح کا سبب ہیں۔

الفہم:

ککتف سربع فہم — ازروئے لغت اس کا معنی یہ ہے کہ شے کا علم اور اس کا فرمان قلب سے رکھتا ہو۔

فئة المسلمین:

اس اسم شریف کو امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے لیا ہے:

انا فئة المسلمین ”میں مسلمانوں کے لئے سایہ ہوں“

اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن حدیث کہا ہے۔

## حرف القاف

(سرکار قاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ق سے شروع ہوتے ہیں)

القاسم:

وہ شخص جو امور کو اپنی حیات میں تقسیم کرے اور عطا کرنے والا — قسم سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہے عطا۔ بخاری علیہ الرحمہ نے مرفوعاً روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اما انا قاسم واللہ معطی ”میں عطا کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔“

القاضی:

بمعنی حاکم۔ قاضی، قضا سے اسم فاعل ہے۔ قضا فعل امر کو کہتے ہیں — آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کے خصائص سے یہ ہے کہ آپ بلا دعویٰ اور بلا بینہ حکم دینے والے ہیں — یہ ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے اور مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

وان يحكم لنفسه و لده تقبل شهادة من شهد له كما في قصة خزيمه ولا يكره له القضاء ولا الافتاء في

حال غضبه بعصمة

آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اپنے نفس اور اپنی اولاد کے لئے حکم کریں اور جو شخص آپ کی شہادت دے اس کی شہادت قبول کی جائے۔ جیسا کہ خیمہ کے قصہ میں ہے۔ اور آپ غضب کی حالت میں حکم دیں یا فتویٰ دیں، آپ کا فتویٰ اور حکم غضب کی حالت میں مکروہ نہ سمجھا جائے گا اس لئے کہ آپ خطا سے معصوم ہیں۔

### القانت :

بمعنی طالع — قنوت سے اسم فعال ہے — اس کا معنی لزوم طاعت خشوع کے ساتھ — یاقانت بمعنی خاشع — یا اپنی نماز میں طویل القیام۔

### قائد الخیر :

امت کی طرف خیر کے جالب — یا امت کو خیر کی طرف کھینچ کر لانے اور امت کو خیر کی طرف ہدایت کرنے والے — اس اسم کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے لیا ہے: — قائد الخیر جو آپ پر درود بھیجنے کی تعلیم کی حدیث میں ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے۔

### قائد الغر :

غر کی جمع ہے جس گھوڑے کی پیشانی پر سفید داغ ہوا سے کہتے ہیں — المحجلین جن کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ مجلین سے مراد آپ کی امت ہے۔ آپ جنت کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے — شیخین نے یہ روایت کی ہے:

ان امتی یدعون یوم القيامة غر المحجلین من النار الوضوء  
”وضو کے آثار سے میری امت غر المحجلین کے نام سے بلائی جائے گی۔“

### القائیل :

بمعنی حاکم اس لئے کہ آپ کا قول نافذ ہوتا ہے یا بمعنی محبت — عرب کہتے ہیں :

قال بالشی ای احبه واختص به  
”کہا آپ کو کسی چیز کو پسند کرتے ہیں اور اس کے ساتھ مخصوص ہوئے“

### القائم :

بمعنی قیم

### القتال :

ابن فارس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف تورات میں احمد الضحوک القتال ہے — آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ کو جہاد پر حرم تھی قتال کی

طرف آپ سرعت فرماتے تھے۔

### القتول :

بمعنی قتال — یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جو توجیہ دونوں میں سے ایک کے لئے صالح ہے وہی دوسرے کے لئے

ہے۔

### قثم :

بضم و فتح شامی، مثلاً جامع خیر — جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ کی جود و عطا کے سبب یہ اسم شریف ہے — اس کا معنی ہے ”خیر کے لئے جامع“ — آپ کی ذات مبارک میں خیر کی خصلتیں اور فضیلتیں تمام تھیں۔“

ابن جوزی نے کہا ہے کہ قثم سے یہ نام مشتق ہے۔ اس کا معنی عطا کرنا۔ عرب لوگ کہتے ہیں :  
قثم له من العطا یقثم : جس وقت عطا کرنے والا عطا کرتا ہے — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا میں المخلق تھے اور کل مخلوق سے ہاتھ سے دینے میں زیادہ نخی تھے۔

### القشوم :

قثم کی مثل ہے — حربی نے مرفوعاً روایت کی ہے :

اتانی ملک فقال انت قثم و خلقت قیم و نفسك مطمئنة  
”میرے پاس ایک فرشتہ نے آ کر کہا کہ آپ نخی ہیں اور آپ کو پیدا کیا نگہبان اور آپ کا نفس مطمئن ہے۔“

### قدم صدق :

ارشاد باری تعالیٰ : و بشر الذین امنوا ان لهم قدم صدق .

”اور مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے اچھی اولیت ہے۔“

اس آیت کریمہ کے پیش نظر زید بن اسلم وغیرہ نے کہا ہے کہ قدم صدق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

### القرشی :

قبیلہ قریش سے منسوب۔

### القرب :

اللہ سے نزدیک — ارشاد باری ہے : ثم دنی فتدلی یعنی ”پھر نزدیک بہت زیادہ نزدیک“ — یا لوگوں سے نزدیک — آپ کی تواضع کے اعتبار سے آپ کا یہ اسم شریف ہے — یہ نام مبارک اسماء الحسنی سے ہے۔ فرمایا ہے :



واذا سالک عباسدی عنی قانی قریب

”جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں ان سے نزدیک ہوں۔“

یعنی علم سے قریب عباد ہے۔ عباد کے احوال سے کوئی شے اس پر مخفی نہیں ہے۔

القمر:

قمر چاند کو کہتے ہیں — آپ کا اسم شریف قمر اس لئے ہے کہ آپ نے نور ہدایت سے کفر کی ظلمت دور کر دی ہے۔

القیم:

یائے تختانی سے — جیسا کہ دیلمی کے نزدیک جو حدیث میں روایت کیا گیا ہے — اس کا معنی مکارم اخلاق کا جامع اور اخلاق میں کامل یا بکھرے لوگوں کو جمع کرنے والے۔ ان کے درمیان اپنی تالیف سے اور ان کی پریشانیوں کو جمع کرنے والے قیم بمعنی سید ہے۔ اس وجہ سے کہ لوگوں کے امور و دین کے لئے وہ قیام کرتا ہے۔ جیسا کہ جرتیہ مصغر الاسدی نے کہا ہے کہ جس وقت آپ کے پاس آئے تھے۔

كنت من الذنب کافی فی ظلم

بدلت دنیا بعد دین قدیم

فان اصارف ما ثما فلن اثم

یاقیم الدین اقم نامستقیم

قیم کی یہ وجہ روایت کی ہے اگر صحیح ہو — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفا شریف میں کہا ہے کہ قیم کی جگہ قثم ہو۔ بہ ثناء مثله۔ میں جس شے میں گمان کرتا ہوں اور قثم تفسیر کے ساتھ اشبہ ہے — لیکن کتب انبیاء علیہ السلام میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی:

اللهم ابعث لنا محمد القیم السنة بعد الفترة

”اے اللہ! ہمارے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما۔ جن کا سنت طریقہ فترت کے بعد قائم ہے۔“

قیم۔ بمعنی قثم ہو گا یعنی مقیم السنة — چنانچہ یہ قثم کا دوسرا اسم ہو گا — قیم اسماء الہی سے ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

انت قیم السموات والارض ”تو آسمان و زمین کا قائم رکھنے والا ہے۔“

ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قیم بمعنی قائم ہے اور اس سے ابلغ ہے — اس کے بعد قیوم اور قیام کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ اس لئے کہ دونوں میں ابلغیت ہے اور دونوں غیر مدح میں مستعمل نہیں ہوتے ہیں۔ بخلاف قیم کے کہ یہ غیر مدح میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

القوی:

صفت مشہ ہے بمعنی شدید قدرت رکھنے والا — یہ اسماء الحسنی سے ہے۔ اس کا معنی قادر ہے جیسا کہ خطابی اور قاضی

باض علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذی قوۃ — یعنی قرآن شریف کے نزدیک آپ ذی قوت ہیں۔ عند ذی العرش مکین — صاحب عرش کے نزدیک، مکین المنزلت ہیں۔ رفیع المحل ہیں۔ ایک روایت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سری میں جبریل علیہ السلام ہیں۔

ارشاد باری: ق والقرآن المجید کے بارے ابن عطاء نے کہا ہے کہ اپنے حبیب کے قلب کی قوت کی میں قسم کھاتا ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — ق، اکتفا کے نہج پر ہے جیسے کہ شاعر کا قول قلت لها قفی فقلت قاف — آپ کی قوت قلبی اس سبب سے ہے کہ آپ نے خطاب الہی کی برداشت کی۔ اور شب معراج میں آپ نے:

☆ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کیا — یا

☆ ملکوت کا مشاہدہ کیا — یا

☆ تجلیات قلبیہ کا مشاہدہ کیا۔

اور ان کا مشاہدہ آپ پر دشوار نہ ہوا کہ اس کی مثل کی برداشت سے آپ کو مانع ہوتا — اس لئے کہ آپ ہر حال کو عبور فرماتے۔ یعنی ثبات قلب میں آپ کا خاص مرتبہ تھا۔ اور آپ کی شان کو اس وجہ سے رفعت تھی کہ آپ کے قلب مبارک میں یقین راسخ تھا۔

اس تاویل میں جو بات ہے وہ مخفی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اس بات کی آگاہی نہیں ہے کہ ق سے مراد آپ کے قلب کی قوت کی قسم نہیں ہے بلکہ اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی ہے — اور یہ امر ہے کہ لفظ ق یہ احتمال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہی قسم کھائی ہو — ق سورت کا نام ہے یا پہاڑ کا نام ہے — مجرد لفظ جو مذکور معنی پر دلالت نہ کرے۔ قرآن مجید میں ایسی تاویل لائق نہیں ہے۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

القاری:

یعنی کریم، جواد — قری سے اسم فال ہے۔ اس کا معنی مہمانوں کے لئے بذل کرنا۔

القائد:

وہ شخص کہ لوگوں کے آگے رہے۔ لوگ اس کے پیچھے ہوں — وہ انہیں ہدایت کے راستہ پر لے چلے اور ہلاکت کے راستہ سے انہیں بچائے — ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے:

وانا قائدہم اذا فرغوا قدما یا ”جب ان کے قدم ڈگمگائیں تو میں ان کا قائد ہوں“

آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔ اس کا معنی ہے اول سابق

## حرف الکاف

(کامل اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف کاف سے شروع ہوتے ہیں)

کافۃ للناس :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وما ارسلناک الا کافۃ للناس

زختری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسالت عامہ ہے اور تمام لوگوں پر محیط ہے اس لئے کہ جس وقت رسالت ان کو شامل ہوگی تو ان کو اس بات سے کفایت کرے گی کہ کوئی شخص اس سے نکل نہ جائے۔

الکفیل :

وہ سید (سردار) جو اپنی قوم کے امور کا متکفل ہو اور ان کی شان کی اصلاح کرے۔

کفیل بوزن فعیل کفالت سے ہے :

☆ ضمان کے معنی میں آپ اپنی امت کے لئے اس امر کے متکفل ہیں کہ اس شفاعت سے فائز المرام ہوں اور نجات پائیں جو انکے لئے ذخیرہ رکھی گئی ہے — یا

☆ کفیل بمعنی مفعول جیسے جرتع اور کفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت اور ظفر کا تکفل کیا ہے — یا

☆ بمعنی کفل بہ وزن طفل یعنی رحمت اور نعمت — آپ خلق کے لئے رحمت ہیں اور حق سے ان کیلئے نعمت ہیں۔

الکامل فی جمیع امورہ :

یعنی آپ خلقت اور اخلاق میں کامل ہیں۔ اسی سے عبادات وغیرہ ہیں۔ آپ کا خلق تحقیق قرآن مجید ہے۔

الکریم :

اس کا معنی جواد کثیر خیر متفضل، عفو یہ سب معافی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صیحج ہیں۔ اسم اسمائے الہی سے ہے —

اس کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے نفس کو مکرم کیا ہے یعنی اپنے نفس کو آلودگی سے پاک کیا ہے کچھ مخالفت سے۔

کھیعص :

ابن وحید علیہ الرحمہ نے اسے آپ کے اسماء میں ذکر کیا ہے — جبکہ دیگر علماء نے اسے اسمائے الہی میں ذکر کیا ہے —

پانچ اسم ہیں۔ ایک اسم اسمائے الہیہ سے ہے۔

### کاف :

تشدید کاف سے۔ اس کا معنی وہ شخص جو لوگوں کو گناہ سے باز رکھے — اس کا معنی مرسل الی الناس کافہ نہیں ہے — اس لئے کہ لفظ کافہ سے فعل متصرف نہیں ہوتا ہے تاکہ اسم فاعل ہو۔ یہ ابن وحیہ نے بیان کیا ہے۔

### کافۃ :

اس کا معنی جامع محیط اور ہا مبالغہ کے لئے ہے — کف سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے منع — یا مصدر ہے بیسے فیت مصدر ہے۔

### کافی :

کفایت سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی سد فقر اور حاجت اور امر میں مراد کو پہنچنا — آپ نے اپنی امت کے خلل کو قناعت سے روز حساب میں بند کر دیا ہے اور ان کو ان کی مراد پر پہنچایا ہے — یا یہ معنی ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کے شر کی کفایت کی ہے۔ اس سے مکفی مراد ہے بفتح میم۔

### لکثیر الصمت :

یعنی کم کلام کرنے والے جس سے نفع نہ پایا جائے۔

### کندیدہ :

ابن وحیہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے۔

### الکنز :

اصل میں مال مراد ہے یا نفیس شے — آپ کا یہ اسم شریف آپ کی نفاست کی وجہ سے ہے — یا یہ معنی ہے کہ آپ کے سبب ہم کو دارین کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

### الکوکب :

قوم کا سردار قوم کا شہسوار یا مشہور ستارہ — آپ کا یہ اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ کی شریعت واضح ہے۔ اور آپ کی ملت کو بلندی ہے۔



## حرف الالم

(تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ل سے شروع ہوتے ہیں)

### اللسان :

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قوم کی طرف کلام کرنے والے ہیں — آپ کا یہ اسم شریف اس لئے کہ آپ کی زبان شدت بلاغت اور فصاحت سے گویا آپ کا مجموعہ ذات ہے۔  
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ارشاد :

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین

سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری اولاد سے اس شخص کو میرا قائم مقام کر کہ میرے مقام میں حق کے ساتھ قیام کرے اور حق پر رہبری کرے — چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبول کی گئی۔

### اللبیب :

اس کا معنی فطن، عاقل، ذکی

### اللسن :

بہ وزن کفت — اس کا معنی فصیح، بلیغ، لودعی، ذکی فصیح، تیز ذہن — گویا اپنی ذکاوت کے بھڑکنے سے آگ کی تیزی رکھتا ہے اور اس سے لوگوں کو سوز و گداز ہوتا ہے۔

### اللیث :

اس کا معنی شدید قوی ہے یا سید شجاع یا زبان آور فصیح و بلیغ۔

## حرف الممیم

(منفصل اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف میم سے شروع ہوتے ہیں)

### الماجد :

مفہمال کثیر جود یا حسن خلق، سماعت کرنیوالا — یا شریف — مجد سے اسم فاعل ہے اس کا معنی شرف کی وسعت اور

ثرت عواید کی — ایاس بن سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

سمع الخلیقہ تاجد و کلام حق و فیہ رحمۃ و نکال

ماجد اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ (امام غزالی علیہ الرحمہ) نے کہا ہے کہ ماجد اور مجید وہ شیف کہ لذاتہ ریف ہو اس کے افعال حمیدہ ہوں۔ اس کی عطا جزیل ہو — اس میں جلیل اور وہاب اور کریم کے معانی جمع ہیں۔

**ذ ماذ :**

اس کا معنی ہے طیب طیب — فہمتی نے کہا ہے کہ اس میں میم مفتوح ہے اور الف غیر ہمرہ سے ہے جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کے ساتھ اختصار کیا ہے اور موز موز روایت کیا ہے۔ دو الف کی جگہ دو واؤ ہیں — غرنی نے اسے حضرت راہم علیہ السلام کے صحائف سے منسوب کیا ہے۔

مید مید دونوں میں ہائے تختانیہ ہے۔ غرنی نے اس کی نسبت بھی تو رات سے کی ہے۔ اسم ماذ ماذ کے اعراب کی یوں مرتب کی ہے: الف کے بعد ذال معجمہ تنوین سے ہے — ایسا ہی بعض علماء کی کتب میں ہے۔

علامہ حجازی نے حاشیہ شفا شریف میں سہلی سے نقل کیا ہے۔ ضم اور اشٹام ضمہ ہمزہ واؤ اور الف مدودہ کے درمیان — اور کہ علمائے بنی اسرائیل سے ایک شخص تھا جو مسلمان ہو گیا تھا اس مسلمان عالم نے کہا ہے کہ اس کا معنی طیب طیب ہے اور لفظ کی تکرار تاکید کے لئے ہے — یا فی نفسہ طیب مراد ہے — یا اپنی دنیا میں طیب مراد ہے۔ اور اپنی صفات اور اپنی آخرت میں طیب ..... یہ اسم واحد مومر کی طرح ہے۔ یا خلاف اصل کے مرکب ہے۔

سہلی نے یہ زعم کیا ہے کہ ماذ ماذ کی ذال مہملہ ہے — تلمانی نے کہا ہے کہ یہ اسم ماذ سے لیا گیا ہے — سفید شہد کو اس کی ذاتی حلاوت اور صفات کے سبب ماذ کہتے ہیں — یا ماذ سے لیا گیا ہے اس کا معنی نرم سہل زرہ ہے — آپ عالمین کے لئے زرہ کی مثل حص حصین ہیں۔

**المومل :**

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ سے خبر کی امید کی گئی ہے۔

**الماحی :**

آپ کے اسم شریف ماحی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کفر کو محو کر دیں گے۔ یعنی مٹا دیں گے — خلق میں اس درجہ کفر کی سے نہیں مٹا جس درجہ کفر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مٹا ہے۔ اس لئے کہ آپ ایسے حال میں مبعوث کئے گئے کہ تمام اہل زمین بت پرستوں کے درمیان کفار تھے۔ یہود و نصاریٰ گمراہ تھے — نصاریٰ کو گمراہ اس لئے کہا کہ ان کی شریعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت کے وقت موجود تھی۔ مگر انہوں نے انجیل میں تحریف کی تھی اور دین کو بدل دیا تھا اس لئے گمراہ ہو گئے تھے۔

جبکہ یہود کی شریعت پہلے ہی سے منسوخ ہو چکی تھی۔ لہذا گمراہ گروہ نصاریٰ کی صفت ہے۔ صابیہ اور دہریہ ایسے تھے کہ وہ نہ رب کو پہچانتے تھے اور نہ معاد کو۔ کشاف میں ہے کہ صابیہ وہ قوم ہے جو یہودیہ اور نصرانیہ سے نکل گئی تھی اور ان لوگوں نے ملائکہ کی عبادت کی تھی۔

صاحب کشاف کے غیر نے کہا ہے کہ صابیہ ایک ایسا گروہ ہے جو:

☆ نصاریٰ کی طرف میل کرتا ہے۔

☆ انہوں نے تاثیر افلاک، قدم عالم اور سورج کی الہیہ وغیرہ کا اعتقاد کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشر میں رسالت کا انکار کیا ہے۔

☆ رسالت کا انکار کو اکب میں نہیں کیا۔

☆ انکے درمیان آگ اور ستاروں کی عبادت کرنے والے تھے۔

☆ کچھ فلاسفہ تھے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو نہیں پہچانتے تھے اور ان شریعتوں کا اقرار نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام کفر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے سبب مٹا دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب کر دیا۔ آپ کا دین اس جگہ پہنچا جس جگہ رات اور دن پہنچے ہیں۔ یعنی تمام دنیا میں آپ کا دین اس طور پر پہنچا ہے جیسے دن اور رات ساری دنیا میں پہنچتے ہیں۔ آپ کی دعوت دنیا میں اس طور پر پہنچی ہے جیسے آفتاب پہنچتا ہے۔ جبکہ دریا ایسے تھے کہ کل آلودگیوں کو پاک کر دینے والے ہیں۔ تو دریاؤں میں آپ کا اسم شریف ماحی ہوا ہے۔

### المأمون :

امتحان سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی استحقاق ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کی امانت اور دیانت پر بھروسہ کیا گیا ہو۔ آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کی جہت سے خوف نہیں کیا جاتا ہے۔

### المانح :

اس کا معنی ہے عطا کرنے والا۔ یہ منح سے اسم فاعل ہے۔ جس وقت جزیل عطا کرے۔

### الماء المعین :

یہ فتح میم۔ اس کا معنی وہ پانی جو کہ روئے زمین پر ظاہر اور جاری ہو۔ فاعل بمعنی فاعل۔

### المبارک :

عظیم البرکت۔ یہ لفظ جامع انواع خیر ہے۔ اور اسی سے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ ”ہم نے اسے برکت والی رات میں نازل کیا“۔ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

صلی الالہ ما ومن یحلف بعرشہ والطیون علی المبارک احمد  
 ”اللہ تعالیٰ نے اور ان لوگوں نے جو عرش کو ڈھانکے ہوئے ہیں وہ فرشتے ہیں“ اور پاک لوگوں نے مبارک پر جو  
 احمد ہیں درود بھیجا ہے۔“

عباس بن مرداس نے اپنے قصیدہ میں کہا ہے:

فأمنت بالله الذي أنا عبده وخالفت من أمسى بريد المہالکا  
 ”میں اس اللہ پر ایمان لایا ہوں جس کا میں بندہ ہوں اور میں نے ان لوگوں سے خالفت کی ہے جو مہالک کا ارادہ  
 کرتے ہیں۔“

ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا وبایعت بین الاخشیین المبارک کا  
 ”اور میں نے اپنے منہ کو کعبہ کی طرف ایسے حال میں متوجہ کیا ہے کہ میں مکہ کا ارادہ کرنے والا ہوں اور میں نے  
 دونوں اخیسین کے درمیان مبارک یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے“... اخیسین پہاڑوں کا  
 نام ہے۔

نبی اتانا بعد عیسیٰ بناطق من الحق فیہ الفضل منہ کذا لکا  
 ”وہ مبارک نبی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے پاس حق ناطق (بولتا ہوا حق) کو لائے ہیں۔ اس میں  
 فضل اسی حق سے ایسا ہی ہے۔“

چنانچہ آپ کے اس نام مبارک کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کون کا مبدا اور اس کا تمام آپ کی اس برکت سے ہونے والا ہے جو  
 اللہ تعالیٰ کی برکت سے استمداد کی گئی ہے۔ جس شخص کی مدد ایسی ہو اس کی برکت کے احصا — کی کسی کو قدرت نہیں  
 ہے۔ لیکن آپ کے کمال برکت سے پانی کا آپ کی انگلیوں سے ابلنا اور تھوڑے کھانے کی کثرت آپ کی برکت سے یہاں  
 تک تھی کہ آپ نے ایک لشکر کو اور اس کے سوا ایسا ہی اور لوگوں کو سیر اور میراب کر دیا۔ اس شے سے جسے آپ نے لمس کیا۔  
 شامی نے کہا ہے کہ آپ کا نام ”مبارک“ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے احوال میں برکت اور ثواب  
 پیدا کیا تھا اور آپ کے اصحاب کرام میں فضائل اعمال پیدا کئے تھے اور آپ کی امت میں اور امتوں سے مرتبہ میں اضافہ فرمایا  
 تھا۔

آپ کا اسم شریف مبارک اس لئے رکھا گیا کہ آپ کے حال میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور برکت پیدا کی ہے — ثواب  
 آپ کے اصحاب میں فضائل اور آپ کی امت میں اور امتوں سے مرتبہ کی زیادتی کی ہے۔

**المبتہل:**

اس کا معنی متضرع اور متذلزل ہے — اجتہال سے ہے جس کا معنی تضرع ہے اس ارشاد باری میں ہے:



ثم نبتهل یعنی ”دعا میں خلوص“۔

المبرا :

اس کا معنی ہے منزہ — یعنی ہر اک برے وصف سے دوری۔

المبشر :

بشارت سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی وہ خیر جو عام ہو۔ بشارت دینے والا لیکن فبشرهم بعذاب الیم۔ اندرہم کے میں ہے۔ بشارت انذار کے لئے استعارہ کی گئی ہے — اس کا معنی ہے ڈرانا۔

مبشر البایسین :

عام خیر کے معنی میں ہے۔ جیسے البشیر ہے۔

المبعوث بالحق :

حق کے ساتھ بھیجے گئے۔

المبعوث :

بعثت سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی ہے بھیجا۔

المبلغ :

جیسے آپ کو امر کیا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے تبلیغ کرنے والا۔ آپ رسالت ادا کرنے والے ہیں۔ آپ کو یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک سے امر کیا گیا ہے — ”اے رسول! جو شے آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اللہ کے بندوں اس کی تبلیغ کر دیجئے“ اور اس سے کچھ شے نہ چھپائیں اس خوف سے کہ کوئی مکروہ آپ کو پہنچے“..... مبلغ بمعنی فاعل ہے۔

المبیح :

جو چیزیں پہلی امتوں کے لئے حرام کی گئی تھیں حکم خداوندی سے آپ نے اپنی امت کو وہ چیزیں مباح کیں۔

المبین :

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ظاہر کہ اس کا امر اور رسالت مخفی نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے :

حتى جاءهم الحق و رسول مبین و قل انی انا النذیر المبین

ابان سے یہ معنی بہ سکون یا ہے۔ اور یا کے تشدید سے تبیین سے بمعنی اظہار ہے — یا مبین بہ تشدید ہائے مکسور ہے۔ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو شے آپ کے ساتھ بھیجی ہے آپ اسے ظاہر کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :

لتبين للناس ما نزل اليهم

یعنی ”شرائع اور احکام جو آپ کی طرف نازل کئے گئے ہیں آپ ان کو ظاہر کر دیں۔“

**المتين :**

بمعنی قوی شدید — اسی سے الجبل المتين ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے — اس کا معنی ہے قوی غالب انتہا درجہ کی قدرت امکان کے مراتب پر پہنچنے والا۔

**المتبتل :**

مخلص اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ غیر سے منقطع — ارشاد باری تعالیٰ ہے :  
و تبتل اليه تبتيلاً یعنی ”سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔“

**المتبسم :**

تبسم سے ہے۔ اس کا معنی ہے بشاشت — آپ لوگوں سے بشاشت سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کے چہرہ انور میں ملاقات کے وقت اخلاق کے آثار پائے جاتے تھے اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آتے تھے — اس شعر کہنے والے پر اللہ کریم رحم فرمائے :

بشاشت وجه المرء خير من القرى فكيف الذي ياتي به وهو ضاحك  
”مرد کے چہرہ کی بشاشت اس کے مہمانی کرنے سے اچھی ہے۔ کیونکر ہو گا وہ شخص کہ مہمانی کرے اور مسکراتا ہو“ —  
یعنی اس کی صفت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

**المتربص :**

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ کفار سے یہ کہہ دیں :

فتربصوا اني معكم من المتربصين

”تم لوگ میرے لئے جس چیز کی تمنا کرتے ہو اس کے منتظر رہو۔ میرے رب نے تم پر نصرت دینے اور تم پر ظفریاب کرنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس کا منتظر ہوں۔“

شمس برماوی نے اس اسم شریف کو اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے اور اسے ”رجال العمدہ“ میں ذکر کیا ہے۔

**المرحوم :**

ترحم سے اسم فاعل ہے۔

### المتضرع :

دعا میں زاری کرنے والے اللہ تعالیٰ سے خشوع کرنے والے۔

### المتقی :

تقی سے اتم فاعل ہے۔

### المتلو علیہ :

تلاوت سے ہے اس لئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے قرآن پاک پڑھتے تھے۔

### المجتہد :

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ومن اللیل فتہجد بہ  
”رات کے کچھ حصہ میں تہجد (کوشش) کرو“ — اس سے مراد نماز نفل اور ذکر و فکر ہے۔

### المتوسط :

اللہ تعالیٰ اور امت کے درمیان شفاعت کے بارے میں تردد کرنے والے۔

### المتوکل :

وہ شخص کہ اپنے امر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے جس وقت اللہ تعالیٰ اسے امر کرے وہ اسے بلا جزع کرنے کا ارادہ کرے۔  
— ابن دجیہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔ جیسے کہ بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصی سے اس لفظ کے ساتھ روایت ہے :

انت عبدی ورسولی سمینک المتوکل

”آپ کا نام متوکل رکھا آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔“

اور قرآن کریم میں ہے :

متوکل علی اللہ — اللہ پر بھروسہ کرو

وتوکل علی الحی الذی لا یموت ”اللہ پر بھروسہ کرو وہ زندہ ہے مرتا نہیں۔“

### المثبت :

بہ کسربائے موحدة مبنی للفاعل۔ یعنی جس شخص نے آپ کا دین میں اتباع کیا آپ اسے دین پر ثابت رکھنے والے ہیں۔  
— یا بہ فتح بای موحدة مبنی للمفعول — ثبات سے اس کا معنی ”قرار“ اور ”تمکین“ ارشاد باری تعالیٰ : ولولا ان ثبتک

آپ کا یہ اسم شریف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر کو اپنے دین پر ثابت رکھا ہے۔ آپ کے یہ دو اسمائے شریفہ ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

### مجاب :

شامی میں الف لام کے ساتھ المجاب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا سوال عطا کیا گیا ہے۔

### معجیب :

اجاب سے اسم فاعل ہے شامی نے الف لام کی زیادتی سے المعجیب کہا ہے۔

### المجتبیٰ :

اجبتا سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی اصطفیٰ ہے یعنی برگزیدگی۔ جیسا کہ صحاح میں ہے۔

### المجیر :

اجار سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت میں آپ سے پناہ لی آپ نے اسے مصیبت سے چھڑا دیا — اور جس نے آپ سے استغاثہ کیا آپ نے اس کی فریادری فرمائی۔

### المحترض :

تحریض سے ہے۔ اس کا معنی ابھارنے والے۔ تحریک دینے والے یعنی آپ قتال اور جہاد اور عبادت پر لوگوں کو ابھارتے ہیں — ارشاد باری ہے :

يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال  
”اے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں کو جہاد و قتال کے لئے ابھاریے۔“

### المحرم :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متونی تحریم — جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے — یا ظلم کو حرام کرنے والے — ظلم کا معنی حد سے تجاوز ہے۔ یہ معنی سیوطی کے غیر نے کہا ہے۔

### المحفوظ :

حفظ سے ہے آپ شیطان سے محفوظ ہیں — امام بخاری علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا :

”مجھے شیطان نظر آیا اس نے نماز قطع کرنے کے لئے مجھ پر حملہ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی۔“



اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ شیطان سے محفوظ ہیں — کسی نے یہ سوال کیا کہ شیطان آپ سے کس لئے نہیں بھاگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا بھاگنا فرمایا ہے:

ما لیک الشیطان سالکا لجالا سلك فجاء غیرہ

”اے عمر! شیطان تمہیں ایسے حال میں نہیں ملے گا کہ تم ایک راستہ پر جا رہے ہو شیطان بھی اسی راستہ پر جائے — بلکہ شیطان تمہارے خوف سے دوسرا راستہ اختیار کر لے گا۔“

یعنی جس راستہ پر تم چلتے ہو شیطان اس راستہ سے بھاگ جاتا ہے — اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے — اس کا جواب اس طور پر دیا گیا ہے کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

☆ شیطان سے محفوظ اور اس کے مکر سے محفوظ تھے

☆ اور اس کے کید اور غدر سے محفوظ تھے

☆ اور اس کے شر اور دسواں سے آپ کو امن تھا

شیطان کا آپ کے ساتھ اجتماع اور اس کا آپ سے بھاگنا آپ کے حق میں دو سبب ہیں۔ جبکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بلند مرتبہ کو نہیں پہنچے تو شیطان کا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنا:

☆ ان کے حق میں اولیٰ اور ان کے حفظ کی زیادتی کے لئے اتقن ہے — اور

☆ اس کے شر کے دفع کرنے کے لئے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

اس دلیل پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنے والے کا حمل ان کے غیر قرین پر جائز ہے۔ لیکن شیطان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں بھاگتا ہے بلکہ ان سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے جیسے کہ ان کے غیر کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے۔

### المحلل:

حلال کے شارع — حلال وہ شے کہ جسے لینے کے لئے شرعی طور پر اجازت دی گئی ہو۔

### محمد:

آپ کے تمام اسماء آپ کے اوصاف ہیں اور وہ کل اوصاف آپ کی ذات شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں — وہ اسم معنی میں ایک ہے اور اشتقاق میں اس کے دو صیغے ہیں۔ وہ لفظ آپ کی ذات شریف پر دلالت کرتے ہیں۔

سہلی نے کہا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بھی صفت سے نقل کیا گیا ہے — اور یہ محمود کے معنی میں ہے۔ لیکن اس میں مبالغہ ہے اور معانی کی تکرار ہے۔ اس پر فعل کی دلالت ہے — محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وہ ہے کہ بار بار حمد کہا جائے جیسا کہ لفظ ”مکرم“ ہے — اسی شخص کو مکرم کہیں گے جس کا اکرام بار بار کیا جائے — ایسا

ہی لفظ ممدح ہے اس کی مثل جو لفظ ہے اسم محمد اپنے معنی کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اس سے پہلے رکھا ہے کہ آپ کا یہ نام لوگوں کے نزدیک رکھا جائے۔ آپ کے اعلام نبوت لینے اور نبوت سے یہ ایک دلالت ہے۔ اس لئے کہ آپ کا یہ اسم شریف آپ پر صادق ہے..... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اس شے کے سبب کہ آپ کو ہدایت کی گئی ہے اور اس شے سے کہ آپ کو نفع دیا گیا ہے۔ وہ نفع علم و حکمت ہے محمود ہیں۔ اور آپ آخرت میں شفاعت عظمیٰ کے سبب محمود ہیں۔ چنانچہ حمد کا معنی مکرر ہو گیا جیسے کہ لفظ نے وضع عربی سے معنی حمد کی تکرار کر اقتضا کیا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کے لئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا وصف ثابت نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ احمد ہوئے۔ اس لئے کہ آپ نے اپنے رب کی حمد کی آپ کے رب نے آپ کو نبی کیا اور شرف دیا۔ چنانچہ اس سے اسم احمد اسم محمد پر مقدم ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا ذکر کیا اور کہا:

و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طویل مناجات میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے یہ فرمایا: تلك امة احمد

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اللهم اجعلنی من امة احمد

اس سے پہلے کہ محمد کو ذکر کرتے احمد کو ذکر کیا۔ اس لئے کہ آنحضرت کی حمد اپنے رب کے لئے پہلے آئے کہ لوگ رب کی حمد کریں۔

روز الست میں پہلے جس شخص نے الست بریکم کا جواب بلی سے دیا ہے وہ آپ ہی ہیں۔ اور جبکہ آپ پائے گئے یعنی موجود ہوئے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تو آپ بالفضل محمد ہوئے۔ اسی طرح امت کی شفاعت میں اپنے رب کی حمد ان معامد سے جو معامد آپ کو الہام کئے جائیں گے۔ لہذا آپ اپنے رب کے لئے احمد الحامدین ہوں گے، یعنی حمد الہی میں آپ سب سے اجل ہوں گے۔ پھر آپ امت کی شفاعت کریں گے۔ اولین اور آخرین آپ کی شفاعت پر آپ کی مدح کریں گے۔

غور کا مقام ہے کہ یہ اسم احمد دوسرے اسم محمد سے پہلے کیوں کر ترتیب سے ذکر اور وجود میں اور دنیا و آخرت میں پایا گیا۔ ان دونوں اسموں کے ساتھ آپ کی تخصیص میں حکمت الہی ظاہر ہوگی۔

وہ حکمت الہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں اسم کے ساتھ اختصاص اس لئے دیا ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں آپ سب لوگوں سے پہلے مقام حمد میں قیام کریں گے۔ آپ کے حمد کرنے پر تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے کہ محمد ہوں احمد تھے جیسا کہ مرتبہ وجود میں واقع ہوا ہے۔ اس لئے کہ:

ان دونوں خصائص میں سے ایک کو ابن مرزوق نے حکایت کیا ہے اور دوسری خصوصیت کو ابن عماد نے کتاب کشف الاسرار میں بیان کیا ہے۔

☆ آپ کا اسم شریف احمد سابقہ کتب میں واقع ہوا ہے۔

☆ آپ کا تسمیہ محمد قرآن شریف میں واقع ہوا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں آپ نے اپنے رب کی حمد کی ہے۔

اور ایسا ہی آخرت میں ہوگا کہ آپ

☆ سب سے پہلے اپنے رب کی حمد کریں گے۔

☆ اپنے رب سے امت کی شفاعت چاہیں گے۔

☆ اس سبب سے لوگ آپ کی حمد کریں گے۔

آپ صورت حمد لوائے حمد اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں — کھانا کھانے اور پینے کے بعد اور دعا کے بعد اور سفر سے آنے کے بعد آپ کے لئے مشروع ہوئی ہے۔ آپ کی امت کا نام حماد بن رکھا گیا ہے — آپ کے لئے حمد کے معانی اور انواع حمد جمع کئے گئے ہیں۔

محمد بن ابی بکر بن القیم نے کہا ہے کہ آپ کا اسم محمد سابق ہے اور احمد کی سابقیت غلط ہے — اس پر اس طور سے استدلال کیا ہے کہ تورات میں آپ کا نام ماز ماز ہے۔ اس کی تصریح بعض ان شارحوں نے کی ہے جو مومنین کتاب سے ہیں کہ ماز ماز کا معنی محمد ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام احمد کہا ہے — یہ احمد اس اسم محمد سے متاخر ہے جو تورات میں ہے اور آپ کا جو نام قرآن پاک میں ہے وہ اس سے مقدم ہے۔

احمد بمعنی مفعول ہے۔ اس کے معنی کی تقدیر یوں ہے:

احمد الناس یعنی احق الناس والادھم ان یحمد

چنانچہ احمد محمد کے معنی میں ہے لیکن احمد اور محمد دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ

☆ محمد وہ کثیر الخصال کہ ان خصال پر آپ کی حمد کی جائے اور

☆ احمد وہ کہ جن خصال سے غیر کی حمد کی جائے ان خصال سے اکثر حمد کیا جائے۔

☆ اسم محمد کثرت اور کینت میں ہے اور

☆ اسم احمد صفت اور کیفیت میں ہے۔

جس حمد سے آپ کا غیر مستحق ہے۔ آپ اس سے اکثر حمد کے مستحق ہیں۔ یعنی جو یعنی حمد بشرنے کی ہو آپ اس سے افضل حمد کے مستحق ہیں۔ چنانچہ احمد اور محمد دونوں اسماء صیغہ مفعول پر واقع ہوئے ہیں۔

یہ قول آپ کی مدح میں زیادہ بلیغ اور معنی میں اکمل ہے — اگر اسم فاعل کا معنی ارادہ کیا جائے تو آپ کا نام احمد کے بدل حماد رکھا جائے گا یعنی کنیر الحمد — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی کثیر حمد کیا کرتے تھے —



محمد ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) — لفظ محمد محمود سے نکلا ہے یہ ظاہر ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی ”تاریخ صغیر“ میں علی بن زید کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

و شق له من اسمہ لیجلہ فذوالعرش محمود و هذا محمد

یہ امر ہے کہ

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جاری ہوئی تھی۔

☆ آدم علیہ السلام جنت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے کنیت کئے جاتے تھے یعنی ابو محمد

..... نہ کہ دوسرے نبیوں کے نام سے۔

☆ اسم محمد سے ضرب اور بسط کے ساتھ مرسلون کے عدد تین سو تیرہ نکلتے ہیں۔

☆ شمس نتائی نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے کہ جس عورت کو وضع حمل کی دشواری ہو یہ شعرا ایک ورق پر لکھ کر اس

کے بدن سے باندھ دیں وضع حمل فوراً حل ہو جائے گا:

### المحمود:

اس امر کے مستحق کہ کثرت خصال حمیدہ سے آپ کی تعریف کی جائے۔

### المنخبر:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شے آپ کو وحی کی جائے آپ اس کے پہنچانے والے ہیں۔

### المنختار:

اختیار سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی اصطفیٰ ہے یعنی برگزیدگی — جیسا کہ صحاح میں ہے دارمی نے کعب الاحبار سے

روایت کی ہے کہ تورات کی اول سطر میں ہے:

محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عبدی المختار لافظ ولا ضحاب فی الاسواق



ولا یجزی السنۃ بالسنۃ۔

### المخصوص بالشرف :

آپ کامل شرف کے ساتھ مخصوص ہیں۔

### المخصوص بالعز :

آپ کامل عزت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

### المخصوص بالمجد :

آپ مجد کامل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ وہ ہیں کہ ان تینوں مراتب تک آپ کا غیر نہیں پہنچا — یہ اس کا مہمانی نہیں ہے کہ کل انبیاء کو شرف اور عزت اور مجد ہے۔

### المخلص :

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آپ وہ صادق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آپ نے ریا کو ترک کیا ہے قل اللہ اعبد مخلصا لا دینی — امام قشیری نے کہا ہے کہ حق کا اخلاص طاعت افراد کے ساتھ بالقصد یا فعل کا تصفیہ مخلوق کے ملاحظہ سے اخلاص اور صدق کے درمیان فرق یہ ہے کہ صدق نفس کے ملاحظہ سے بچانا اور نگاہ رکھنا۔  
مخلص وہ ہے جس کو ریا نہ ہو — صادق وہ ہے جسے اعجاب نہ ہو یعنی خود کو فضیلت دینا اور خود کو تعجب میں لانا خود تعجب میں ہونا نہ ہو۔

### المدثر :

اس کی اصل متدثر ہے یہ تدثر سے ہے یعنی کپڑا اوڑھنا — حرف تادال میں قلب کے بعد ادغام کر دیا گیا ہے — صحیحین میں جابر کی حدیث سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حرا میں تھا میں نے حرا میں ایک مہینہ مجاورت کی۔ جب میں نے مجاورت پوری کر لی تو میں اس پر سے نیچے اتر آیا۔  
میں نے اپنے فوق دیکھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ ندا کرنے والا شخص میری فوق ہے یعنی میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس حرا میں آیا تھا ایک تخت پر ہے زمین اور آسمان کے درمیان ہے — میں اسے دیکھ کر ڈر گیا میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس پلٹ کے حرا سے آیا۔ میں نیلوگوں سے دوبار و شرونی و شرونی کہا — بخاری میں ہے کہ میں نے زملونی زملونی کہا۔

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور یا ایہا المدثر کہا — یہ انس پیدا کرانے اور تلطف سے کہا — اس

۱۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے درمیان اور مکہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔

کا معنی یا ایہا المدثر بٹیاہ ہے۔ اس صواب پر ہے جس پر علماء کا اجماع ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ ”اس فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ اٹھو!“

طبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کھانا پکایا — قریش نے جب کھانا کھا لیا تو ولید نے ان سے پوچھا:

”تم لوگ اس مرد کے حق میں کیا کہتے ہو؟“

☆ بعض قریش نے کہا — ”ساحر ہے!“

☆ بعض نے کہا — ”کاہن ہے!“

☆ بعض نے کہا — ”شاعر ہے!“

☆ بعض نے کہا — ”ایسا سحر ہے کہ اثر کرتا ہے!“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریش کی اس گفتگو سے غمگین ہوئے اور آپ نے دھاڑ سے اپنا منہ لپیٹ لیا اور کپڑا اوڑھ لیا — پھر اللہ تعالیٰ نے یا ایہا المدثر ..... ولربك فاصبر نازل فرمایا۔

اول امر میں آپ کو مزمل اور مدثر سے ندا کی گئی ہے..... تبلیغ کے لئے تین سال کے بعد نہ کہ اول امر میں کہ آپ کو وحی کی گئی — جبکہ انداز اور تبلیغ میں شروع کیا گیا تو آپ کو نبوت اور رسالت سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا یعنی یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ..... تبھیلا اور اجلا لا ایسا فرمایا اور قرآن مجید میں آپ کو آپ کے نام سے ندا نہیں کی — کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ودعا جميع الرسل كلا باسمه ودعاك وحدك بالرسول و بالنبی

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو خطاب کے وقت ان کے نام سے پکارا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس وقت اے محمد! کہہ کے پکارا ہے تو آپ کو تعظیم اور اکرام سے یا ایہا الرسول اور یا ایہا النبی کہہ کر پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آپ کی عظمت ہے۔

المدنی:

آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ کا دراجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالاقامت بھی — آپ کی زندگی اور برزخ میں یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ سے انھیں گے — آپ کا مدینہ سے کوچ کرنا اور سفر نہیں ہے — جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خطبہ کے دن فرمایا تھا:

المحيا محيا كم والمات مماتكم

یعنی ”زندگی اور موت میں میں تمہارا شریک ہوں“ تم سے جدا ہونے والا نہیں ہوں۔“

## ۱۰۰ العلم :

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : انا مدینۃ العلم و علی بابہا — اس حدیث کو ترمذی اور نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے — اور محدثین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی، ابو شیخ وغیرہ نے باس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

## ۱۰۱ مکر :

اس کا معنی ہے تبلیغ کرنے والا اور وعظ کرنے والا — تذکرہ نے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی موعظت اور تبلیغ ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے : فذکر انما انت مذکور ”کہہ دو میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔“  
اے محمد ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ میرے بندوں کو :

☆ میری آیات کی تبلیغ کر دیں۔

☆ ان کو میری حجتوں سے وعظ کر دیں۔

☆ اور میری رعالت ان کو پہنچا دیں۔

اس کے سوا نہیں ہے کہ آپ رسالت کے پہنچانے والے اور ان کو وعظ کرنے والے ہیں نہ کہ میرے بندوں پر مسلط کرنے والے۔

یہ حکم جہاد کے امر سے پہلے تھا کہ جلال نے کہا ہے۔

## ۱۰۲ مذکور :

یہ نام سابقہ کتب میں آیا ہے — یعنی آپ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔

## ۱۰۳ برتضی :

وہ شخص جس کو سا کے موٹی نے دوست رکھا ہوا اور برگزیدہ کیا ہو۔

## ۱۰۴ برتل :

رتل سے اسم فاعل ہے — وہ شخص کہ قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر اس طور سے پڑھے کہ اس کے حروف اور حرکات کا اظہار جیسا کہ ارشاد باری ہے :

ورتل القرآن ترتیلا ”کہہ دو میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں“

ترمذی نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سورۃ پڑھتے اور اس کو اتنے ٹھہراؤ بے پڑھتے کہ جو سورۃ اس سے اطول ہوتی وہ اس سے اطول ہو جاتی تھی۔

## المرسل:

اس اسم شریف کو ابن دجیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے — یہ اسم مبارک اس ارشاد باری سے ہے:

ویقول الذین کفروا لست مرسلًا قل کفی باللہ شہیدًا

”اور ان کافروں نے کہا کہ آپ رسول نہیں، آپ فرمادیں مجھے اللہ کی گواہی کافی ہے۔“

مرسل اور رسول میں یہ فرق ہے کہ مرسل ارسال میں متابع کا اقتضا نہیں کرتا ہے یعنی اس کے بعد کوئی نہیں بھیجا جاتا تحقیق ایک ہی بار بھیجا جاتا ہے — رسول بار بار بھیجے جانے کا اقتضا کرتا ہے یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا جاتا اس امر کا مقتضی ہوتا ہے۔

## المرتجی:

بہ وزن مصطفیٰ، جا سے ہے — بمعنی امید، آدمی آپ سے کشف کر وب اور دفع مصائب کے لئے امید رکھتے ہیں قیامت کے دن عظیم سختیاں اور مصائب ہوں گے۔ لوگ ان کے دفع اور فضل قضا کی آپ سے امید کریں گے — علامہ علیہ الرحمہ اور عبدالباسط علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مرتجی جیم کے کسرہ سے ہے — اسم فاعل بمعنی موئل یعنی امید رکھنے اپنی امت کے باری میں اللہ تعالیٰ سے اپنی شفاعت کے لئے امید رکھنے والا — شیخین نے مرفوع روایت کی ہے:

لکل نبی دعوة مستجابة وانی اختینات دعوتی شفاعۃ لامتی فہی نائلة ان شاء اللہ تعالیٰ من مات لا یشرک باللہ شیئاً

”ہر ایک نبی کی ایک دعا ہے جو قبول کی گئی ہے۔ میں نے اپنی دعا کو چھپا رکھا ہے کہ وہ قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے — جو شخص مر گیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا، اس نے انشاء اللہ تعالیٰ شفاعت کو پالیا ہے۔“

## المرحوم:

رحم سے اسم مفعول ہے۔

## المرتفع الدرجات:

اس کا معنی ہے بلند درجوں والے

## المرء:

وہ مرد جو کامل مردات سے ہو۔ اس کا معنی ہے انسان۔ جوہری نے کہا ہے کل محاسن انسانی کا جامع — اس کا معنی

☆ نفس کو آلودگیوں سے محفوظ رکھنا جو شے لوگوں کے نزدیک عیب لگا دے اس سے پاک ہونا۔

☆ خلوت میں وہ کام نہ کرو جس کے علانیہ کرنے میں حیا معلوم ہو۔

☆ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ مروت کا معنی یہ ہے :

☆ تم طمع نہ کرو کہ ذلیل ہو جاؤ اور

☆ کسی سے سوال نہ کرو کہ تم اس پر بار ہو جاؤ اور

☆ بخل نہ کرو کہ تمہیں لوگ برا کہیں۔

☆ تم جہالت نہ کرو کہ کوئی تم سے خصومت کرے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مروت دو قسم ہے :

☆ ایک مروت ظاہری ہے جو ریاست ہے۔

☆ دوستی مروت باطنی ہے جو عفاف ہے۔

☆ یہ امر محقق کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہر ایک تعریف کرنے والے نے مروت کا وہ معنی کہا ہے جو اس پر ظاہر ہوا ہے —

☆ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ مروت سے ایک خاص مرتبہ میں ہیں — زہیر بن صرد نے کہا ہے :

امن علينا رسول الله في كرم فانك المرء نرجوه وندخر

زکی :

☆ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے :

☆ ویزکیہم یعنی ”لوگوں کو شرک اور بتوں سے پاک کرتے ہیں“۔

مزمّل :

☆ آپ کا اسم شریف المزمّل بمعنی متزل ہے — تا قلب کرنے کے بعد زامیں اوغام کر دی گئی ہے — تزل سے ہے۔

☆ آپ کا نام مبارک مزمّل اس لئے رکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے خوف

کرتے تھے۔ اوائل وحی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے تو ان کے خوف سے آپ چادر لپیٹ لیتے تھے۔

☆ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا نام مبارک مزمّل اس لئے رکھا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس جب آئے

تھے تو آپ ایک قطیفہ (پلودار چادر) میں تھے — سدی نے کہا ہے کہ ارشاد باری: یا ایہا المزمّل کا معنی یہ ہے اے سونے

والے! — جبرئیل علیہ السلام کے آنے کے وقت آپ شب خوابی کے لباس میں تھے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے —

☆ مزید معنی یہ ہیں :



☆ تنزیل بالقرآن — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ تنزیل بالسبوة — حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ مزمل 'زمل سے ہے' — یعنی ایک شے کو اٹھانا۔

☆ اسی سے بے زاملہ (زاملہ اونٹ کو کہتے ہیں) کہ اونٹ مسافر کا سامان اٹھاتا ہے۔

زاملہ میں تا مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ مصباح میں ہے۔ آپ کی شان میں یہ معنی ہے کہ نبوت کے بار کو اٹھانے والے حضرت ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں جو مذکور ہوا ہے ان پر تنزیل مجاز ہوگا۔

سہیلی نے کہا ہے کہ مزمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء سے کوئی اسم نہیں ہے کہ جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معروف ہوں — آپ کا اسم مزمل اس حالت سے مشتق ہے کہ خطاب الہی اس کی حالت میں تھا۔

عرب لوگوں کی عادت ہے کہ جس وقت مخاطب سے ملاطفت کا قصد کرے ہیں اور ترک معاتبت تو اس مخاطب کو حالت پر وہ ہوتا ہے ندا کرتے ہیں — جیسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس وقت ارشاد ہے جبکہ آپ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف لائے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نہیں پایا۔ آپ نے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

”تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟“

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”میرے اور ان کے درمیان کچھ بات تھی۔ انہوں نے مجھ پر غضب کیا۔ پھر مکان سے باہر چلے گئے۔ میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔“

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے فرمایا:

”تم دیکھو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کہاں ہیں؟“

اس شخص نے دیکھ کر کہا۔

”مسجد میں سو رہے ہیں۔“

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایسے حال میں فرمایا ان کا پہلو مٹی سے ملصق تھا — دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی پیٹھ مٹی کی طرف تھی۔ یعنی مٹی چپت سو رہے تھے اس لئے پشت مٹی کی جانب تھی — حافظ ابن خیر علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ گویا یہ حالت تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ازل ایسی جگہ میں سوئے تھے جس میں مٹی نہیں تھی۔ پھر کروٹ بدلی تو ان کی پیٹھ مٹی پر ہو گئی ہو — یا ان کی

پر ہوا سے اڑ کر مٹی پڑ گئی ہو۔ — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرم اللہ وجہہ الکریم سے مٹی پونچھ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے: قم یا ابا تراب

دوسری روایت میں یہ ہے: اجلس یا ابا تراب ۔

آپ نے دوبار یہ فرمایا — یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے۔ اس کی روایت سہل ابن سعد سے ہے — سہل نے کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس نام سے زیادہ دوست کوئی نام نہ تھا — ان کے ساتھ اس خطاب میں اس طور پر آگاہی ہے کہ اس خطاب سے ان کے ساتھ ملاطفت ہے اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان غضب اور غصہ تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یا ایہا المزمحل جو ہے اس میں آپ کو انس دلانا اور آپ کے ساتھ ملاطفت ہے۔

### المسبح:

تسبیح سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی حق کو اوصاف خلّاق سے منزہ کرنا — تسبیح تقدیس اور تنزیہ کے درمیان فرق اس طور پر ہے کہ:

☆ تقدیس کا معنی رب کو اس وصف سے بعید کرنا جس کے ساتھ ربوبیت لائق نہ ہو اور۔

☆ تنزیہ کا معنی رب کو اوصاف بشری سے بعید کرنا اور

☆ تسبیح کا معنی رب کو جمیع خلّاق کے اوصاف سے بعید کرنا۔

### المستغفر:

بغیر گناہ کے استغفار رکھنے والے۔ یہ بقیہ اسم ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔ ارشاد باری ہے: فسبح باسم ربك واستغفره — استغفار گناہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اظہار عبودیت اور اس نعمت کے شکر کے لئے ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو والی کیا ہے۔

ابن سنی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک مجلس میں سو بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گنتی کرتے تھے۔ اس سے پہلے کہ آپ کوئی بات کہیں آپ یہ فرماتے تھے:

رب اغفر لی و تب علی انک انت التواب الرحیم

”اے رب! میری مغفرت کر اور توبہ قبول فرما“ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم و مہربان ہے۔“

### المستغنی:

اس کا معنی غنی کے بیان میں آچکا ہے

### المستقیم :

استقامت سے اسم فاعل ہے ارشاد کریم ہے: فاستقم کما امرت

اس استقامت کی مثل جس کے ساتھ آپ کو امر کیا گیا ہے کہ:

”جادہ حق پر رہو — جادہ حق سے عدول کرنے والے نہ ہو — یعنی ہمیشہ اس پر قائم رہو۔“

امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ استقامت ایک درجہ ہے جس سے امور کا کمال اور اتمام ہوتا ہے اور اس پر پہنچنے سے حصول خیرات اور نظام خیرات ہوتا ہے۔

استقامت کے اول مدارج سے تقویم نفس ہے جسے تادیب نفس کہتے ہیں — پھر استقامت کا درجہ تقریب الاسرار ہے

..... استقامت معبودات سے خروج، رسوم و عادات کی مفارقت اور حق کے روبرو قدم صدق سے قیام۔

### المسری بہ :

اسری سے اسم مفعول ہے آپ کا اختصاص اسری سے ہے۔

### المسعود :

اسعدہ اللہ سے اسم مفعول ہے — معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کرے اور اس کا لقب دفع کرے — ابن دجیہ نے

کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ یہ بمعنی فاعل ہو جیسے محبوب بمعنی محب ہے اور سعد سے ہو جیسے علم ہے — اور اس سے سعادت کا ارادہ کیا جائے۔

کہا جاتا ہے ”سعید و مسعود“ — اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو یمن اور برکت حاصل ہوئی ہے۔

### الملم :

اس کا معنی الفوض الی اللہ بلا اعتراض اور المتوکل علیہ فی جمیع الاغراض ہے۔

### المسلم :

بہ تشدید لام مفتوح — یعنی قتل اور اچانک مارے جانے سے آپ کو سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واللہ یعصمک من الناس ”اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کرے گا۔“

### المشاور :

مشاورت سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی آراؤں (تجویزات) کا استخراج اس لئے کہ صاحبان آرا کے نزدیک دیکھا

جائے اور معلوم کیا جائے کیا امر ہے — ارشاد باری ہے:

و شاورهم فی الامر۔ ”معاملات میں ان سے مشورہ کرو۔“

ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

مارایت احدا اکثر مشورة من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔  
 ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو مشورہ کرتا نہیں دیکھا۔“

### المشفع :

وہ شخص جو شفاعت کرے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے۔ اس میں قاف بھی روایت کیا گیا ہے۔ سریانی میں بمعنی الحمد ہے۔

### المشفوع :

اسے ابن دجیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مجھ کو اس کا معنی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ یہ لفظ شفاعت سے ہو۔ اس لئے کہ اسم مفعول شفاعت سے مشفع ہے اور شفیع سے ہے کہ یہ دونوں مصدر ہیں۔

### المشهود :

اسم مفعول۔ وہ شخص جس کے اوامر و نواہی گواہی دیں اور حاضر ہوں۔ ارشاد باری ہے: و شاهد و مشہود۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ شاید انبیاء ہیں اور مشہود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کا ذکر واذا اخذ اللہ ميثاق النبین ..... وانا معکم من الشہدین تک ہے۔

یعنی ”جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا ہے تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔“

### مشفع :

آپ کا اسم شریف مشفع بہ وزن محمد اور معنی محمد میں اس لئے کہ شفیع کا معنی لغت میں الحمد ہے۔ اسے ابن دجیہ نے ضبط کیا ہے۔ اور قاف کے ساتھ بدل فاروایت کیا گیا ہے۔ اسے شمشی اور دلجی نے ضبط کیا ہے۔ کتاب شعبا علیہ السلام میں اس نام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہے۔ جیسا کہ ابن طغر نے بشر میں نقل کیا ہے کہ:

☆ آپ اندھوں کی آنکھوں کو بینا کر دیں گے۔

☆ بہروں کے کانوں کو شنوا بنا دیں گے۔

☆ جن قلوب پر غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں اور مردہ ہیں ان کو ہدایت سے زندہ کر دیں گے۔

☆ اور جو شے میں محمد کو دوں گا اس کی مثل کسی کو نہ دوں گا۔

مشفع اللہ تعالیٰ کی حمد جدید حمد سے کرنے والا — سریانی میں لفظ حمد کے معنی میں ہے۔

### المشیر :

اشار علیہ سے اسم فاعل ہے جس وقت اس کے لئے نصیحت کی جائے اور صواب بیان کیا جائے۔ آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ اپنی نصیحت میں مخلص ماصح ہیں۔

### المصباح :

بمعنی چراغ اور کواکب کے اعلام سے ایک علم ہے۔ آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کی ذات مبارک سے آفاق منور ہو گیا ہے۔

### المصارع :

وہ شخص جو اپنی قوت سے لوگوں کو پچھاڑے یا اس لفظ کی اصل سین سے ہے۔ صاد سے بدل دی گئی ہے — اس کا معنی وہ شے جو کسی کے سامنے آنے والی ہو وہ اس کی طرف مبادرت کرنے والا ہو — لیکن اول لفظ جو صاد سے ہے اس کی تائید و حدیث کرتی ہے جسے بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو الاسید کلدہ عجمی سے کشتی لڑی آپ نے اسے پچھاڑ ڈالا ابو الاسید کی قوت اس حد کو پہنچی تھی کہ وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی اس کے قدموں کے نیچے سے اسے کھینچتے اس کے قدموں کے نیچے کا چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا اور اسے جنبش نہیں ہوتی تھی — اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کشتی کے لئے بلایا اور کہا کہ آپ مجھے پچھاڑ ڈالیں گے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پچھاڑ ڈالا۔ مگر وہ ایمان نہیں لایا۔

### المصافح :

مصافحہ سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہاتھ سے پکڑنا ہے۔ امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے۔ اس پر جملہ علماء کا اتفاق ہے۔ مصافحہ کے وقت چہرہ کی بشارت اور جس سے مصافحہ کیا جائے اس کی مغفرت کے لئے دعا مستحب ہے۔

### مصحح الحسنات :

حسنات کی صحت کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان ہو۔

### المصطفیٰ :

آپ کے اشراف اسماء سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا ہے۔



المصلح :

اصلاح سے اسم فاعل ہے — اصلاح فساد کا زائل کرنا اور ارشاد کا راستہ ظاہر کرنا ہے — آپ دین کے مصلح ہیں کہ شرک کو زائل کرتے ہیں اور خلق کی اصلاح ہدایت سے کرتے ہیں۔

المصلی علیہ :

مصلی بہ فتح لام یعنی آپ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

المطاع :

وہ اتباع کیا گیا شخص جس کا اعتقاد لوگ کریں — اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اطيعوا الله واطيعوا الرسول اور مطاع ثم امین

میں مطاع نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

المطهر :

اس اسم شریف کو ابن دجیہ نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے — امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ لفظ ہا کے کسرہ سے اسم فاعل ہو۔ اس لئے کہ آپ نے اپنے غیر کو شرک سے پاک کیا ہے — اور یہ فتح ہا اسم مفعول ہے۔ آپ ذات سے طاہر معنی میں طاہر اور باطن میں طاہر ہیں۔  
اس کا معنی گناہوں سے پاک جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر

مطہر کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ کے سبب دوسرے لوگ گناہوں سے پاک و طاہر ہو گئے۔ آپ کے اتباع کے سبب لوگ گناہوں سے دور رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے: یزکیہم  
”یعنی آپ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں“ ارشاد باری ہے:

يخرجهم من الظلمات الى النور

ظلمات سے مراد کفر اور گناہ ہیں — نور ایمان تقویٰ اور طاعت آپ کے ارشاد سے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان امور کی توفیق دیتا ہے۔

المظہر :

بہ کسرہا آپ شرائع اور احکام اور دین اسلام اور آیات بیانات ظاہر کرنے والے ہیں۔

المطلع :

غیب کی خبروں سے آپ خبر رکھنے والے ہیں اور آپ کو ان کا علم ہے۔

المطیع :

اپنے رب کے فرمان بردار — طوع سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے انقیاد — اس کے ساتھ ابن ماجہ کی وہ حدیث جس کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے وارد ہوئی ہے۔

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول رب اجعلنی شکارک ذکارک رہا بالک مطوعاً  
لک منحباً الیک او اہماً منیا  
”حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: اے رب! تو مجھے اپنا شکر کرنے والا، ڈرانے والا،  
فرمانبردار عاجزی کرنے والا، رونے والا، احسان ماننے والا کر دے۔“

المظفر :

جس نے آپ کے ساتھ عداوت کی آپ اس پر منصور ہوئے۔

المعزر :

ابن دجیہ علیہ الرحمہ نے اسم شریف کو فرمان الہی و یعزروه و یوقروه سے اور اس ارشاد فاللین امنوا بہ عزروه و نصرہ سے ذکر کیا ہے — اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعزیر یعنی آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرنے یا آپ کی اعانت کرنے کو واجب کیا ہے اور مخلوق پر آپ کی توقیر واجب کی ہے — دونوں زاوے بھی پڑھا گیا ہے یعنی بجائے رائے ہمازا واقع ہوا ہے۔

المعصوم :

ارشاد باری ہے: واللہ یعصمک من الناس۔ ”اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے۔“

المعطی :

بخشش کرنے والے، مفصل عطا سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے دنیا..... ارشاد نبوی ہے: انما انا قاسم واللہ معطی میں عطا کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ یہ اسمائے الہی سے ایک اسم ہے۔

المعقب :

بہ فتح عین و بہ کسر قاف مشدود — بمعنی عاقب۔ آپ انبیاء کرام کے عقب میں آئے ہیں یہ سیوطی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ سیوطی کے غیر نے لکھا ہے کہ یہ اسم شریف عقب سے ہے۔ جس وقت کوئی شخص اپنے بعد کسی کو چھوڑے آپ کے عقب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں۔ ان سے اولاد ہے جو قیامت تک رہے گی۔

### المعلم :

بہ کسر لام مشدد — خیر کے لئے ارشاد کرنے والے خیر پر رہبری کرنے والے — حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ

معلم صدق ان بطبعہ وہ یہتدوا

”آپ خیر کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اگر لوگ آپ کی اطاعت کریں گے تو ہدایت پائیں گے۔“

یہ تعلیم سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یا اسم فاعل کا صیغہ ہے — ارشاد باری ہے :

وعلمك ما لم تكن تعلم

”آپ کو ہر وہ علم سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے (علم غیب ہو یا علم ظاہر)“

### المعلن :

اپنی دعوت ظاہر کرنے والے۔ آپ پر درود بھیجنے کی صفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث میں یہ ہے :

المعلن الحق بالحق ”حق بات کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والے۔“

### المعلی :

وہ شخص جو اپنے غیر پر بلندی دیا گیا ہو — تعلیہ سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہے رفعت بلندی۔

### المفضال :

افعال سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی بہت جود اور کرم کرنے والے۔

### المفضل :

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ مفضل بہ وزن مکرم ہو۔ یہ اس معنی میں ہے جو اس سے پہلے اسم میں بیان کئے گئے ہیں یعنی اسم مفعول میں — یہ احتمال ہے کہ بہ وزن مقدس ہو۔ یعنی جمیع عالم پر تفضیل دیا گیا۔

علامہ سیوطی کے غیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی مشرف علی غیرہ تفضیل سے اسم مفعول ہے — اس کا معنی تشریف اور تکریم ہے — آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع خلایق پر آپ کو تفضیل دی ہے اور مراتب کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے۔

### معلم امة :

آپ نے امت کو وہ علوم تعلیم کئے جن کا انہیں علم نہ تھا — اس کا معنی امت کو خیر کے ساتھ ارشاد فرمانے والے خیر پر امت کے رہبر اول — ارشاد باری ہے :

و علمك ما لم تكن تعلم

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو اس امر کی رشد و ہدایت کی جس کو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور نہ آپ کو سابق معرفت ان امور کی تھی کہ وہ

☆ حوادث امور اور دلوں کے ضائر میں اور غیبوں کے اسرار ہیں۔

☆ دین کا امر ہے احکام اور شرائع اسلام ہیں۔

دونوں اسموں یا ایک آخر کے اسم پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد و یعلمکم الكتاب والحکمة میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور حکمت سے مراد قرآن مجید کے احکام۔ و یعلمکم ما لم تکنوا تعلمون سے استدلال کیا ہے۔

اس آیت شریف میں تعلیم سے مراد مواعظ اور ان کے اخبار مراد ہیں جو گزر گئے ہیں۔ احوال قیامت اور قیامت کے مقدمات اور ان کے سوا وہ چیزیں کہ ان کی معرفت سوا غیر مخلوقی کے نہیں ہو سکتی۔ اس سبب سے کہ تعلیم کتاب اور حکمت اور دوسرے امور میں تغائر تھا اس لئے فعل کا اعادہ کیا گیا ہے یعنی فعل تعلیم کا اعادہ کیا گیا ہے۔

المفتاح :

وہ شخص جس سے بند دروازے یا دشواریاں کھل جائیں — مفتاح بمعنی کھولنے والی کنجی

مفتاح الجنة :

آپ وہ پہلے شخص ہیں جس کے لئے جنت کا دروازہ کھلا جائے گا۔

المقتصد :

بہ کسر صاد اس کا معنی مستقیم ہے — اقتصاد سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی راستہ کی استقامت یا اس کا معنی عدل ہے۔

المقفی :

المقفی : حدیث پاک میں ابن عدی کے نزدیک ہے۔ وانا المقفی — عام نبیوں کے پیچھے میں آیا ہوں — اس لئے قفا النبیین کہا گیا ہے۔ یعنی آپ ان کے پیچھے آئے ان کے احوال اور ان کے شرائع سے آپ واقف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو شے احسن تھی وہ آپ کے لیے چن لی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصوں میں آپ اور آپ کی امت کے لئے عبرت تھی اور بہت سے فائدے تھے — یا یہ مراد ہے کہ آپ انبیاء سے آخر اور ان کے خاتم ہیں۔

آپ کا اسم شریف المقفی بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ عاقب ہے۔ رسولوں میں سے جو آپ سے آگے گزرے ہیں۔ آپ ان کے آثار قدیم پر آئے ہیں — مقفی وہ لفظ ہے جو قفو سے لکھا ہے — عرب لوگ کہتے ہیں قفاہ بقفوہ جس وقت

ایک سے دوسرا آخر آتا ہے — اور

☆ اسی لفظ سے قافیۃ الراس ہے — سر کے موخر کو کہتے ہیں۔

☆ اسی لفظ سے قافیۃ البیت ہے — جو موخر شعر کو کہتے ہیں۔

☆ ہر ایک شے کے موخر کو قاضیہ کہتے ہیں۔

چنانچہ مقفی وہ شخص ہے جو اپنے جانب سے رسولوں سے پیچھے رہا ہو — آپ رسولوں کے خاتم ہیں اور ان کے آخر آئے ہیں۔

ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ مقفی کا معنی تبع ہے۔ یعنی آپ انبیاء کرام کے تبع ہیں۔ اس میں آپ کی فضیلت ہے کہ آپ نے انبیاء کرام کے احوال اور شرائع پر اطلاع پائی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہر ایک شے جو احسن تھی وہ اختیار کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے قصوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیان کئے ہیں۔ آپ اور آپ کی امت کے لئے عبرت ہے اور فائدہ ہے۔

### المقدس :

بہ فتح دال مہملہ — اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام سابقہ کتب میں رکھا ہے۔ اس کا معنی گناہوں سے پاک، عیبوں سے بری، برے اخلاق سے پاک اور اوصاف ذمیرہ سے مطہر و پاک — اس لئے کہ اخلاق ذمیرہ اور اوصاف حقیرہ آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں —

لفظ مقدس، تقدیس سے ہے مطہر کے معنی میں — کہا گیا ہے کہ مقدس کا معنی متفصل ہے۔ اپنے غیر پر فضیلت دیئے گئے — آپ کی تقدیس یہ ہے کہ آپ پر درود بھیجا جاتا ہے۔

### المقری :

وہ شخص جو اپنے غیر کو قرآن مجید پڑھا دے — صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن مجید پڑھاؤں یعنی قرآن کی تعلیم دوں“ جیسے شیخ طالب کے سامنے اس کی تعلیم کے لئے پڑھتا ہے تاکہ اسے فائدہ پہنچا دے نہ اس لئے کہ طالب سے فائدہ حاصل کرے — اس حدیث میں ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت ہے۔

### المقسط :

اقسط سے اسم فاعل ہے جس وقت کوئی عدل کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں یہ اسم اسمائے الہیہ سے ہے — اس کا معنی ہے اپنے حکم میں عادل اور ظالم سے مظلوم کا انصاف کرنے والا۔



المقسم :

اقسم سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے حلف کرنا۔ آپ قسم نہیں کھاتے تھے مگر اس شے میں کہ آپ کا رب آپ سے خوشنود ہوتا۔ آپ قسم میں نہیں ہوتے تھے مگر — آپ کا یہ نام بار بار اس آگاہی کے لئے رکھا گیا کہ اس وصف کے آپ ہی سزاوار ہیں نہ کہ آپ کا غیر۔

المقصود علیہ :

ارشاد باری ہے: نحن نقص عليك احسن القصص  
”ہم آپ کے سامنے زیادہ اچھا قصوں کا قصہ بیان کرتے ہیں۔“

المقضى :

امام احمد کے نزدیک حضرت حذیفہ اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مرفوعاً وارد ہوا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں — کہا گیا ہے کہ مقتضی ہے۔ قاف کے بعد تاء فوقانی ہے۔

مقابل العثرات :

جس کسی سے لغزشیں سرزد ہوتیں آپ اسے بخش دیتے اور اپنے نفس مبارک کے لئے اس سے انتقام نہیں لیتے تھے — آپ غضب میں نہیں فرماتے مگر اس وقت کہ حرمت الہی کی ہتک ہوتی — لغزش کو عثرات کہتے ہیں اس لئے کہ عثرات گناہ میں گرنا ہے۔ احمد اور داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے:

اقبلوا ذوی الهیات عشراتهم الا فی الحدود

اس حدیث کو شافعی اور ابن حبان نے اس لفظ سے روایت کیا ہے:

اقبلوا ذوی الهیات زلاتهم

امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ اہل علم سے نقل کرتے ہیں وہ لوگ مراد ہیں کہ شر کو نہیں جانتے کوئی ذلت کسی کو پھسلادیتی ہے — مادرونی نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے عثرات میں دو وجہیں ہیں:

☆ ایک وجہ یہ ہے کہ ان سے صغیرہ گناہ صادر ہوں۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں کوئی مطیع پہلی بار پھسل گیا ہو۔

اس لئے ان کو غصہ کرنا چاہئے مگر حدود الہی میں نہ انہیں چھوڑنا چاہئے ان پر حدود جاری کی جائیں۔

مقیم السنة بعد الفترة :

اس لفظ اور معنی سے زبور میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ہرگز قبض نہ کرے گا یہاں تک کہ آپ کے سبب ملت کج نہ ہو۔

سیدھا کر دے گا۔ اس طور پر کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے۔

کتاب ”شفا شریف“ قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں وہ شے ہے جس کی تصریح کی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کتابوں میں واقع ہوا ہے..... حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا:

”اے اللہ! لوگوں کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کہ وہ سنت کو سیدھا کریں گے۔“  
یعنی طریق شریعت اور دین کی اقامت کریں گے۔ فترت کے بعد سنت کی اقامت اسلام کا اظہار کرنا۔

### المکرم :

اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کل خلق سے مکرم ہیں۔

### المتکفی باللہ :

آپ وہ شخص ہیں کہ آپ نے اپنے امور اللہ تعالیٰ کو سونپ دیئے ہیں اور اس پر توکل کر لیا ہے۔

### المکفی :

آپ وہ ذات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہمات کی کفایت کی ہے یعنی آپ کو دکھ، تکلیف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان مہمات کے دفع میں آپ کو اپنی نصرت دی ہے۔ اور آپ کے امر کے ساتھ قیام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قتال کی کفایت کی ہے مومنوں کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

### المکین :

آپ کا اسم شریف مکین بہ وزن فعیل مکانت سے ہے۔ ایک جماعت نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے:

ذی قوۃ عند ذی العرش مکین

یہاں مکین سے مراد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کے اس نام سے تسمیہ کی وجہ اس لئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مکین ہیں کہ آپ کا عظیم مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علو رکھتا ہے۔ آپ کے اس مرتبہ سے یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے نام مبارک کے سوا کسی کے نام سے اذان نہیں دی گئی اور نہ اپنے نام کے ساتھ کسی کا نام قرین کیا مگر خاص آپ کے نام کو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ورفعنا لک ذکرک

یعنی ”میں ذکر نہیں کیا جاتا ہوں مگر میرے ساتھ اے محمد! آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔“

جیسا کہ مفسر جبریل علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر دی ہے۔ چنانچہ آپ کے لئے

۱۔ فترت وہ زمانہ جس میں وحی اور رسولوں کا سلسلہ منقطع رہا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور تک کا زمانہ

سابق میں ساق عرش پر اعلان کر دیا ہے کہ آپ کا اسم شریف ساق عرش پر لکھا اور حوروں کے سینوں اور دوسری چیزوں پر آپ کا نام مبارک لکھا ہے۔ آپ سے لاحق میں ایمان کے مینار پر آگاہی دی ہے کہ آپ کے اسم پاک کے ذکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے موزنوں کو ہر اذان میں حکم دیا ہے۔ لاحق سے مراد آخرت ہے۔ آخرت میں آپ اداۓ حمد اور شفاعت اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ کا یہ وصف اس قسم سے ہے کہ اس کے ساتھ آپ کے غیر کو آخرت میں اجازت نہیں دی ہے۔

### المکی الملاحمی :

ملاحم کی طرف نسبت ہے۔ ملحمہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے قتال۔ آپ تلوار اور جہاد کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔

### ملقی القرآن :

اپنی امت کو قرآن پڑھانے والے۔ یا متلقی ہیں بمعنی متصدی یعنی جس وقت قرآن شریف نازل ہوا۔ آپ اسے سننے کو پیش آنے والے ہیں۔ ارشاد باری ہے :

وانك متلقى القرآن من لدن حكيم عليم

قرآن کریم کی ذکر کے ساتھ تخصیص اس لئے ہے کہ معجزہ عظمیٰ ہے۔ القا میں آپ کے غیر کی مشارکت آپ کے منافی نہیں ہے۔

### الممنوح :

آپ کو عطا کی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے :

ولسوف يعطيك ربك فترضى

قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ وعدہ اس شے کو شامل ہے جو شے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال نفس اور ظہور امر اور اعلاء دین کی عطا کی ہے۔ اور آپ کے لئے جو شے ذخیرہ کی ہے اس قسم سے ہے کہ اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے یہ وعدہ اس کو شامل ہے۔

### المنادی :

اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی طرف آپ بلانے والے ہیں۔ ابن جریج نے اس ارشاد باری :

ربنا اننا سمعنا مناديا "اے ہمارے رب! بے شک ہم نے سنا منادی (پیغمبر) کی ندا کو"۔

کہا ہے کہ منادی کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔ یہ معنی بہ کسر دال منادی ہے۔ اور بہ فتح دال منادی اس کا یہ معنی ہے کہ شب اسراء میں آپ جبریل علیہ السلام کی زبان سے

اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے تھے۔ آپ کے یہ دو اسم ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

**منتصر :**

اپنے رب کی طرف سے اپنے دشمنوں پر نصرت دیئے گئے۔

**منتظر :**

انتظار سے ہے۔ یعنی جمیع امتوں کو آپ کا انتظار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء اور ان کی امتوں سے عہد لیا تھا کہ جو کوئی آپ کو پائے وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی نصرت کرے۔ چنانچہ ہر ایک نبی اپنی امت کے ساتھ آپ کے زمانہ کا انتظار کرتا تھا۔

**المنجی :**

جس نے آپ کا اتباع کیا اس نے آتش دوزخ سے نجات پائی۔ آپ نے اسے دوزخ سے بچا لیا۔

**المنذر :**

انذار سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے خوف دلانے کے ساتھ ابلاغ۔ ارشاد ربانی ہے :

انما انت منذر

اور خاص حصر ہے۔ یعنی آپ کفار کی ہدایت پر قادر نہیں ہیں۔ عام حصر نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کے اور بہت سے اوصاف ہیں۔ جیسے کہ بشارت ہے۔

آپ کے اسم شریف منذر کا معنی ہے خوف، دلانے کے ساتھ تبلیغ کرنے والے۔ ارشاد باری ہے :

انا ارسلنک شاهدا

آپ ان لوگوں پر شاہد ہیں جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں۔ و بشیرا و نذیرا اور لوگوں کو بشارت دینے والے ہیں اور ڈر سنانے والے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے ہیں ان کو آپ ثواب کی بشارت دینے والے ہیں۔ جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت دینے والے۔

**المنزل علیہ :**

اس کا معنی ہے کہ آپ پر قرآن شریف اور وحی نازل ہوئی ہے۔

**المنحمننا :**

بہ ضم میم و سکون نون و فتح حائے مہملہ و کسر میم ثانی و تشدید نون مفتوحہ مکسورہ سے ہے۔ دونوں میموں کے فتح سے بھی ہے۔ سریانی زبان میں محمد ہے۔ اس کا معنی روح القدس ہے۔

یہ اسم شریف انجیل میں ہے۔ جیسا کہ ابن اسحق نے کہا ہے۔ شمنی اور ابن دحیہ نے دونوں میموں کے فتح سے ضبط کیا ہے۔

### المنصف :

بمعنی عادل — آپ انصاف میں لوگوں سے شدید تر ہیں۔

### المنصور :

نصرت سے اسم مفعول ہے اس کا معنی ہے مونسید یعنی تائید دیئے گئے۔

### المنیب :

طاعت پر متوجہ ہونے والے۔

### المنیر :

انار سے ہے اس کا معنی روشن ہوا۔ یعنی آپ جو شے لائے ہیں۔ اس سے مومنوں کے دلوں کو روشن کرنے والے ہیں۔

### المہاجر :

آپ نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی۔

### المہتدی :

ہدایت یافتہ

### المہدی :

اہدی سے اسم فاعل ہے۔ بمعنی ہدیٰ مرشد اور خیر کے راستہ کی طرف سے رہبر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وہدیک صراطا مستقیما

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

جز عا علی المہدی اصبح ثاویبا یاخیر من وطی الثری لا تبعث

یا بہ فتح دال اسم مفعول اهدی الشی سے ہے۔ یعنی ہدیہ کئے گئے آپ کے یہ دو اسماء شریفہ ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

### المہداة :

بہ تم میم و فتح دال — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

انما انا رحمة مہداة — اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے — یعنی ”میں وہ رحمت ہوں جو مخلوق کو ہدیہ کی گئی ہے۔“



**المہمن :**

یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کے مختلف معانی ملتے ہیں :

☆ شاہد، حافظ، مومن، امین، رقیب، شہید، تعالیٰ، شریف، مصدق، والی

☆ خلق پر قائم۔

اس اخیر معنی کے سوا اور معانی بھی آپ پر صادق ہیں۔ آپ مہمن ہیں۔ اور آپ پر یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر قائم ہیں۔ ارشاد باری ہے :

وَالْزَّلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

یعنی ”اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو حق ہے اور پہلی کتاب کی مصدق اور محافظ ہے۔“

ابن الجوزی نے قرآن پاک کی تفسیر ”زاد المسیر“ میں کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے و مہمنا علیہ کے معنی میں روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن شریف پر مومن ہیں۔ ارشاد باری ہے :

وَجَعَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے دوران اپنے شعر میں آپ کا اسم شریف مہمن بیان کیا ہے۔

حتى احتوى بيتك الميهمن من خندف علياء تحتها النطق

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے : ثم اعتدى بيتك الميهمن

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے یہاں یا ایہا المہمن کا ارادہ کیا ہے۔ اگر یہ ارادہ ہوتا تو المہمن اسم نہ ہوتا۔ یہ گنہگار کا قول ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفظ بیت سے آپ کے شرف کا ارادہ کیا ہے۔ اور مہمن آپ کی صفت ہے۔ یعنی آپ کا وہ شرف جو آپ کے فضل پر شاہد ہے۔ اعلیٰ مرتبہ پر حاوی ہے۔

**الموتمن :**

بہ فتح نسیم ثانی۔ وہ شخص جس کی امانت پر بھروسہ کیا جائے اور اس کی دیانت میں رغبت کی جائے۔ آپ حافظ وہی ہیں اور وحی پر آپ کا اعتماد کیا گیا ہے۔ یا اس امت پر آپ کا اعتماد کیا گیا ہے۔ یعنی آپ اس امت پر شاہد ہیں۔

**المولی جوامع الکلم :****الموقر :**

صاحب علم اور متانت۔ مجلس میں آپ کا ایسا وقار تھا کہ آپ کے اطراف سے کوئی شے نہیں نکل سکتی تھی۔

## الموحی الیہ :

اس کتاب کی جلد اول میں متعدد صفات پر اس کا معنی بیان ہو چکا ہے۔

## الموصل :

اس کا معنی ہے مرحوم رحمت کیا گیا — یہ اسم شریف تورات میں ہے۔

## المولی :

اس کا معنی سید منعم ناصر محبت ہے۔ یہ اسم اسماء الحسنیٰ سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وہو الولی الحمید ..... اللہ ولی الدین امنو ..... ذلک بان اللہ مولی الدین امنوا .

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مومنوں کی نصرت ان کے دشمنوں پر کرتا ہے — ارشاد باری تعالیٰ ہے :

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا

یعنی ”تم لوگوں کو نصرت دینے والا ہے“ — اللہ تعالیٰ نے لفظ اولیاء کم نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ان کی نصرت ایک ہی ہے یا اس لئے فرمایا ہے کہ ناصر اللہ کریم ہی کی ذات ہے۔ اس کا غیر اس کی متبجیت اور مدد سے ہی ناصر ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے :

وما النصر الا من عند اللہ

بخاری شریف میں حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے :

انا ولی کل مومن —

”میں ہر مومن کا ناصر ان کے امور کا متولی اور مصالح امور پر قائم ہوں“

بخاری شریف ہی میں ایک اور حدیث پاک ہے :

ما من مومن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ فان ترک مالا فلنصبہ من کانوا فان ترک دیناً او

ضیاعاً فالیاتنی فانما مولاہ

ترمذی شریف میں ایک حدیث حسن روایت کی گئی ہے :

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

یعنی ”میں جن لوگوں کو نصرت دیتا ہوں علی (اللہ و جہہ الکریم) ان کے ناصر ہیں۔“

## المؤمن :

مومن اسمائے الہیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام سے آپ کا نام رکھا ہے۔ آپ کے حق میں اسم نام کا معنی اپنے وعدہ

اپنے قول اور مومن بندوں کے قول اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنٌ قُلْ خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمَنَ بِاللَّهِ وَيَوْمَنَ لِلْمُؤْمِنِينَ  
انہیں لوگوں میں سے وہ منافقین تھے کہ آپ کا عیب بیان کرتے اور آپ کی باتوں کو دوسروں کے پاس نقل کرتے تھے۔  
جس وقت ان منافقوں کو ان امور سے ممانعت کی جاتی کہ آپ کو ان کی باتیں نہ پہنچیں تو وہ منافقین یہ کہتے تھے:  
”وہ سراپا گوش ہے یعنی جو کچھ آپ سے آپ کے اصحاب کہتے ہیں آپ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ اور جس وقت  
ہم لوگ حلف کرتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ سنا ہے وہ ہم نے نہیں کہا تو آپ ہماری تصدیق کرتے ہیں۔“  
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان منافقوں سے کہہ دیجئے کہ وہ تمہارے خیر کو سنتا ہے نہ تمہارے  
شر کو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اور مومن جو بات اس سے کہتے ہیں ان کو وہ سچ سمجھتا ہے اس لئے کہ  
اس کو مومنوں کے صدق اور اخلاص کا علم ہے۔“

بیہقی کے نزدیک ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

”انا امانة اصحابی“ میں اپنے اصحاب کے لئے امن اور طمانیت ہوں۔“

جس وقت میں چلا جاؤں گا تو ان کے پاس وہ شے آئے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی مکروہات جن سے  
اصحاب کو امنیت نہ رہے گی۔

امنہ مصدر ہے بمعنی امان — یا مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے رجل عدل کہتے ہیں۔ لہذا یہ اسم بمعنی مومن ہے۔

### الموید :

بفتح یا ئے تھمائی۔ اس کا معنی منصور یعنی مقوی اور معان — یہ اسم شریف اس آیت کریمہ سے لیا گیا ہے :

هُوَ الَّذِي يُدْخِلُكُمُ الْبَيْتَ مِنْكُمْ مِنْ أَيْنَ شِئْتُمْ لَا يُجِدُكُمْ فِيهِ يُخْرِجُكُمُ الْبَيْتَ مِنْكُمْ مِنْ أَيْنَ شِئْتُمْ لَا يُجِدُكُمْ فِيهِ يُخْرِجُكُمُ الْبَيْتَ مِنْكُمْ مِنْ أَيْنَ شِئْتُمْ لَا يُجِدُكُمْ فِيهِ

”وہ ذات جس نے آپ کو اور مومنوں کو اپنی نصرت سے تائید دی ہے۔“

یا کسریا سے اس کا معنی ناصر قومی یا شدید ہے — یہ آپ کے دو اسم ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

### المیسر :

اس کا معنی ہے ”دین کو آسان کرنے والے“ — اسم فاعل ہے مسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی  
ہے آپ نے فرمایا۔ ان اللہ بعثی میسرا۔

مصنف نے اس مقام پر ایک سو بیالیس اسم شمار کئے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے چھ اسم ہیں۔ شامی نے دوسرے  
اسماء کا اضافہ کیا ہے۔

### المومم :

اس کا معنی وہ مقصود جس کا قصد (ارادہ) ہر ایک امید رکھنے والا کرے۔

### المتلو :

تلو سے اسم مفعول ہے — اس کا معنی ہے متابعت

### المتمكن :

المتمكن فى الارض یعنی وہ شخص جس کی لوگوں نے اطاعت کی ہو اور اتباع کیا ہو۔

### المتحم :

اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہے مکارم اخلاق کو پورا کرنے والے۔

### المتمم :

اسم مفعول ہے — اپنی خلقت اور خلق میں کامل۔

### المثبت :

بفتح با موحدہ مفعول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین پر ثابت قائم رکھا ہے۔

### المجاول :

اس کا معنی ہے محکم اور امور دین کے لئے متیقن یا حجت کرنے والا۔

### المجید :

رفع قدرا کریم — یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

### المحجة :

راستہ کے جادہ کو کہتے ہیں — حج سے ہے۔ اس کا معنی ہے قصد ارادہ — اس میں میم زائدہ ہے۔

### المحكم :

بفتح كاف مشدد — یعنی حاکم جسے قاضی یا منصف کہتے ہیں۔

### المحيد :

حادث عن الشئ سے لیا گیا ہے۔ جس وقت کوئی شخص کسی شے سے عدول کرے اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے باطل

سے عدول کیا ہے اور حق کا اتباع کیا ہے — یا یہ اسم احاد سے ہے۔ معنی یہ کہ آپ نے اپنی امت کے ساتھ طریق مستقیم کی طرف عدول کیا ہے۔

### المعیت :

اس کا معنی خاشع ہے (عاجزی کرنے والا)

### المختص :

اسم مفعول ہے — اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات کے لئے مختص کیا ہے۔ اور آپ کو اپنی تمام مخلوق سے اختیار کیا ہے ..... یا اسم فاعل ہے، آپ ملازمت عبادت کے ساتھ مختص ہیں۔ آپ نے اپنی ذات مبارک کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب کی زیادتی کے لئے نکال لیا ہے۔

### المختص بالقرآن، المختص بای لا تنقطع

معنی ظاہر ہے کہ قرآن مجید آپ پر نازل ہوا ہے — اسی جمع آیت نشانی۔ آپ کی نشانیاں ایسی ہیں جن کو انقطاع نہیں ہے۔

### المختتم :

ختم سے اسم مفعول ہے — آپ نے خاتم اختیار کی تھی۔

### المنضم :

بہ وزن منیر — معنی ہے، سید شریف، عظیم، مدیف،

### مرحمت :

حدیث پاک ہے: ربعت مرحمة و ملحمة .

اس حدیث کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

### المزموم :

بہ فتح ثانی و ضم اول — آپ کا قلب اطہر زمزم کے پانی سے دھویا گیا تھا۔

### المرشد :

بمعنی حادی، طریق ہدایت پر رہبر۔



مرغمہ :

صحاح ستہ میں ہے۔ بعثت مرغماً للكفر حتى يلصق بالرغام — یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ کفر کو ذلیل کر دوں۔ یہاں تک ذلیل کر دوں گا کہ کفر خاک میں مل جائے گا۔ رغام بہ فتح مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ذلت دنیا اور عاجز کر دینا ہے۔

المرغب :

اسم فاعل ہے — آپ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ابھارنے والے ہیں۔

مزیل الغمة :

دافع کرب اور سختی۔

المستجیب :

بمعنی مطیع یا بمعنی مستجاب — فعیل بمعنی مفعول — اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی طاعت اور آپ کے ارشاد کی تعمیل واجب کی گئی ہے اگرچہ آدمی نماز پڑھ رہا ہو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہے اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

المستغید :

عوز سے ہے — اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء۔

المساد :

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے یہ اس شریف آریہ کریمہ اسدوہ لکل جمیل سے لیا ہے۔ ارشاد باری ہے کہ میں آپ کو ہر ایک فعل جمیل کے لئے راست کر دوں گا۔

المسیح :

یونانی زبان میں بمعنی مبارک ہے — یا اس کا یہ معنی ہے کہ وہ شخص کہ آفتوں کو مس کرتا ہے اور انہیں دفع کر دیتا ہے۔

المشذب :

طویل معتدل القامت

المشرد بالعدد :

اسم فاعل ہے — اس کا معنی عقوبت کرنا۔ آپ دشمن پر عقوبت کرنے والے ہیں — دال مہملہ کی جگہ ذال معجمہ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا ہے۔ فشرذہم ۔

المشیح :

بہ ضم میم و کسر شین۔ و سکون یائے تحتانی — وہ شخص جس کا سینہ ابھرا ہوا ہو — اور پیٹ اور سینہ برابر ہوں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شاید مشیح بہ فتح اول ہے۔ اس کا معنی چوڑے سینے والا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

المصدق :

اسم فاعل — اس کا معنی ہے اذعان کرنے والا مطیع — اور جو امر اس سے کہا جائے اسے وہ بجالائے — جبریل علیہ السلام نے آپ کو جس شے میں آپ کے رب کی خبر دی آپ نے اس کی تصدیق کی۔

المصدق :

اسم مفعول ہے — آپ کی امت نے آپ کی تصدیق کی۔

المصئون المضحوم :

بہ وزن منبر — بمعنی سید شریف۔

المضری :

آپ کے جد مضر کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

المضی :

بمعنی منیر۔

المعروف :

آپ معروف اللہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نکوئی اور احسان ہیں — یا آپ صاحب معروف ہیں یعنی صاحب نیکی۔

المعمم :

اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی سے صاحب عمامہ — سابقہ کتب میں مذکور آپ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

المعین :

اس کا معنی ناصر — یا کثیر معونت اور معاضدت اور مساعدت ہے۔

المغرم :

بہ ضم میم و سکون غین — اس کا معنی ہے محبت اللہ — غرام سے ہے۔ غرام کا معنی ایک شے کے ساتھ حرص اور اس کے لئے اہتمام۔

المغنی :

بہ غین و لون بہ وزن جعفر — ہر ایک شے سے خیار شے۔

المغنی :

اس کا معنی ہے محسن مفصل۔ ارشاد باری ہے:

وما نقموا الا ان اغنهم الله ورسوله من فضله

اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی شرف اور تعظیم ہے — اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ آپ کا مقام عالی اور آپ کی شان عظیم ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اپنے ساتھ کیا ہے — اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اپنے بندوں پر اپنا احسان پہنچاتا ہے اور آپ کو بندوں کے لئے مغنی کیا ہے اس فتح سے جو آپ کے مبارک ہاتھوں پر ہوئی اور غنیمتوں سے آپ کو فے دیا ہے۔

المفخم :

لوگوں کے دلوں میں موقر و معظم۔ لوگوں کی آنکھوں میں آپ کی ہیبت کی گئی ہے۔

المفلج :

اس کا معنی ہے دانتوں کے درمیان فاصلہ۔

المفلح :

فلاح سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی ہے کامیابی اور مقصد پر پہنچنا۔

المقدم :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء کرام پر خلقت رتبہ اور شرف میں مقدم کیا ہے۔ یہ بہ فتح دال ہے — مقدم فاعل بہ کسر دال — آپ کے سبب آپ کی امت مقدم کی گئی ہے — یعنی آپ کی امت کو غیر امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

المقوم :

بہ فتح داؤ — اس کا معنی ہے مستقیم اور قیم۔

امکلم :

اسم مفعول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آپ سے کلام کیا ہے۔

الملاذ :

بہ ذال معجمہ — معنی ظاہر ہے۔

الملی :

اس کا معنی ہے مطیع، مخلص، محیب یا محبت

الملجاء :

بمعنی ملاذ۔

المیلک :

فعل — یہ اسماء الحسنی سے ہے۔ اس کا معنی ہے ایجاد اور اختراع پر قادر — یا اس کا معنی ضابطہ امور اور متصرف امور۔

الملک :

بہ کسر لام — وہ شخص کہ لوگوں کی اور ہر چیز کی حد کو نگاہ میں رکھے اور رعیت داری اور ان کے امور کی تدبیر کرے — یا صاحب عزت یا صاحب غلبہ — یہ اسماء الحسنی سے ہے۔ یعنی اپنی ذات اور صفات میں کون اور موجودات سے مستغنی۔ اس سے کسی کو غنا نہیں ہے — یا اس کا معنی اختراع اور ابداع پر قادر۔

الملسی :

اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ماسوا سے غنی یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم حسن ہو اور جو فتویٰ دے وہ نیک ہو۔

الممنوع :

وہ ذات جسے ایسی قوت ہو کہ اس کو شیطان سے باز رکھے اور دشمنوں سے بچائے — یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دشمنوں اور ہلاکت سے بچایا ہے۔

المنتخب :

بہ جیم — یہ خائے مجملہ دونوں کا معنی ہے مختار۔

المنجد :

اس کا معنی ہے معین، ناصر یا مرفق القدر

المنقذ :

بہ کسر قاف و سکون ذال معجمہ — یعنی شدائد سے چھڑانے والا — آپ ہمیں اپنی شفاعت کے ذریعے قیامت کے دن

نجات دلائیں گے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں:

يدل على الرحمن من يفتدى به وينقذ من هول الزايا ويرشد  
”جو شخص آپ کا اقتدا کرتا ہے اسے آپ رحمن کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو  
نجات دلائیں گے اور دنیا میں آپ ان کی رہبری فرماتے ہیں۔“

منة الله :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

لقد من الله على المؤمنين

علماء کرام نے آپ کو ذکر کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ امت کے لوگوں نے آپ کے مبعوث ہونے سے فائدہ اٹھایا ہے۔

المهاب :

وہ شخص جس کی عظیم قوت کی وجہ سے یا اس کے عظیم خوف یا عظیم جنگ کی وجہ سے لوگ خوف کریں..... اور اس کے عظیم  
غلبہ کی وجہ سے خوف کریں۔

المهذب :

پاک اخلاق والے کدورتوں سے خالص کرنے والے۔

المورد حوضه :

قیامت کے دن آپ کی امت آپ کے حوض پر وارد ہوگی۔

موذ مود :

آپ کا یہ اسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے۔

مید مید :

غرنی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔

الموعظة :

وہ شخص یا وہ شے جس سے لوگ نصیحت پکڑیں اور ان کو تذکرہ ہو۔

الموقفن :

وہ شخص کہ اس کے فہم نے ایک امر کا یقین کیا اور وہ امر اس کے ذہن میں ثابت ہو جائے۔



**المیزان :**

محمود کرمانی نے ارشاد باری تعالیٰ: بالحق والمیزان میں حکایت کی ہے کہ اس سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

**المبعم :**

بہ وزن معظم .. اس کا معنی ہے مقصود..... لوگ قیامت کے دن آپ کی حمایت کا ارادہ کریں گے۔ اور آپ کے مرتبہ کا اس لئے ارادہ کریں گے تاکہ انہیں سلامتی حاصل ہو۔

**مکی :**

آپ کے اس اسم شریف کے ساتھ تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ظہور کی ابتداء زمین پر مکہ شہر میں ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ:

☆ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے

☆ برکت کی مدد ہے اور

☆ ہدایت کا نشانہ ہے۔

اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول اول مکہ کے غار میں ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی الاقامت (مکہ کے رہنے والے) کی مبدئ نبوت اور کی اعادہ ہیں۔ آپ کا مکی وصف ان تین صفتوں سے ہے۔ یہ وصف اس وجہ سے نہیں کہ آپ کی ابتدا مطلقاً مکہ میں ہوئی ہے بلکہ آپ تو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے سے پہلے تھے۔

آپ کے مکی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی طرف متوجہ کرایا اور آپ نے نماز میں مکہ کی طرف استقبال قبلہ کیا۔ یعنی جس جگہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے توجہ قبلہ کی طرف کی جو مکہ میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مکی ہیں کہ وجوداً اور قصداً ہمیشہ مکی ہیں۔ مرد اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ کا ابرادہ کرتا ہے۔ مرد اس جگہ نہیں ہوتا جس جگہ اس کا جسم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سے یہ ہے کہ میت کا منہ قبلہ (مکہ) کی طرف کیا جاتا ہے۔

**مدنی :**

آپ کا اسم شریف مدنی اس لئے ہے کہ آپ کا دار ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دار الاقامت بھی۔ آپ کی زندگی اور برزخ میں۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ سے انھیں گے۔ آپ کا مدینہ سے کوچ کرنا اور سفر نہیں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خطبہ کے دن فرمایا تھا:

المحیا محیاکم و الممات مماتکم

یعنی ”زندگی اور موت میں تمہارا شریک ہوں تم سے جدا ہونے والا نہیں ہوں۔“

## حرف النون

(نبی الاحمر والاسود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف نون سے شروع ہوتے ہیں)

### النامذ :

نامذ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی کسی شے کو بہ سبب اس کے کہ اس کے عادی نہ ہوں ڈال دینا — ارشاد باری ہے :

فانبد الیہم علی سوا

یعنی ان لوگوں کا عہد طریق مستوی پر اس طور پر ڈال دو کہ اس کا ان لوگوں پر ڈال دینا اس حیثیت سے ظاہر ہو جائے کہ آپ کے اور ان کے درمیان جو عہد تھا وہ جان لیں کہ اس کا قطع ہے — اور ان سے ایسے حال میں جنگ سے کشت و خون نہ کرو کہ وہ یہ جانتے ہوں کہ عہد باقی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عہد قطعی طور پر توڑ کر ان سے جنگ کرنا چاہئے۔ وہ کھلم کھلا دھوکہ میں نہ رہیں۔ یہ نبوت اور قوت کی شان ہے۔

### الناجز الناس :

اس کا معنی منجز ہے۔ یعنی کسی سے جو وعدہ کیا ہے اس کا پورا کرنے والا — ارشاد باری ہے :

ام یحسدون الناس — عکرمہ اور مجاہد کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کی تفسیر کی گئی ہے — ابن جریر نے دونوں سے روایت کی ہے۔ آپ کا یہ نام تسمیہ خاص کا عام کے ساتھ ہے اس لئے کہ آپ تمام لوگوں سے اعظم اور اجل ہیں — یا یہ معنی ہے کہ لوگوں میں جتنے خصائل حمیدہ ہیں وہ سب آپ میں جمع ہیں۔

### الناسخ :

نسخ سے اسم فاعل ہے — لغت میں اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شے کا ازالہ ایک شے کے ساتھ جو اس کے عقب ہو — اصطلاح میں نسخ کا معنی خطاب کے ساتھ شرعی حکم کا رفع کرنا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شریعت سے تمام شریعتوں کو نسخ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس مبارک کا وصف نسخ کے ساتھ کیا ہے۔ مانسوخ من ایتہ۔

### الناشر :

آپ نے اسلام کو پھیلایا اور شرائع کو ظاہر کیا ہے — ناشر کا معنی یہ ہے کہ طے کرنے کے بعد ایک شے کے ظاہر کرنے

**نصائح :**

**لناضر :**

**الناطق بالحق :**

## الناهي :

نبی الاحمر نبی الاسود :

### نبي التوبة :

☆ میں مقفی ہوں اور میں حاشر ہوں۔

☆ میں نبی توبہ ہوں اور میں نبی ملحمہ ہوں۔

اس کے بعد کہ امت کے سب طریق متفرق ہو گئے تھے۔ آپ کی ہدایت امتوں نے ان طریقوں سے رجوع کیا یا پلٹ آتے۔ وہ ضلالت کے راستے کثیر انواع کے تھے اور امتوں نے صراط مستقیم کی طرف رجوع کیا۔

توبہ کا معنی رجوع اور انا بت ہے۔ اس سبب سے کہ امتوں کی توبہ کا سبب آپ ہیں۔ اس لئے آپ کی اضافت توبہ کی طرف کی گئی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتوں کی توبہ قبول ہونے کی خبر دی ہے۔

☆ توبہ کی طرف آپ کی اضافت اس لئے کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے یا آپ نے توبہ کے لئے امر کیا ہے۔

☆ توبہ کی طرف آپ کی اضافت اس لئے کی گئی ہے کہ آپ کثیر التوبہ ہیں۔

سہلی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ توبہ کا معنی ترک تاخیر ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ

☆ جس وقت توبہ کی امانت بندوں کی طرف کی جائے تو زلات سے رجوع اور زلات پر ندامت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

اور

☆ جس وقت لفظ توبہ کی اضافت رب کی طرف کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے رجوع کا ارادہ کیا جائے گا۔

### نبی الحرمین :

حرم مکہ اور حرم مدینہ سے مراد ہے۔

### نبی الراحة :

اس کا معنی تھکنے اور مشقت کی تکلیف اٹھانے کے بعد نفس کا رجوع اور سکون۔ یا اس کا معنی سہولت ہے۔ آپ نے شرک کے رنج سے اپنی امت کو آرام دیا۔ یا یہ معنی کہ آپ کے غیر کی شرع میں جو تشدد اور تکالیف شاقہ تھے جیسے قتل نفس۔ آپ نے اپنی شرع میں توبہ میں اس تشدد کی تخفیف فرمائی۔

### نبی رحمة :

آپ کا اسم شریف نبی الرحمة امام احمد وغیرہ کے نزدیک حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت ہے۔ اور ابو نعیم کے نزدیک ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

### النبي الصالح :

انبیاء کرام علیہم السلام نے شب معراج آپ کو کہا ہے: مرحبا بالنبي الصالح

### نبی اللہ :

آپ کا اسم شریف رسول اللہ بھی ہے۔

## المرحمة :

آپ کا اسم شریف نبی الرحمة میم کے ساتھ مسلم شریف میں روایت کیا گیا ہے۔ قاضی نے اس کا معنی لکھا ہے راحت یا۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عقاب سے راحت دیتا ہے اور جس وقت اسے اس سے آگاہ کر دیتا تو قلق و فزع سے آرام دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

انا ارسلنک رحمة للعالمین

نبی رحمت، رسول رحمت، نبی رحمت تینوں کی یہ دلیل ہے اس لئے کہ:

☆ جب آپ کا وصف رحمت سے کیا اور

☆ آپ کو عین رحمت گردانا

☆ رحمت کو عالمین کے لئے عام کیا

تو آپ کی اضافت رحمت اور رحمت ہر ایک کی طرف صحیح ہو گئی۔ برابر ہے کہ رسول رحمت کہا یا نبی رحمت و نبی رحمت کہا۔ ارشاد باری ہے:

بالمؤمنین رؤف رحیم۔ اس آیت شریفہ میں بالمؤمنین متعلق ہے۔

☆ اس کو تخصیص کے لئے مقدم کیا ہے یا

☆ اہتمام یا بزرگی دینے کی وجہ سے فاصلہ کی رعایت سے مقدم کیا ہے۔

☆ رؤف کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ جسے نعمت دی گئی ہے اس کے ساتھ شفقت اور تلطیف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی امت کے لئے رحمت مبعوث کیا ہے۔ ورحمة للعالمین..... اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عین رحمت کیا ہے۔ آپ انہیں ارشاد فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ آپ لطف فرماتے ہیں۔ اور آپ کو اپنی امت پر رحمت کرنے کے لئے ابھارا ہے۔

بیہقی اور ان کے شیخ حاکم نے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بالمعنی روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے:

انما انا رحمة۔ اس کا معنی ہے صاحب رحمت یا آپ نے رحمت میں مبالغہ فرمایا ہے۔ گویا میں عین رحمت ہوں۔ اس لئے کہ رحمت وہ شے ہے جس پر نفع مرتب ہو آپ کی ذات مبارک نفع کی مثل ایسے ہی ہے اور آپ کی صفات جو آپ کی ذات مبارک کے تابع ہیں ایسے ہی ہیں۔

مہداتہ یعنی رحمت مہداتہ مبعوث کیا گیا ہوں۔ مہداتہ کا معنی ہدیہ کی گئی۔ ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مجھے ایسی رحمت بنا کے بھیجا ہے جس کے بدل کا ارادہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ



ہدیہ پہنچنے والا جس وقت اس کا ہدیہ رحمت ہو۔ اس کے لئے بدل ارادہ نہیں کیا جائے گا۔ ابن دحیہ کے غیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں ہوں مگر وہ رحمت جسے اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے ہدیہ کر کے بھیجا ہے۔

☆ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس ہدیہ رحمت کو قبول کیا اس نے فلاح اور نجات پائی۔

☆ جس شخص نے اس ہدیہ سے انکار کیا خائب (مخروم) اور خاسر (نقصان اٹھانے والا) ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب:

☆ مخلوق میں جو مومن ہیں رحم کیا ہے۔ اور

☆ مخلوق میں جو کافر ہیں ان پر امن سے رحم کیا ہے۔ ان کو خوف اور مسخ اور ان کا اسبصال عذاب سے نہیں یعنی

نہ کئی نہیں کہ دنیا سے نابود ہو جاتے۔

☆ ان پر آپ کے سبب اس طور پر رحم کیا ہے کہ ان کو قتل سے امان دی اور ان کے لئے عذاب کی تاخیر ہوئی۔

آپ کا یہ اسم شریف آپ کے اخص اسماء سے ہے۔

ابوبکر بن طاہر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کی زینت سے زینت دی ہے

— چنانچہ:

☆ آپ کا ہونا خلق پر رحمت ہے

☆ آپ کے جملہ خصال رحمت ہیں

☆ آپ کی کل صفات رحمت ہیں

☆ آپ کی حیات رحمت ہے

☆ آپ کی موت رحمت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم

”میری حیات تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت تمہارے لئے خیر ہے۔“

حدیث رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اذا اراده الله رحمة بامة قبض نبیها قبلها فجعله لها قرطا و سلفا

”اللہ تعالیٰ جس وقت کسی امت کے ساتھ اپنی رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس امت سے پہلے اس کے نبی کو قبض کر

لیتا ہے اور اس امت کے لئے اس نبی کو قرط اور سلف کرتا ہے“

حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کی رحمت سے یہ حظ ملا تھا کہ ان کی تعظیم کے لئے ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا تھا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں تھے..... جس وقت آدم علیہ السلام نے آپ کے ساتھ توسل اختیار کیا تو ان کی توبہ قبول کی گئی۔

اور آپ کی رحمت سے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حظ ملا تھا کہ وہ طوفان کے بعد کشتی سے سلامت نکلے تھے۔ اس لئے کہ آپ اس وقت سام بن نوح علیہ السلام کی صلب میں تھے۔ لہذا آپ کی رحمت آپ کے موجود ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ آپ کی رحمت آپ سے پہلے عام تھی۔

آپ کی رحمت ابتدا سے خاتمہ تک دوام ہے۔ اس وجہ سے آپ کی شفاعت کی دعا کو قیامت کے دن باقی رکھا ہے..... آپ کی رحمت کے من جملہ دنیا میں یہ ہے کہ آپ کی امت کو مرحومہ کہا ہے۔ اور آپ کی امت کا وصف رحمت سے کیا ہے اور آپ کی امت کو تراحم کے ساتھ امر کیا ہے اور آپس میں رحم کرنے سے آپ کی امت کی اللہ تعالیٰ نے ثنا کی ہے۔

ان الله يحب من عباده الرحماء

”اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جو لوگ رحم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے“

جبکہ آپ کی نبوت رحمت دائرہ مکررہ مضاعفہ تھی تو آپ کے لئے لفظ رحمت سے اسم رحمت کا اشتقاق کیا گیا ہے۔

### نبی الملحمة :

مسلم اور احمد وغیرہ نے روایت کی ہے :

انا نبی الرحمة و نبی التوبة و نبی الملحمة

ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی الملاحم روایت ہے۔ جمع کے ساتھ کثرت کے لئے ہے۔ ملاحم کا معنی ہے حروب..... حروب کا نام ملاحم اس لئے رکھا گیا ہے کہ جنگ میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور غلط ہو جاتے ہیں جیسے کہ کپڑے کا بانہ تانہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یا حروب کا نام ملاحم اس سبب سے رکھا گیا ہے کہ مقتولین کی گوشوں کی جنگ میں کثرت ہوتی ہے۔

نبی ملاحم سے اس شے کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ آپ بھیجے گئے ہیں کہ وہ تلوار اور قتال ہے۔ اس کا معنی نبی القتال ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: بعثت بالسيف بين تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔“

کسی اور نبی اور اس کی امت نے ہرگز جہاد نہیں کیا جو جہاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت نے کیا ہے۔ آپ کے رعب کے سبب جو آپ کے دین کی سطوت سے سلاطین کے دلوں میں تھا آپ کو نصرت دی گئی، غنیمتیں آپ کو حلال کی گئیں۔ دوسرے انبیاء کرام سے جہاد کی جو نفی کی ہے :

☆ حضرت یوشع علیہ السلام نے قوم جبارین سے قتال کیا تھا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت سے جہاد کیا تھا۔

☆ اسرائیل نے ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں سلاح اٹھایا تھا۔

وہ لڑائیاں جو آپ کی امت اور کفار کے درمیان واقع ہوئیں اور آئندہ واقع ہوں گی — آپ سے پہلے ان کی مثل ظہور نہیں آئی ہیں۔ زمانوں کے تعاقب پر آپ کی امت کے لوگ اقطار زمین میں کفار کے ساتھ قتال کریں گے۔ یہاں تک کہ کانے و جال سے قتال کریں گے — لہذا جنگ کی پیشگی اور جنگ کا دوام آپ کی امت کے غیر کے لئے نہیں پایا گیا — آپ کی امت سے پہلے جو لوگ تھے اگرچہ انہوں نے شدت سے قتال کیا لیکن وہ گزر گیا اور منقطع ہو گیا۔

### النبی النجم :

آپ کا اسم شریف النجم اس لئے ہے کہ لوگ آپ سے ہدایت پاتے ہیں یعنی ستارہ سے راستہ پہنچاتے ہیں — حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس ارشاد باری :

والنجم اذا هوى

کی تفسیر میں کہا ہے کہ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — اللہ تعالیٰ کے ارشاد عالی اذا هوى کا معنی

یہ ہے :

”جس وقت شب میں آپ آسمان سے اترے۔“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

☆ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک ہے۔

☆ ہوى کا معنی یہ ہے کہ انوار الہی سے آپ کے قلب اطہر کو انشراح ہوا۔

☆ ہوى کا یہ معنی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے منقطع ہوا۔ جیسا کہ شفا میں ہے :

### النجم الثاقب :

اس کا معنی وہ روشن ستارہ کہ جس کا نور اور روشنی جس شے پر پڑتی ہے اسے چیر کر نکل جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ :

والسما والطارق وما ادرك ما الطارق النجم الثاقب

کی تفسیر میں سلمیٰ نے لکھا ہے کہ اس جگہ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — ثاقب کا معنی روشن —

یعنی وہ ستارہ ایسا روشن ہے کہ اپنی روشنی کی شدت سے ظلمتوں میں سوراخ کرتا ہے۔

چنانچہ آپ کا نام مبارک النجم رکھا — اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی — صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر ارشاد پر

النجم سے مراد ثریا ہے۔ جیسا کہ ابے ابن جریر اور زبیری نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ النجم ثریا کا علم غلبہ کے سبب ہے۔

عمر ابن ربیعہ نے کہا ہے :

احسن النجم فی السماء ثریا والثریا فی الارض زین السماء

”ثریا معشوقہ کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ آسمان میں جتنے ستارے ہیں ان میں نجم ثری احسن ہے۔ اور ثریا معشوقہ زمین پر آسمان کی زینت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام تشبیہ بلوغ کے طور پر النجم رکھا گیا ہے۔ یا مطلق نجم سے یا مخصوص نجم سے استعارہ ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہدایت کے راستوں میں مخلوق کو ہدایت ہوتی ہے جیسے کہ ستارہ سے ظاہری راستے کی ہدایت ہوتی ہے۔

**نجی اللہ :**

اللہ تعالیٰ سے نجوی کرنے والے۔ — واحد اور جمع کے لئے نجی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وقرینا نجیا کسی نے اس اسم کو اس آیت سے نہیں لیا۔ — اس لئے کہ قربانہ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ — چنانچہ اس ارشاد سے کیونکر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اسم لیا جائے گا۔ — علماء نے اسے جو ذکر کیا ہے اس پر دلیل ہے کہ نجی واحد کے لئے کہا جاتا ہے۔

**النذیر :**

عواقب امور سے ڈرانے والا۔ — یعنی جو بندے اللہ تعالیٰ کے گناہگار ہیں ان کو عذاب الہی سے ڈرانے والے ہیں۔ دوزخ عذاب کی قسم سے ہے۔ — اور یہ کہ ضلالت سے ڈرانے والے ہیں۔

**النسیب :**

خالص اور پاک نسب والے۔ — آپ کا نسب ماں اور باپ دونوں کی طرف سے اشرف الانساب ہے۔

**نصیح :**

فعل کے وزن پر۔ — فاعل کے معنی میں نصیح یعنی نصیحت کرنے والے ہیں۔

**ناصر :**

اسم فاعل بمعنی نصیح

**النعمة :**

حالت حسنہ

**نعمة اللہ :**

آپ کا اسم شریف نعمة اللہ ہے۔ — پہل تیری علیہ الرحمہ نے اس ارشاد باری: ان تعدوا انعمت اللہ لا تحصوها۔ یعنی ”افراد جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہیں اگر ان کی گنتی شروع کرو گے تو انہیں گن نہ سکو گے“

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں — آپ نعمت عظمیٰ ہیں اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں — ارشاد باری ہے:

يعرفون نعمت الله ثم ينكرونها جم يكلذبونه

یعنی ”وہ لوگ پہچانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں (یعنی آپ معجزات باہرات سے نبی ہیں) پھر وہ لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں (عناد اور افتراء سے)

ان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت: الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کا بیان ہے واللہ وہ کفار قریش ہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

### النقیب :

حاکم نے مستدرک میں واقدی کے طریق سے ابن ابی الرجال سے روایت کیا ہے کہ جب بنی بخار کے نقیب الوامہ اسعد بن زرارہ نے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غم کیا۔ بنی نجار آئے۔ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہمارا نقیب فوت ہو گیا آپ نے ہم پر نقیب مقرر فرمایا۔“ آپ نے فرمایا۔

”تم لوگ میری ماموں ہو۔“

آپ نے ابو امامہ کے بعد بنی نجار پر کوئی نقیب مقرر نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ ”تمہارا نقیب میں ہوں۔“

یہ امر بنی نجار کے مفاخر جلیلہ سے تھا — نقیب شاہد قوم ان کا ناظر ان کا ضامن اور امین قوم کو کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر شاہد ہیں — آپ کی امت کے لوگ جو عمل کرتے ہیں۔ آپ ان کے ناظر ہیں — ان کے عمل صالح سے ان کے لئے جزائے ادنیٰ کے ضامن ہیں اور ان کے گناہوں کے تجاوز اور ان کی شفاعت کے ضامن ہیں — یہاں تک کہ آپ اپنی امت کو جنت میں داخل کریں گے اگرچہ ایسا تعذیب کے بعد ہوگا۔

شامیہ میں ہے کہ نقیب کی اصل نقب ہے۔ اس کا معنی بڑا سوراخ..... نقیب قوم کا وہ شخص کہ ان کے احوال کی کھوج کرے اور ان کے احوال سے جو امر مخفی ہو اس کو جانے۔

### النقی :

اناس سے خالص اور پلیدیوں سے پاک ومنزہ۔



**النور :**

آپ کا یہ اسم شریف اسمائے الہی سے ہے۔ اس کا معنی :

☆ صاحب نور اور خالق نور ہے — یا

☆ اللہ تعالیٰ انوار سے آسمانوں اور زمین کا منور کرنے والا ہے — یا

☆ مومنوں کے قلوب انوار ہدایت سے منور کرنے والا ہے۔

یہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اپنے غیر کی مثل کہا ہے — امام غزالی اور دوسرے حکماء اس طرف گئے ہیں کہ نور اللہ تعالیٰ کی ذات میں حقیقت ہے — اس لئے کہ نور کا معنی بنفسہ ظاہر ہے اور اپنے غیر کا منور کرنے والا ہے — اشعری کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور دوسرے انوار کی مثل نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے :

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین

یعنی ”تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے اور روشن کتاب“

اس جگہ نور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے کہ آپ کی آیات کا ظہور ہے — نور سے قرآن مجید بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اس سبب سے کہ قرآن مجید نے کفر اور جہل کی ظلمت کو زائل کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ تمام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید سے جو مذکور ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہے جو بجھایا نہیں جاسکتا۔

**نور الامم :**

امتوں کے ہادی — آپ نے امتوں کو حق تک پہنچایا ہے جیسے کہ نور مطلوب تک پہنچاتا ہے — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کا امر واضح ہے اور آپ کی نبوت کا بیان واضح ہے۔ آپ نے عارفوں کے قلوب اس شے سے منور کر دیئے ہیں۔ جس شے کو آپ لائے ہیں — نور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نور کا پیدا کرنے والا ہے اور مومنوں کے دل ہدایت سے منور کرتا ہے آسمانوں اور زمین کو اپنے انوار سے منور کرتا ہے۔

**نور اللہ الذی لا یطفأ :**

وہ مخلوق کے لئے اس طریق پر حجت والا کہ مخلوق کی صلاح اس میں ہے۔ وہ چیز اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیس ولد اور شریک سے ہے۔ ان دونوں کی مثل سے جو چیز ہے۔ وہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کا اتباع اور اس کے نواہی سے اجتناب اور ان کے سوا جو امور ہیں جن کے ساتھ اوامر اور نواہی کا تعلق ہے — ارشاد باری تعالیٰ :

یریدون ان یطفؤا نور اللہ

میں نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

مصنف نے چونتیس (۳۴) اسماء شمار کئے ہیں۔ ان میں ایک اسمائے الہی سے ہے۔ شامی نے یہ اضافات کئے ہیں:

### الناسک :

بمعنی عابد — اسم فاعل ہے۔

### الناصب :

اس اسم کو ابن وحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے — امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: فاذا فرغت فانصب سے لیا گیا ہو۔ یعنی دعا اور تضرع میں تعب اٹھاؤ — اور یہ احتمال ہے کہ اس کا معنی احکام دین کو ظاہر کرنے والا نصب سے ہے۔ بہ ضم اول وفتح ثانی، ان علامتوں کو کہتے ہیں جو راستے میں راستہ بتانے کے لئے نصب کی جاتی ہیں — یا اس کا معنی یہ ہے کہ دین اسلام کے لئے مقیم نصب سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے اقمۃ سیوطی علیہ الرحمہ کے غیر نے کہا ہے یا ناصب کا معنی مرتفع ہے — یا یہ معنی ہے کہ حرب کے لئے مقیم اور طاعت میں کوشش کرنے والے ناصر الدین یعنی کافروں کے طعن سے دین اسلام کو مانع۔

### الناظر من خلفہ :

من بہ فتح میم۔ یعنی وہ لوگ کہ آپ کے پیچھے ہوں، آپ ان کو دیکھتے ہیں — یا حرف من بہ کسر اول حرف جارہ ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہے کہ آپ اپنے پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ آپ اپنے آگے سے دیکھتے ہیں۔

### نبی :

نبا سے ہے۔ اس کا معنی ہے شان عظیم یا بڑا کام — قرآن مجید کی آیت عن النبأ العظيم سے مراد ہے — یا قرآن مجید ہی مراد ہے — ایک اور معنی بھی ہے یعنی غیب کی خبریں دینے والے۔ نبی اور رسول کے ساتھ آپ کا تسمیہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے خصائص سے ہے — اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی اور رسول کے نام سے آپ کو خطاب کیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کو آپ کے نام مبارک سے نہیں پکارا گیا — آپ کا اسم شریف مورد تعین میں وارد ہوا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

محمد رسول اللہ، وما محمد الا رسول

یہ اس لئے ہے کہ اس اسم کا صاحب رسول ہی ہے اس کے طریق پر ارشاد باری ہے:

لقد کان لہکم رسول اللہ اسوۃ

آپ کے اسم مبارک کے اس مقام میں وارد ہونے کا موقع نہیں تھا اس لئے اسم شریف (محمد) ذکر نہیں کیا گیا —

باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے خطاب کیا ہے جیسے:

☆ یا آدمُ یا نوحُ یا ابراہیمُ یا داؤدُ

☆ یا ذکریاُ یا عیسیٰ یا یحییٰ

لفظ نبوت کی لفظی تحقیق یہ ہے کہ لفظ نبوت ہمزہ کے ساتھ ہے — لفظ نبا سے لفظ نبوت لیا گیا ہے — اس کا معنی ہے خیر — لفظ نبوت کو آسانی کے لئے کبھی ہمزہ نہیں دی جاتی، ہمزہ واؤ سے بدل جاتی ہے اور واؤ آخر حرف میں ادغام کر دی جاتی ہے — حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک نبی جو نبا سے لیا گیا ہے اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب پر مطلع کیا ہے اور آپ کو اس کا علم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

چنانچہ یہ معنی ہوگا، نبی خبر دیئے گئے — یا مخبر کے معنی میں ہوگا — مخبر اس شے سے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا ہے — اور جس شے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے اس شے سے لوگوں کو خبر دینے والے ہیں۔ پہلی تاویل میں فعلیل بمعنی مفعول ہے۔

اور اس دوسری تاویل میں فعلیل بمعنی فاعل ہے اور بغیر ہمزہ کے ہے — نبوت سے مشتق ہے۔ اس کا معنی زمین کا بلند حصہ — باقی مخلوق سے آپ کا مرتبہ زمین سے مرتفع ہے — آپ کا رتبہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مکان مدیفہ ہے یعنی بلندی میں زیادہ ہے۔

شیخ بدر الدین زرکشی نے شرح قصیدہ بردہ میں کہا ہے کہ نافع لفظ نبی کو جمیع قرآن مجید میں ہمزہ کے ساتھ پڑھتے تھے — یہ اختیار از روئے نقل نہیں بلکہ از روئے لغت اور عربیت ہے۔ اس لئے کہ متواتر ہے۔ ہمزہ کا ترک کرنا اس حدیث پاک سے ہے کہ کسی نے آپ کو نبی اللہ کہا بجائے یای نبی کے ہمزہ کے ساتھ کہا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں نبی اللہ نہیں ہوں بلکہ میں نبی اللہ ہوں۔“

یعنی ہمزہ کے بغیر ارشاد فرمایا — زرکشی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمزہ سے انکار فرمایا۔ اس لئے کہ ہمزہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے نہیں — جوہری اور صفائی نے کہا ہے کہ آپ نے ہمزہ کا انکار اس سبب سے کیا کہ اعرابی نے یا من خروج من مکة الى المدينة کا ارادہ کیا تھا۔ یعنی ”آپ مکہ سے مدینہ کی طرف نکال دیئے گئے ہیں۔“

نبی اللہ کی حمزہ سے یہ احتمال ہوتا ہے: باطریقہ امن بلدہ الی غیرہا  
یعنی ”آپ اپنے شہر سے غیر شہر کی طرف نکال دیئے گئے ہیں۔“  
جیسا کہ ابوزید نے عرب سے نکایت کیا ہے وہ کہتے ہیں:

نبات من ارض الی ارض اذا خرجت منها الی اخری .

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبب سے اعرابی کو منع کیا۔ نہ کہ اس سبب سے کہ ہمزہ کے ساتھ آپ کا لغت نہیں ہے۔۔۔ یہ تاویل احسن ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر ذی لغت بلیغہ کو اپنے لغت سے خطاب فرماتے تھے کہ آپ کی فصاحت کو غایت درجہ وسعت تھی..... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی لغت کا انکار نہیں فرمایا۔

### النجیب :

بمعنی کریم یا مختار

### النجید :

اس کا معنی رہبر، ماہر یا وہ شجاع کہ اس معاملہ میں اپنا ارادہ پورا کرنے والا ہو جس میں اس کا غیر عاجز ہو جاتا ہے۔

### الندب :

بفتح نون و سکون دال — اس کا معنی نجیب ظریف۔

### ن :

ابن عساکر نے بعض علماء سے اس ارشاد باری میں ذکر کیا ہے : ن والقلم — آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک میں سے ہے۔

### ناشر :

اس کا معنی یہ ہے کہ طے کرنے کے بعد ایک شے کے ظاہر کرنے والے — نشر سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی بسط ہے اور اسی سے نشر العصفہ ہے یعنی صحیفہ کا کھولنا — اور یہ کہ ناشر بمعنی حاشر ہے۔

## حرف الواو

(وجہہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو واؤ سے شروع ہوتے ہیں)

### الوجیہہ :

ذی جاہ ذی دجاہت اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

### الواسط :

اس اسم شریف کو ابن دجیہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے : فلان و سبط فی القوم

جس وقت قوم کے آدمیوں میں از روئے نسب اوسط ہو اور ان سے رتبہ میں ارفع ہو — اوسط وہ جو ہر ہے جو ہر کے درمیان رہتا ہے۔ یعنی سب جوہروں سے اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے۔

### الواسع :

اس کا معنی ہے جواد کثیر العطاب — وسیع سے ہے جیسے سعت ہے کہ جدت اور طاقت کو کہتے ہیں — یہ اسم شریف اسمائے الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی :

- ☆ المحيط بكل شیء ہے — یا۔
- ☆ وہ ذات کہ اس کا رزق اس کی جمیع مخلوق کے لئے وسیع ہے یا۔
- ☆ اس کی رحمت ہر ایک شے کے لئے وسیع ہوئی ہے — یا۔
- ☆ المعطی غنا سے — یا۔
- ☆ عالم یا غنی۔

### الواصل :

اس کا معنی نہایت اور شرف میں اس درجہ کو پہنچنے والا کہ اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

### الواضع :

وضع سے اسم فاعل ہے — اس کا معنی زائل کرنے والا اور قطع کرنے والا ہے — اس لفظ کا معنی ط سے اعم ہے۔ یعنی اتارنے کے معنی سے اعم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

و بضع عنهم اصرهم — ان کے بوجھ کو زائل کرے گا اور قطع کرے گا — اصر وہ ثقل ہے کہ اپنے صاحب کو امر سے روک دے —

بنی اسرائیل کی تکلیف اور صعوبت کے جو بوجھ تھے یہ مثل ان کے لئے ہے — وہ تکلیف اور صعوبت یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی توبہ جب صحیح ہوتی تھی کہ قتل نفوس کرتے تھے اور جن اعضا سے خطا صادر ہوتی تھی اسے کاٹ ڈالتے تھے — اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کی امت کو ان تکالیف سے نجات دی۔

### الواعد :

وعد سے اسم فاعل ہے۔ جس وقت مطلق معنی لیا جائے تو اس کا استعمال خیر میں ہوتا ہے اور وعید کا استعمال شر میں ہوتا ہے مگر قرینہ سے جیسے بشارت ہے اور نذارت ہے۔



الواعظ :

وعظ سے اسم فاعل ہے — ارشاد باری ہے : انما اعظکم بواحدة

☆ وعظ 'خوف دلانا — (ابن فارس)

☆ وعظ 'خیر کو یاد دلانا — (خلیل)

☆ وعظ نصیحت اور عواقب امور کا یاد دلانا۔

الورع :

بہ کسرا — اسم فاعل — اس کا معنی تقی یعنی شبہات سے بچنے والا۔

الوسیلہ :

وہ چیز جس کے ساتھ تقرب اور توسل کیا جائے ایسے شخص کی طرف کہ صاحب مرتبہ عالی ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کا وسیلہ ہیں۔

الوفی :

کامل خلق 'تام خلق — وفا سے مشتق ہے — آپ تمام لوگوں سے زیادہ عہد کی وفا کرنے والے ہیں — اور تمام لوگوں سے زیادہ وفا فرمانے والے ہیں — یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

الوافی :

بمعنی الوفی 'آپ کی خلقت اور آپ کا خلق کامل ہے۔ آپ کی مثل آپ کے غیر پر رائج ہے — حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

واف وماض شهاب يستضاء به بدر انار علی کل الاناجیل

ولی الفضل :

احسان اور نیکوئی کے مولیٰ یعنی سردار۔

الولی :

بمعنی ناصر والی یا مصالح امور کے متولی اور ان کے ساتھ قیام — ارشاد باری تعالیٰ ہے :

الما ولیکم اللہ ورسوله

یا اللہ تعالیٰ کے محبت — یا ولایت کے ساتھ متصف — ولایت کشف حقائق قطع علائق اور باطن خلایق میں تصرف

— امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ولی کے دو معانی ہیں:

☆ فعل بمعنی مفعول — وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کا ولی کر دیا ہے اور اسے ایک لحظہ کو اس نفس کی طرف

نہیں سوچتا ہے..... اور

☆ بمعنی فاعل — وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت کا متولی ہو — چنانچہ اسے پے درپے جاری کرتا ہے

اور اس کی طاعت اور عبادت کے درمیان معصیت نہیں آنے پاتی۔

ولی اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے:

وهو الولی الحمید اللہ ولی الدین امنوا

”اللہ تعالیٰ مومنوں کی نصرت اور معاونت کا متولی ہے اور ان کی کفایت کرتا ہے اور ان کے مصالح کا متولی ہے۔

یہ تیرہ (۱۳) اسمائے شریفہ ہیں ان میں دو اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہیں۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

الواجد :

بہ جیم بمعنی عالم یا غنی — جدت سے اس کا معنی استغنا ہے۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ یعنی عالم ہے یا وہ غنی ہے کہ اس کو افتقار نہیں ہے۔

الوالی :

بمعنی مالک بادشاہ حاکم یا شریف — یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

الوسیم :

بہ وزن امیر خوبرؤ جمیل

الوصی :

وہ خلیفہ کہ اپنے غیر کے بعد امر کے ساتھ قائم ہو — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ احکام اور رسالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کی۔ جنہوں نے مخلوق کو آپ کی بشارت دی تھی اور آپ کی رسالت کی خبر کی تھی۔ اور مخلوق کو آپ کے اتباع پر ابھارا تھا۔

الوہاب :

ہبہ سے ہے۔ اس کا معنی ہے بذل مال بے عوض — یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے — اس کا معنی وہ ذات کہ بقدر استحقاق عطا کرتی ہے اور جو شے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کثرت تفقہ سے اسے نہیں روکتا۔ لفظ وہاب کا لغت میں یہ معنی ہے کہ مستحق اور غیر مستحق سب کے لئے کثیر عطا ہو۔

## حرف الہا

(ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ہا سے شروع ہوتے ہیں)

### الہادی :

بمعنی ہدایت اور دعا — یعنی وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت کے راستہ کی بصیرت دی ہے۔ یہاں تک کہ بندوں نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے — یا ہر ایک بندہ کا اس شے کی طرف ہادی جو اس کیلئے لا بد ہے۔ یہ اسم اسمائے الہی سے ہے — اس کا معنی دلالت یعنی صاحب رہنمائی اور اس کا معنی دعوت ہے — اس معنی میں یہ ارشاد باری ہے :

ولکل قوم ہاد۔ ہر ایک قوم کے لئے ایک داعی ہے۔

ہادی کا اطلاق ہدایت پیدا کرنے پر کیا جاتا ہے جسے توفیق کہتے ہیں۔ توفیق اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

لا تہدی من احببت

اور ہادی بمعنی دلالت اور دعا ہے — ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وانک لتہدی یعنی ”آپ دعوت الی اللہ دیتے ہیں اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کرتے ہیں۔“

صراط مستقیم وہ سیدھا راستہ جس میں کچھ کجی نہیں ہے وہ اسلام کا راستہ ہے کہ سعادت دارین کو پہنچانے والا ہے — اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے :

وادعیا الی اللہ باذنه

آپ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے ارادہ اور آسان کرنے سے بلانے والے ہیں — اذن ارادت کے معنی میں مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔

### ہدی :

شامی نے الف لام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ارشاد اور دلالت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علیہ وآلہ وسلم مخلوق کے رب کی طرف سے ارشاد اور دلالت آئے ہیں — الہدی مصدر ہے۔ آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ اس میں مبالغہ ہے یعنی آپ محض ہدایت ہیں۔

### ہدیۃ اللہ :

اللہ تعالیٰ کا وہ ہدیہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان پر فضل کرنے کی غرض سے پہنچایا ہے۔ امام نے مرفوع روایت کی ہے :

ان الله بعثني رحمة للعالمين وهدى للعالمين

**الهاشمی :**

آپ کے والد گرامی کے جد کی طرف نسبت ہے یہ چار اسماء ہیں ان میں ایک اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

**الہجود :**

بہ وزن صبور کثیر التجربہ

**الہمام :**

بہ ضم حا بادشاہ عظیم

**الہمة :**

بالکسر اور بہ فتح دونوں صورتوں میں ہے۔ اس کی جمع ہمم ہے۔

**الہین :**

بہ فتح اول وسکون ثانی..... بمعنی ساکن

## حرف الیاء

(یاسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک اسماء جو حرف یا سے شروع ہوتے ہیں)

**الیشربی :**

یڑب کی طرف نسبت ہے۔ عہدہ جاہلیت میں مدینہ شریف کا نام تھا۔ اس نام سے مدینہ منورہ کا نام رکھنے کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

**یسین :**

ابو طفیل سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں:

انا محمد و احمد و الفاتح و الخاتم و ابو القاسم و الحاشر و العاقب و الماحی و یسین و طہ  
یسین کا معنی بنی طے کے لغت میں یا انسان ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا ہے

۱۔ اس حدیث کی روایت ابن مردیہ اور ابو نعیم نے کی ہے۔ ابو الطفیل اس کے راوی ہیں اس لئے اس کو ابن وحیہ نے حدیث ضعیف کہا ہے۔ امام سیوطی ۲۔ یہ الرحمہ نے ان کی پیروی اس طور پر کی ہے کہ اس کی روایت میں ابو یحییٰ ہے۔ جو واضح حدیث ہے۔ اور سیف بن وہیب ہے وہ ضعیف ہے۔ یہ ابو یحییٰ وہ وضاع حدیث نہیں ہیں جن کے وضاع ہونے کا گمان کیا گیا ہے۔ مگر اس حدیث میں وہ راوی ضعیف ہیں اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔  
۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لغت حبشہ میں ہے (مقاتل) — لغت سرماہ میں ہے (کلبی) — اور یہ کہ یہ بنی کلب کے لغت میں ہے۔

— یسین کی اصل یا انیسین ہے۔ اسم کے بعض حصہ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ یہ اقتصار کثرت ندا کی وجہ سے ہے جیسا کہ اللہ اکبر اللہ کے اقتصار میں کہا گیا ہے۔ امام رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ لفظ انسان کی تصغیر انیسین ہے۔ گویا لفظ کا صدر یعنی اول لے لیا گیا ہے اور عجز یعنی لفظ کا آخر حذف کر دیا گیا ہے اور یسین کہا گیا ہے۔ اس صورت پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خطاب ہو۔ اس خطاب پر یہ لفظ انک لمن المرسلین دلالت کرتا ہے۔ جو لفظ عرب سے نقل کیا گیا ہے اس کی تصغیر میں انیسین ہے یا کے ساتھ یا کے بعد الف ہے۔

ابن حبان نے کہا ہے کہ لفظ انیسین نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ اس کی اصل انسیان ہے۔ اس لئے کہ تصغیر اشیاء کو اس کے اصول کی طرف پھیر دیتی ہے۔ اور اس کی مثل مصباح میں رہے۔ دونوں لفظوں کا ظاہر یہ ہے کہ اس کی تصغیر میں نہیں سنا گیا۔ ابن حبان نے یہ تعاقب کیا ہے کہ تصغیر اس تحقیر کی قسم سے ہے جو نبوت کے حق میں اس کا استعمال ممتنع ہے۔ اس لئے کہ عناء نے اس پر نص کیا ہے کہ شرعاً اسمائے عظیمہ پر تصغیر داخل نہیں ہوتی ہے۔ جیسے اسمائے الہیہ اور اسمائے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ اس لئے کہ تصغیر میں تحقیر کا ابہام ہوتا ہے۔ اگرچہ تصغیر تعظیم کے لئے آپ کے قول دو یہ میں آئی ہے۔ تصغیر نہیں آتی ہے مگر اس اسم میں جس کی تصغیر جائز ہے۔

ابن الحنفیہ محمد بن علی بن ابی طالب البہاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یسین کا معنی یا محمد ہے۔ ابی العالیہ نے اس کا معنی یا رجل لکھا ہے اور اس امر سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ابو بکر وراق نے اس کا معنی یا سید البشر بیان کیا ہے۔

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس کا معنی یا سید ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خطاب ہے۔ لفظ یاسین کی تفسیر جو یا سید ہے اس میں آپ کی تعظیم اور تمجید جو کچھ ہے اس کی انتہا نہیں ہے اس کی حد پر وقوف ممکن نہیں ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ: الحاقۃ ما الحاقۃ ہے۔ اس وجہ سے وقوف ممکن نہیں ہے کہ آپ کا وصف اس سیادت متعلقہ سے ہے جو عموم کا فائدہ مقام خطابی میں دیتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ آپ کے سوا ہیں یہ وصف ان پر آپ کے تفوق کا فائدہ دے گا۔ اس لئے کہ آپ ہر ایک خیر کا واسطہ ہیں۔ یہ بعض کلمہ کے ساتھ باقی کلمہ سے اکتفا ہے۔

عرب کہتے ہیں الا ناهم عنی الاتفعل۔ مخاطب یہ جواب دیتا ہے ہلی (اے)۔ فعل۔ حدیث شریف میں ہے کفی بالسيف شاہدا۔ تجانی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اہل عرب بعض حروف کلمہ کے ساتھ ایسے حال میں اکتفا کرتے ہیں کہ بعض حروف کلمہ سے اسم کے ساتھ تعبیر کرنے والے ہوتے ہیں جیسے شاعر کا یہ قول ہے:

قلت لها فلي قالت لاف

”میں نے معشوقہ سے کہا تو ٹھہر جا“ اس نے مجھے جواب لاف دیا یعنی اس نے کہا میں ٹھہر گئی۔

چنانچہ لفظ یسین سے یہ احتمال ہوتا ہے۔ کسی اسمائے حروف سے دو اسموں کے ساتھ اس سے تعبیر کی گئی ہو۔ نہ اسکے کسی سے تعبیر کی گئی ہو۔ جیسا کہ امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ اگرچہ عرب بعض کلمہ کے ساتھ اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے قائل کا یہ قول ہے:



كانت منها بارض لا يبلغها

منا سے مراد منایا ہیں۔ اور جیسے شاعر کا قول ہے:

درس المنا بمعناي فابان

منا منازل کا اقتصار ہے۔ اس کے نظائر کثیرہ ہیں۔ یہ ترثیم غیر منادی کی نہیں ہے بلکہ ایک کلمہ کے حرف کے ذکر سے بقیہ کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔

الیتیم :

شامی نے اسماء گرامی میں الیتیم کا اضافہ کیا ہے۔ یتیم سے مشتق ہے۔ اس کا معنی باپ کا بیٹے کے بوغ سے پہلے مر جانا۔ یا اس کا معنی مفرد ہے جیسے در یتیم اس موتی کو کہتے ہیں جو صدف میں ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

الم يجدك یتیمًا

میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو قریش میں ایک ہی پایا آپ عدیم النظیر ہیں۔

ابو القاسم :

آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ جمہور کے نزدیک جو آپ کی اکبر اولاد کے نام ابو القاسم سے مشہور ہے۔ غرنی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ قیامت کے دن اہل جنت کے درمیان جنت تقسیم فرمائیں گے۔ آپ کی کنیت شریف ابو القاسم اس

لحافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ لفظ کنیت بہ ضم کاف اور سکون لون کنایہ سے ہے۔ کنیت عن الامر جس وقت اس امر کو اس لفظ کے بغیر کہا جائے جس کے ساتھ اس امر پر صریحاً استدال کیا جائے۔ اہل عرب میں کنیتیں مشہور ہوئی ہیں یہاں تک کہ کنیت اکثر اسم پر غالب ہو گئی ہے جیسے ابو طالب۔ کبھی ایک آدمی کی ایک اور ایک سے زائد کنیتیں ہوتی ہیں۔ اور کبھی آدمی اپنے اسم اور کنیت دونوں سے مشہور ہوتا ہے۔ اسم کنیت اور لقب ان تمام کو علم جمع کرتا ہے۔ اسم کنیت اور لقب علم کے متغائر اس طور پر ہوتے ہیں کہ لقب وہ اسم ہے جو مدح اور ذم سے خبر دیتا ہے اور کنیت وہ ہے جو لفظ اب اور ام کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے سوا جو بے وہ اسم ہے۔

ابن اثیر نے اپنی کتاب المومون بالمرصع میں کہا ہے کہ کنیت کنایہ سے ہے۔ کنایہ وہ ہے کہ تم ایک شے کے ساتھ کلام کرو اور اس کے غیر کا ارادہ کرو جو اس کنایہ سے لایا گیا ہو۔ اس وجہ سے کہ کنیت کے ساتھ جس کا کنایہ کیا گیا ہے اس کی تعظیم احترام اور اکرام تم کو مقصود ہے تاکہ خطاب میں اس کے نام سے تفرغ نہ کی جائے اور اسی سے شاعر نے کہا ہے۔

اكنية حين اناويه لا كرمه ولا الفه والسؤاة اللقا

عرب میں کنیت کا سبب یہ ہوا ہے کہ عرب کا ایک بادشاہ اذل سے تھا۔ اس کے ایک بیٹا ہوا۔ اس نے اپنے فرزند میں فراست اور نظر غور سے نجات دیکھی وہ فریفتہ ہو گیا جبکہ وہ بڑھا اور ادب سلاطین کے لیے صالح ہو گیا تو اس کے ماں باپ نے اس امر کو دوست رکھا کہ اس کے لیے آبادی سے دور تنہا رہنے کے جگہ مقرر کی جائے اور ادب سکھانے والوں کے اخلاق سے متعلق ہو۔ اس کے زمانہ کے بعض لوگ جو ہلکے ہیں ان کے ساتھ وہ معاشرت نہ رکھے۔ اس بادشاہ نے اپنے اس فرزند کے لیے ایک جنگل میں ایک مکان بنایا اور اس کو اس مکان کی طرف نقل کر دیا۔ اس کے لیے وہ لوگ مہیا کئے جو انواع آداب علمیہ اور آداب ملکیہ سے اس کی تربیت کرتے تھے۔ دنیا کی چیزوں سے اس کی جو حاجت تھی وہ اسے کے لیے دستیاب کی گئیں۔ اس کے عزیزوں میں جو ہم عمر تھے اور ان کے علاوہ لوگوں کے جو لائق فرزند تھے اس کے ساتھ شریک کئے تاکہ اسے مانوس کریں اور موافقت کے ساتھ اس کے لیے ادب کو دوست رکھیں۔ بادشاہ ہر سال اس کے پاس جاتا۔ بادشاہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جاتے جن کے فرزند بادشاہ کے فرزند کے ساتھ تھے۔ بادشاہ کا بیٹا ان لوگوں کو پوچھتا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث پاک کی وجہ سے ہے:

انی جعلت قاسما القسم بینکم

جیسے کہ آپ کی یہ مشہور کنیت ابوالقاسم متعدد احادیث صحیحہ میں آئی ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول صحیح حدیث میں ہے:

قال ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ابو ابراہیم:

آپ کی کنیت ابو ابراہیم آپ کی دوسری اولاد کے اسم سے ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیہقی کے نزدیک آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ سلام علیک کی:

السلام علیک یا ابا ابراہیم

ابو رامل:

ابن وحیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی کنیت ابو رامل بھی ہے۔

ابو المومنین:

ابن وحیہ کے غیر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی کنیت ابو المومنین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجه امہاتہم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی جانوں سے بہتر (مقدم) ہیں نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

ابی ابن کعب نے پڑھا ہے کہ آپ مومنوں کے باپ ہیں یعنی شفقت و راحت میں باپ کی مثل ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) لوگ اس سے کہتے کہ یہ شخص فلاں لڑکے کا باپ ہے فلاں لڑکے کا باپ ہے اور یہ شخص فلاں لڑکے کا باپ ہے۔ جو لڑکے اس کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ لوگ ان لڑکوں کے باپ تھے۔ ان لڑکوں کی نسبت و اضافت سے ان کے باپوں کو وہ شہزادہ پہچان جاتا۔ یعنی اس شہزادہ سے لوگ ہر لڑکے کے باپ کو یوں کہتے:

”یہ ابو فلاں ہے اور یہ ابو فلاں ہے۔“

اس سبب سے ملک میں کنیت ظاہر ہوئی ہے۔

## دوسری فصل

## آپ کی اولاد کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کرام جن پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ ان میں سے چھ ہیں — دو بیٹے ہیں۔

☆ حضرت قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں :

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

چاروں صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا ہے انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ ان کی اولاد کے بارے علماء نے اختلاف کیا ہے۔

ابن اسحاق کے نزدیک طاہر اور طیب بھی آپ کی اولاد سے ہیں۔

## صاحبزادوں کے بارے اختلاف :

جیسا کہ ابن اسحاق نے طاہر اور طیب دو نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زینہ اولاد میں شمار کئے ہیں — اس طریق پر

۱۔ مصنف نے اولاد کے ذکر کے موقع پر یہ نہیں کہا کہ آپ کی اولاد اور پھر ان کی اولاد کا ذکر — اگرچہ آپ کی صاحبزادیوں حضرت زینب اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کا ذکر کیا ہے — ترجمہ میں اس لئے ذکر اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی اولاد کی اولاد کا ذکر تبعاً ہے یا غلط اولاد کو اس کی حقیقت اور مجاز دونوں معانی میں استعمال کیا ہے — چنانچہ اس شے کا ارادہ کیا ہے جو اولاد کی اولاد کو شامل ہو لیکن ہم نے جو بات پہلے کہی ہے وہ کی ہے اس لئے کہ مصنف نے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہیں کیا ہے تاکہ اس سے لازم ہو کہ جس شے کا ترجمہ کا ترجمہ کیا ہے اس سے کمی کر دی ہے۔ شرح زرقانی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند چار ہوئے۔

زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ ابراہیم کے سوا قاسم اور عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند تھے۔ عبداللہ نے کم عمری میں مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کی عمر اس لئے معلوم نہ ہو سکی کہ اس وقت تاریخ کی طرف دھیان کم تھا۔ ان کو طاہر و طیب کہتے تھے۔ چنانچہ ان کے تین نام تھے۔

ابن بکار کا یہ قول اکثر اہل نسب کا قول ہے۔ ابو عمرو اور دارقطنی نے اس بات کو اثبات قرار دیا ہے کہ عبداللہ کا نام طیب اور طاہر تھا اور وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اس طریق پر تین ذکر ہوئے:

☆ قاسم ☆ عبداللہ ☆ ابراہیم

دارقطنی نے حکایت کیا ہے کہ عبداللہ طیب اور طاہر کے غیر ہیں۔ چنانچہ اس طریق پر پانچ فرزند ہوئے۔ (بشمول قاسم و ابراہیم)

صاحب الصفوۃ نے لکھا ہے کہ طیب اور مطیب ایک بطن میں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ اور طاہر و مطہر ایک بطن میں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔

یہم کذاب نے کہا ہے کہ مبعوث ہونے سے پہلے آپ کے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا تھا جس کا نام عبد مناف تھا۔ اس طرح سے دوبارہ صاحبزادے ہوئے۔

عبد مناف کے سوا آپ کی تمام اولاد اسلام میں مبعوث ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ جبکہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد اسلام سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ آپ کے صاحبزادے اسلام سے پہلے شیرخواری کی عمر میں وصال کر گئے۔

زبیر نے کہا ہے کہ عبداللہ چونکہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کا نام طیب اور طاہر رکھا گیا..... علماء کے ان جمیع اقوال کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ آپ کے آٹھ صاحبزادے ذکر تھے۔ جن میں سے دو صاحبزادے قاسم اور ابراہیم پر سب کا اتفاق ہے..... جبکہ چھ صاحبزادوں سے متعلق علماء کو اختلاف ہے:

عبد مناف ' عبداللہ ' طیب ' مطیب ' طاہر اور مطہر

اصح قول :

اصح قول یہ ہے کہ یہ تین صاحبزادے ہیں: قاسم ' ابراہیم اور عبداللہ

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو لقب ہیں۔ طیب اور طاہر اور چاروں بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد سے ہیں۔ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں بلکہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھے۔

## حضرت قاسم علیہ السلام :

آپ اول وہ صاحبزادہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ انہی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت قاسم یہاں تک زندہ رہے کہ وہ چلتے پھرتے تھے مگر رضاعت پوری نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں :

☆ دو سال سات راتیں — (مجاہد)

☆ سترہ ماہ — (مفضل بن عسان "غلابی")

☆ جانور پر سوار ہونے کے زمانہ کو پہنچ گئے تھے — (ابن فارس)

فریابی کا کہنا ہے کہ حضرت قاسم نے اسلام میں وفات پائی ہے۔ وہ پہلے وہ س ہیں جو آپ کا اولاد میں سے فوت ہوئے ہیں۔

## حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اکبر اولاد سے ہیں۔ یعنی تمام صاحبزادیوں سے بڑی ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس بات پر ہے کہ حضرت زینب اور حضرت قاسم دونوں میں سے پہلے کون پیدا ہوا ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تیسویں (۳۰) سال میں (بعثت سے دس برس پہلے) پیدا ہوئی ہیں انہوں نے اسلام کو پایا ہے اور جنگ بدر کے بعد ہجرت کی ہے۔ آپ کا وصال ہجرت کے آٹھویں سنہ میں اپنے شوہر خالہ زاد بھائی ابی العاص لقیط کے پاس ہوا جو ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

دوسری روایت میں شوہر کا نام مقسم بن الزبج بن عبدالعزی بن عبدالشمس ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پہلے ہجرت کی تھی۔ آپ نے اپنے شوہر کے شرک کے باعث انہیں چھوڑ دیا تھا۔ دو سال بعد میں جب آپ کے شوہر اسلام لے آئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے نکاح کے ساتھ ہی بھجوا دیا تھا۔ اس مدت کے بارے میں مختلف آراء ہیں :

☆ ہجرت کے چھ سال بعد بھجوا دیا گیا تھا۔

☆ عدت گزرنے کے بعد بھجوا دیا گیا تھا — (بروایت موسیٰ ابن عقبہ)

☆ ہجرت کے ساتھ سال بعد بھجوا دیا گیا تھا — (عمر بن شعیب)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علی پیدا ہوئے۔ جو اپنی والدہ کے وصال کے بعد چھوٹی عمر ہی میں وصال کر گئے۔ علی ابن زینب فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آپ کے اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت



زینب نے ابی العاص سے امامہ کو جنم دیا تھا۔ امامہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز میں اپنی گردن پر اٹھالیا تھا۔ جس وقت آپ نماز میں رکوع کرتے تو امامہ کو اتار دیتے اور جس وقت اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھاتے تو امامہ کو پھر اپنی گردن پر بٹھالیتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کی وجہ سے ان کے بعد امامہ کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ امامہ کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام کو ان کے نکاح کے لئے وصیت کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب نے امامہ سے نکاح کر لیا تھا۔ — مغیرہ سے امامہ نے یحییٰ کو جنم دیا اور امامہ نے مغیرہ کے پاس ہی وفات پائی۔

ایک روایت کے مطابق امامہ نے نہ حضرت علی سے کسی بچے کو جنم دیا اور نہ مغیرہ سے — زبیر نے کہا ہے کہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی پس ماندہ نہ رہا — اسے ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

### حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تینتیسویں سنہ میں پیدا ہوئی ہیں — حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتبہ بن ابولہب کی زوجہ تھیں۔ اور ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتبہ کے بھائی عتیبہ کی زوجہ تھیں۔

جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو عتبہ اور عتیبہ سے ان کے باپ ابولہب نے کہا:

”میرے سر کا قرب تمہارے سروں سے حرام ہے اگر تم دونوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں سے مفارقت نہ کرو۔“

یہ مثل ہے کہ آپس میں محبت رکھنے والے ایک ہی تکیہ پر سر رکھتے ہیں۔ — عتبہ اور عتیبہ ان دونوں صاحبزادیوں کے پاس داخل نہیں ہوتے تھے — حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں نکاح کر لیا ان کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف دوبار ہجرت کی — حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی جلیلہ تھیں کہ جن سے دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی — ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ اہل حبشہ کا ایک گروہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا اور تعجب کرتا تھا۔ ان کے دیکھنے سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایذا ہوئی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایذا ہوئی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دیکھنے والوں پر بددعا کی وہ سب ہلاک ہو گئے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔ جبکہ دولابی کے غیر نے اس کے برعکس لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اسلام کے بعد ہوا ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب وصال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر میں تھے — ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعزیت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

”الحمد لله دفن البنات من المکرمات — (دولابی سے روایت)

بزار کی روایت میں دفن البنات کی جگہ موت البنات ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان صاحبزادی صاحبہ کا کوئی نام معروف نہیں۔ وہ اپنی کنیت سے پہچانی جاتی ہیں۔ بلکہ یوں کہہ لیں کہ کنیت ہی ان کا نام ہے — ان کا عتیہ بن ابی لہب کے ساتھ نکاح ہوا تھا — عتیہ نے داخل ہونے سے پہلے ان سے مفارقت کر لی۔

ابن ابوشیمہ نے بیان کیا ہے کہ عتیہ نے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھوڑ دیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

”کفرت بد نیک اور آپ کی صاحبزادی کو میں نے چھوڑ دیا — نہ آپ مجھے دوست رکھیں اور نہ میں آپ کو دوست رکھوں۔“

پھر اس نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی قمیض مبارک پھاڑ ڈالی — وہ تجارت کے لئے ملک شام کی طرف نکل رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عتیہ سے فرمایا:

”تو سن لے! میں اللہ تعالیٰ سے یہ چاہتا ہوں کہ تجھ پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے کہ وہ تجھے قتل کر ڈالے۔“

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے عتیہ پر یہ بددعا کی:

اللهم سلط علیہ کلبا من کلابک

ابوطالب اس وقت موجود تھے۔ آپ کی دعا سے انہیں شدید رنج ہوا کہ قبول ہونے کا یقین تھا۔ ابوطالب نے عتیہ سے کہا:

”میرے بھتیجے کی دعا سے تجھے کس چیز نے بے نیاز کر دیا تھا۔ میرا بھتیجا مستجاب الدعوات ہے۔“

عتیہ قریش کے تاجروں میں گھر سے نکلا۔ یہاں تک کہ وہ تاجر ملک شام کی ایک جگہ رات کو اترے۔ جس کا نام زرقا ہے۔ اس رات ایک شیر ان تاجروں کے اطراف پھرنے لگا — عتیہ نے شیر کو دیکھا تو یاویل امی پکارنے لگا۔ اور کہا:

”واللہ! یہ شیر مجھے کھا جانے والا ہے جیسے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر بددعا کی ہے — کیا ابن ابی کبشہ میرا قاتل ایسے حال میں ہے کہ وہ مکہ میں ہے اور میں ملک شام میں ہوں۔“

شیر نے لوگوں کے درمیان اس پر حملہ کیا اور اس کا سر پکڑ کر اسے چبا ڈالا — ایک اور روایت میں ہے کہ شیر آیا اور لوگوں کے منہ سونگھنے لگا۔ اس نے اپنی دم کو لہرایا اور چھلانگ لگائی۔ عتیبہ کو ایک ہی کامل ضرب لگائی اور زخمی کر دیا۔ عتیبہ نے کہا ”مجھے مار ڈالا“ اور وہ اپنے کفر پر ہلاک ہو گیا۔

جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنا چاہی — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ادب کی وجہ سے کہ ان کی بیٹی آپ کی بیٹی کی جگہ ہوگی۔ اسے مکروہ سمجھتے ہوئے) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کو رد کر دیا۔

یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

”اے عمر! میں تم کو اس اچھے مرد کی طرف رہبری کرتا ہوں کہ تمہارے لئے عثمان سے اچھا ہے — اور عثمان کی رہبری اس کی طرف کرتا ہوں کہ ان کے لئے تم سے اچھا ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”بہتر ہے یا نبی اللہ!“

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بیٹی کی شادی عثمان کے ساتھ کر دیتا ہوں۔“

اس حدیث کو بخندی نے روایت کیا ہے — اس حدیث سے اس امر پر استدلال لیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں آپ کی ازواج سے افضل ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہجرت کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں شادی کی — حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(بروایت ابن سعد)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میری ایک سو بیٹیاں ہوتیں — اور وہ ایک کے بعد ایک فوت ہو جاتی تو میں تمہارے ساتھ ایک کے بعد دوسری بیٹی کی شادی کر دیتا — یہ جبرئیل موجود ہیں انہوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ام کلثوم کی شادی کر دوں۔“

اس حدیث کو فضائل نے روایت کیا ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سن ۹ ہجری ماہ شعبان میں وفات پائی۔

آپ کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی — حضرت علیٰ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اتارا۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر بیٹھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا:

”کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو آج کی رات اپنی بیوی کے پاس نہ گیا ہو۔“

ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”میں ہوں۔“

آپ نے فرمایا۔

”ام کلثوم کی قبر میں اترؤ“

ابو طلحہ اترے — گزشتہ سطور میں اس کے برعکس بیان ہوا ہے کہ ان کے دفن کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں تھے۔

اسما بنت عمیس اور صفیہ بن عبدالمطلب نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا — ان کے غسل میں ام عطیہ بھی حاضر ہوئی تھیں — انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روایت کی ہے کہ ”تم عورتیں تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو۔“

— اکثر سات سے فرمایا — اگر تم عورتیں مناسب سمجھو تو پانی میں بیر کے پتے جوش دے کر اس سے غسل دو۔ غسل کے آخر میں کافور شریک کرو — جس وقت تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔“

جب ہم عورتوں نے غسل سے فراغت پائی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے ہماری طرف تبرک کی غرض سے ایک تہہ مبارک پھینک دیا اور فرمایا:

”اس سے میت کا شعار کرو“

ام عطیہ نے کہا:

”ہم نے آپ کی صاحبزادی کے بالوں میں کنگھی کی ان کے تین حصے کئے دو حصے سر کے دونوں طرف اور ایک حصہ سر کے پیچھے کیا۔“

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تین حصے کئے گئے — ابن حبان نے آپ کے ارشاد کی تصریح ام عطیہ سے کی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

۱۔ لفظ ”اکثر“ سات بار کی تفسیر کے لئے ہے نہ کہ سات بار سے تجاوز کے لئے۔

۲۔ کافور کے لئے اس لئے حکم فرمایا کہ ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جگہ پاکیزہ ہو جائے..... کافور سے میت کے جسم میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں خشک کرنے اور سرد کرنے کا مادہ ہے اور قوت نفوذ ہے۔ اس کی بو حشرات الارض کو دفع کرتی ہے۔ فساد کی سرعت کو دفع کرتی ہے اور فضلات کے غلبہ کو روکتی ہے۔



”ازار کا الحاق کرو۔“

اور آپ نے دوسرا تہہ دیا۔ اور ان غسل دینے والی عورتوں سے فرمایا:

”ام کلثوم کو اس میں لپیٹ دو اور اس کو ان کا وہ شعار کر دو جو جسم سے ملا ہوتا ہے اس کو شعار کہتے ہیں — اور اس کے مافوق و ثار ہے۔“

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے اکتالیس سال میں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ابو عمر نے ذکر کیا ہے — جبکہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئی ہے سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے — ابن جوزی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش اعلان نبوت کے پانچ سال پہلے ایام بنائے کعبہ میں ہوئی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی ذریت کو قیامت کے دن آتش دوزخ سے منع کیا ہے۔

(حافظ ابن عساکر، غسانی، خطیب)

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دوستوں کو آتش دوزخ سے بچایا ہے۔

☆ ان کے دوست رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے بچایا ہے (اس میں ہر ایک مسلمان کے لئے بشارت ہے)

ان کا نام بتول اس لئے رکھا گیا تھا کہ:

☆ فضیلت اور دین اور حسب میں اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے منقطع تھیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا سے منقطع تھیں — (ابن اثیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آپ کی شادی کے سن و تاریخ میں بہت سی روایتیں ہیں:

☆ ہجرت کے دوسرے سال میں اداکل محرم یا صفر یا رجب یا رمضان۔

☆ سنہ تین ہجری میں جنگ احد کے بعد۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ کر اپنے گھر لائے تھے —

اس کے ساڑھے چار ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیاہ ہوا ہے — ان کی شادی کے بعد حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم ساڑھے سات ماہ بعد ان کے پاس داخل ہوئے ہیں۔

☆ ماہ صفر ہجرت کے دوسرے سال میں شادی ہوئی ہے اور ان کے پاس ماہ ذوالحجہ ہجرت کے بائیسویں ماہ کے آغاز

۱۔ وثار وہ کپڑا جو اس پڑے کے اوپر ہو جو جسم سے ملا ہو۔



میں داخل ہوئے ہیں۔

ان کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے ہوئی۔  
شادی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی افضل بنات سے ہیں۔  
حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے اہل سے آپ کو زیادہ دوست تھیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”احب اہلی الی فاطمہ“ ”اپنے اہل میں فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔“

اس حدیث کے راوی ترمذی ہیں۔ حاکم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اقویٰ وہ بات جس کے ساتھ اس امر پر استدلال کیا جائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غیر پر مقدم ہیں۔ حدیث نبوی ہے:

انھا سیدۃ النساء العالمین الامریم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے دھان میں بوسہ دیتے تھے اور اپنی زبان ان کو چساتے تھے (تاکہ آپ کا لعاب دھن مبارک ان کے لعاب کے ساتھ مل کر ان کے اندر داخل ہو اور ان کو برکت ہو)  
— آپ جس وقت کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے اور جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فاطمہ بضعة منی فمن اغضبها اغضبی

”فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے فاطمہ سے دشمنی کی مجھ سے دشمنی کی۔“

اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

”او ماتر ضین ان تکونی سیدۃ النساء المؤمنین

”کیا تو مومن عورتوں کے سردار بننے سے راضی نہیں۔“

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی روایت میں ہے:

افضل نساء و اهل الجنة ”جتنی عورتوں سے افضل ہو۔“

آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کی تاریخ سے متعلق مختلف روایات ہیں کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

رحلت کے:

☆ چھ ماہ بعد — سہ شنبہ کی رات تین رمضان المبارک ہجری ۱۱

☆ آٹھ ماہ بعد —

جبکہ عمر انتیس (۲۹) سال تھی وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے کہا:

”جو امر عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے میں اسے قبیح جانتی ہوں کہ مردہ عورت کی لاش پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے عورت کا موٹا یا دبلا پن معلوم ہوتا ہے۔“

اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! آپ سن لیں۔ میں آپ کو شے دکھاتی ہوں جسے میں نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے۔“

پھر اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھجور کی سبز شاخیں منگوائیں اور انہیں خم دیا۔ پھر ان شاخوں پر ایک کپڑا ڈال دیا — حضرت فاطمہ اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھ کر کہا:

”یہ کتنا اچھا طریق ہے جس سے عورت سے مرد کی شناخت ہوتی ہے۔“

یعنی فرق محسوس ہوتا ہے اور عورت کا جنازہ معلوم ہوتا ہے — حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء سے کہا:

”جس وقت میں مر جاؤں تو تم اور میرے شوہر (حضرت) علی مجھے غسل دینا اور میرے پاس کوئی شخص داخل نہ ہو۔“

اس حدیث کو ابو عمرو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

ام رافع سلمیٰ کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں تو انہوں نے غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے اور مجھ سے فرمایا:

”میرا بستر وسط مکان میں بچھا دو۔“

میں نے بستر بچھا دیا۔ وہ گھر کے وسط میں بستر پر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا پھر قبلہ رخ ہو گئیں اور کہا:

”اب میں قبض کی گئی ہوں مجھے کوئی کھول کر نہ دیکھے اور نہ مجھے کوئی غسل دے۔“

پھر وہ اپنی جگہ قبض کر لی گئیں — اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام رافع سے جو کچھ کہا تھا ان کو اس سے مطلع کیا گیا — حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اٹھایا اور ان

۱۔ ام رافع سلمیٰ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں..... ان سے کئی احادیث روایت ہیں۔

کے اسی غسل سے انہیں دفن کر دیا اور انہیں کھول کر نہیں دیکھا اور نہ کسی نے ان کو غسل دیا۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان پہلی عورتوں سے ہیں جن کی لاش اسماء کی روایت کے مطابق ڈھانپی گئی ہے۔ پھر ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ ان کی نعش کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا ہے۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں:

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کم عمری میں ہی وفات پا گئے تھے)

☆ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی پس ماندہ نہ تھا۔ چنانچہ آپ کی نسل شریف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فقط سبطین کی جہت ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں سے پہلی ہے:

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کوئی منسوب ہوتا ہے اسے حسنی کہا جاتا ہے۔ اور

☆ جو کوئی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہوتا ہے اسے حسینی کہتے ہیں۔ اور

☆ کبھی نسبت حسینی میں وہ شخص جو حضرت اسحاق ابن جعفر الصادق بن محمد الباقر ابن زین العابدین علی بن الحسین بن

علی بن ابی طالب سے ہوتا ہے ملا دیا جاتا ہے۔ اسے اسحاق، حسینی الاسحاق کہا جاتا ہے۔

یہ اسحاق وہ ہیں جو سیدہ نفیسہ بنت الحسن بن زید بن علی کے شوہر ہیں۔ حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ دن کو روزہ رکھتی تھیں اور رات بھر عبادت کرتی تھیں۔ اپنے شوہر اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مصر کو تشریف لے گئیں۔ ان کو قبول عام ہوا۔ آپ نے وہیں رحلت فرمائی۔ ان کے شوہر اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی لاش کو مصر سے جنت البقیع لے جانا چاہا۔ اہل مصر نے ان سے تبرک اور برکت کی غرض سے انہیں مصر میں دفن کرنے کے لئے گزارش کی۔ حضرت اسحاق نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

”نفیسہ کے معاملہ میں اہل مصر سے معارضہ نہ کرو۔ اسلئے کہ ان کی برکت سے اہل مصر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔“

حضرت نفیسہ نے رمضان المبارک ۲۰ھ میں مصر میں وفات پائی۔

۱۔ اس حدیث کو امام احمد نے ”مناقب“ میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے اسی طرح ابن سعد اور دولابی نے روایت کیا ہے یہ روایت اسماء کی روایت کے برعکس ہے۔

حضرت اسحاق اور حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک صاحبزادہ حضرت قاسم اور ایک صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے — وہ دونوں حضرت اسحاق اور حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پس ماندہ نہ رہے۔  
حضرت اسحاق کے پس ماندہ البتہ حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غیر سے باقی رہے ہیں جو ان کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں جو اسحاق کہلاتے ہیں۔

### حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں — سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی خلافت میں حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی۔  
محمد ابن ابی عمر العربی مسلم کے شیخ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی ام کلثوم کے لئے درخواست کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:  
”وہ کم عمر ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا پیام رد کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا — حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”میں ام کلثوم کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ سے راضی ہو گئیں تو آپ کی زوجہ ہیں“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا — حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی پنڈلی کھولی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔  
”ٹھہر جائیں — اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ امیر المومنین ہیں تو آپ کی آنکھ پر میں طمانچہ مارتی۔“

(یہ روایت ضعیف ہے)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیام بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:  
”میں نے اپنی لڑکیوں کو جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹوں (یعنی اپنے بھتیجوں) کے لئے روک رکھا ہے۔“  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”آپ ام کلثوم کی شادی میرے ساتھ کر دیجئے — قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ پشت زمین پر کوئی شخص ام کلثوم کا امیدوار نہیں ہے جس قدر میں آس مند ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”میں نے شادی کر دی۔“



حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین کی طرف آئے اور ان سے کہا:  
”مجھے مبارک باد دو“۔

انہوں نے مبارک باد دی اور پوچھا۔

”آپ نے کس کے ساتھ شادی کی ہے؟“

آپ نے فرمایا:

”حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی کے ساتھ — نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کل نسب و سبب منقطع یوم القیامۃ الانسبی و مسبی اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا داماد بنایا تھا۔ اور اس بات کو میں نے بھی دوست رکھا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا۔

حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادہ زید اور ایک صاحبزادی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔ بعد میں وہ دونوں حیات نہ رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعد دیگرے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بیٹوں سے شادی کی —

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضامندی سے سب سے بڑے بیٹے عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی — عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے ماں باپ یوم خیبر میں انہیں حبشہ سے لائے تھے — کہتے ہیں کہ عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔

عون کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے بھائی محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا۔ یہ بھی ملک حبشہ میں پیدا ہوئے ہیں — اسلام میں ان کا نام محمد سب سے پہلے رکھا گیا ہے۔

محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شادی کی۔ عبداللہ عون اور محمد بن جعفر کے بھائی تھے — پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں وفات پا گئیں — ان تینوں بھائیوں میں سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں صرف محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئی — ان کے بعد ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بیٹی یا بیٹا نہ رہا۔

حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد ان کی ہم شیرہ حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی —



حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے چار صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی نے جنم لیا:

☆ علی بن عبد اللہ بن جعفر ☆ عون بن عبد اللہ بن جعفر

☆ عباس بن عبد اللہ بن جعفر ☆ محمد بن عبد اللہ بن جعفر

☆ ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب سے بیاہ کیا — قاسم بن محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد اولاد ہوئی۔ جن میں سے فاطمہ بن قاسم حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر بن عوام کی زوجہ ہیں — اور ان سے عبد اللہ کے پس ماندہ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد علی اور علی کی بہن ام کلثوم جو زینب بنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں ان سے اولاد تھی — علی اور ام کلثوم بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو لوگ نسبت کئے جاتے ہیں وہ جعفری کہلاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ جعفریوں کو شرف ہے لیکن وہ جعفری جو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت کئے جاتے ہیں اور غیر زینب سے ہیں ان کے لئے بھی شرف ہے — اس لئے کہ

☆ نسب کے لحاظ سے وہ بنی ہاشم سے ہیں۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد سے ہیں۔

☆ ان پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

☆ ذوی القربیٰ کے حصہ میں ان کو استحقاق ہے۔

دو شرف متضاد ہیں — جو لوگ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے غیر زینب بنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں وہ اپنے غیر سے اشرف ہیں (یعنی عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو اولاد حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں ہے وہ ان سے اشرف ہیں) باوجود اس کے کہ ان کو یہ شرف ہے مگر اس شرف کی ہرگز برابری نہیں کر سکتے جو حضرات حسنین یعنی حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منسوب ہے — اس وجہ سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مزید شرف حاصل ہے —

اسی طرح سے بنی ہاشم کے شرف کی وجہ سے عباسی بھی شرف سے نسبت کئے جاتے ہیں — (اور ایسے ہی عقیلیؑ جو حضرت لقیل بن ابی طالب — اور علویؑ ابن الحنفیہ وغیرہ جو اولاد علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)

۱۔ شریف کا اطلاق قریش میں صرف ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو آل بیت سے تھے..... حسنیؑ حسینیؑ یا علویؑ عباسیؑ یا جعفریؑ عقیلیؑ..... حافظ ذہبی کے تراجم میں ان نسبتوں کے باعث شریف ملیں گے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں: عباسی شریف، عقیلی شریف، جعفری شریف، شریف زعلی..... جبکہ مصر کے والی فاطمی ہیں۔ جنہوں نے اسم شریف کا قصر حضرات حسن اور حسین علیہما السلام پر کیا جواب تک مصر میں قابض ہیں..... ذوقانی۔

ابن حجر علیہ الرحمہ نے ”زہدہ الالباب فی معرفۃ الالقباب“ میں لکھا ہے کہ شریف کے لقب کے ساتھ ہر ایک عباسی بغداد میں ملقب ہوا ہے۔ اور اسی طرح سے ہر ایک علوی مصر میں۔ ابن الرفعہ کے شیوخ میں سے ایک شخص ہوا ہے جس کا نام شریف عباسی ہے۔

### حضرت عبداللہ ابن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند عبداللہ نے کم عمری میں مکہ میں وفات پائی۔ ان کے وصال پر عاصی بن وائل نے کہا۔

”محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد منقطع ہو گئی آپ ابتر ہیں۔“

اس پر سورہ کوثر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان شانک ہو الابتر یعنی ”آپ کا دشمن ہی منقطع الخیر ہے اس کا کوئی پس ماندہ نہیں ہے۔“

یہاں یہ اعتراض نہیں اٹھایا جاسکتا کہ عاصی کے دو بیٹے عمر اور ہشام اس کے بعد رہ گئے وہ کیونکر ابتر ہوگا۔ چونکہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عاصی سے ان کا کوئی تعلق نہ رہا تھا اور نہ وہ اس کے وارث ہو سکتے ہیں نہ وہ ان کا وارث ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تابعین سے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے یا اظہار نبوت کے بعد۔

### حضرت ابراہیم بن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔  
(حضرت ماریہ گوری جمیلہ تھیں)

### حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت:

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں مقام عالیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ عالیہ وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اتارا تھا۔ اس کا نام مشربہ ام ابراہیم ہے۔  
ان کی دائی ابورافع کی بیوی ام رافع تھیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں۔ ابورافع نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ آپ نے ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔

### عقیقہ اور نام رکھائی:

ساتویں دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ کیا۔ ابوہند نے ان کا سر موٹا۔ ساتویں دن ہی نبی

۱۔ ابتر کا معنی ہے جس کی اولاد نہ رہے۔

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا ساتویں دن ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن سے مسکینوں کو چاندی صدقہ کی — آپ کے حکم سے سر کے بال زمین میں دبا دیئے گئے بالوں کا وزن نہ معلوم ہو سکا۔

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”آج کی رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔“ پھر ام سیف کو جو دنیا کے لوہار کی بیوی تھی ابراہیم کو دے دیا — اس لوہار کا نام ابوسیف تھا — اس حدیث میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام سیف کے پاس اس وقت تک زندہ رہے کہ وفات پائی۔

ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے کہ نام رکھائی ساتویں دن سے پہلے تھی جیسے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں ہے — پھر نام ساتویں روز ظاہر ہوا۔

ترمذی شریف میں عمر بن شعیب سے مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مولود کا نام رکھنے کے لئے ساتویں روز امر کیا ہے — اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

☆ نام رکھنے میں سات دن سے تاخیر نہ کی جائے۔

☆ ساتویں دن نام رکھائی نہیں ہوتی ہے بلکہ مولود کے نام رکھنے کی مشروعیت ولادت کے دن سے ساتویں دن تک ہے۔

### دایہ کا انتظام :

جب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو انصار نے ابراہیم علیہ السلام کی دودھ پلانے والی کے متعلق رغبت کی — انصار نے اس امر کو دوست رکھا کہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فارغ کر دیں۔ (اس لئے کہ آپ کی رغبت ان کی طرف تھی)۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو ام بردہ خولہ بنت الندر بن زید الانصاری کو دے دیا۔ جو بنی نجار سے تھیں اور براء بن اوس کی زوجہ تھیں — ام بردہ اپنے بیٹے کے دودھ سے بنی مازن بن نجار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں — دودھ پلا کے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی والدہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لایا کرتی تھیں — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پلانے کے سبب ام بردہ کو کھجوروں کا ایک قطعہ عطا فرمایا تھا۔

۱۔ اس سے پہلے حضرت انس بن مالک کی حدیث پاک بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے ام سیف کو دیا تھا .... وہ ام سیف کے پاس وصال تک رہے .... اس حدیث میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ام بردہ کے حوالے کیا ہوا اور پھر ام سیف کو دے دیا ہو .... وہ ام سیف کے پاس وصال تک رہے ہوں .... ام بردہ اور ام سیف دونوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلا ہوا۔ ابن عبد البر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ام بردہ کے ہاں وفات پائی۔ چنانچہ ترجیح میں صحیح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اپنے عیال کے ساتھ رحم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا — ابراہیم علیہ السلام عوالی مدینہ میں دودھ پیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے، ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ مکان میں داخل ہو جاتے — ان کی دایہ کا شوہر لوہار تھا۔ آپ ابراہیم علیہ السلام کو پیار کرتے اور پلٹ آتے تھے۔

### حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال :

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں مقام محل میں لائے — اچانک دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام اپنے نفس کے ساتھ جوہر کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو لے کر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔

”اے ابراہیم! میں تمہاری جدائی کے سبب ضرور غمگین و محزون ہوں۔“

آنکھیں روتی ہیں اور دل اپنی رقت سے حزن کرتا ہے، ہم وہ بات نہیں کہتے جو رب کو ناخوش کرے۔“

ابوداؤد کی حدیث میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو آپ کی عمر ستر دن تھی۔ وفات دس ربیع الاول یوم سہ شنبہ کو واقع ہوئی — آپ کی عمر سے متعلق حریدۃ روایات ملتی ہیں :

☆ سترہ ماہ آٹھ دن کو پہنچ گئے تھے۔

☆ ایک سال دس ماہ چھ دن کو پہنچ گئے تھے۔

ان کی لاش چھوٹے سے تخت پر اٹھائی گئی — نبی اکرم — نے ان پر بقیع میں نماز پڑھی اور فرمایا :

”ہم انہیں اپنے فرط (سب سے پہلے جانے والے) عثمان بن مظعون کے پاس دفن کرتے ہیں۔“

ابراہیم علیہ السلام کو غسل دینے والوں سے متعلق مختلف روایات ہیں :

☆ ابو بردہ ہانی

☆ فضل بن عباس

شاید غسل دینے میں ابو بردہ اور فضل دونوں جمع ہوئے ہوں — ابراہیم کی قبر میں فضل اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اترنے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارہ پر رہے — پھر ان کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور قبر کی ایک نشانی کر دی تا کہ یہ حالت مرنے کے وقت کی ہے گویا مرنے والا اپنے نفس کے ساتھ اس طور سے جوہر کرتا ہے جیسے کوئی جوہر کرنے والا اپنے مال کے ساتھ جوہر کرتا ہے اور اسے لٹاتا ہے۔

۲ محزون منقول کا صیغہ ہے۔ اس لئے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا حزن ارادی فعل نہیں ہے بلکہ غیر سے حزن ہوتا ہے۔ انسان غیر کے فعل سے مکلف نہیں ہوتا ہے کہ وہ دل اور آنکھیں ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔



قبر پہنچائی جائے۔۔۔ زبیر نے کہا ہے کہ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔  
آپ کے وصال پر غم آفتاب :

ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے دن کسوف شمس ہوا۔۔۔ لوگوں نے کہا کہ آفتاب کو کسوف نہیں ہوا بلکہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے ایسا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”آفتاب اور ماہتاب اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو نشانیاں ہیں۔۔۔ ان پر کسی کے مرنے سے کسوف نہیں ہوتا۔“

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔۔۔ کسوف عموماً اٹھائیس یا اسیس تاریخ کو ہوتا ہے جبکہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے دن یعنی دسویں تاریخ کو کسوف شمس ہوا۔ اس لئے لوگوں نے (غیر متوقع یا خلاف معمول) دیکھ کر کہا کہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے کسوف شمس ہوا۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ابراہیم کی دودھ پلانے والی جنت میں ہے۔“

اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اگر ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ رہتے تو کیا نبی ہوتے؟ :

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوف حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم اگر زندہ رہتے البتہ وہ نبی ہوتے، لیکن کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ اس لئے کہ تمہارے نبی آخر انبیاء ہیں۔۔۔ اس حدیث کو ابو عمر نے روایت کیا ہے۔

طبری نے کہا ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات توقیف سے کہتے ہیں کہ شارع نے تصریح کی ہے۔۔۔ یہ تصریح ابراہیم کو خاص کرتی ہے مگر نہ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نبی کا بیٹا بھی نبی ہو۔۔۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کی اس امر پر دلیل ہے کہ ان کے بیٹے نبی نہیں ہوئے۔۔۔ (ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام کی بہت سی اولاد ہے کہ ان میں سے حضرت شیث کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا)

امام نووی نے ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں کہا ہے۔۔۔ وہ حدیث جو بعض متقدمین سے روایت کی گئی ہے کہ:

”اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو البتہ نبی ہوتے۔“

محققین کا یہ قول باطل ہے اور مغیبات پر کلام میں جسارت ہے اور تخمینہ سے یہ بات ہے اور عظیم امر پر یکا یک آ جاتا ہے۔۔۔ ہمارے شیخ نے ”مقاصد حسنہ“ میں کہا ہے کہ عبدالبر کا قول ان کی کتاب ”تمہید“ میں اسی طور پر ہے۔۔۔ میں نہیں جانتا یہ کیا بات ہے۔۔۔ تحقیق نوح علیہ السلام نے غیر نبی کو جنم دیا اور اگر نبی سے نبی نہ پیدا ہوتا تو پھر نبی کا ہر ایک بیٹا نبی ہوتا۔ اس لئے

۱۔ لوگوں کا گمان تھا کہ جب کسوف شمس ہوتا تو وہ یہ کہتے کہ کوئی عظیم شخص مر گیا ہے۔

۲۔ جو رافعی کی شرح کبیر میں واقع ہے۔۔۔ وہ شرح دھڑ ہے۔

۳۔ جو موطا کی کبیر شرح ہے۔



کہ وہ سب نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں — جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وجعلنا ذریۃ ہم الباقین

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حدیث مذکورہ سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم اگر زندہ ہوتے تو نبی ہوتے — ابن عبدالبر نے جو ذکر کیا ہے کہ اس وجہ سے کہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو لازم نہیں آتا — گویا ابن عبدالبر اس شے میں نووی سے بڑھ کر گئے جو نووی نے کہی ہے — انہی حافظ ابن حجر نے ”اصابہ“ میں کہا ہے کہ نووی کے کلام کا تعاقب کیا گیا ہے۔

وہ عجیب کلام ہے۔ باوجود اس کے یہ حدیث تین صحابہ سے وارد ہوئی ہے۔

☆ ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

☆ انس بن مالک اور ابن ابی اوفی نے لفظاً موقوف روایت کی ہے اور اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہے۔ رائے سے

ایسا نہیں کہا جاتا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ گویا امام نووی کو اس حدیث کی تاویل کی وجہ ظاہر نہیں ہوئی اس لئے جو کچھ کہا ہے اس حدیث کے انکار میں کہا ہے (اور گفتگو کو طول دیا ہے) — اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کے لئے وقوع لازم نہیں ہے جیسے کہ اس حدیث میں ہے — ارشاد باری ہے:

لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا

اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے — اپنے گمان سے صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا گمان نہ کیا جائے گا کہ وہ اچانک اس قول کی مثل پر آ گیا ہے (اور کلام میں جرات کی ہے۔ اس لئے کہ ان صحابہ کرام کے ساتھ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیثوں میں عادل کہا ہے بدگمانی ہے) امام سخاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تین طریق ہیں:

☆ ایک طریق ان میں وہ ہے کہ جس کی روایت ابن ماجہ بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے کی ہے — کہا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم نے وفات پائی۔ آپ ے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ:

۱- ان کی دودھ پلانے والی جنت میں ہے۔

۲- اگر یہ زندہ رہتے تو البتہ نبی صدیق ہوتے اور

۳- اگر زندہ رہتے تو اپنے ماموؤں کو جو قہط سے ہیں آزاد کراتے اور کوئی قبلی غلام نہ ہوتا۔

اس حدیث کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہے جو ضعیف ہے۔ اور اس کے طریق سے اس حدیث کو ابن مندہ

نے کتاب ”معرفت صحابہ“ میں روایت کیا ہے اور اسے غریب حدیث کہا ہے۔

☆ اس حدیث پاک کا دوسرا طریق وہ ہے جس کی اسماعیل سدی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ہے — گویا ابراہیم نے گہوارہ بھر دیا تھا — اگر باقی رہتے تو نبی ہوتے۔

☆ اس حدیث کا تیسرا طریق امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کے شیخ محمد بن بشر کے طریق سے ہے —

انہوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا گیا ”کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے“ — عبد اللہ نے کہا ”وہ صغیر فوت ہو گئے۔“

(میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ (مشابہت رکھتے) تھے — اگر حکم

الہی یوں جاری کیا گیا ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے فرزند ابراہیم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ حیات رہتے۔ چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس لئے ان کی حیات کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی

حکم جاری نہیں ہوا —

اس حدیث کو امام احمد نے شیخ وکیع سے شیخ وکیع نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ

سے سنا ہے وہ کہتے تھے:

”اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے صاحبزادے ابراہیم فوت نہ ہوتے“

چنانچہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے طریق متعدد ہیں۔ اس کے باوجود اس حدیث کی وجہ ظاہر ہے اس حدیث کا کیونکر انکار

کیا جائے — اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔

## تیسری فصل

## نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات و باندیاں

مومنوں کی مائیں:

ارشاد باری ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہتہم

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں — ان میں وہ سب بیبیاں برابر ہیں کہ:

☆ آپ نے ان کے سامنے وفات پائی ہو — یا

☆ ان بیبیوں نے آپ کے سامنے ایسے حال میں وفات پائی ہو کہ وہ آپ کے تحت میں تھیں۔

☆ آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

☆ ان کا احترام واجب ہے۔

چنانچہ وہ ماؤں کی مانند ہیں — یہ حکم ان پر نظر کرنے اور ان کے ساتھ خلوت کرنے میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے ساتھ اجانب کی مثل نظر اور خلوت حرام ہے — ارشاد باری ہے:

واذا سالتموہن متاعا فاستلوہن من وراء حجاب

یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی بیبیاں مومنوں کی بہنیں ہیں — (اس لئے کہ مومنین میں سے ان کا نکاح کسی پر حرام نہیں ہے) — اور نہ یہ کہا جائے گا کہ ان کی بہنیں اور بھائی مومنوں کے ماموں اور خالائیں ہیں — امام بغوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات مومن مردوں کی مائیں ہیں، مومن عورتوں کی مائیں نہیں ہیں — یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے:

لنا امہات النساء۔ ”ہم عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔“

اور یہ حکم ہمارے اصحاب اور ان کے سوا جو لوگ اہل اصول سے ہیں ان کے نزدیک صحیح طور پر جاری ہے کہ عورتیں مردوں کے خطاب میں داخل نہ ہوں گی۔

امام بغوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عورتوں اور مردوں کے باپ تھے۔  
یعنی آپ عورتوں اور مردوں پر باپ کی مثل شفقت فرماتے تھے۔ مرد اور عورتیں باپ کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے  
— واضح ہو کہ یہ بات اللہ کریم کے اس ارشاد کے منافی نہیں:

ما کان محمد اباً احد من رجالکم

”محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔“

اور یہ جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ حرمت میں مومنوں کے باپ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ان کا ثواب اور عقاب دونوں مضاعف ہیں۔ ان سے پردہ کے اس طرف سے علاوہ کسی چیز کو پوچھنا جائز نہیں ہے۔ آپ کی ازواج مطہرات میں افضل حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان دونوں کے افضل ہونے میں کے زیادہ فضیلت ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

### ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب نکاح

علماء متفق علیہ کا یہ قول کہنا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات گیارہ ہیں۔ ان میں سے چھ عورتیں قبیلہ قریش سے ہیں:

☆ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ ابن کعب بن لوی ہیں  
— حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد قصی میں جمع ہوتی ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت ابوبکر بن ابی قحافہ عبد اللہ بن عثمان ابن عامر ابن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ابن مرہ بن کعب بن لوی ہیں — حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد مرہ میں جمع ہو گئی ہیں۔

☆ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت عمر بن الخطاب بن نفیل ابن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط ابن رزاح ابن عدی ابن کعب بن لوی ہیں — حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ساتھ کعب میں جمع ہو گئی ہیں  
... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان باپوں کی گنتی متفاوت ہے۔  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور کعب کے درمیان سات باپ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان نو باپ ہیں۔

☆ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب

بن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبد مناف میں جمع ہوئی ہیں۔

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت امیہ ابن المغیرہ ابن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ابن لقطہ ابن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرہ میں جمع ہو گئی ہیں۔

☆ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت زمعہ بن قیس ابن عبد القیس بن عیدود ابن نصر بن مالک بن حل ابن عامر بن لوئی بن غالب ہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لوئی میں جمع ہو گئی ہیں۔

چار ازواجِ مطہرات عربی الاصل اور غیر قریش ہیں، قریش کے حلیف خاندانوں سے ہیں۔ جیسا کہ شامی میں ہے۔ مصنف نے عربی غیر قریش سے ارادہ کیا ہے، ورنہ یہ ظاہر ہے کہ قریش بھی خالص عرب ہیں۔

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت جحش ابن ریاب ابن یحمر ابن صبرہ ابن مرہ بن کبیر ابن غنم ابن دودان ابن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد اعلیٰ خزیمہ میں جمع ہو گئی ہیں۔ لہذا عربیہ ہیں۔

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت الحارث بن خرن بن بحیر ابن بزم ابن رویہ ابن عبد اللہ بن ہلال بن عامر — حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہلالیہ ہیں۔

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت خزیمہ بن الحارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر — حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہلالیہ ہیں۔ آپ کا لقب ام المساکین ہے۔

☆ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن ابی عایذ بن مالک بن جذیمہ مطلق ہیں، بن سعد بن کعب بن عمرو یہ خزاعہ ہیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی طرف منسوب ہیں، اس لئے خزاعیہ مصطلقیہ کہتے ہیں۔

ایک زوجہ غیر عربیہ ہیں کہ بنی اسرائیل سے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ وہ آپ کے چچا حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے ہیں۔

☆ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت حی بن نضیر سے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں ان ازواجِ مطہرات میں سے دو نے انتقال کیا، حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے — نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر رحلت



فرمائی — حافظ ابوالحسن بن الفضل المقدسی نے ان بیویوں کے نام لفظ میں ذکر کئے ہیں:

توفی رسول اللہ من تسع نسوة الیہن تعزی المکرمات و تنسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نو بیویوں کی حیات میں وفات پائی۔ وہ بیویاں ایسی معظم ہیں جن کی طرف مکرمات نسبت کئے جاتے ہیں۔

فعائشة میمونة و صفیة و حفصة تطلوہن ہند و زینب  
ان بیویوں میں سے ایک حضرت عائشہ ہیں دوسری حضرت میمونہ تیسری حضرت صفیہ چوتھی حضرت حفصہ پانچویں حضرت ہند اور چھٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

جو یرید مع رملۃ ثم سودہ ثلاث وست ذکر ہن مہذب  
ساتویں حضرت جویریہ آٹھویں حضرت رملہ اور نویں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں — لہذا یہ تین اور چھ نو ہیں۔ ان خواتین کا ذکر مہذب ہے۔

اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلی وہ عورت جس کے ساتھ آپ نے ان بیویوں میں سے شادی کی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال تک ان کی زندگی میں کوئی اور شادی نہیں کی۔

اب ان بیویوں کا علی الترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ ترتیب شادی کے لحاظ سے ہے نہ کہ ان کی فضیلت کے اعتبار سے۔

### ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کی والدہ فاطمہ بنت زاہدہ بن امم ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عہد جاہلیت میں طاہرہ کہتے تھے۔

#### عہد جاہلیت میں آپ کی شادیاں:

عہد جاہلیت میں آپ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں:

☆ ابی ہالہ نباش بن ابی زرارہ۔ ان سے وہ منجھوئے۔ ہند اور ہالہ

☆ عقیق بن عایذ الخزومی القرشی

ابی حالہ نباش کی وفات کے بعد آپ نے عقیق بن عایذ سے شادی کی۔ ان سے ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی۔

#### رسول کریم سے شادی:

عقیق کے فوت ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا

— شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اکیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نفس شریفہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ سے عقد کرنے کے لئے بلا واسطہ آپ سے اظہار کیا۔ اپنی کثیر نفہ بنت مدینہ کے ذریعے نکاح کا پیام بھیجا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا ذکر اپنے چچوں سے کیا۔ آپ کے چچوں میں سے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد خویلد بن اسد سے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کے لئے خویلد سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور بیس اونٹ ان کا مہر مقرر فرمایا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کے نکاح میں ابوطالب اور روساء مضر حاضر ہوئے۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ اور نکاح کا ذکر زیر نظر کتاب کی جلد اول میں آچکا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر ٹھہرایا۔

لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی شخصیت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے رب تعالیٰ کا سلام :

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

”اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ایہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔ آپ کے پاس ایک برتن لا رہی ہیں جس میں کھانا ہے (یا سالن ہے یا پینے کی شے برتن میں ہے) — جس وقت خدیجہ آپ کے پاس آ جائیں تو ان کے رب کی طرف سے انہیں سلام پہنچا دیجئے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجئے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں کہا:

هو السلام ومنه السلام وعلی جبریل السلام

”وہ سلام ہے اور اس کی طرف سے سلام اور جبریل پر سلام“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ جواب دیا:

ان الله هو السلام وعلی جبریل السلام وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته

ابن سنی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

وعلی من سمع السلام الا الشیطان

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

”آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت کے اس مکان کی بشارت دیجئے جو لولوئے مجوف سے ہے۔ اس مکان میں کسی قسم کا شور و غل نہیں ہے اور نہ کسی قسم کا تعب ہے۔“

دعوتِ اسلام کے لئے آپ کی حوصلہ افزائی:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے امرِ نبوت کو بیان فرماتے اور لوگ آپ کا رد کرتے اور آپ کو جھٹلاتے۔ لوگوں کا رد اور تکذیب آپ کو غمگین کرتے مگر اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب آپ کے سارے غم دور فرما دیتا۔ جس وقت آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے آپ کو دلاسا دیتیں آپ کو آپ کی حالت پر قائم رکھتی تھیں غم و اندوہ میں تخفیف کرتی تھیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتی تھیں۔ آپ کے امر کو آپ پر سہل کر دیتی تھیں یعنی یہ کہتی تھیں کہ آپ کے معاملہ میں لوگوں نے جو باتیں کی ہیں وہ لوگ جانتے ہیں کہ:

☆ آپ کذب سے بری ہیں اور

☆ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حسد سے کہا ہے۔

یہ حالت ایک زمانہ تک رہی۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصال فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آدم علیہ السلام پر فضیلت:

عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن البتہ میں سید البشر ہوں مگر ایک ذات کا سید نہیں ہوں۔ وہ میری اولاد سے ہے نبیوں میں سے ایک نبی ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ اسے دو خصلتوں کی وجہ سے مجھ پر فضیلت دی گئی ہے:

☆ اس کی زوجہ نے اس کی اعانت کی لہذا اس کی زوجہ اس کے لئے رحمن تھی..... (اظہار نبوت سے پہلے اور اظہار

نبوت کے بعد)۔ اور میری زوجہ مجھ پر رحمن تھی (کہ شجر کھانے کی اس نے ترغیب دی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کے شیطان پر اس کی مدد کی وہ شیطان مسلمان ہو گیا (یعنی آپ کا ہم زاد مسلمان ہو گیا)

— اور میرا شیطان ابلیس لعین کافر ہو گیا (یعنی میرا ہم زاد)

اس حدیث کی روایت دو لابی نے کی ہے۔ جیسا کہ طبرانی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اہل جنت میں چار افضل عورتیں:

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں میں افضل چار عورتیں ہیں:

☆ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

☆ حضرت مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

☆ حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون۔

### امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت:

شیخ ولی الدین عراقی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المؤمنین سے افضل ہیں۔ یہ قول صحیح اور مختار علماء کا ہے۔ — یہ حدیث پاک اور اس سے پہلے کی وہ حدیث پاک اس پر دلیل ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام پہنچایا ہے۔ — ارشاد مصطفوی ہے:

خیر نساہا مریم و خیر نساہا خدیجہ

اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ یعنی

☆ امت ماضیہ کی عورتوں کی خیر حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔

☆ اس امت کی عورتوں کی خیر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

براء اور طبرانی نے عمار سے مرفوع روایت کی ہے:

لقد فضلت خدیجہ علی نساء امتی کما فضلت مریم علی نساء العلمین

اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ — کہا گیا ہے کہ افضل امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

شیخ الاسلام ذکریا انصاری نے شرح بیہی الحدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے ذکر میں کہا ہے کہ آپ کی ازواج میں افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

ابن عماد نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کو درست کہا ہے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اچھی بیوی نصیب کی — یہ اس لئے کہا تھا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثرت سے شاکر تے اور ان کے لئے مغفرت چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر غیرت آگئی — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے اچھی بیوی مجھے نصیب نہیں کی ان سے یہ امور صادر ہوئے:

☆ جس وقت لوگوں نے میری نبوت سے انکار کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

☆ جس وقت لوگوں نے میری تکذیب (جھٹلایا) کی انہوں نے میری تصدیق کی۔

☆ جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کر دیا انہوں نے اپنا مال مجھے دیا۔“



صحیحین میں اصل حدیث مختصر آئی ہے۔

ابن داؤد علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کون افضل ہیں؟ — ابن داؤد علیہ الرحمہ نے جواب دیا:

”عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کا سلام کہا — اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے رب کی طرف سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سلام پہنچایا — چنانچہ حضرت خدیجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہیں۔“

حضرت خدیجہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت:

ابن داؤد علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کون افضل ہے — حضرت خدیجہ یا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما — ابن داؤد علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فاطمہ بضعة منی — میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بضعتہ کے ساتھ کسی کو برابر نہ کروں گا۔ اس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ملتی ہے جو آپ نے اپنے مرض موت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر کیا تھا کہ میں اب قبض کیا گیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

اماتر ضین ان تکونی سیدۃ نساء اهل الجنة الامیرم

یہ سن کر حضرت فاطمہ ہنسیں — یہ دلیل ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی والدہ پر فضیلت ہے۔ اس کے ساتھ امام سبکی نے استدلال کیا ہے — فتح الباری میں ہے کہ وہ امر کہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کرنا اولیٰ ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کے بارے ابو محمد بن حزم نے احتجاج کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخرت میں جنت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ درجہ میں ہوں گی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔<sup>۱</sup>

امام سبکی علیہ الرحمہ سے کسی نے اس فضیلت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس شے کو ہم اختیار کرتے ہیں اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور عبادت کرتے ہیں — حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔ پھر ان کی والدہ افضل ہیں پھر ان کی والدہ افضل

۱۔ اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔ اگر حجت ہوتی تو یہ لازم آتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی بقیہ ازواج مطہرات کل انبیاء کرام علیہم السلام اور مرسلین سے افضل ہوں ... اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں کل سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ یہ بالضرورت دین سے جو امر معلوم ہے اس کے خلاف ہے۔ اس جگہ سے فتح باری میں کہا ہے کہ اس حجت کا فساد ظاہر ہے۔



پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں — اس کے لئے امام سبکی نے اس حدیث اہماتر ضین ان تکونی — سے تادل کیا ہے۔

طبرانی کی یہ حدیث جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے :

خیر نساء العلمین مریم بنت عمران ثم خدیجہ بنت خویلد ثم فاطمہ بنت محمد ثم اسیہ امراة فرعون \* ابن عماد نے اس حدیث کا جواب اس طور پر دیا ہے کہ حضرت خدیجہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت والدہ نے کے اعتبار سے ہے نہ سیادت کے اعتبار سے — اس خبر کی وجہ سے امام سبکی علیہ الرحمہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ حضرت مریم بہا السلام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں اور اس وجہ سے یہ اختیار کیا ہے کہ حضرت مریم کی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے — امام سبکی نے حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت سے تعرض نہیں کیا — جبکہ امام بیہقی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دلائل سے فضیلت دی ہے۔

ابو امامہ ابن نقاش علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سبقت اور ان کی تاثیر اول اسلام میں — اور ان کا بوجھوں کا اٹھانا — اور ان کا نصرت دینا — اور اللہ تعالیٰ کے لئے قیام دین میں ان کا اپنے نفس اور مال کے ساتھ تپنے — امور ہیں ان میں نہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریک ہوئیں اور نہ ان کے سوا امہات المؤمنین سے کوئی شخص حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شریک ہوا — لہذا اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔

### حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاثیر آخر اسلام میں ہوئی ہے :

☆ انہوں نے دین کا بوجھ اٹھایا ہے

☆ امت کو دین کی تبلیغ کی

☆ احادیث نبویہ سے دین کے احکام کا ادراک کیا ہے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی شریک نہیں ہیں۔ اور نہ ان کا غیر شریک ہوا — یہ امور اس قسم سے ہیں جن کے سبب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غیر سے امتیاز کی گئی ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔

### حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال :

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ میں ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی اور حجوں میں دفن کی گئیں۔ ان کی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے تھے۔ وفات کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پینسٹھ سال کی تھیں۔ ان دنوں جنازوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اس لئے کہ نماز جنازہ مشروع نہیں تھی — حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پچیس سال ساتھ رہا۔

## ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ ہیں ان کی والدہ شمس بنت قیس ہیں — حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم مسلمان ہیں۔ وہ اسلام کی بیعت میں قدیم ہیں۔

### آپ کی پہلی شادی:

وہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی ہوئی تھیں۔ وہ بھل بن عمرو کے بھائی تھے۔ سکران بن عمرو بھی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثل قدیم مسلمان تھے — حضرت سکران اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت ثانی کی تھی — سکران اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشہ سے مکہ میں آئے۔ ان کے شوہر سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت کی۔

### رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح:

قنادہ اور ابی عبید نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مکہ میں نکاح کیا اس سے پہلے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد کریں — جبکہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا — ان دونوں اقوال کو اس طور پر جمع کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ داخل ہوئے — شادی دخول اور نکاح دونوں پر اطلاق کی جاتی ہے — چنانچہ اول قول عقد پر قیاس کیا جائے اور دوسرا قول دخول پر قیاس کیا جائے۔ دونوں قول متفق ہو جائیں گے — اگرچہ فہم کی طرف متبادر عقد ہے نہ دخول۔

### حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ایثار:

جبکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضعیف العمر ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طلاق کا ارادہ کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے چاہا کہ آپ طلاق نہ دیں — حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپ پاس روک لیا طلاق نہیں دی۔

## وفات:

ام المومنین حضرت سوده رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماہ شوال ۵۴ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

### ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمیر ابن عبد شمس بن غنم بن مالک بن کنانہ سے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبرائیل معظم سے نامزد ہو چکی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منگنی کر لی۔  
بیابا اور رخصتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو درہم ٹھہرایا۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ شوال نبوت کے دسویں سال اور ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں بیابا کیا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت چھ سال تھی۔ اور اپنے گھر مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال ماہ اٹھارہ کے شروع ماہ شوال میں لائے۔ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نو سال تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں آئے ہوئے سات ماہ ہوئے تھے۔

شیخین نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ جب شادی کی میں چھ سال کی تھی۔ پھر ہم مدینہ منورہ میں آئے۔ ہم بنی الحارث بن الخزرج کے پاس رکے۔ مجھے بخار آ گیا اور میرے سر کے بال گر گئے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئی۔ میں اس وقت اپنی ہم جویوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھی۔

میری نے مجھے پکارا۔ میں اس کے پاس آئی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھ سے وہ کیا ارادہ رکھتی ہے۔ میری ماں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازہ پر لا ٹھہرایا۔ اس وقت میری سانس چڑھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ میری بعض سانس ٹھہری۔ پھر میری ماں نے کچھ پانی لے کر میرا منہ دھلایا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر میری ماں نے مجھے گھر میں داخل کیا۔ ایک ایک میں نے انصار کی عورتوں کو اس مکان میں موجود پایا۔ ان عورتوں نے کہا:

”تمہارا آنا خیر اور برکت پر ہوا۔“

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منسوب ہو جانے کا آپ کو علم نہ تھا یا یہ امر قبل نبی کے ہوا کہ ایک کے پیام کے بعد دوسرا پیام نہ کرے۔ اس کھیل کو ارجوہ کہتے ہیں۔ ایک رسی کے دونوں سروں میں ایک ایک لکڑی باندھ کر دو لڑکے ایک ایک طرف بیٹھ کر دونوں حرکت دیتے ہیں۔ دونوں لڑکوں میں سے ایک دوسرے کی طرف جھک جاتا ہے۔ چھوٹے بچے اس طرز سے کھیلتے ہیں۔

یعنی اچھے خط اور اچھے نصیب پر ہوا۔۔۔ میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے میری کنگھی چوٹی کی لباس پہنچایا اور عروسی کے کام پورے کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے۔ میری ماں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اس دن میری عمر نو سال تھی۔ اس حدیث کے راوی ابو حاتم ہیں۔

ابو عمر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ماہ شوال میں ہوا۔۔۔ اور ماہ شوال میں آپ ان کے پاس داخل ہوئے۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس امر کو دوست رکھتی تھیں کہ ان کے گھر آنے کی عورتیں اور جو عورتیں ان کی دوست تھیں اپنے شوہروں کے پاس ماہ شوال میں داخل ہوں۔

محبوبہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب ازواج سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب اور دوست تھیں۔ (یعنی آپ کی محبت سے عاتقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو زیادہ تھی اس میں یہ بات ہے) جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی شے لینے کے لئے جھکتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شے کے لینے کے لئے ان کی موافقت سے جھک جاتے تھے۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض سفروں میں انہیں گم کیا تھا۔ آپ نے واعرو و ساء فرمایا تھا۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

آپ کی شادی اللہ تعالیٰ نے طے فرمائی:

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میں نے تمہیں تین رات خواب میں دیکھا۔۔۔ جبریل علیہ السلام تمہاری صورت حریر سفید میں ایک قطعہ لائے وہ فرشتہ مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی عورت ہیں۔۔۔ میں تمہارا منہ کھول کر دیکھتا یہ کہتا تھا کہ اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جاری کرے گا۔ ترمذی شریف میں صحیح حدیث سے یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت سبز حریر کے ٹکڑے میں لائے اور آپ سے کہا کہ:

”یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔“

ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ۔

”اللہ تعالیٰ نے آپ کی شادی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کے ساتھ کی ہے۔“

اس وقت جبریل علیہ السلام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی مدت نو سال تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب رحلت فرمائی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال



نقی۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی بکر کے ساتھ نکاح نہیں کیا۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہ عالمہ فصیحا :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہ عالمہ فصیحا تھیں۔۔۔ ان کی فصاحت کی تعریف معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے :

مارایت خطیبا قط ابلغ ولا الفصح ولا الفطن من عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (طبرانی)

صحیح بخاری کے رجال موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے :

مارایت احد اکان الفصح من عائشہ

حاکم نے احف بن قیس سے روایت کی ہے کہ :

”میں نے ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خطبے سنے ہیں۔۔۔ اور خلفا کے خطبے سنے ہیں اسی طرح بہت سے خطبے سنے ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کے منہ سے کوئی کلام ایسا فحش نہیں سنا اور نہ کوئی احسن کلام سنا جو کلام کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ سے سنا ہے۔۔۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثیر احادیث روایت فرمائی ہیں۔“

آپ ایام عرب یعنی واقعات عرب اور اشعار عرب سے بڑی واقف تھیں۔۔۔ صحابہ کرام اور تابعین کی ایک کثیر جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر خاص عنایت :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے دو راتیں تقسیم فرماتے تھے۔۔۔ ایک رات ان کی اور ایک رات حضرت سودہ بنت زمعہ کی۔۔۔ اس لئے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جبکہ ضعیف العمر ہو گئی تھیں تو اپنی رات ان کو بخش دی تھی۔ آپ نے اور بیویوں کے لئے ایک ایک رات تقسیم کی تھی۔ آپ اپنی بیویوں پر دورہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ختم فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے سنہ ستاون (۵۷) میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔۔۔ امام و اقدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سترہ رمضان اور سہ شنبہ کا دن تھا اور سنہ اٹھاون ہجری تھا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف چھیانوہ سال کی تھی۔ انہوں نے اپنی بہن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ بقیع میں رات کے وقت دفن کی جائیں۔ نماز جنازہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔۔۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور

۱۔ پہلے زمانہ میں ماہ شوال میں طاعون آ گیا تھا۔ اس لئے لوگ ماہ شوال میں اپنی بیویوں کے پاس داخل ہونے کے مکروہ سمجھتے تھے۔



خلافت تھا اور مدینہ پر مروان بن الحکم حاکم تھا۔

**حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت :**

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبد اللہ تھی — آپ عبد اللہ بن زبیر سے کنیت کی جاتی تھیں۔ جو ان کی بہن انباء کے بیٹے تھے۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت پیدا ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا تھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ:

”یہ عبد اللہ ہے اور تم ام عبد اللہ ہو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ:

”میں ہمیشہ ام عبد اللہ سے کنیت کی جاتی ہوں اور میں نے ہرگز کوئی بچہ نہیں جنا۔“

اس کا روایت ابو حاتم نے کی ہے۔

## ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر بن خطاب ہیں۔ اور ان کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو گئی تھیں۔

**بیوگی اور پھر رسول اللہ سے شادی :**

ان کی شادی پہلے حمیس ابن عذافہ السہمی سے ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حمیس کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی — غزوہ بدر کے بعد حمیس کا وصال ہو گیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ان کے نکاح کے لئے ذکر کیا۔ ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مانگا — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح ہجرت کے تیسرے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔

**ایک طلاق کے بعد رجوع :**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی پھر نکاح میں پھیر لیا — آپ کے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا۔

”حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ رجوع کر لیجئے۔ وہ صوامہ اور قوامہ ہیں اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔“

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں روایت کی گئیں ہیں۔ شیخین نے ایک سو چوہتر پر اتفاق کیا ہے۔ امام بخاری چون احادیث میں منفرد ہیں اور مسلم از سب (۶۸) احادیث میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کی روایت ابن سعد اور طبرانی نے صحیح بخاری کے رجال سے قیس بن سعد کی مرسل حدیث سے کی ہے کہ  
مرث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔ ان کے پاس ان کے دونوں ماموں  
ہے اور عثمان آئے جو عثمان مظلوم کے بیٹے تھے۔ حضرت حفصہ روئیں اور کہا:  
”واللہ مجھے کسی بات سے طلاق نہیں دی۔“

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تخلیہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ان سے فرمایا:

”مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حفصہ کے ساتھ رجوع کرلو۔“

ابن ابی خثیمہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ  
عنہا کو ایک طلاق دی۔ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا:

”آپ نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی ہے۔ جبکہ وہ صوامہ، قوامہ ہیں اور جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔“

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی۔ یہ خبر  
ت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا:

”اللہ تعالیٰ اس کے بعد عمر اور اس کی بیٹی کے ساتھ پرواہ نہ کرے گا۔“

دوسرے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا:

”تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو امر کرتا ہے کہ آپ حفصہ کے ساتھ رجوع کریں۔“

یہ امر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رحمت کے لئے کیا ہے۔

### مری بار طلاق کا ارادہ :

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار ان کی طلاق کا ارادہ کیا۔ آپ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

”آپ حفصہ کو طلاق نہ دیجئے وہ صوامہ اور قوامہ ہیں۔“

ابویعلیٰ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ  
ہا کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں ان سے پوچھا:

”کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو طلاق دی ہے۔ آپ نے پہلے بھی تم کو طلاق دے دی تھی اور میرے

سبب آپ نے رجوع کیا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں دوسری بار طلاق دے دی ہے تو میں  
کبھی تم سے کلام نہ کروں گا۔“

ان احادیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت اور ان کی بزرگی کی طرف سے تنبیہ ہے کہ بہت

روزہ رکھتی ہیں اور بہت نمازیں پڑھتی ہیں اور اس بات کی خبر دیتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کہا ہے کہ: ”وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔“

یہ ان کی فضیلت پر تنبیہ ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے زہیری سے روایت کیا ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعزاء کی بدز میں شرکت:

غزوہ بدر میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان سے سات آدمیوں نے شرکت کی:

☆ ان کے والد گرامی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے چچا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے پہلے شوہر خنیس ابن خذافۃ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں زاد بھائی سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات:

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین نے روایت کی ہے — ان سے ساٹھ احادیث روایت کی گئی ہیں — ان میں سے پانچ (۵) بخاری میں ہیں۔

وصال:

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماہ شعبان پینتالیس ۴۵ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں وفات پائی — دوسری روایت میں سنہ وصال اکتالیس ہجری ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔

وصال کے وقت ان کی عمر ساٹھ برس تھی — مدینہ کے حکام مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی — ان کی نعش بعض راتہ میں مروان نے اٹھائی پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نعش قبر تک اٹھائی — قبر میں ان کے بھائی عبداللہ عاصم سالم حمزہ اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے اترے۔

## اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند تھا — دوسری روایت میں نام رملہ ہے — جبکہ زیادہ صحیح نام ہند ہے — ان کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہیں عاتکہ بنت عبدالمطلب نہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمال میں برتر عقل میں غایت درجہ کی پہنچنے والی اور صاحب الرائے تھیں۔

### پہلے شوہر اور ان سے اولاد :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ابی سلمہ بن عبدالاسد سے بیاہی تھیں۔ وہ اور ان کے شوہر قدیم مسلمانوں سے تھے۔ اور ان لوگوں سے اول تھے جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج ذیل اولاد ہوئی :

☆ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اول وہ ہودج نشین بی بی ہیں جو ہجرت کی حالت میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئی ہیں — دوسری روایت میں اول مہاجرہ ان کی غیر ہے یعنی عامر بن ربیعہ کی اہلیہ لیلیٰ اس اولیت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشارک ہیں — جبکہ شامی نے لیلیٰ کو اول مہاجرہ کہا ہے۔

ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجرت کے چوتھے سال وصال ہوا — دوسری روایت میں سنہ وفات تین ہجری ہے۔

### مصیبت میں دعا :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمانوں میں سے جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا مانگے :

اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منها الا اخلف اللہ خیرا منها۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا: ”مسلمانوں میں ابو سلمہ سے اچھا کون شخص ہے؟“

پھر میں نے یہ دعا پڑھی۔

### نکاح ثانی کے لئے پیام رسانی اور شادی :

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ پر خلیفہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس

۱۔ (اجرنی کا معنی ثابت رکھ تو مجھے اور دے)



حاطب ابن ابی بلتعہ کو بھیجا۔ حاطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کرنے کو مجھ سے کہا — دوسری روایت میں ہے کہ ان کو:

☆ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا — انہوں نے انکار کر دیا۔

☆ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا — انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی کو بھیجا۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مرحبا! مجھ میں تین خصلتیں ہیں:

☆ میں شدید الغیرت عورت ہوں۔

☆ میں وہ عورت ہوں کہ میرے لڑکے لڑکیاں ہیں۔

☆ میرے اولیاء سے اس جگہ کوئی نہیں ہے کہ میری شادی کرے۔“

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس سے سخت تر غضب ناک ہوئے۔ جیسا کہ اپنے نفس کے لئے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غضب ناک ہوئے تھے جب ان کے پیام نکاح کو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رد کیا تھا — اور ان سے یہ کہا کہ تو وہ عورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیام کو رد کرتی ہے۔“

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے جواب میں کہا:

”اے ابن الخطاب! مجھ میں یہ یہ باتیں ہیں یعنی غیرت اور اولاد اور یہاں میرا کوئی قرابتی نہیں ہے جو میرا نکاح کر دے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا:

”تم نے اپنی غیرت کا جو ذکر کیا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم سے اس غیرت کو دور کر دے — لیکن تم نے جو اپنے بچوں کا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کفایت کرے گا — اور تم نے اپنے اولیا کا جو ذکر کیا ہے کہ یہاں پر ان میں سے کوئی نہیں ہے تمہارے اولیاء سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھے مکروہ سمجھے گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے عمر سے یا سلمہ اپنے بھائی سے کہا:

”تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری شادی کر دے۔“

ان کے بھائی یا ان کے بیٹے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔

اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ بیٹا اپنی ماں کے عقد کا والی۔ تاہم جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور عطاء کی



ایک جماعت اس طرف گئی ہے — شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ بیٹے نے ماں کا نکاح نہیں کرایا مگر عصبہ ہونے کے سبب اس لئے کہ سلمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے بیٹے کا بیٹا ہے۔ اس لئے کہ ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی ہیں — ام سلمہ ہند بنت سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم مذکور ہیں — سلمہ کے سوا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عصبات سے کوئی شخص وہاں حاضر نہ تھا — حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اجمال الناس تھیں۔ ابوسلمہ کے سنہ وصال سے ماہ شوال کی کچھ راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی۔

### حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے انسٹھ (۵۹) سال میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن کی گئیں۔ نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی — آپ کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی۔

### حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات :

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹوں وغیرہم نے روایت کی ہے۔

## ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

### نام و کنیت :

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت ابوسفیان صخر بن حرب ہیں — ایک روایت میں ان کا نام ہند ہے — لیکن رملہ اصح ہے —

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بیٹی حبیبہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حبیبہ عبید اللہ کی اولاد ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئیں۔ حبیبہ نے اپنے والدین کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر مدینہ کی طرف پلٹ کے آئی تھیں۔ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوتیلی بیٹی تھیں — ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص ہیں۔ یہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پھوپھی ہیں۔

۱۔ ابوسلمہ اور ام سلمہ کی کنیت ان کے بیٹے کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا بھی ہو۔ لیکن یہاں افعلیت تو ان کے اپنے بیٹے کی ہے۔  
۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو مجھے اس وجہ سے شدید غم ہوا کہ ان کے جمال کا ہم سے ذکر کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا ذکر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ انہوں نے کہا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں وہ ویسی خوبصورت نہیں تھیں۔ انہوں نے مجھ سے تعلق کیا یہاں تک کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا ان کا جو کچھ وصف کیا گیا تھا واللہ اس سے دگنا لگنا میں نے دیکھا۔ میں نے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ”بے شک وہ ایسے ہی حسین ہیں لیکن میں نے غیرت سے کہہ دیا تھا۔“

## پہلا شوہر مرتد ہو گیا :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پہلے عبید اللہ بن جحش سے ہوئی تھی۔ عبید اللہ نے انہیں ساتھ لے کر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت ثانی کی تھی۔ پھر عبید اللہ نصرانی بن گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا اور حبشہ میں فوت ہوا۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسلام اور ہجرت پوری کر دی۔

ابن سعد نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ کو بری صورت میں دیکھا۔ میں ڈر گئی میں صبح کو اٹھی۔ یکا یک میں نے اسے دیکھا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ میں نے عبید اللہ کو اپنے خواب سے خبر کی۔ اس نے کچھ خوف نہیں کیا اور شراب پر جھک پڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح :

پھر ایک آنے والا میرے خواب میں آیا۔ اور اس نے مجھے ”یا ام المؤمنین“ کہا۔ میں ڈر گئی۔ کچھ مدت بعد میری عدت پوری ہو گئی۔ مجھے معلوم نہ ہوا مگر یہ کہ نجاشی کا بھیجا ہوا آدمی اجازت چاہتا ہے۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ اجازت چاہنے والی ایک کنیز ہے اس کا نام ابرہہ ہے اس نے یہ کہا کہ :

”بادشاہ نے تمہیں کہلا بھیجا ہے کہ اس شخص کو وکیل ٹھہرا دو جو تمہاری شادی کر دے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کس وقت اور کس جگہ کیا اور عاقد کون ہے؟ — اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سرزمین حبشہ میں سنہ چھ ہجری میں عقد کیا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ نجاشی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام بھیجے اور عمرو بن امیہ آپ کے لئے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی التماس کریں اور آپ کے لئے قبول کریں — چنانچہ نجاشی نے خاص ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے عقد کر دیا۔ آپ کی طرف سے چار سو اشرفیاں مہر مقرر کیں۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کی طرف شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بھیج دیا۔

روایت ہے کہ نجاشی نے اپنی کنیز ابرہہ کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ :

”بادشاہ حبشہ نے تمہیں کہلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے لکھا ہے کہ میں تمہاری شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروں — تم اس شخص کو اپنا وکیل مقرر کر دو جو تمہاری شادی کر دے۔“

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا آدمی خالد بن سعید بن العاصی کے پاس بھیجا اور ان کو وکیل نکاح مقرر کیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بشارت کے سبب جو ابرہہ نے دی تھی اس کے سرور کی وجہ سے ابرہہ کو دو کنگن اور چاندی کی انگوٹھیاں دیں۔

## خطبہ نکاح :

نباشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں میں سے جو وہاں موجود تھے انہیں بلایا وہ آگئے تو نباشی نے یوں خطبہ پڑھا:

لحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله . ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون اما بعد فاني اجبت الى مادعا اليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقد اصدقته عنه اربعائه دينار ذهبا

پھر لوگوں کے سامنے وہ چار سو دینار نباشی نے بٹوادیئے — نباشی کے بعد پھر خالد بن سعید نے کلام کیا اور کہا۔  
الحمد لله احمده واستعينه واستغفره واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله . ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون . اما بعد فقد اجبت الى ما دعا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و زوجته ام حبيبہ بنت ابى سفيان ، فبارك الله لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واله وسلم فيها  
نباشی نے وہ چار سو دینار خالد بن سعید ابن العاصی کو رے دیئے۔ انہوں نے وہ لے لئے۔

## دعوت طعام :

نکاح کے بعد تمام مسلمانوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہاں سے اٹھ کر چلے آئیں۔ نباشی نے کہا:  
”آپ لوگ بیٹھ جائیں اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ جس وقت وہ شادی کرتے ہیں شادی کے موقع پر کھانا کھلایا جاتا ہے۔“  
نباشی نے طعام طلب کیا۔ لوگوں نے کھانا کھلایا اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے — اس حدیث کی روایت صاحب الصفوۃ نے کی ہے۔ یہ امر سنہ سات ہجری میں ہوا۔

## دکیل نکاح کے بارے میں علماء کا اختلاف :

ابو عمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی ہے ان میں اختلاف کیا گیا ہے۔

☆ خالد بن سعید بن العاصی

آپ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کے چچا کے بیٹے ہیں۔

اس لئے کہ عاصی ابن امیہ ہیں — اور ابوسفیان ابن حرب بن امیہ ہیں۔

☆ حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ — (بروایت امام بیہقی)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں — حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت کے دوسرے سال میں جنگ بدر سے پہلے مدینہ منورہ آ گئے تھے — جبکہ نکاح کا واقعہ ان کے کہیں بعد میں ہوا۔ لہذا حضرت عثمان نہیں بلکہ خالد بن سعید ہی وکیل نکاح تھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ابوسفیان ان کے نکاح کے وقت مکہ معظمہ میں شرک کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والے تھے — دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مدینہ منورہ میں ان کے حبشہ سے پلٹنے کے بعد ہوا ہے۔

رحلت :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال مدینہ میں سنہ چوالیس ہجری میں ہوا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ اپنی سوت ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایتیں میں بیان کی ہیں۔

## ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کی والدہ امیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔

پہلی شادی :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دی تھی۔ طبرانی نے قتادہ اور ابن جریر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیام بھیجا۔ آپ ان کا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ارادہ کرتے تھے — حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ گمان کیا کہ آپ اپنے نفس شریف کے لئے نکاح کا ارادہ کرتے ہیں — حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ علم ہوا کہ آپ ان کا ارادہ زید کے لئے کرتے ہیں تو

۱۔ اس حدیث کو ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔



حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انکار کیا۔ اور اسے باعث ننگ و عار خیال کرتے ہوئے کہا:

”میں حسب میں زید سے خیر ہوں۔“

اس پر یہ ارشاد باری نازل ہوا:

و ما كان لمومن ولا مومنة

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں اور نکاح کو تسلیم کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلاق:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مدت تک ٹھہری رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کراہت ڈال دی۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا:

امسك عليك زوجك واتق الله

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

و تخفى في نفسك ما لله مبديه

یعنی وحی سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ زید حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دیں گے اور آپ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کریں گے۔ پھر زید نے ان کو طلاق دے دی۔

حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح لے کر گئے:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عدت مکمل ہو گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

”تم زینب کے پاس جاؤ اور ان سے میرا ذکر کرو کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔“

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زینب کے پاس گئے۔ اپنی پیٹھ دروازہ کی طرف کی یہ ان کے کمال درجہ کی ورع کی شان تھی تاکہ انہیں نہ دیکھیں اور یہ امر نزول حجاب سے پہلے واقع ہوا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

”اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے آپ تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔“

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”میں وہ نہیں ہوں کہ کوئی بات تنی پیدا کروں یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اس کی خبر دریافت کر لوں۔“



حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی مسجد کی طرف گئیں ارشاد باری ہوا:

للما قضی زید منها وطرا زوجنا

”جبکہ زید نے اپنی حاجت پوری کر لی، ہم نے زینب کی شادی آپ کے ساتھ بلا واسطہ شادی کر دی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر اجازت کے تشریف لائے اور ان کے پاس داخل ہوئے — اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

یہ واقعہ دیکھ کر منافقین نے کہا کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹوں کی عورتیں باپوں پر حرام کی ہیں اور اپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کر لیا ہے۔“

اس پر ارشاد باری ہوا:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فخر و امتیاز

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں:

”تمہاری شادی تمہارے باپوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر کی ہے۔“

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب نام رکھا۔

دعوتِ ولیمہ:

امام بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی تو لوگوں کو دعوت دی۔ لوگوں نے ولیمہ کھایا۔ کھانے میں گوشت اور روٹی تھی۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے — صحیح بخاری میں بھی یہی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ولیمہ کیا۔ مسلمانوں کو روٹی اور گوشت سے آپ نے سیر کر دیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی بیویوں سے کسی کا ولیمہ ایسا کیا ہو جیسا کہ ولیمہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیا۔ آپ نے ایک بکری سے اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے ولیمہ اس لئے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آپ کے ساتھ کی تھی جیسا کہ کرمانی نے کہا ہے:

پھر کھانا کھا کے وہ لوگ بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے اور بیٹھنے میں طول کیا — اچانک میں نے دیکھا کہ

۱۔ جیسا کہ علی بن الحسین اور زہری نے کیا ہے اور اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں۔

۲۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معن کیا تھا اس لئے منافقین نے ان کو آپ کا بیٹا کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام کے لئے تہیہ کر رہے ہیں تاکہ لوگ آپ کی مراد کو سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوں۔ مگر وہ لوگ نہیں اٹھے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نہیں اٹھے تو آپ خود اٹھ کھڑے ہوئے (تاکہ یہ لوگ اٹھ کر چل جائیں) — اکثر لوگ اٹھ گئے مگر تین آدمی بیٹھے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تاکہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوں۔ پھر دیکھا کہ لوگ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں بیٹھے ہیں آپ پلٹ گئے — صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی طرف پلٹ کے چلے گئے پھر وہ لوگ اٹھے اور مکان سے باہر چلے گئے۔

اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں گیا اور میں نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ پھر آپ تشریف لائے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوئے۔ میں گیا کہ مکان میں داخل ہوں۔ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ لوگوں کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ —

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی ۵ھ میں ہوئی۔

### وفات:

آپ کی ازواج میں آپ کی رحلت کے بعد جنہوں نے وفات پائی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان میں اول ہیں..... حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۲۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تریپن سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جن کا جنازہ چھتری کے طور پر بنایا گیا۔

### خصائص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہا ہے کہ دین میں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والی اور بات میں زیادہ سچی صلہ رحمی میں زیادہ اور صدقہ دینے میں اعظم تھیں۔ اور اس عمل میں جس کے ساتھ تصدق کیا جاتا ہے اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے اس میں اپنے نفس کو نہایت متبذل کرتی تھیں۔ یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا چمڑے کی دباغت کرتیں اور موزوں کو پیوند لگاتی تھیں اور اس کی اجرت کو تصدق کرتی تھیں — کوئی عورت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اچھی نہیں تھی — اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خدمت میں بارہ ہزار درہم بھیجے۔ آپ نے وہ تمام درہم یتیموں وغیرہ میں تقسیم کر دیئے — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ نے کچھ باقی نہ رکھا تو ایک ہزار

۱۔ منافقین وغیرہ کے دلوں میں جو بات متنی کی زوجہ کے نکاح سے واقع ہوئی تھی اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ نے اسے دفع کر دیا اور اس بیٹے ہونے کی نفی فرمادی۔

درہم اور بھیجے — حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ بھی تقسیم کر دیئے اور دعا کی:

”اے میرے اللہ اس سال کے بعد عمر کی عطا مجھے نہ پائے۔“

جبکہ وفات کا وقت آ گیا تو فرمایا:

”میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ اگر عمر کفن بھیجیں تو اسے یا میرے کفن کو خیرات کر دیا جائے — اور اگر تمہیں قدرت

ہو تو میرا تہم خیرات کر دینا۔“

## ام المساکین و ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت خزیمہ بن الحارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن حلال بن عامر بن صعصعہ بن بکر بن ہوازن حلالیہ ہیں — عہد جاہلیت میں آپ کا نام ام المساکین تھا کہ خاص مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں — زہری نے کہا ہے نہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مساکین کو کثرت سے کھانا کھلاتی تھیں۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کا یہ نام اس سبب سے تھا کہ مساکین کے ساتھ رحمت اور رقت کرتی تھیں — طبرانی اور ابن اسحاق نے عہد جاہلیت کی قید نہیں کی ہے۔

## حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادیاں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چار شوہروں کے نام ملتے ہیں:

طفیل بن الحارث، طفیل کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث مطلبی کا نام ملتا ہے وہ یوم احد میں شہید ہو گئے۔

جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے اپنے چچا کے بیٹے جہنم بن عمرو بن الحارث سے بیاہی تھیں — جہنم کے بعد عبیدہ بن الحارث کے پاس تھیں وہ شہید ہو گئے۔

جبکہ ابن شہاب نے کہا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں تھیں وہ یوم احد میں شہید ہو گئے۔

## رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان ۳ھ میں آپ کے ساتھ شادی کی — حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا عرصہ ساتھ رہا اس سے متعلق مختلف روایات ہیں:

☆ دو یا تین ماہ — (ابن الکس)

☆ آٹھ ماہ — (فضائل)

آپ ان لوگوں کو انھیں کے لئے کہنے سے بیا فرماتے تھے۔

صال :

آپ نے تیس برس کی عمر میں ماہ ربیع الآخر ۳۴ھ میں وفات پائی۔ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں وفات پائی۔ آپ کو بقیع میں راستہ پر دفن کیا گیا۔

## ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت الحارث بن حزن بن غیر ابن ہزم ابن روہ ابن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ ہیں۔ ان کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ بن حمیر ہیں۔

ہوگی کے بعد رسول کریم سے نکاح :

یہ حمیر یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذی قعد ۷ھ میں جب غزوہ خیبر کے بعد عمرہ فقیہ لینے کی ہجرت میں مکہ معظمہ میں تھے آپ نے ان کے ساتھ شادی کی — کہا جاتا ہے کہ آپ نے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیام لے کر بھیجا آپ ان سے شادی چاہتے تھے — جبکہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکاح کی اجازت دی تھی۔ انہوں نے آپ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کر دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف کی اور کہا کہ :

”وہ ابورہم سے بیوہ ہو گئی ہیں“۔

یہ سن کر آپ نے ان سے شادی کر لی — ابن سعد کے نزدیک اس کی سند سے یہ ہے کہ ماہ شوال ۷ھ میں آپ نے ان سے نکاح کیا — اگر نکاح کی یہ تاریخ ثابت ہوگی تو یہ امر صحیح ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تو آپ احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ اس لئے کہ آپ نے ماہ ذی قعد میں احرام باندھا تھا۔ گویا اس وقت آپ حلال تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وکیل نکاح :

موطا امام مالک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے غلام ابو رافع اور ایک انصاری مرد اوس بن خولی کو بھیجا۔ ان دونوں نے آپ کی شادی حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے عمرو بن امیہ الضمری کو وکیل نکاح کیا تھا۔ اس کی تصریح یوں ہوگی کہ ابو رافع جو کہ اس روایت کے راوی ہیں اور ان کے ساتھی نے آپ کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درخواست کی۔ اور



حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آپ کے ساتھ مکہ معظمہ میں آپ کے حلال ہونے کے بعد کی تھی۔

### حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہنیں :

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال میں مصنف نے آپ کی ان بہنوں کا بھی ذکر کیا ہے :

☆ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ ☆ لبابۃ الصغریٰ

☆ اسماء بنت عمیس ☆ سلمہ بنت عمیس

حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبدالمطلب کی شریک حیات تھیں — ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سابقین الاولین سے ہیں — یہاں تک کہ ابن سعد نے کہا ہے کہ ام الفضل وہ پہلی خاتون ہیں جو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ دوسری روایہ میں ہے کہ اسلام میں ام الفضل سے حضرت سمیہ ام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سبقت کی ہے۔

ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں رحلت فرمائی — ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۶ بچوں کو جنم دیا :

☆ فضل بن عباس ☆ عبد اللہ بن عباس

☆ عبید اللہ بن عباس ☆ سعید بن عباس

☆ قثم بن عباس ☆ عبدالرحمن بن عباس

ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن لبابۃ الصغریٰ خالد الولید کی والدہ ہیں — ان کا لقب عصما ہے۔ وہ صحابیہ ہیں جیسا کہ ”اصابہ“ میں ہے۔

ان کی والدہ کی طرف سے انکی بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات تھیں — حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے تین صاحبزادے ہوئے :

☆ عبد اللہ بن جعفر ☆ محمد بن جعفر

☆ عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر لی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے محمد بن صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو بیٹے ہوئے :



☆ عون بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

☆ یحییٰ بن علی

ان کی والدہ سے ان کی دوسری بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ ہیں۔ وہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات تھیں..... حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے امتہ اللہ کو جنم دیا۔

سید الشہداء اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہوں نے شداد بن الہاد اللہی نے شادی کر لی۔ شداد سے ان کے دو بیٹے ہوئے:

☆ عبدالرحمن بن شداد

☆ عبداللہ بن شداد

### حالت احرام میں نکاح پر اختلاف:

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر چھ صاحب کتب احادیث اماموں — نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس میں بخاری کی روایت میں عمرۃ القضا میں یہ اضافہ کیا ہے اور اس کے ساتھ گردہ حنفیہ نے احتجاج کیا ہے کہ:

☆ محرم کا نکاح احرام کی حالت میں جائز ہے اور

☆ محرم احرام کی حالت میں دوسرے کا نکاح کرنے جائز ہے۔

جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قوم وہم ہے (یعنی غلط ہے)۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ ہیں — ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ روایت کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے۔“

متواتر طور پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے اور ابو رافع اور سلیمان بن یسار حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونوں خادموں سے یہ روایت ہے۔

یزید بن الاصم جو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ہیں سے یہ روایت ہے۔ یہ قول جمہور علمائے مدینہ منورہ کا ہے اور سوائے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور صحابہ سے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے یہ روایت کی ہو کہ۔

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا ہے کہ آپ محرم تھے۔“

دل کی یہ حالت ہے کہ ایک جماعت کی روایت کی طرف زیادہ میل کرتا ہے اس لئے کہ تنہا ایک شخص غلط سے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے ابن عبدالبر سے اس طریق پر سبقت کی ہے جیسے عمرۃ القضا میں پہلے بیان ہوا ہے — لیکن اس دعویٰ میں کہ اس حدیث کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہیں، فقیر ہے —

بزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی طریق پر روایت کی ہے — دارقطنی نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ضعیف سند سے روایت کی ہے :

”اے میرے اللہ! یہ ہو کہ علم کی نفی صحت کی قید کے ساتھ ہو اور علم کی نفی اس طور پر ہو کہ اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہم نہیں ہے — جمہور کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے — چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد معارض نہ ہوگا :

المحرم لا ینکح ولا ینکح

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے — ابو عمر ابن عبدالبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مقام شرف میں داخل ہوئے — صحیح مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ :

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے“  
مسلم کا لفظ یزید بن الاصم کے طریق سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے :

تزوجنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونحن حلاکان بسرف

یزید بن الاصم نے کہا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ تھیں — زرقانی نے اس قول کے بعد کہ :

”حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے نکاح کیا۔“

یہ اضافہ کیا ہے :

تزوجها حلالا و مبنی بها حلالا .

اس اضافہ سے یہ فائدہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مقام سرف میں رحلت کی — خلاصہ نکاح کا یہ ہے کہ ترمذی ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ :

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے اور آپ کے پاس ایسے حال میں داخل ہوئے کہ حلال تھے اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان قاصد تھا۔“

ابن سعد نے میمونہ بن مہران سے یہ روایت کی ہے کہ میں صفیہ بنت شیبہ کے پاس داخل ہوا وہ عجوز کبیرہ تھی۔ میں نے صفیہ سے پوچھا :

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا تھا کہ آپ محرم تھے؟“ — صفیہ نے کہا:

”ایسا نہیں ہے۔ واللہ! آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ دونوں حلال تھے۔“  
یونس بن بکار وغیرہ نے یزید بن الاصم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے — آپ مقام سرف میں ان کے قبہ میں داخل ہوئے — اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد اسی قبہ میں رحلت کی — ابن سعد نے ابن لہیب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں تشریف لائے کہ آپ محرم تھے جب آپ حلال ہو گئے تو آپ نے نکاح کیا۔  
چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ ”آپ محرم تھے“ — اس پر قیاس کیا جائے کہ آپ حرم میں داخل تھے آپ نے یا شہر حرام میں نکاح کیا اسلئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی النسل اور فصیح اللسان تھے ... عرب کے کلام کے ساتھ کلام کرتے تھے — عرب والے کہتے ہیں احرم یعنی جس وقت کوئی حرم میں داخل ہو — اور عرب ان جلد کہتے ہیں جس وقت کوئی نجد میں داخل ہو۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

قتلوا بن عفان الخليفة محرما      فدا فلم ار مثله مجد دلا

شرح موطا میں ابوالباجی اور سہلی نے اپنے بعض شیوخ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ارادہ کیا ہے یا نہیں کیا اور نکاح حرم میں واقع ہوا ہو۔ عمرۃ القضیہ گزرنے کے بعد پھر آپ حرم سے نکل کر سرف کی طرف تشریف لے گئے ہوں اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سرف میں داخل ہوئے ہوں — سرف مکہ معظمہ سے دس میل پر واقع ہے۔<sup>۱</sup> سرف کا مکہ سے فاصلہ چھ میل یا سات میل — نو میل یا بارہ میل بھی لکھا ہے اور یہ کہ مقام سرف تلیم اور بطن مرد کے درمیان ہے بلکہ تلیم سے زیادہ قریب ہے۔

”اصابہ“ میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نکاح آپ کے احرام باندھنے سے پہلے کیا گیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا امر اس کے بعد منتشر ہوا ہے جب کہ آپ نے احترام باندھا اس سبب سے امر مشتبہ ہو گیا۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بیوی تھیں جن کے پاس داخل ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہاں تھیں اس بارے مختلف روایتوں

۱۔ اس واقعہ کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو اپنے نکاح کی خوشی میں کھانے کی دعوت دی تھی مگر اہل مکہ نے قبول نہیں کی تھی۔ اس سے حرم میں نکاح کا ثبوت ہوتا ہے اور آپ کا حلال ہونا بھی۔

میں مختلف نام آتے ہیں:

☆ ابو رہم ابن عبدالعزی ☆ عبداللہ ابن رہم  
☆ جویطب ابن عبدالعزی ☆ فردہ ابن عبدالعزی

اصابہ میں ہے کہ فردہ جویطب کا بھائی تھا اور وہ صحابی نہیں تھا — جبکہ ابن ابی خثیمہ نے قتادہ سے ذکر کیا ہے کہ فردہ جویطب کا بھائی نہیں تھا۔

### حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے نزول آیت:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ اور آپ کی طرف سے چار سو درہم ان کا مہر مقرر کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ اس حدیث کو ابن ابی خثیمہ نے زہری اور قتادہ سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح جب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا پیام سن کر کہا:

البعیر وما علیہ للہ و لرسولہ

”یہ اونٹ اور اس پر جو مال اسباب ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ذکر تبرکاً کیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ ہے کہ اونٹ اور جو شے اونٹ پر ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہہ کے طور پر ہے۔

### وصال:

ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۵۱ھ میں مقام سرف پر وفات پائی — آپ کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی اور دفن کرنے کے لئے ان کی قبر میں اترے۔ شیخین نے عطا سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ پر مقام سرف میں حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ جس وقت تم اٹھاؤ ان کی لاش کو جنبش نہ دو اور نہ ہلاؤ — نرمی کر دینی رفتار میں آہستگی کرو۔“

ابن سعد نے یزید بن الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مقام سرف میں اس خیمہ میں دفن کیا جس میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تھے۔



## ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — بنت الحارث بن ابی ضرار ابن حبیب ابن عایذ بن مالک بن جذیمہ یہ مصطلق ہیں — مصطلق بنی خزاعہ کا ایک بطن ہے — حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خزاعیہ مصطلقیہ ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی:

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی مسافع ابن صفوان المصطلقی سے ہوئی تھی — وہ غزوہ مریسج میں کافر مقتول ہوا۔

غزوہ مریسج:

اس غزوہ کی تفصیل جلد اول میں بیان ہو چکی ہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برہ تھا۔ آپ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں — حارث بن ضرار دشمن اسلام دشمن رسول خدا اپنی قوم کا رئیس تھا۔ اس نے لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اکسایا، بھڑکایا — رسول کریم نے بریدہ بن حبیب الاسلمی کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر ساری صورت حال بیان کی۔ چنانچہ جنگ ہوئی۔ اور بنی مصطلق کچھ مارے گئے اور کچھ قید ہوئے — ان قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی برہ بھی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی:

حضرت جویریہ برہ کی صورت ثابت بن قیس بن شماس الانصاری کے حصہ میں آئیں۔ حضرت برہ نے حضرت ثابت بن قیس سے نواوقیہ سونا کے بدلے مکاتبت کر لی۔ یعنی حضرت برہ مجوزہ مقدار کا سونا ادا کر کے آزاد ہو سکیں گی۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا:

”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں برہ بنت حارث سردار بنی مصطلق کی بیٹی ہوں — جنگ کی وجہ سے میں مال غنیمت میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں — میں نے اپنے آپ کو مکاتبت بنایا ہے میں آپ کے پاس آئی ہوں کہ مکاتبت کے سلسلے میں آپ سے سوال کروں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس چیز میں تمہارے لئے بہتری ہے اسے پسند کروں گی!“

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کیسی بہتری ہے؟“



رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے ثابت ابن قیس کو مکاتبت کی مطلوبہ مالیت ادا کروں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے بیاہ کر لوں۔“

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

”مجھے اس بات سے اتفاق ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور ان سے

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب کیا۔ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ آپ ہی کے لئے ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت ادا کر دی اور حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما

لیا۔

### شادی پر بنی مصطلق سے حسن سلوک:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے ساتھ نکاح فرمالیا ہے تو انہوں نے بنی مصطلق کے جتنے قیدی تھے سب رہا کر دیئے اور ان سے فدیہ نہیں لیا اور کہا کہ:

”یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرال والے ہیں۔“

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برکت سے ۱۰۰ آدمی آزاد کئے گئے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے فرمایا:

”ہم نے جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے کسی عورت کو بابرکت نہیں دیکھا۔“

اس کی روایت ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے کی ہے۔

شادی کے وقت حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر چار

سودرہم مقرر فرمایا۔ برہ سے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حسین اور بلخ تھیں کوئی شخص انہیں نہیں دیکھتا تھا مگر اپنے دل میں جگہ دیتا۔“

### حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

امام بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب سے چاند نکلا اور میری آغوش میں آگرا۔ میں نے اس کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ جب ہم قید ہوئے تو مجھے اپنا وہ تین رات پہلے والا خواب یاد آ گیا اور مجھے بڑی امید ہوئی کہ اس خواب کی تعبیر مل جائے گی۔ بالآخر آپ نے مجھے آزاد فرما کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔“

وصال:

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ماہ ربیع الاول ۵۵ھ میں ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی..... ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس وقت مروان بن الحکم مدینہ کا گورنر تھا اسی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

### ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بنت حنیٰ ابن اخطب ابن سعید ابن ثعلبہ بن عبید بن اسرائیل سبط لادی بن یعقوب علیہ السلام۔ اور پھر سبط حضرت ہارون ابن عمران برادر حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے تھا۔ ان کی والدہ ضرہ بنت سموال ہیں جو کنانہ بن ابی الحقیق کی شریک حیات تھیں۔ کنانہ یوم ہجرت محرم ۷ھ میں یوم خیبر میں قتل ہوا۔  
فتح خیبر سے غلام اور کنیریں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خیبر کو فتح کیا تو مال غنیمت میں غلام اور کنیریں بھی تھیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غلاموں میں سے ایک کنیر مجھے بھی عطا فرمائیں۔“ آپ نے فرمایا:

”تم جاؤ اور غلاموں میں سے ایک کنیر لے لو۔“

دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفیہ بنت حنیٰ کو لے لیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

مغلطائی نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک خواب میں دیکھا کہ۔

”چاند ان کی آغوش میں اتر رہا ہے۔“

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح سے اس خواب کی تاویل فرماتی تھیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ ایسا ہی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی ہوا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا کہ انہوں نے بھی ایسا ہی ایک خواب دیکھا تھا کہ۔

”یثرب سے ایک چاند آ رہا ہے اور ان کی آغوش میں اتر رہا ہے۔“

صفیہ بنت حنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لائق تھیں :

ایک صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ :

”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے دجیہ کو صفیہ بنت حنی عطا فرمائی ہیں وہ تو ملک زادی ہیں بنی قریظہ اور بنی نظیر کی سیدہ ہیں ان کے باپ کو ان لوگوں میں سرداری حاصل تھی اور عظمت و مقام تھا۔ وہ آپ ہی کے لائق ہیں اس لئے کہ وہ ریاست کے گھرانے اور خاندان نبوت سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ کہ عظیم جمال رکھتی ہیں۔ آپ ان اوصاف میں اکمل المخلوق ہیں بلکہ کل خلق میں حمید ہیں۔“

جلد اول میں زیر عنوان فتح خیبر مصنف موجب لدنیہ نے لکھا ہے کہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان عورتوں میں سے نہیں تھیں کہ دجیہ کو بخش دی جاتیں۔ اس لئے کہ دجیہ کی مثل صحابہ اور دجیہ سے فوق مرتبہ میں کثیر تھے۔ جبکہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثل نفاست نسب اور جمال میں غلاموں سے قلیل عورتیں تھیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مخصوص فرمادیتے تو بعض صحابہ کرام کے تغیر خاطر کا امکان تھا۔ چنانچہ یہ امر مصلحت عامہ سے تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پلٹا لیا جائے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوا۔ اس میں جمیع صحابہ کی رضامندی تھی۔ رہی یہ بات کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دجیہ کو دے دیا اور پھر آپ نے حبہ سے رجوع کا یہ بات حبہ سے رجوع کرنے میں کچھ نہیں ہے یعنی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حبہ کی گئی تھیں پھر واپس لے لی گئیں۔ گویا حبہ سے رجوع ہوا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حبہ سے پلٹا لیا جانا نہیں ہے بلکہ یہ اسباب علت تھے :

☆ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقسیم میں شامل نہیں ہوئی تھیں لہذا حبہ بھی نہ ہوگا۔

☆ دوسرے صحابہ کرام دجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل تھے ان کی دل شکنی ہوتی۔

☆ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملک زادی تھیں دجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے لائق نہ تھے۔

جب صحابی نے آپ سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسب نسب مقام و عظمت کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا :  
”دجیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔“

دجیہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور دجیہ سے فرمایا :

”غلاموں میں سے ایک کنیران کے برعکس لے لو۔“

مسلم شریف کی ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض سات غلاموں کے عوض خرید کیا تھا۔ اس پر خریدنے کا اطلاق برسبیل مجاز ہے۔ یعنی عوض میں لینا، خریدنا نہیں کہا جاتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

### عروسِ نبوی اور ان کا مہر:

ثابت صناعی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

”اے اباحمزہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر کیا مقرر کیا؟“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”لن کالس ہی ان کا مہر تھا، ان کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا۔ یہاں تک کہ جس وقت طریق میں یعنی مقام صہبا میں پہنچے تو وہ آپ کو حلال ہو گئیں (یعنی حیض سے پاک ہو گئیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی کنگھی چوٹی کی لباس پہنایا اور عطر لگا کر تیاری کی۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔“

### حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو عروسی کی حالت میں اٹھے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”جس کسی کے پاس کچھ شے ہو وہ لے کر آئے۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”ایک چمڑے کو بچھونا کیا۔ ایک فخص پیر لایا، دوسرا تمر اور تیسرا گھی۔ سب نے یہ چیزیں جمع کر کے صیس تیار کیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ تھا۔ یعنی تینوں چیزیں، پنیر، تمر، روغن اور غالباً کوئی ستوبھی لایا تھا۔“

### مدینہ منورہ کو روانگی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اپنے اس طرف عبا سے پردہ بناتے تھے۔ پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ



جاتے اور اپنا گھٹنہ رکھ دیتے اور صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنا پاؤں آپ کے گھٹنہ مبارک پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں۔“

بخاری کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام نے آپس میں کہا:

”صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) امہات المؤمنین سے ہیں یا غنیمت میں آنے والی لوٹتی ہیں اور آپ ان کے مالک ہو گئے ہیں۔“

انہی میں سے کچھ نے کہا:

”اگر آپ نے ان کا پردہ کیا تو امہات المؤمنین سے ہیں۔ اور اگر آپ نے ان کو نہ چھپایا تو لوٹتی ہیں۔“

جب آپ نے کوچ فرمایا تو ان کے لئے اونٹ پر اچھا بستر بچھایا اور پردہ تان دیا۔ پھر ہم چل دیئے یہاں تک کہ جس وقت ہم نے مدینہ منورہ کے در و دیوار دیکھے تو ہمیں مسرت ہوئی۔ ہم نے اپنی سواری کے اونٹوں کو دوڑایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی سواری کے اونٹ کو دوڑایا۔ اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھیں آپ نے انہیں اپنا ردیف کر لیا تھا۔

دوران سفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی تو دونوں سوار یعنی آپ بھی گر گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی گر گئیں۔ اس وقت کسی نے بھی احترام اور اجلال کے سبب آپ کو اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود کھڑے ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھپا لیا۔ ہم لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا:

”ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔“

ہم لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی کینریں گھر سے نکلیں۔ وہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ رہی تھیں اور ان کے گھر جانے سے خوش ہو رہی تھیں۔

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت :

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی گئیں۔ غزوہ کے دوران ان کے باپ اور بھائی مارے گئے تھے۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت وجیہ کلبی کی تحویل میں تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت کو طلب فرمایا۔ حضرت بنال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں لاتے ہوئے ان کے دونوں مقتولوں کے درمیان سے گزار کر لائے۔ ان کے ہمراہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چچا زاد بہن بھی تھی۔ اس کی نظر جب اپنے مقتولین پر پڑی تو اس نے چیخ ماری اور اپنا منہ پٹا



اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اس شیطانی کو مجھ سے دور کرو۔“ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

”(تمہیں رحم نہ آیا) تمہارے دل سے رحمت نکال لی گئی تھی جس وقت تم ان دونوں عورتوں کو ان کے مقتولوں کے درمیان

سے لائے۔“

### حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بزرگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس امر کا اختیار دیا تھا کہ:

☆ آپ انہیں آزاد کر دیں، وہ اپنے ان عزیزوں کے پاس پلٹ کر چلی جائیں، جو ان کے خاندان سے باقی ہیں۔ یا

☆ یا مسلمان ہو جائیں۔ یا

☆ آپ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے نفس کے لئے انہیں اختیار کر لیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے ان کو برگزیدہ کیا۔ اس حدیث کی روایت ابن جوزی نے اپنی کتاب ”صفتہ“ میں کی

ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے پوچھا:

”کیا تم کو مجھ میں رغبت ہے؟“

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شرک کی حالت میں اس امر کی تمنا کرتی تھی اب کیونکر میں اس کی خواہش نہ

کروں جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کے سبب اس کی قدرت دی ہے۔“

### حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات:

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان سے

☆ ان کے بھائی کے بیٹے ☆ ان کے خادم کنانہ اور یزید نے

☆ حضرت امام زین العابدین بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ اسحاق بن عبداللہ بن حارث ☆ مسلم بن صفوان

نے روایت کی ہے۔

وصال:

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۵ھ میں ہوا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دور خلافت تھا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وصال کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ساٹھ برس تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوئی، میں سترہ سال کو نہیں پہنچی تھی — اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازدواج کرام

یہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ازدواج ہیں جن کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں۔ اس میں سیرت نگاروں اور اہل علم حدیث کے درمیان کچھ ضاف نہیں ہے۔ گزشتہ سطور میں جن عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوا جن عورتوں سے نکاح کیا ہے ان کی تعداد بارہ ہے:

- |                                 |                    |
|---------------------------------|--------------------|
| ☆ ام شریک قرشیہ عامریہ بنت جابر | ☆ خولہ بنت حکیم    |
| ☆ خولہ بنت الہذیل               | ☆ اسماء بنت نعمان  |
| ☆ عمیرہ بنت یزید                | ☆ اسماء بنت نعمان  |
| ☆ ملیکہ بنت کعب                 | ☆ فاطمہ بنت ضحاک   |
| ☆ عالیہ بنت ظہیان               | ☆ عجلہ بنت قیس     |
| ☆ مسنی بنت اسماء                | ☆ شرف بنت خلیفہ    |
| ☆ لیلیٰ بنت الحطیم              | ☆ بنی غفار سے عورت |

ام شریک قرشیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

وہ پہلی خاتون جنہوں نے اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حبیہ کیا تھا۔ اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ وہ کون خاتون ہیں۔

۱۔ حبہ کرنا، یعنی ہے عنایت کرنا، دلف کرنا۔

☆ وہ ام شریک قرشیہ عامریہ ہیں — ان کا نام غزیہ بنت جابر بن عوف ہے۔ بنی عامر ابن لوئی ابن غالب سے ہیں۔

☆ وہ غزیہ بنت دودان بن عوف ہیں۔

عمر زیادہ ہونے کے سبب ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دے دی — اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ان کے پاس داخل ہوئے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جس عورت نے اپنا نفس حبہ کیا تھا وہ قرشیہ نہیں ہے۔ وہ عورت بنی نجار سے ہے اور اس کا نام ام شریک غزیہ انصاریہ ہے..... یہ دونوں عورتیں نام اور کنیت میں موافق ہیں لیکن خاندانی نسبت میں مختلف ہیں —

ابن جوزی نے ”صفوة“ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء اس پر ہیں کہ ام شریک وہ عورت ہے جس نے اپنا نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ لیکن اس کی عمر زیادہ (کبیر السن) ہونے کی وجہ سے آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا — اس نے مرتے دم تک شادی نہیں کی۔

خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ابن قتیبہ نے ”کتاب المعارف“ میں ابی الیقطان کے حوالے سے لکھا ہے کہ اپنے نفس کی حبہ کرنے والی خولہ بنت حکیم بن امیہ السلمی ہے۔ قضا و روایات کے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ ام شریک اور خولہ دونوں نے اپنے آپ کو حبہ کیا تھا۔

عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں سے تھی جنہوں نے اپنی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حبہ کی تھی —

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ کیا عورت حیا نہیں رکھتی ہے کہ ایک مزد کو اپنا نفس حبہ کر دے جبکہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

ترجلی الیک من تشاء و تووی الیک من تشاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی ہوں مگر آپ کی ہوا میں آپ کے لئے

سرعت فرماتا ہے“

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے — یہ خولہ عثمان بن مظعون کی زوجہ ہے — خولہ سے یہ امر شاید عثمان سے

پہلے واقع ہوا ہو۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غیرت سے لفظ ”ہوا“ کہا۔ اس لئے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ورنہ نبی کی نسبت ایسا لفظ ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں ہوا بمعنی رضا ہے۔

## خولہ بنت الہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

خولہ بنت الہذیل بن مہرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ آپ کے پاس پہنچے راستے میں ہلاک ہو گئی۔

## عمرہ بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہاں دو نام ملتے ہیں:

☆ عمرہ بنت یزید بن الجون کلابیہ۔

☆ عمرہ بنت یزید بن عبید بن اوس بن کلاب کلابیہ۔

ابو عمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ دوسری اپنے نسب میں اصح ہے۔ اس کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تھا..... جس وقت آپ کے پاس داخل کی گئی تو اس نے کہا:

”اعوذ باللہ منک میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ سے پناہ مانگتی ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

”تو نے اس ذات کے ساتھ پناہ مانگی ہے جس کیساتھ پناہ مانگی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔“

آپ نے اسے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا:

”اسے تین کپڑے دے دو۔“

ابو عمر بن الحمیری نے کہا ہے کہ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا

ہے کہ اس عمرہ کے باپ نے اس کے کمال کا وصف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ پھر اس کے وصف میں یہ اضافہ

کیا کہ عمرہ ہرگز بیمار نہیں ہوئی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اس عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی خیر نہیں ہے۔“ اس لئے کہ:

☆ بیماری سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

☆ بیماری آدمی کے درجوں کو بڑھاتی ہے۔

☆ آدمی کا غرور توڑتی ہے۔

آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی۔ یہ طلاق اس کے بیمار نہ ہونے کی خبر سے دی گئی نہ ہی اس کے اعوذ باللہ کہنے سے۔

## اسماء بنت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہاں بھی دو نام کی روایتیں ہیں:

☆ اسماء بنت نعمان الجونی ابن الحارث

☆ اسماء بنت نعمان ابن الاسود بن الحارث بن شریل

یہ خاتون کندیہ جونیہ ہے کہ اپنے جد کی طرف منسوب ہے — ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کیا تھا — آنحضرت نے اسے جو طلاق دی اس کے سبب میں اختلاف ہے :

☆ قتادہ اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسماء کو اپنے پاس بلایا تو اس نے کہا — ”آپ ہی آؤ“ — اور خود آنے سے انکار کیا۔

☆ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسماء نے اعوذ باللہ منک کہا — آپ نے اسے جواب دیا کہ —

”آدی جس کے ساتھ پناہ ڈھونڈتے ہیں تو نے اس کے ساتھ پناہ مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے مجھ سے پناہ دی۔“

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے اسے یہ لفظ اعوذ باللہ منک سکھلا دیا تھا۔ اس لئے کہ اسماء اجمل الناس تھی — بیویوں نے یہ خوف کیا کہ وہ ہم سب عورتوں پر غالب آ جائے گی۔ ان بیویوں نے اسماء سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ جس وقت آپ تیرے قریب آئیں تو اعوذ باللہ منک کہے — جس وقت اس نے آپ سے یہ لفظ کہا آپ نے فرمایا: قد عذت بمعاذ — اور اسے طلاق دے دی — پھر اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔ اسماء نے اپنا نام شقیہ رکھا تھا۔

☆ جرجانی نسیہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے اس سے کہا کہ اگر تو یہ ارادہ رکھتی ہے کہ آپ کے پاس تیری قدر و منزلت اور محبت زیادہ ہو تو اعوذ باللہ منک آپ کے روبرو کہہ۔ اس نے آپ سے یہ لفظ کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اعوذ باللہ کہنے والی عورت اسماء کے علاوہ ہے — ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ دو عورتوں نے اعوذ باللہ منک کہا ہو — کچھ علماء نے کہا ہے کہ اسماء کو برص تھا جیسا کہ عامر یہ کو تھا — آپ نے اس سے فرمایا۔ تو اپنے اہل میں چلی جا۔

اسماء کے نام سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ امیمہ تھا یا امامہ تھا۔

## ملیکہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

پورا نام ملیکہ بنت کعب الملیحہ الکنانیہ ہے — بعض علماء نے کہا ہے کہ ملیکہ وہ عورت ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ



وآلہ وسلم سے اعوذ باللہ منک کہا ہے — آپ اس کے پاس داخل ہوئے ہیں اور وہ آپ کے پاس فوت ہوئی ہے — پہلی بات زیادہ صحیح ہے — کچھ علماء وہ ہیں جو اس کے ساتھ آپ کے نکاح کا محض انکار کرتے ہیں۔

### فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

پورا نام فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان کلابی ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد اس سے نکاح کیا تھا — جس وقت آیت تنخیر یا ایہا النبی قل لا زواجک (دو آیتیں) نازل ہوئی تو آپ نے اسے اختیار کیا اس نے دنیا کو اختیار کیا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد وہ عورت اونٹوں کی بیگنیاں چنتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ وہ شقیہ ہے — اس نے دنیا کو اختیار کیا۔ ابن اسحاق نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غیر صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابن شہاب عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اپنی بیویوں کو اختیار دیا۔ سب عورتوں سے پہلے میرے ساتھ ابتداء کی — حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اختیار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اتباع کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا۔

قنادہ اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ تنخیر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو عورتیں تھیں — وہ عورتیں وہ ہیں جو آپ کے وصال کے وقت حیات تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک سے ۸ ہجری میں نکاح کیا تھا۔ ابن سعد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرانہ سے نکلنے وقت نکاح کیا تھا —

فاطمہ کلابیہ کے قبیلہ کے ایک شخص سے اسماعیل بن مصعب نے روایت کی ہے کہ فاطمہ کا انتقال ۶۰ ھ میں ہوا ہے — ابو عمر نے لکھا ہے کہ کلابیہ کے باپ نے کہا کہ اس کے سر میں ہرگز درد نہیں ہوا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا:

”مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔“

### عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

عالیہ بنت ظبیان ابن عمرو بن عوف بن عبد بن ابی بکر بن کلاب بھی بنی کلابیہ سے ہیں — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالیہ سے نکاح کیا۔ عالیہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے جتنے دن چاہا رہی پھر آپ نے طلاق دے دی — اس حدیث کی یعقوب بن سفیان نے زہری سے روایت کی ہے۔

بہت کم لوگوں نے عالیہ کا ذکر کیا ہے — ابوسعید نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عالیہ جب

داخل کی گئی آپ نے اس کو طلاق دے دی۔

### قتیلہ بنت قیس

قتیلہ بنت قیس، اصف بن قیس کنڈی کی بہن ہے۔ قتیلہ کے ساتھ آپ کی شادی ۱۰ھ میں کی تھی۔ جبکہ بنی کنذہ کے قاصد آپ کے پاس دو ربیع الاول ۱۰ھ کے بعد آئے تھے — اصف بن قیس حضرموت کی طرف لوٹ گیا اور اپنی بہن قتیلہ کو سوار کرایا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض موت میں قتیلہ کے ساتھ نکاح کیا تھا، بلکہ اپنی وفات سے دو ماہ پہلے نکاح کیا تھا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ھ میں قتیلہ کے آنے سے پہلے وفات پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طور پر وصیت فرمائی تھی اور قتیلہ کو یہ اختیار دیا تھا کہ:

☆ اگر وہ چاہے تو پردہ میں رکھی جائے، قتیلہ امہات المؤمنین سے ہو۔ تاکہ مؤمنین پر حرام ہو۔

☆ اگر چاہے تو جس سے چاہے نکاح کر لے۔

قتیلہ نے نکاح اختیار کیا۔ عکرمہ بن ابوجہل نے حضرت موت میں قتیلہ سے نکاح کر لیا — یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پہنچی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ اس پر اس کا گھر جلا دوں، تاکہ اس کا مال جل کر ہلاک ہو جائے۔“

یہ ارادہ تعزیر کے طور پر کیا تھا، اس کا جلا نا مقصود نہ تھا — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”قتیلہ امہات المؤمنین سے نہیں ہے، اس کا پردہ نہیں کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس داخل نہیں ہوئے۔“

بعض قائلین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیلہ کے بارے میں کچھ وصیت نہیں فرمائی — وہ اس وقت مرتد ہو گئی جس وقت اس کا بھائی مرتد ہو گیا — یوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احتجاج کیا کہ قتیلہ امہات المؤمنین سے نہیں ہے وہ مرتد ہو گئی ہے۔

### سہنی بنت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کے نام کے بارے اختلاف ہے۔

☆ بعض نے سہی کہا ہے۔

☆ بعض نے سنی کہا ہے اور

☆ قتادہ نے اسماء کہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہنی بنت اسماء بن اہلبہو سلمیہ سے نکاح کیا — اس سے پہلے کہ آپ اس کے

پاس داخل ہوں وہ مرگئی — جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے سہنی کے پاس داخل ہونے سے پہلے طلاق دے دی۔  
شرف بنت خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

شرف بنت خلیفہ کلبیہ بنی کلب سے ہے اور وحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا — رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخل ہونے سے پہلے شرف کا انتقال ہو گیا۔  
لیلیٰ بنت الحظیم:

لیلیٰ بنت الحظیم قیس کی بہن ہے۔ قیس مشہور شاعر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہ غیور عورت تھی اس نے آپ سے چاہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے — اس نے کہا:  
 ”آپ نبی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتیں حلال کی ہیں اور میں زبان دراز عورت ہوں۔  
 مجھے سوتوں پر صبر نہیں ہے۔“

آپ نے اسے چھوڑ دیا اسے بھیڑیے نے کھایا — لیلیٰ وہ عورت ہے جس نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صہہ کر دیا تھا۔

### بنی بغفار سے عورت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ آپ نے اسے امر فرمایا اس نے اپنے کپڑے اتارے۔ آپ نے اس کی کمر کی جگہ سفیدی دیکھی۔ اس سے فرمایا:  
 ”تو اپنے اہل کے ساتھ لاحق ہو جا۔“

آپ نے جو شے اسے عطا فرمادی تھی اس میں سے کچھ نہیں لیا — اس حدیث کو امام احمد نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔

### حاصل کلام:

یہ تمام وہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ہے:

☆ بعض ان ازواج کو آپ نے اپنی حیات میں چھوڑ دیا ہے اور آپ ان کے پاس داخل نہیں ہوئے ہیں۔

☆ بعض ازواج کو ان کے پاس داخل ہونے کے بعد آپ نے چھوڑ دیا ہے جیسا کہ ان کا ذکر ہوا۔

وہ تمام عورتیں جن پر عقد قائم ہوا ہے تییس (۲۳) ہیں۔ ان کے بعض کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں اور بعض کے پاس داخل نہیں ہوئے.....

☆ ان میں سے دخول کے بعد آپ کے پاس حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وفات

پائی ہے۔

☆ ان میں سے دخول سے پہلے دو عورتیں مرگئی ہیں، ایک وحیہ کی بہن شرف بنت خلیفہ اور دوسری خولہ بنت الہذیل، ان پر علماء کا اتفاق ہے۔

ملیکہ اور سہلی میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ:

☆ کیا یہ دونوں مرگئیں؟ — یا

☆ آپ نے ان دونوں کو طلاق دے دی تھی۔

اس اختلاف کے ساتھ ساتھ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس داخل نہیں ہوئے تھے —

☆ — علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دخول کے بعد آپ نے فاطمہ بنت فحاک اور عالیہ بنت ظبیان کو چھوڑ دیا۔

☆ — علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دخول سے پہلے آپ نے عمرہ اسماء اور غفاریہ کو چھوڑ دیا ہے۔

☆ — ام شریک کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے:

”کیا آپ اس کے پاس داخل ہوئے ہیں؟“

اس اختلاف میں اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے ام شریک کو چھوڑ دیا تھا۔

☆ — جس عورت نے اپنے آپ کو آپ سے چھڑانا چاہا تھا، اس کا حال نہیں جانا گیا ہے..... آپ نے اس سے مفارقت اختیار فرمائی تھی۔

☆ — وہ عورتیں جن کو آپ نے چھوڑ دیا تھا، سات ہیں..... اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

☆ — جو عورتیں آپ کی حیات میں مرگئیں، چار ہیں..... اس میں علماء کا اتفاق ہے۔

☆ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس عورتیں چھوڑ کے وفات پائی..... یہ مشہور نو بیویاں ہیں ان میں سے ایک عورت وہ ہے جس کے پاس آپ داخل نہیں ہوئے تھے وہ قتیلہ بنت قیس، اشعث کی بہن ہے۔

جن عورتوں سے آپ نے بیاہ کرنا چاہا:

روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد عورتوں سے بیاہ کرنا چاہا تھا:

☆ سودہ قرشیہ

☆ حمراء بنت الحارث

☆ چوتھی عورت (نام معلوم نہیں)

☆ صفیہ بنت بشامہ

☆ ضباعہ بنت عامر

☆ ام ہانی فاختہ

☆ غرہ بنت ابوسفیان

☆ امامہ بنت حمزہ

☆ جندعیہ بنت جندب بن ضمیرہ

### جرم بنت الحارث :

یہ عورت بنی مرہ بن عوف بن سعد سے تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے اس کے باپ کے ذریعے بیاہ کرنا چاہا۔ اس کے باپ نے کہا:

”اسے برص ہے۔“

اس نے جھوٹ کہا۔ بارگاہ نبوت سے جب وہ گھر واپس آیا تو اس کی بیٹی کو سچ سچ برص ہو چکا تھا۔ یہ عورت شام شیبہ بن برصا بنت الحارث بن عوف کی بہن ہے۔ ابن اثیر نے ”جامع الاصول“ میں اس عورت کا نام جرمہ بنت الحارث بن عوف لکھا ہے۔

### سودہ قرشیہ :

سودہ قبیلہ قریش سے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس عورت کے پانچ یا چھ بچے تھے۔ اس نے کہا:

”میں یہ خوف کرتی ہوں کہ میرے بچے آپ کے سر کے پاس شور کریں گے اور روئیں گے۔“

آپ نے اس کے لئے دعا کی اور اسے ترک کر دیا۔

### صفیہ بنت بشامہ :

آپ کو وہ عورت بردن میں پہنچی تھی۔ آپ نے اسے اپنے نفس کریمہ اور اس کے شوہر کے درمیان اختیار کیا۔ اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا۔ آپ نے اسے بھیج دیا۔ بنو تمیم نے اس عورت پر لعنت کی۔

### چوتھی عورت :

اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس نے کہا:

”میں اپنے باپ سے مشورہ کرتی ہوں۔“

اس کے باپ نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کیلئے اجازت دے دی۔ وہ عورت پلٹ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اس سے فرمایا:

”ہم نے تیرے غیر کو لحاف بنا لیا۔“

یعنی ہم نے دوسری عورت کر لی۔



## ام حانی فاخستہ :

ام حانی فاخستہ بنت ابی طالب ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہن ہیں — آپ کے متعدد نام روایت ہوئے ہیں۔

☆ رملہ

☆ حند

☆ فاطمہ

☆ عائکہ

☆ حماتہ

لیکن زیادہ مشہور یہی نام ام حانی فاخستہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کرنا چاہا۔ ام حانی نے کہا: ”میں بچوں والی عورت ہوں۔“

اور آپ سے عذر کیا۔ آپ نے ان کا عذر قبول فرمایا — ام حانی سے روایت ہے کہ آپ نے مجھ سے نکاح کرنا چاہا — یہ آیت نازل ہوئی:

وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ وَاللَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ  
میں نے ہجرت نہیں کی تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے ساتھ نکاح کی ممانعت ہو گئی۔

## ضباعہ بنت عامر بن قرط :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے سلمہ بن هشام کے ذریعہ اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس نے کہا: ”میں اپنی ماں سے مشورہ کر لوں۔“

کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دیا کہ وہ زیادہ عمر کی (کبیر السن) ہو گئی ہے۔ اس کا بیٹا لوٹ کے آپ کے پاس آیا — اس نے اپنے بیٹے کو اپنے نکاح کی اجازت دے دی تھی — لیکن آپ اس کی طرف سے ساکت ہو گئے اور آپ نے اس سے نکاح نہیں کیا۔

## امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب :

آپ کے روبرو پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا:

”یہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے۔“

## غره بنت ابوسفیان :

اسے اس کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

”وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔“

غره آپ پر اس وجہ سے حلال نہیں تھی کہ اس کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔

### جندعیہ بنت جندب بن ضمیرہ:

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جندعیہ سے نکاح کیا۔ وہ بنی جندع سے ایک عورت ہے۔ آپ اس کے پاس داخل نہیں ہوئے۔

### حاصل کلام:

یہ وہ عورتیں ہیں:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا — یا

☆ ان سے نکاح کرنا چاہا — یا

☆ ان کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں — یا

☆ آپ ان کے پاس داخل نہیں ہوئے — یا

☆ آپ کے روبرو وہ عورتیں پیش کی گئی ہیں۔

## آپ کی خاص لونڈیاں

آپ کی ہم بستر لونڈیاں چار ہیں:

☆ ماریہ قبطیہ بنت شمعون

☆ ریحانہ بنت زید بن عمر

☆ حضرت زینب بنت جحش کی لونڈی

☆ جمیلہ

لیکن تھوڑی بہت تفصیل دو ہی کے بارے میں دستیاب ہے۔

### حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت میں مصر سے بھیجی گئی تھیں۔ مقوقس قبطی حاکم مصر و اسکندریہ کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک ملا تو اس نے آپ کی خدمت میں تحائف اور صدقات بھیجے۔ خیر سگالی کے طور پر یہ اشیاء بھیجی گئیں:

☆ حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ ایک خدمت گزار خواجہ سرا جس کا نام مابور تھا۔

☆ ایک ہزار مثقال سونا۔

۱۔ مقوقس کا نام جرج ہے۔ یہ نصرانی ہے اور نصرانیت پر ہی اس کا انتقال ہوا۔ تحائف و صدقات روانہ کرتے وقت اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ اگر آپ وہی نبی موعود ہیں تو ☆ صدقہ نہ لیں گے اور ☆ دو بہنوں کو جمع نہ کریں گے۔

چنانچہ آپ نے تحائف قبول فرمائے لیکن صدقات نہیں لئے اور حضرت ماریہ کی بہن سیرین حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی۔

مصر کے نرم قباطی بیس کپڑے۔

☆ ایک سفید رنگ کا گدھا جس کا نام عفیر ہے اسے مغلور بھی کہتے ہیں۔

☆ مقام بنہا سے شہد۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہد کو ملاحظہ فرما کے تعجب کیا اور مسرور ہوئے۔ آپ نے بنہا کے شہد کے لئے برکت کی دعا بھی فرمائی — ابن اثیر نے کہا ہے کہ بنہا بہ کسربا اور سکون نون کے مصر کے قریوں سے ایک قریہ ہے — آج کے دن آدمی لفظ بنہا کی باکو فتح دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیرین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیا — سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عبدالرحمن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت حسین تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان پر رشک کیا کرتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی سے پیدا ہوئے تھے — حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔  
حضرت ریحانہ بنت زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی قریظہ سے تھیں — جب غزوہ بنی قریظہ میں مسلمان فتح سے ہمکنار ہوئے تو مال غنیمت میں مال و اسباب کے علاوہ غلام اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان جنگی قیدیوں میں حضرت ریحانہ بھی شامل تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پسند فرمایا۔ آپ نے انہیں آزاد فرما کے نکاح کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ھ میں جب حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تھے حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت وفات پائی۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری باندی ہیں جو کسی لڑائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئیں۔

چوتھی باندی :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی باندی وہ ہیں جنہیں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی خدمت گزاری کے لئے پیش کیا تھا۔ ان کے نام کے بارے میں سیرت کی کتب خاموش ہیں۔

## چوتھی فصل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چچا، پھوپھیاں، دادیاں، نانیاں اور دودھ شریک بھائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا:

صاحب ”ذخائر العقبی“ نے اپنی اس کتاب میں جو مناقب ذوی القربی میں ہے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ چچا تھے۔ وہ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیرہویں بیٹے تھے..... آپ کے چچاؤں کے نام یہ ہیں:

- |                                 |                                 |
|---------------------------------|---------------------------------|
| ☆ حارث بن عبدالمطلب             | ☆ ابوطالب آپ کا نام عبدمناف ہے۔ |
| ☆ زبیر ان کی کنیت ابو الحارث ہے | ☆ حمزہ بن عبدالمطلب             |
| ☆ ابولہب ان کا نام عبدالعزیٰ ہے | ☆ عقیق بن عبدالمطلب             |
| ☆ مقوم بن عبدالمطلب             | ☆ ضرار بن عبدالمطلب             |
| ☆ عباس بن عبدالمطلب             | ☆ قثم بن عبدالمطلب              |
| ☆ عبدالکعبہ بن عبدالمطلب        | ☆ جحل ان کا نام مغیرہ تھا       |

کسی نے عبدالمطلب کے گیارہ بیٹے لکھے ہیں کسی نے دس اور کسی نے نو۔ مختلف روایتیں ہیں۔ مصنف نے صرف دو چچا کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کی والدہ حالہ بنت وحبیب بن عبدمناف بن زہرہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعمارہ اور ابو یعلیٰ دونوں بیٹوں کے نام سے ہے۔ مجسم بغوی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ اسد اللہ

۱۔ جحل کا معنی مخیم ملک ہے۔ دار قطنی نے کہا ہے کہ لفظ جحل بمعنی مائے حلی۔ اس کا معنی تسمیہ او غلال ہے۔

اور اسد رسول اللہ ہیں۔

### حضرت حمزہ کا اسلام لانا:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت کے دوسرے سال میں ایمان لائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ بعثت کے چھٹے سال میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں داخل ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے ایمان لائے۔

### غزوہ بدر میں شرکت:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر صف سے نکل کر عتبہ بن ربیعہ کو جنگ سے قتل کیا۔ دوسری روایت میں عتبہ کی بجائے شیبہ بن ربیعہ کا نام بیان ہوا ہے۔

### چند امتیازات:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے سب سے پہلا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قائم فرمایا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا سر یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار فرمایا۔

☆ حافظ دمشق نے یہ حدیث روایت کی ہے: خیر اعمامی حمزہ

☆ ابن السری نے مرفوعاً روایت کی ہے:

سید الشهداء یوم القيامة حمزہ بن عبدالمطلب

☆ سلفی نے بریدہ سے سا ارشاد باری کو ذکر کیا ہے:

یا ابتھا النفس المطمئنة

☆ ارشاد باری: فمنهم من قضی نحبه، یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے۔

### حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت جنگ احد میں ہوئی، انہیں وحشی نے شہید کیا۔ مشرکین نے جب صف جنگ

باندھی تو سباع ابن عبدالغری خزاعی نکلا۔ اس نے کہا:

”ہے کوئی لڑنے والا“

۱۔ یہ سوئی بن عقبہ کی روایت ہے۔ ۲۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔



حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے — حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سباع پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا — وحشی اس وقت ایک پتھر کی اوٹ میں گھات میں تھا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کے قریب سے گزرے تو اس نے ایسا تاج کے حربہ مارا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں درکون کے درمیان سے نکل گیا۔ آپ اس کاری زخم کی تاب نہ لاسکے اور آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔

### حضرت حمزہ کے قاتل کا انجام:

سعید بن المسیب سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ میں تعجب کیا کرتا تھا کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل کیونکر نجات پائے گا — اگرچہ اسلام اسلام سے پہلے کے گناہوں یا دوسرے بد اعمال کو مٹا دیتا ہے۔ جس وقت وحشی مسلمان ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

”تو میرے سامنے مت آیا کر۔“

یہ حدیث اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ جس گناہ پر سزا دی جائے اس سے بچاؤ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ شراب میں غرق ہو کر مر گیا۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے —

عبدالملک ابن ہشام نے سیرت میں لکھا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وحشی ہمیشہ شراب سے حد کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ لشکر کی پکھری سے اس کا نام خارج کر دیا گیا اور اسے نکال دیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس امر کا علم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بغیر عذاب کے نچوڑے گا۔

### حضرت حمزہ کی لاش نے آپ کا دل دکھا دیا:

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جنگ کے بعد ہند بنت عتبہ اور وہ عورتیں جو ہند کے ساتھ تھیں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قتل کئے گئے تھے ان کا مشلہ کرنے لگیں۔ وہ کان اور ناک کاٹی تھیں۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر چاک کیا اور اسے چبایا۔ ہند کو اسے نکلنے کی قدرت نہ ہوئی چنانچہ منہ سے پھینک دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ نے انہیں بطن وادی میں پایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کو مشلہ کیا گیا ہے یعنی ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے ہیں اور ان کا پیٹ جگر کی جگہ سے چاک کر دیا گیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ کی ہچکلی لگ گئی — ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”رحمۃ اللہ علیک۔ آپ بہت خیر کے کام کرتے تھے اور بہت صلہ رحمی کرتے تھے — لوگوں کو اللہ میں

۱۔ آپ کا اس قدر دونا میت پر گریہ داری سے ممانعت سے پہلے تھا۔

آپ کے بدلے مشرکین کے ستر آدمیوں کا ضرور مثلہ کروں گا۔  
تمہاری مثل کسی کو کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچی (یعنی کوئی اس انداز پر قتل نہیں کیا گیا)۔ میں کسی ٹھہرنے کی جگہ  
ہرگز نہیں ٹھہرا کہ میرے دل کو وہ جگہ زیادہ غیظ میں لانے والی ہے۔

یعنی یہ وہ جگہ ہے کہ میرے دل کو زیادہ غضب میں لارہی ہے۔ اس سے زیادہ غضب میں لانے والی جگہ میں کبھی میں کھڑا  
نہیں ہوا۔۔۔ آپ پر سودہ نخل کے خواتیم نازل ہوئے:

فان غالبتم لعلبوا بمثل ما عوقبتم۔۔۔

چنانچہ آپ نے صبر کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اور جو آپ نے کیا تھا اس سے رک گئے۔  
ابن شاذان کے نزدیک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمزہ  
بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس شدت سے گریہ زاری کرتے دیکھا کہ اس سے بڑھ کر گریہ و زاری کرتے ہوئے ہرگز  
نہیں دیکھا۔ انہیں قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازہ پر آپ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے اس قدر روئے کہ آپ کی  
پہلی لگ گئی اور غش آ گیا۔ روتے ہوئے آپ فرماتے تھے:

”یا حمزہ ایا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسد اللہ واسد رسولہ۔۔۔ یا حمزہ یا فاعل

الخبیرات۔۔۔ یا حمزہ یا کاشف الکربات۔۔۔ یا حمزہ یا ذایا عن وجد رسول اللہ !

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جنازہ پر نماز پڑھتے تو چار تکبیریں کہتے تھے۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے جنازہ پر آپ نے ستر تکبیریں کہیں۔ اس حدیث کو امام بغوی نے اپنی ”معجم“ میں روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ شہدائے احمد کو غسل نہیں دیا گیا وہ اپنے خونوں کے ساتھ دفن کئے  
گئے۔ ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ اس حدیث کی روایت احمد و ابوداؤد نے کی ہے۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کی نماز جنازہ خصوصی طور پر ادا کی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جو لوگ ہیں ان پر اس لئے نماز جنازہ ادا  
کی گئی کہ وہ جنگ کے دوران زخمی ہوئے تھے شہید نہیں ہوئے تھے۔ ان کی شہادت جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہوئی۔

شہادت کے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اسی سال تھی۔ ان کی بہن امیمہ کے فرزند عبداللہ بن جحش رضی  
اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے وہ بھی شہید جنگ احد ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ ابوالفضل ان کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام ثعلبہ ہے۔ ثعلبہ بنت ابن الکلب (یا کلیب یا حبیب) بن المراء بن قاسط۔

۱۔ ثعلبہ کی تصغیر ہے۔ ثعلب کا معنی ہے شرمخ کا اٹھا۔

## ام عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امتیاز:

مثیلہ وہ پہلی عرب عورت ہے جس نے کعبہ یعنی بیت الحرام کو دیباچ اور اقسام کا لباس پہنچایا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم عمری میں گم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے یہ منت مانی تھی کہ:

”اگر میں ان کو پاؤں گی تو بیت اللہ کو لباس پہنا دوں گی۔“

جب انہیں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی نذر کے مطابق کعبہ کو لباس پہنچایا۔

## حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمیل اور وسیم یعنی خوبصورت چہرہ تھے۔ رنگ گورا کھلتا ہوا تھا ان کی دو چوٹیاں تھیں۔ معتدل القامت (نہ دراز قد نہ بوٹا قد) — دوسری روایت میں ہے کہ طویل القامت تھے۔

## چند خصائص:

آپ واقعہ فیل سے تین برس پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں دو تین برس بڑے تھے — قریش میں رئیس تھے۔ ذی رائے صائب تھے جواد تھے کثرت سے کھانا کھاتے تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ مسجد الحرام کی عمارت ان کے ذمہ تھی۔

یوم العقبہ ثالثہ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کے لئے انصار سے بیعت موکد کراتے تھے۔ وہ ستر مرد تھے جو جمع ہوئے تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کا عہد مضبوط کرایا تھا۔ اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام امور میں ان میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔

## اسیر بدر:

یوم بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے ہمراہ مکہ سے نکلے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

”جو شخص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے وہ ان کو قتل نہ کرے۔ اس لئے کہ وہ مجبوری کی حالت میں نکلے ہیں۔“

حضرت کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں قید کر لیا — گرفتاری کے بعد صحابہ نے بدر کے قیدیوں میں سختی کر دی۔

اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے نہیں بلکہ جاگتے رہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کیوں نہیں سوئے۔“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”عباس کی گریہ و زاری نے مجھے سونے نہیں دیا۔“

ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بندشیں ڈھیلی کر دیں — ان کے ساتھ یہ نرمی اور رعایت دوسرے قیدیوں کے ساتھ عدل سے کی گئی۔

بعد میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر اپنے نفس اور اپنے دو برابر زادوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ دیا اور مکہ کی طرف لوٹ گئے۔

### حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا:

آپ کے ایمان لانے سے متعلق تین مختلف روایتیں ملتی ہیں:

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے تھے لیکن اپنا اسلام چھپاتے تھے — پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی حالت میں آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم فتح میں ابواء کے مقام پر استقبال کیا — یوم فتح مکہ میں وہ آپ کے ساتھ تھے مکہ کی اس فتح کے ساتھ ہجرت ختم ہو گئی۔

☆ ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح خیبر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے ..... اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جس شے کی فتح دیتا اس سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوتے تھے — انہوں نے یوم فتح مکہ میں اپنا اسلام ظاہر کیا۔ غزوہ حنین طائف اور تبوک میں حاضر ہوئے۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بدر سے پہلے تھا۔ آپ مشرکین کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں مسلمان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں مشرکوں کے شر سے بچا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کو دوست رکھتے تھے۔ آنے کے لئے اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا:

”آپ کا مقام مکہ میں آپ کے لئے اچھا ہے۔“

### حضرت عباس خاتم الہجرت ہیں:

ابو مصعب اسماعیل بن قیس بن سعد بن زید بن ثابت نے کہا ہے کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھا:

یا عم اقم مکانک الذی انت فیہ فان اللہ عزوجل یختتم بک الہجرة کما ختم بی النبوة  
 ”اے چچا! آپ جس جگہ ہیں اسی جگہ قیام کریں — اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہجرت کو ختم کر دے گا جیسے کہ میرے ساتھ نبوت ختم کی ہے۔“



آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسا لکھا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر مہاجرین سے تھے ان پر ہجرت ختم ہو گئی۔

### اسلام لانے کے بعد حضرت عباس کی تعظیم و اکرام:

سہمی نے فضائل میں ذکر کیا ہے کہ ابورافع نے جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی بشارت دی تو آپ نے ابورافع کو آزاد فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اکرام کرتے اور ان کی تعظیم فرماتے تھے۔

### حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصف:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوں وصف کیا ہے:

اجود الناس کفا واحنا علیہم

اس حدیث کو فضائل نے روایت کیا ہے — امام بغوی کی معجم میں یوں ہے:

العباس عمی و صنوبی من اذاه لقد اذانی

سہمی نے فضائل میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے جب ان کو دیکھا تو ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر ان کو اپنے دائیں جانب بٹھایا۔ پھر فرمایا:

هذا عمی فمن شاء فليباه بعمه

”یہ میرے چچا ہیں۔ جو شخص چاہے سو اپنے چچا کے ساتھ فخر کرے۔“

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ اچھا فرمان ہے جو آپ نے فرمایا“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”میں یہ کس لئے نہ کہوں — آپ کی شان یہ ہے:

☆ انت عمی — آپ میرے چچا ہیں۔

☆ و صنوبی — اور میرے باپ کے بھائی ہیں۔

☆ و بقیۃ آبائی — میرے باپ دادا کے آپ بقیہ ہیں۔

۱۔ وہ فخر مذہب ہے جو دوسرے کو حقیر کرنے کے لئے ہو۔

۲۔ صنوبی کا وہ درست جو دوسرے کے ساتھ لگتا ہے اور اس کی ایک ہی جڑ ہوتی ہے۔ باپ کا بھائی ولادت میں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے شریک ہوتا ہے۔



☆ و وارثی — اور آپ میرے وارث ہیں۔<sup>۱</sup>

☆ وغیر من اخلف من اہلی — اور اپنے اہل سے جنہیں میں چھوڑوں گا آپ ان کے خیر ہیں۔<sup>۲</sup>

حضرت عباس اور ان کی اولاد چادر رحمت تلے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”کل کے دن آپ اور آپ کے بیٹے اپنا مکان چھوڑ کر کہیں نہ جائیں یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آ جاؤں۔

اس لئے کہ تم لوگوں میں میری کوئی حاجت ہے۔“

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹوں کے پاس تشریف لائے — آپ

نے سلام علیکم کہا اور ان سے حال احوال پوچھا اور فرمایا:

”سب ایک جگہ ہو جاؤ۔“

جب وہ سب ایک جگہ ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو چھپا لیا اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

یا رب هذا عمی و صنواہی و ہولاء اہل بیتی فاسترہم من النار کستری ایاہم بملا تہی ہذہ

راوی نے کہا ہے کہ آپ کی دعا پر دروازے کی چوکھٹ اور گھر کی دیواروں نے تین بار آمین کہا —

..... اس حدیث کو ابن غیلان اور سہمی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابن السری نے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا

ہے کہ:

”مکان میں کوئی ڈھیلا اور دروازہ باقی نہ رہا جس نے آمین نہ کہا ہو“

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چادر اوڑھائی۔

پھر آپ نے یوں دعا کی:

اللہم اغفر للعباس وولده مغفرة ظاهرة وباطنة لا تغادر ذینا اللہم احفظ فی ولده

ابن عبدالباقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ دعا مرفوعاً روایت کی ہے:

اللہم اغفر للعباس وولده العباس ولعن حبہم

یعنی ”جو لوگ ان کو دوست رکھیں ان کی بھی مغفرت فرما۔“

۱۔ یعنی میرے مرنے کے بعد آپ میرے تعلقات اہل کے ساتھ قیام کرنے والے ہیں۔ جیسے میرے غسل کی ولایت ہے..... اور لوگ آپ کی تعظیم کریں گے

اور لوگ آپ کے طفیل استغاثہ کریں گے جیسے میرے طفیل استغاثہ کرتے ہیں اور اس کے سوا اور امور ہیں ورنہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

۲۔ اہل ہونا آپ کے اہل کے تعلقات کے سبب ہے..... یا اس سبب سے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں خلفا ہوں گے یا عمر کے اعتبار سے خیر ہونا

مقصود ہے یا قرب و منزلت کے لحاظ سے..... چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چاہنے پر آپ کے اہل سے یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس پر اجماع ہے کہ

”حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خیر ہیں۔“

اس حدیث پاک میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد کے دوستوں کو عظیم بشارت ہے۔  
تاریخ دمشق میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یوم فتح مکہ میں تین بار یہ دعا فرمائی:

اللهم انصر العباس وولد للعباس

پھر آپ نے ان سے فرمایا:

”اے چچا! کیا آپ کو معلوم نہیں ہوا ہے کہ مہدی آپ کے بیٹوں سے ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ:

حاکم نے ”مستدرک“ میں اور بغوی نے ”معجم“ میں سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

العباس خیر هذه الامة و وارث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عمہ

ذہبی نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب حاصل تھا اور وہ آپ پر شفقت کرتے تھے — زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ بنی ہاشم کے برہنہ لوگوں کو لباس پہناتے۔

☆ بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور

☆ اپنے ہمسایہ کی حفاظت کرتے۔

☆ اپنا مال خرچ کرے تھے۔

☆ حوادث (مصیبت) میں عطا کرتے۔

ابن المسیب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ سلیہ کو ادب سکھاتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست شدید تھی اور ان کی سیاست حسن کے ساتھ تھی۔ جیسے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض موت میں کہا تھا:

۱۔ یہاں مہدی سے مراد محمد بن ابی جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہیں جو عباسی دور حکومت میں تیسرے خلیفہ ہیں — ان مہدی سے امام مہدی مراد نہیں ہیں۔ وہ آخر زمانہ میں ظہور کریں گے ارشاد نبوی ہے۔ المہدی من ولد فاطمہ۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابو نعیم کے نزدیک مہدی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں — دوسری روایت ہے کہ مہدی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے ہیں اور حسنی حسینی ہیں۔

”واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ عنقریب وفات پا جائیں گے۔ میں بنی عبدالمطلب پر موت کے وقت ان کے چہرے کو ضرور پہچان لیتا ہوں“  
اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

### حاکم وقت کے سامنے احتیاط:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے فرزند عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:  
”اے میرے بیٹے! تجھے امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بلاتے ہیں! اپنے نزدیک کرتے ہیں اور تجھ سے مشورہ لیتے ہیں — تین باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا:  
☆ امیر المومنین کے سامنے جھوٹ نہ کہنا۔  
☆ ان کے بھید کی تفتیش نہ کرنا۔  
☆ ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔“  
اس حدیث کو ابو محمد بن السقانی نے روایت کیا ہے۔

### اس امت کے خیر:

اس امت کو خیر علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں — پھر ان کے بعد جو خلفاء ہیں، علی الترتیب وہ خیر اور خیر امت ہیں۔

### حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت:

حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
من لم يحب العباس بن عبدالمطلب واهل بيت فقد يري من الله ورسوله  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا:

من لم يحب عمي هذا عزوجل والقرا بته لي فليس بمؤمن  
یعنی ”جو کوئی میرے اس چچا کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور میری قرابت سے دوست نہ رکھے وہ مومن نہیں ہے۔“  
ترمذی نے عبدالمطلب ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

والذي نفسي بيده لا يدخل قلب رجل الايمان ما لم يحبكم الله ورسوله

پھر آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

يا ايها الناس من اذى عمتي فقد اذاني فانما هم الرجل صنوايه  
 ”اے لوگوں لو! جس شخص نے میرے چچا عباس کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ مرد کا چچا نہیں مگر اس کے باپ کا بھائی۔“

بخاری نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لك يا عم من الله حتى ترضى  
 ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے خیر کثیر ہے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔“  
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بشارتیں:

(۱)

سہمی نے فضائل میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

ان الله عزوجل غير معذبك ولا احدا من ولدك

”اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب نہ دے گا۔“

یہاں اولاد سے مراد ہے جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلا واسطہ اولاد ہے یا عموم اولاد کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔

(۲)

طبرانی کی معجم کبیر میں سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر للعباس وابناء العباس و ابناء ابناء العباس

(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر للعباس ولدك العباس وملجى ولد العباس وشيعتهم

(۴)

امام احمد کی مناقب میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔

”دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو تم دیکھتے ہو؟“

میں نے کہا — ”ہاں دیکھ رہا ہوں۔“

آپ نے پوچھا۔

”کون سا ستارہ دیکھتے ہو؟“

میں نے کہا..... ”ثریا کو دیکھتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا:

”سن لیجئے آپ کے صلب سے جو اولاد ہوگی، ثریا کے عدد کے موافق اس امت کی والی ہوگی۔“

یعنی ثریا میں جتنے ستارے ہیں، آپ کی اتنی اولاد اس امت کی والی ہوگی۔

(۵)

ہی نے تین حدیثیں روایت کی ہیں — ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

الا شرک یا عم قال بلی بابی انت وامی فقال علیہ الصلوۃ والسلام

ان من ذریعتک الاصفیاء لمن عترتک الخلفاء

”اے چچا! کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں۔“

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ بے شک بشارت دیجئے۔“

آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

”آپ کی اولاد سے اصفیاء ہیں، آپ کی اولاد سے خلفاء ہیں۔“

(۶)

دوسری حدیث پاک کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ:

فیکم النبوة والمملکة

نبوت باعتبار بنی ہاشم کے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ نبی ہیں اور مملکت آپ کے چچا کی اولاد کے لئے ہے — یا نبوت

بنی عباس میں ہو — اس سے مراد شاید یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں نبوت کی خصلت ہوگی — یا نبوت سے زیادہ موکد قرابت

ہے۔

(۷)

تیسری حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع

روایت کی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:



هذا عمی ابو الحلفاء اجود قریش کفاد اجملها وان من ولده لسفاح والمنصور والمهدی

(۸)

ابن حبان اور ملا عمر الموسلی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

ابابکر هذا الباس تدالین و علیہ ثباب بیض و سلیس ولده من بعده السواد

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا سیاہ لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا سے تھا۔ اس لئے کہ آپ نے یوم فتح مکہ میں سر اقدس پر سیاہ عمامہ باندھا تھا۔

۱۔ سفاح بنی عباس کے اول خلیفہ کا لقب ہے۔ انکی کنیت ابو العباس ہے اور نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے..... چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

منصور سفاح کے بھائی ہیں۔ ابو جعفر کنیت ہے۔ نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے..... ان کے بھائی نے ان کو خلیفہ بنایا..... بائیس سال خلیفہ رہے۔ مکہ معظمہ میں ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت حج کے لئے احرام باندھے ہوئے تھے..... منصور محدث 'فقیہ بلخ' حافظ قرآن مجید و سنت تھے۔ مال بہت جمع کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کا لقب ابو الدانق رکھا گیا تھا۔

مہدی بن منصور دس سال خلیفہ رہے۔ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ مورخین نے ان کے ذکر کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں فتنہ کو سکون ہو گیا۔ انہوں نے مظالم کو دفع کیا۔ یہاں تک کہ مہدی کے حق میں کہا گیا ہے کہ

"مہدی بنی عباسی میں ایسے ہیں جیسے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔"

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث و فقہ عربیت اور انساب شعر اور تفسیر میں واسع العلم تھے اس لئے آپ کا نام ترجمان القرآن تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت علم سے جبر اور بحر تھے..... صحابہ کرام نے حضرت ابن عباس کا نام جبر اور بحر رکھا تھا..... ابو نعیم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا:

نعم ترجمان القرآن انت

تم کو جبرئیل نے دوبارہ پکارا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھا اور یہ دعا فرمائی:

اللهم فقه فی الدین و علمہ التأویل

اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے صحیح بخاری کے رجال سے روایت کیا ہے..... ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا۔ آپ کے دست مبارک کی سردی میں نے اپنے سینے میں پائی پھر حضور نے یہ دعا فرمائی:

اللهم احسن جوفہ علماء و حلما

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لپٹایا اور یہ دعا کیا: اللهم علمہ الحکمہ

دوسری روایت میں ہے یہ دعا ہے: اللهم علمہ الکتاب

ان دو حدیثوں کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفا کے باپ ہیں..... آپ کی والدہ ام الفضل نے جس وقت انہیں جنم دیا تو انہیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ آپ نے ان کی والدہ سے فرمایا "خلفا کے باپ کو لے جاؤ"۔ اس حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ان کے پس ماندوں نے روئے زمین کو بھر دیا۔ آپ کی اولاد مامون الرشید کے زمانہ میں چھ لاکھ کی تعداد کو پہنچی گئی تھی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ چھ لاکھ تھے یا کم یا زیادہ تھے۔

(۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے:

ليكونن في ولده ملوك و يكونون امراء امتي يعز الله بهم الدين

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال :

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ ۳۳ھ ۱۲ رجب جمعہ کا دن تھا۔ اور عمر ستا سی (۸۷) سال تھی۔ اتنی عمر میں آپ نے تیس سال اسلام میں گزارے۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ ان کے فرزند حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ دفن ہونے کے لئے ان کی قبر میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں میں حضرت عباس چھوٹے تھے۔ آپ کے چچوں میں سے حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ ان سب میں کسن حارث تھے۔ وہ ایمان نہیں لائے۔

حضرت عباس راوی احادیث :

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی اولاد اور دوسرے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں جو عبد المطلب بن ہاشم کی بیٹیاں ہیں ان کی تعداد چھ ہے:

☆ عاتکہ ☆ امیہ ☆ بیضا (ام حکیم)

☆ برہ ☆ صفیہ ☆ اروی

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔

آپ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقوم اور حجل کی بہن ہیں۔ عہد جاہلیت میں آپ کی شادی حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوئی۔ حارث کے مرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے بیاہ ہوا۔ عوام سے آپ کے دو بیٹے ہوئے:

☆ سایب ☆ عبد الکعبہ

آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۰ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر تہتر (۷۳) برس تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بہادر اور نڈر خاتون تھیں۔ آپ نے غزوہ خندق میں حصہ لیا — جہاں مسلمانوں کے گھروالے جمع تھے۔ وہاں ایک یہودی آیا۔ آپ نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا — رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غزوہ بنی قریظہ کے مال غنیمت سے حصہ مرحمت فرمایا۔

### عاتکہ بنت عبدالمطلب :

عاتکہ کے اسلام میں علماء نے اختلاف کیا ہے — ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائد ہیں — عاتکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوطالب، عبدالکعبہ اور زبیر کی بہن ہیں۔ غزوہ بدر کے بارے میں عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔

### اروی بنت عبدالمطلب :

اروی کے اسلام میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے — ان کی والدہ صفیہ بنت جندب ہیں — اروی حارث بن عبدالمطلب اور قثم بن عبدالمطلب کی بہن ہیں — ان کی شادی عمیر ابن وہیب بن عبدالدار ابن قصی سے ہوئی تھی — عمیر سے ان کا ایک فرزند طلیب پیدا ہوا۔

عمیر کے بعد ان کا بیاہ کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی سے ہوا — طلیب ایمان لے آئے تھے۔ ان کا شمار فاضل صحابہ میں ہوتا ہے۔ طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے اسلام میں ایک سبب تھا جیسا کہ واقدی نے اسے بیان کیا ہے۔

### ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب :

ام حکیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی بہن ہیں۔ یعنی ان کی والدہ بھی فاطمہ بنت عمرو بن عائد ہیں۔

### برہ بنت عبدالمطلب :

برہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں — ان کی والدہ بھی فاطمہ ہیں۔

یہ ابی رہم بن عبدالغری العامری کی شریک حیات تھیں — ابی رہم کے بعد ان کی شادی عبدالاسد بن حلال الخزومی سے ہوئی۔ عبدالاسد سے ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر تھے — جو بعد ازاں حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المومنین کے شرف سے سرفراز ہوئیں۔

## امیمہ بنت عبدالمطلب :

یہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ ان کی شادی جحش بن ریاب سے ہوئی تھی — جحش سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں :

☆ عبداللہ ☆ عبیداللہ ☆ ابواحمد  
☆ زینب ام المومنین ☆ ام حبیبہ ☆ حمہ

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادیاں

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مائیں جو آپ کے والد ماجد کی طرف سے ہیں :

❖ ..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران ابن مخزوم ہیں۔

❖ ..... عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ ابنت عمرو بنی نجار سے ہیں — ہاشم سے پہلے اچھ ابن الجلاح کے نکاح میں تھیں۔ اچھ سے انہوں نے عمرو بن اچھ کو جنم دیا — عمرو ماں کی طرف سے عبدالمطلب کا بھائی تھا کیونکہ ہاشم کے بعد سلمیٰ اچھ کے نکاح میں آئی تھیں۔

❖ ..... ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالح ابن ذکوان بن سلیم تھیں۔

❖ ..... عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت فالح ابن ذکوان بن سلیم سے تھیں۔

❖ ..... قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد از السراۃ سے تھیں۔

❖ ..... کلاب کی ماں نعم بنت سریر ابن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھیں۔

❖ ..... مرہ کی ماں وحشیہ بنت شیبان بن محارب بنی فہم سے تھیں۔

❖ ..... کعب کی والدہ سلمیٰ بنت محارب فہم سے تھیں۔

❖ ..... لوی کی والدہ وحشیہ بنت مدح بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ تھیں۔

❖ ..... غالب کی ماں سلمیٰ بنت سعد بن ہذیل تھیں۔

❖ ..... فہر کی والدہ عیندہ بنت حارث الجریہ تھیں۔

❖ ..... مالک کی والدہ ہند بنت عدوان ابن عمرو بن قیس بن عبلان تھیں۔



- ❖ نصر کی ماں برہ بنت مرہ اخت تمیم بن مرہ تھیں۔ ۱۔
- ❖ کنانہ کی ماں خوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہیں۔
- ❖ مضر کی ماں سودہ بنت ملک بن عدنان ہیں۔
- ❖ سعد کی ماں ان کی قوم سے ہیں ان کا نام امینہ ہے۔
- طبری نے کہا ہے کہ قبیلے کے اعتبار سے ان جدات کی تفصیل اس طرح سے ہے:
- ❖ پہلی جدہ قرشیہ فخرومیہ ہیں
- ❖ دوسری جدہ نجاریہ ہیں
- ❖ تیسری جدہ سلیمیہ ہیں
- ❖ چوتھی جدہ بھی سلیمیہ ہیں دوسری روایت میں
- ❖ پانچویں جدہ ازدیہ ہیں۔ خزاعیہ ہیں
- ❖ چھٹی جدہ لمیمیہ ہیں
- ❖ ساتویں جدہ بھی فہمیہ ہیں
- ❖ آٹھویں جدہ بھی فہمیہ ہیں یا فہریہ ہیں
- ❖ دراصل خط سے وہم ہوتا ہے کہ فہمیہ ہیں یا فہریہ ہیں۔
- ❖ نویں جدہ کنانیہ ہیں
- ❖ دسویں جدہ ہذلیہ ہیں
- ❖ گیارہویں جدہ جرہمیہ ہیں
- ❖ بارہویں قیسیہ ہیں
- ❖ تیرہویں جدہ مرہمیہ ہیں۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانیاں

- ❖ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ ابن کلاب بن مرہ.....
- ❖ کلاب کی والدہ برہ بنت عبدالغری بن قصی بن عثمان بن عبدالدار کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔
- ❖ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب کی والدہ عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن حلال ابن فالح ابن ذکوان بنی سلیم سے ہیں۔ اسے ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے۔
- ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ عاتکہ کے والد الاوقص بن ابوکیفہ کے نام سے مشہور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نسبت کئے جاتے تھے یعنی لوگ آپ کو ابن ابی کیفہ کہتے تھے۔ ۱۔

۱۔ ایسا ہی ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ مصنف نے اقتصار سے وہ ذکر کیا ہے جس کو ابن قتیبہ نے "کتاب العارف" میں ذکر کیا ہے جیسا کہ طبری نے اسے ابن قتیبہ سے حکایت کیا ہے۔

۲۔ مصنف نے کنانہ سے چھوڑ دیا ہے۔ زرقانی نے سعد بنک بیان کیا ہے۔ مگر اصل کتاب زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں بھی نزار کی والدہ کے ذکر کی جگہ سے تفصیل متروک ہے۔ ۳۔ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:



❖ ... ام برہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ وہ ام حبیب ہیں۔ یہ ابن قتیبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے۔  
ابوسعید نے کہا ہے کہ وہ ام سفیان ہیں — ان دونوں ناموں میں توفیق یوں ممکن ہے کہ دونوں اسموں سے ایک اسم کنیت کے لفظ سے ہو اور دوسرا کنیت ہو۔

ام حبیب یا ام سفیان بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قنسی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔

❖ ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف بن عبید بن عویج ابن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔  
ابن ہشام نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم علیہ السلام میں حسب میں اشرف ہیں اور ماں باپ کی طرف سے کل اولاد آدم سے افضل ہیں۔

❖ برہ بنت عوف کی والدہ کا نام قلابہ ہے۔ قلابہ بنت حارث بن طانجہ ابن صعصعہ بن عائد بن لحيان بن بزیل ہیں۔  
محمد بن حبیب سے کتاب الروض میں یوں روایت ہے:

صعصعہ ابن غادیہ بن کعب بن طانجہ بن لحيان بن ہذیل

زبیر نے کہا ہے کہ حادثہ کی کنیت ابو قلابہ تھی — حارث اقدام شعرائے ہذیل ہے۔ حارث کے شعر سے ان کا یہ قول ذکر ہے:

لا تامن وان امسیت فی الحرم

حتی ثلاثی ما یمنی لك المانی

کالخبیر والشر مفردونان فی قرن

بکل ذلك یاتیہ الجدیدان

☆ قلابہ کی ماں ہند بنت یربوع بنی ثقیف سے ہے۔ یہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے — ابن سعد نے کہا ہے کہ ہند بنت

صفیہ گزشتہ کا حاشیہ: آپ ابوکیفہ کی طرف اس لئے نسبت کئے گئے ہیں کہ ابوکیفہ عربوں کے برعکس شعری ستارہ کی عبادت کرتے تھے۔ اہل عرب میں ان کے سوا کوئی اور شخص شعری ستارہ کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طریق کے خلاف لائے ہیں جس راہ پر اہل عرب تھے۔ یعنی وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے.....

اہل عرب نے آپ کو ابن ابی کیفہ کہا تو یہ کہنا محض مخالفت سے تھا کہ ابوکیفہ عربوں کے برعکس شعری ستارہ کی عبادت کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم فرمائی۔ یہ بات بھی عربوں کی روش کے خلاف ہوئی۔ آپ کا نام ابن ابی کیفہ برائی کے ارادے سے نہیں تھا بلکہ برائے مخالفت تھا۔

آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بھائی وحب کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں جو کہ ابوکیفہ کے لقب سے مشہور تھے۔... یہ نسبت ماموں کی طرف سے عربوں کی عداوت اور تحقیر کی وجہ سے تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی رضائی ماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حارث بن عبدالغری کا لقب ابوکیفہ تھا۔ حارث کی ایک بیٹی کا نام کیفہ تھا۔ آپ حارث کی طرف نسبت کئے گئے۔ دودھ پلانے والی کے شوہر کی طرف نسبت عداوت تھی۔ ایک اور روایت ہے کہ ابوکیفہ حلیمہ کے باپ کا نام تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب کے جد کے جد جو ماں کی طرف سے تھے یہ نسبت ان کے ساتھ ہے۔  
جیسا کہ ابن اسحاق نے کہا ہے۔

مالک ابن عثمان بن لیحان سے ہے۔

محمد بن حبیب نے کہا کہ قلابہ کی ماں امیہ بنت مالک بن غنم بن لیحان بن غادیہ ہے — ان کی والدہ بنت کہف الظلم بنی ثقیف سے ہے جیسا کہ کتاب الروض میں ہے۔

**حاصل کلام:**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی امہات سے:

☆ جدہ اولیٰ ثانیہ اور ثالثہ قرشیات ہیں۔

☆ آپ کی والدہ کے باپ کی ماں سلیمہ ہیں۔

☆ چوتھی لیحانیہ بذلیہ اور

☆ پانچویں ثقیفہ ہیں۔

عرب قبائل میں سے ہر ایک قبیلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصبہ نسبہ ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں اور آیائیں

☆ ثویبہ ☆ حلیمہ سعدیہ ☆ ام ایمنؓ

ان رضاعی ماؤں کے ساتھ ساتھ ایک خاتون ہیں جنہوں نے آپ کو گود کھلایا ہے:

☆ شیمابنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

**ثویبہ:**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے ان کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا — حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ثویبہ نے سات روز تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

ثویبہ ابولہب کی کنیز تھیں۔ ثویبہ نے ابولہب کو جب اس کے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کی پیدائش کی خبر سنائی۔ اس نے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔<sup>۱</sup>

ثویبہ کے اسلام میں علماء نے اختلاف کیا ہے — آپ ثویبہ کا اکرام فرماتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو ثویبہ آپ کے ہاں آیا کرتی تھیں — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ

۱۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الا ابن العواکث من سلیم

۲۔ خولہ بنت منذر بھی آپ کی رضاعی ماں ہیں۔

۳۔ حضور کے صدقے میں سب سے پہلے ثویبہ کو غلامی سے آزادی ملی۔۔۔ ظاہر

منورہ سے ثویبہ کو لباس اور صلہ بھیجتے تھے۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ ثویبہ نے فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں انتقال کیا۔

### حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کا نام برکہ بنت ثعلبہ بن حصن بن مالک تھا۔ ان کے اصل نام کے بجائے ان کی کنیت غالب ہو گئی تھی۔ ان کے بیٹے ابن الحسبشی کے نام سے ان کی کنیت تھی۔

عبید کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیاہ کیا۔ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔

ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن نے ام ایمن کو آپ کو دے دیا تھا۔ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو ہجرتیں کیں:

☆ ایک ہجرت حبشہ کی طرف

☆ دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت سے متعلق یہ روایتیں بھی ہیں:

☆ ام ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک میں تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ایمن کے وارث ہوئے۔

☆ ام ایمن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی ملک تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

”میری ماں کے بعد ام ایمن میری ماں ہیں۔“

### حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ بنت ابی ذویب بنی ہوازن سے ہیں۔ حلیمہ نے آپ کو یہاں تک دودھ پلایا کہ آپ کی رضاعت کو کامل کر دیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ ان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر بیٹھ گئیں۔

### حضرت شیمابنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت شیمارضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی ماں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا کرتی تھیں۔

غزوہ بنی ہوازن کے دوران حضرت شیمابھی جنگی قیدی بنائی گئیں۔ شیمانے مسلمان لشکریوں سے کہا:

”میں تمہارے صاحب کی بہن ہوں۔“

سواروں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ جب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو حضرت شیمانے

آپ سے کہا:

”اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کی بہن ہوں۔“

آپ نے شیما سے مرحبا فرمایا اور ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ انہیں اس پر بٹھایا۔ آپ کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما سے فرمایا:

”اگر تم اس بات کو دوست رکھتی ہو کہ تم میرے پاس ٹھہرو تو میرے پاس ٹھہر جاؤ تمہارا اکرام کیا جائے گا اور تمہیں محبت سے رکھا جائے گا۔ اور اگر تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ پلٹ کے اپنی قوم کی طرف چلی جاؤ تو میں تجھے تیری قوم میں پہنچا دوں گا۔“

شیما نے کہا:

”آپ مجھے پہنچا دیجئے میں اپنی قوم کی طرف پلٹ جاؤں گی۔“

شیما نے اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو تین غلام ایک کنیز اور اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں۔ اسے ابو عمر اور ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے۔

## آپ کے دودھ شریک بھائی اور بہنیں

ثویبہ سے دودھ شریک بھائی یہ ہیں:

☆ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ ابوسلمہ بن عبدالاسد

☆ سروح بن ثویبہ (ابن ابولہب)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دودھ شریک بھائی بہن یہ ہیں:

☆ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ☆ عبداللہ ابن حلیمہ سعدیہ

☆ آسیہ بنت حلیمہ سعدیہ ☆ جد امہ یعنی شیما بنت حلیمہ سعدیہ

## یا نچویں فصل:

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو لوگ خدام تھے ان میں یہ نام ہیں:

- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت امین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت اسلم بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سعد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوالسحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید الانصاری بنو خزرج سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت نو یا دس سال تک کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم اکثر ماله وولده وادخله الجنة

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ نماز میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر سو برس سے زیادہ تھی۔ جن صحابہ کرام کا بصرہ میں وصال ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مناقب کثیر ہیں۔

### حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداموں سے ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو آپ کو وضو کراتے تھے



— انہوں نے ۶۳ھ میں وفات پائی۔  
حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طہارت کا ظرف رکھتے تھے۔ آپ کے سامنے غزوہ خنین میں شہید ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شعر میں ان کا ذکر کیا ہے:

وعاشر نالافی الحمام بنفسہ لمامس فی اللہ لایتوجع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل ابن حبیب الہذیل اسلام میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر، در دوسرے کل مشاہد میں آپ کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔

ان کے ذمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ، مسواک، نعلین مبارک اور وضو کے پانی کا اہتمام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان اشیاء کے والی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت کھڑے ہوتے تھے تو عبداللہ آپ کی نعلین مبارک آپ کو پہناتے تھے اور جس وقت تشریف فرما ہوتے تو عبداللہ آپ کی نعلین مبارک کو آپ کے اٹھنے کے وقت تک اپنی کلائیوں میں پہنے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۳۲ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو الجہنی کے ذمہ آپ کے بغلہ کا اہتمام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغلہ کی لگام پکڑے رہتے۔ پستی اور بلندی راہ کے خیال سے یا اس سبب کے بغلہ بے راہ نہ چلے۔ یا اس سبب سے کہ آپ کے بغلہ پر نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ عقبہ آپ کے سفروں میں آپ کو نہایت رفیق سے بغلہ پر لے جاتے تھے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغلہ پر ایک راستہ میں سفر کے راستوں سے لے جا رہا تھا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے عقبہ! سوار ہو جاؤ“

یعنی تنہا مرکب پر بیٹھ جاؤ عقبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجلال اس امر سے کیا کہ میں آپ کے مرکب پر سوار ہوں۔ پھر میں نے یہ خوف کیا کہ آپ کے حکم کے خلاف عمل کرنے سے گناہ ہوگا۔ میں تھوڑی دیر سوار ہوا، بغلہ سے اتر پڑا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو گئے اور میں بغلہ کی باگ پکڑ کے آپ کو لے جا رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

”اے عقبہ! کیا میں تم کو دو اچھی سورتوں کی تعلیم نہ کروں۔ ان دونوں کو لوگوں نے پڑھا ہے۔“

عقبہ نے کہا:

”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آپ سکھائیں۔“

آپ نے فرمایا:

قل اعوذ بربك الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ دو سورتیں ہیں۔ ۱۔

امام احمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے عقبہ! کیا میں تم کو ان تین سورتوں کی بہتر سورۃ نہ سکھاؤں جو تورات، انجیل اور معنا اور قرآن مجید میں لفظ

نازل کی گئی ہیں۔“

عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”میں نے آپ سے عرض کیا بے شک مجھے سکھلائیں۔“

عقبہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سورہ قل هو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائی۔“

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب اللہ کے عالم تھے اور علم الفرائض خوب جانتے تھے۔ فصیح البیان اور شاعر تھے اور اعلیٰ

درجہ کا نطق رکھتے تھے۔ ۳۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم ہوئے۔ پھر حضرت معاویہ

نے انہیں اس حکومت سے علیحدہ کر دیا اور مسلمہ بن مخلد کو ان کی جگہ والی بنایا۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر میں ۵۸ھ میں وفات پائی۔

**حضرت اسلم بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:**

آپ کی سواری کے اونٹ کی خدمت ان کے ذمہ تھی۔ اونٹ پر کجاوہ باندھتے اور کھولتے تھے۔ حضرت اسلم روایت کرتے

ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے اونٹ پر آپ کے لیے کجاوہ رکھا کرتا تھا۔ ایک دن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

”اے اسلم اٹھو اور اونٹ پر کجاوہ باندھو“

میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں جنب ہوں۔“ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اسی وقت

آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور صغید کی آیت لائے۔“

۱۔ اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

۲۔ قرآن شریف میں سورۃ نسا میں آیت تیمم ہے۔ اس کے شان نزول کی نسبت صحیح روایت یہ ہے کہ دوران سفر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے کا

ہار گم ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھونڈا۔ صبح ہو گئی لشکر میں پانی نہیں تھا کہ نماز کے لئے وضو کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طفیل آل ابوبکر

آیت تیمم نال ہوئی۔ اسلم کا واقعہ نزول آیت تیمم شاید مکرر ہو۔

یعنی جنابت کی حالت میں پاک مٹی سے تیمم کرو اگر پانی نہ پاؤ۔ جبرئیل علیہ السلام کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے اسلع اٹھو اور تیمم کرلو۔“

اسلع نے کہا:

”میں اٹھا اور میں نے تیمم کیا۔ پھر میں نے آپ کے لیے اونٹ پر کجاوہ باندھا۔ پھر آپ چل دیے۔ یہاں تک کہ ایک پانی پر گزر ہوا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:

”اے اسلع اپنی جلد کو مس کرو یعنی غسل کرلو۔“

اسلع نے کہا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیمم کرنا سکھایا۔ ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے دوڑیں کہیں تک۔“

یہ طبرانی میں ربیع بن بدر بن عمرو سے روایت ہے جو کہ عمرو نے اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا واسطہ بیان کی۔

حضرت سعد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام سعد ہیں۔ دوسری روایت میں سعید نام لکھا ہے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ نے ایک حدیث روایت کی ہے جسے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے حضرت ابو ذر جندب ابن جنادۃ الغفاری ہیں۔ ان کا اسلام قدم تھا۔ انہوں نے زبہ میں اسلحہ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے چند دن بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔ جبکہ ابن اثیر نے ”اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ“ میں لکھا ہے کہ اسی دن وفات پائی۔

حضرت ابو حذیفہ مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کا نام مہاجر اور کنیت ابو حذیفہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور ان کی خدمت کی ہے۔ فتح مصر میں حاضر ہوئے ہیں۔ مصر سے طحاً میں چلے گئے تھے۔ وہیں انتقال کیا۔

حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے خادموں سے حضرت حنین ہیں جو عبداللہ بن حنین البہاشی مدنی ثقفی کے والد ہیں۔ حنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

کے غلام ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے — پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیا۔

حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب الاسلمی ہیں۔ ابن مندہ نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوالحمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے ان خادموں سے ابوالحمرہ بھی آپ کے خادم ہیں۔

حضرت ہلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ہلال بن الحارث یا ابن ظفر نام ہے۔ یہ بھی آپ کے خادم ہیں۔ حمص میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت ابوالسح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے ابوالسح ہیں۔ ان کا نام ایاد ہے۔ ان خادموں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بھی خادم تھے جنہیں مصنف مواہب نے ترک کر دیا ہے لیکن زرقانی شارح مواہب نے ذکر کیا ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادم عورتیں

آپ کی خادماؤں میں یہ نام ذکر کئے گئے ہیں:

- ☆ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ☆ خولہ اون رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ☆ میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ ام عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

عورتوں میں سے آپ کی خادمہ برکہ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بیس دن بعد وفات پائی۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ حضرت حفص بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ہیں — حضرت حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالواسطہ اپنی دادی سے روایت کی ہے کہ آپ کے تخت کے نیچے کتے کا ایک بچہ مر گیا۔ وحی رک رہی۔ آپ نے خولہ سے فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ جبرئیل میرے پاس نہیں آتے“



آپ نے اپنی چادر مبارک اوڑھی اور باہر تشریف لے گئے۔ ہم نے مکان میں جھاڑو پھیری۔ کتے کا مردہ بچہ نکلا۔ پھر آپ پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے سورہ والضحیٰ واللیل اذا سجدی نازل فرمائی۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

**حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:**

آپ کی خادمہ سلمیٰ ام رافع زوجہ رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

**حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا:**

آپ کی خادمہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اصحاب سنن اربعہ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

**حضرت ام عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا:**

آپ کی خادمہ ام عیاش کا نام بعض علماء نے ام عباس لکھا ہے۔ یہ حضرت رقیہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں۔ اور آپ کی خدمت کرتی رہیں ہیں۔ ان سے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔

## مجرموں کی گردن مارنے والے صحابہ کرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کفار مجرموں کی گردن مارنے والے صحابہ کرام کے دس نام سامنے آئے ہیں:

- ☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابن ابی طالب ☆ حضرت زبیر بن عوام جواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ مقداد بن عمرو معروف بہ ابن الاسود الکندی ☆ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عاصم بن ثابت بن اقلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سواروں کے درجہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

## آپ کے دیگر خادم

- ☆ قیس ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ رباح النوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قیس ابن سعد بن عبادۃ الخزرجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوتوال کے درجہ میں تھے۔

**حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:**

آپ مؤذن کی خدمت پر مامور تھے اور آپ کے عیال کے تعلقات پر تھے۔



حضرت معقیب بن ابی فاطمہ الدوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی پر مقرر تھے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اسلم ہے۔ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور ان کے دس نام بیان کئے ہیں۔ یہ قبیلہ بن۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متاعون پر مامور تھے۔

حضرت رباح النوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے اعتزال فرمایا تھا اور بالاخانہ پر تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پاس حاضر ہونے کے لیے اجازت چاہی۔ رباح النوبی نے انہیں اجازت دے دی تھی۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ

آپ کی مختلف مواقع پر حفاظت کرنے والوں کے یہ نام سامنے آتے ہیں :

- ☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے جارسوں سے سعد بن معاذ بن نعمان ابن امراء القیس بنی اوس کے سردار تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبہ ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جس وقت حضرت مصعب قرآن مجید کی تعلیم کے لیے ان کے قبیلے میں بھیجے گئے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر غزوہ احد اور غزوہ خندق میں شامل ہوئے تھے۔ وہاں ان کی آنکھ میں ایک تیر لگا۔ ایک ماہ تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کیا۔ بنی قریظہ کے بارے میں ان کی دعا قبول ہوئی۔ ان کا زخم صحت پذیر ہو گیا تھا۔ پھر ان کا زخم کھل گیا اور خون جاری ہو گیا۔ ایک بھیڑ ان کی طرف سے گزری اس کا کھران کے زخم میں لگ گیا اور وہ زخم جاری ہو گیا اور انہوں نے وفات پائی۔

جس وقت رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں عریش میں سوئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ہمراہ آپ کی حفاظت کی تھی۔

۱۔ کعبہ کی شاخوں سے جو سائبان بنایا جاتا ہے اسے عریش کہتے ہیں۔

## حضرت محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہوں نے یوم احد میں جنگ کے وقت تک آپ کی حراست کی تھی۔

## حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہوں نے یوم خندق میں رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کی تھی۔ یعنی جتنی مدت غزوہ خندق کی تھی اسی مدت تک آپ کی حراست کی تھی۔

## حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ظالموں نے بہت دکھ دیئے۔ امیہ بن خلف انہیں تپتی ریت اور چلچلاتی دھوپ میں لٹا دیتا اور ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دو اور کفر کو اختیار کرو۔ لیکن ان کے ہونٹوں سے یہی بات نکلتی:

”اللہ احد اللہ احد“ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ اوقیہ چاندی اور ایک حبشی غلام کے عوض خرید کر آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم دی تو وہ ٹھہر گئے۔ ان کی وفات کے بعد جہاد کے ارادہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر ملک شام میں مقیم ہو گئے۔ یہ قیام عمر کے آخری حصے میں ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی پس ماندہ نہ رہا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادی القرئی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کی۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

غزوہ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقہ کے پاس اپنی برہنہ تلوار لیے کھڑے تھے تاکہ مشرکوں سے کوئی شخص آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے ”موافقت“ میں روایت کیا ہے۔

## حضرت ابن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یوم حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرمبارک کے پاس تلوار لیے کھڑے تھے۔

## حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت واللہ بعصمک من الناس نازل ہوئی تو آپ نے حراست ترک کر دی۔

## حکومت کا حکم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کی جاتی تھی۔ یہ بیت نزل ہوئی: واللہ یعصمک من الناس۔

آپ نے اپنا سر مبارک قبہ سے نکالا اور صحابہ کرام سے فرمایا: ”تم لوگ پلٹ کے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگہبانی کی ہے“ اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام

یوں تو تمام اہل ایمان میرے پیارے آقا کے غلام ہیں لیکن صحابہ کرام میں سے خاص طور سے جو آپ کے غلام تھے خادم تھے۔ یہاں ان کا ذکر مقصود ہے۔ مصنف نے اٹھارہ غلاموں کا ذکر کیا ہے:

- ☆ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوبکرؓ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت یسار الراعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت رباح الاسود نوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوارافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت زید توبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت مدغم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت سندرو وادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت رفاعہ بن زید الخدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت مابور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوبکرہ نقیج بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  - ☆ حضرت انجشہ الحادوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت شمعون بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے۔ آپ نے زید کو آزاد کر دیا تھا اور اپنی کنیز خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا تھا۔ جن کا نام برکہ تھا۔ برکہ سے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بن حرام نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زید کو ہبہ کر دیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کو ہبہ کر دیا۔

ان کے قصہ کو محمد بن اسحاق نے سیرت میں ذکر کیا ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور چچا مکہ میں آئے۔ انہوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا۔ ان دونوں نے یہ چاہا کہ ان کا فدیہ ادا کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کے درمیان اختیار دیا کہ:

☆ آپ زید کو ان دونوں کے حوالے کر دیں۔ — یا

☆ زید کو اپنے پاس رکھیں۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امر کو اختیار کیا کہ حضور ان کو اپنے پاس رکھیں۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ پر کسی کو اختیار نہ کروں گا۔“

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مسلمانوں کے لشکر پر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ یا وادی القرئی میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہمیشہ رہتے تھے۔ آپ کے بعد ملک شام میں رملہ کو چلے گئے۔ پھر ۵۴ھ میں حمص میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکبشہ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے بارے میں یہ بھی ہے کہ ان کا نام سلیم ہے۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے۔ حاکم نے کہا ہے کہ سرزمین دوس میں پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر میں حصہ لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے پہلے دن ۳۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا نام صالح بن عدی الحبشی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ فارسی ہیں۔ آپ کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

☆ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شقران کو ہدیہ بھیجا تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شقران کو خرید کیا تھا۔

شقران بدر میں حاضر ہوئے تو غلام تھے۔ بدر کے بعد آزاد کر دیے گئے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شقران نے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔



### حضرت رباح الاسود نوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت تنہا تشریف رکھتے تو رباح کسی کو آپ کے پاس داخل ہونے کے لیے اجازت دیتے۔ یہ وہی رباح ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت اذن دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالا خانہ پر تشریف رکھتے تھے۔

### حضرت یسار الراعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان غلاموں میں سے یسار الراعی ہیں جن کو عربینہ کے لوگوں نے قتل کیا تھا۔ بخاری اور مسلم میں ان کا قصہ ہے۔

### حضرت زید توبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ یسار الراعی کے والد ہیں۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ نہیں ہیں۔ ابن اثیر نے معرفت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

### حضرت مدعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مدعم بہ کسر میم اول و فتح عین و سکون میم ثانی — یہ حبشی غلام ہیں۔ رفاعہ بن زید انصاری کے غلام تھے۔ رفاعہ نے مدعم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیج دیا تھا۔ جیسا کہ صحیحین اور موطا میں ہے۔

### حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا نام اسلم ہے۔ یہ قبطی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ انہوں نے ابورافع کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا — ابورافع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی جب خبر دی تو آپ نے ابورافع کو آزاد کر دیا تھا۔ ابورافع نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے تھوڑا عرصہ پہلے وفات پائی — دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے اوائل میں وفات پائی جیسا کہ ”اصابہ“ میں ہے۔

### حضرت رفاعہ بن زید الخدای رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہی موالی سے رفاعہ بن زید الخدای ہیں۔

### حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے نام میں علماء نے اختلاف کیا ہے — اکیس نام روایت کئے گئے ہیں:

☆ مروان	☆ مہران	☆ کیسان	☆ طہمان
☆ سنبہ (بہ سین)	☆ ذکوان	☆ رومان	☆ نجران
☆ رباح	☆ احمد	☆ احمر	☆ شنبہ
☆ عبس	☆ نقیب	☆ عمیر	☆ مغلج



☆ عبسی ☆ ایمن ☆ قیس ☆ مرقہ

☆ صالح جیسا کہ ”اصابہ“ میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام سفینہ رکھا تھا۔ اس لیے کہ سفر میں اصحاب ان پر کثیر شے بار کرتے تھے۔ سفینہ بڑی کشتی کو کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احمل خانما انت سفینۃ

حضرت مابور رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ قبلی خواجہ سرائے۔ ام المؤمنین حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قرابت داروں سے تھے۔ یہ ان جملہ سے ہیں جنہیں مقوقس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔ ”اصابہ“ میں ان کا نام مابور لکھا ہے۔

حضرت سندرو واقدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

ان غلاموں سے سندرو اور واقدر ہیں۔ حسن بن سفیان اور طبرانی نے زاذان کے طریق سے واقدر سے روایت کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ آپ نے فرمایا:

من اطاع الله فقد ذكر الله وان قلت صلواته وصيامه وقرأت القرآن

حضرت انجوه الحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ حبشی غلام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدی خوانوں میں سے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سلمان بن عبد اللہ فارسی کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ عالم اور زاہد تھے۔ اپنے ہاتھ سے کسب کر کے کھاتے تھے اور اس سے عطا کرتے تھے۔ انہیں سلمان ابن الاسلام اور سلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔ ان کا تعلق فارس کے شہر اصفہان سے ہے۔ دیگر روایتوں میں رام ہر فر سے تعلق ہے۔ ان کا اول مشاہد خندق ہے۔ یعنی انہی کے مشورہ کے پیش نظر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اور مشرکین کی مزاحمت کی گئی۔

۳۴ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے:

☆ تین سو برس ☆ اڑھائی سو برس ☆ اسی برس

چونکہ یہ ایک غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مکاتب ہو جانے کے لئے فرمایا۔ مکاتب میں کجور کے تین سو درخت اور چالیس اوقیہ سونا ٹھہرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کجور کے تین سو درخت لگائے اور اصحاب سے چالیس اوقیہ سونا کے لیے مدد چاہی۔ تب سلمان آزاد ہوئے۔

## حضرت شمعون بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے نام سے متعلق تین روایتیں ہیں:

☆ شمعون بن زید ☆ شمعون بن زید ☆ عبد اللہ بن النضر

ان کی کنیت ابوریحانہ ہے اور کنیت سے ہی مشہور ہیں۔ ان کی نسبت تین آراء ہیں:

☆ انصاری ہیں ☆ قرشی ہیں ☆ ازدی ہیں

"اصابہ" میں ہے کہ کل انصار ازدی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ انصار کے حلیف ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ فتح دمشق میں حاضر ہوئے اور مصر میں آئے ہیں۔ بیت المقدس میں رہائش اختیار کی۔ ان سے اہل مصر کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

## حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث بن کلدہ قاضی جلیل بکار بن قتیہ الحنفی قاضی مصر کے دادا ہیں۔ (ابوقاضی جلیل فراقہ مصر میں مدفون ہیں۔ لوگ ان کے مزار کی زیارت کرتے ہیں۔ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات کئے تھے انہوں نے اس کا رد کیا ہے۔ عدل عفت نزاہت اور ورع میں ان کے اخبار مشہور ہیں۔ خلیفہ متوکل باللہ نے انہیں قاضی مقرر کیا تھا۔)

نوٹ: مصنف نے بہت سے موالی کا ذکر ترک کر دیا ہے۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلام خواتین

مصنف نے چھ غلام خواتین کے نام بیان کئے ہیں:

☆ حضرت ام ایمن والدہ اسامہ بن زید ☆ حضرت سلمیٰ ام رافع زوجہ ابورافع

☆ حضرت ماریہ قبطیہ والدہ حضرت ابراہیم فرزند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ حضرت ریحانہ قرظیہ بانضریہ ☆ قیصر ہمشیرہ ماریہ

☆ حضرت سیرین ہمشیرہ ماریہ

موقوف نے حضرت ماریہ کے ہمراہ قیصر اور سیرین کو بھیجا تھا۔ تینوں بہنیں تھیں۔ سیرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ قیصر کو ابی جہیم بن حذیفہ کو دے دیا۔ دوسری جگہ جہیم بن قیس لکھا ہے۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تینتالیس (۲۳) ہیں اور گیارہ لونڈیاں ہیں۔ ابن جوزی کے غیر نے غلام مرد اور غلام عورت ایک مفرد تصنیف میں زیادہ کئے ہیں۔

## چھٹی فصل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کرام  
قاصد کاتب اور مکتوبات شریف

خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان خلفائے راشدین سے ہر خیر کی سر بلندی ہے جس میں اسلام اور دخول جنت ہے — حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول خلیفہ ہیں — سالم بن ابی الجعد نے کہا ہے کہ میں نے محمد الحنفیہ سے پوچھا: ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس وجہ سے سب پر امتیاز ہے؟ صحابہ کرام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کا ذکر نہیں آتا۔“ ابن الحنفیہ نے کہا:

”تمام صحابہ میں آپ اسلام میں افضل تھے۔ جس وقت آپ مسلمان ہوئے آپ ہمیشہ اسی مفت سے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔“

اس حدیث کو محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

شان صدیق بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ حلیفہ یہ فرماتے تھے:

ان الله انزل اسم ابی بکرم من السماء الصديق

ابویحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے کتنی بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سنا ہے میں اس کا شمار نہیں کر سکتا۔ آپ منبر پر یہ فرماتے تھے:

اے صاحب رسول خداوند بخود صدیق پاک، عزن صدیق کے گھر

اے یار غار اس سے زیادہ میں کیا کہوں بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مظهر

ماہنامہ نور الحیب، بصیر پور شریف، شمارہ نمبر ۲۰۰ ص ۱۶

ان الله عز وجل اسمى ابا بكر على لسان محبه صلى الله عليه وآله وسلم صديقاً

اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

شان صدیق بزبان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

شان صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں متعدد حدیثیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ ابا بكر ان الله سماك الصديق — (بروایت دیلمی)

☆ اما لك يا ابا بكر اول من يدخل الجنة من امتي (ابوداؤد حاکم)

☆ ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبيين والمرسلين على الفضل من ابي بكر — (ابونعیم)

”انبیاء و مرسلین کے بعد ابوبکر صدیق سے افضل پر سورج طلوع یا غروب نہیں ہوا۔“ (الریاض النضرۃ صفحہ ۱۳۶)

یعنی صدیق اکبر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

☆ فاني الملائكة ابي بكر مع النبيين و تصديقين تزفه الى الجنة زفارف (دیلمی)

☆ ان امن الناس على في صحبة وماله ابوبكر ولو كنت متخذا خليلاً غير ربي لاتخذت ابا بكر خليلاً ولكن

اخوة الاسلام ومودته لا يقيين في المسجد باب الاسد الاباب ابي بكر (بخاری)

☆ احب الناس الى عائشه ومن الرجال ابوها (شیخین)

☆ ليس احد من الناس امن على في نفسه و ماله من ابي بكر

☆ مالا حد عندنا مدالا كانه عليها ما خلا ابا بكر فان له عندنا يدايكاه الله بها يوم القيامة (ترمذی)

☆ ان اعظم الناس علينا منا ابوبكر زوجني ابنته دو اساني بنفسه وان خير المسلمين مالا ابوبكر اعتق منه بلا

لا و حملني الى دار الهجرة — (ابن عساکر)

☆ الناس كلهم بحاسبون الابا بكر — (خطیب)

☆ اللهم اجعل ابا بكر معني في درجتي يوم القيامة — (ابونعیم)

”بارا ابا ابوبکر کو روز قیامت میرے ساتھ میرے مرتبے پر فائز فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی۔ (حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۳)

☆ لست انا الذي قدمته ولئن الله قدمه — (طبرانی)

☆ ان الله يكره فوق سمائه ان يخطا ابوبكر — (طبرانی)

روایات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

☆ الفق ابوبكر على النبي صلى الله عليه وآله وسلم اربعين الف درهم — (ابن حبان)

☆ لمات ابوبكر ماترك دينار اولادهما — (زبیر بن بکار)



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔ علماء نے اپنی تالیفات میں جمع کیا ہے۔ — زرقانی سے یہ احادیث نقل کی گئیں۔

### حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق کس لیے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عہد جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا۔ اسلام میں عبد اللہ رکھا گیا۔ — حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ گھر والوں نے حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبد اللہ رکھا تھا لیکن اس پر اسم عتیق غالب ہو گیا۔

☆ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدیق رکھا گیا۔ — اس لیے کہ سب صحابہ میں سب سے پہلے آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

☆ آپ نے صدق کو لازم کیا تھا۔ آپ سے کوئی بے ہودہ بات واقع نہیں ہوئی۔ نہ احوال سے کسی حال میں وقفہ واقع ہوا۔

☆ آپ کے اسم صدیق کی ابتدا معراج کی صبح سے ہوئی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے

☆ ابن اسحاق نے حسن بصری اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ صدیق پہلا نام ہے جو معراج کی صبح کو مشہور ہوا۔

☆ حاکم نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا:

”اے امیر المومنین! آپ ہمیں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احوال سے مطلع فرمائیں۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ ہستی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ان کا نام صدیق رکھا ہے۔ وہ نماز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارے دین کے لیے خوشنود کیا۔ اور ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لیے خوشنود کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ یعنی آپ کی نسبت صدیق کے ساتھ قول و فعل میں تصدیق کی ہے۔:

نامامن اعطی واتق و صدق بالحسنی

یہ آیات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ آیات ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی ہیں کہ جب آپ نے ان سات آدمیوں کو خرید کے آزاد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کفار جنہیں عذاب دیتے تھے۔

☆ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیت:

رب او زعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ — اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ان کے ماں باپ اور تمام اولاد وغیرہ مسلمان ہو گئے۔



☆ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق ہے۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ عتیق آپ کا اصلی نام ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ پہلے آپ کا نام عتیق رکھا گیا، پھر عبد اللہ رکھا گیا۔

☆ عتیق آپ کا لقب آپ کے جمال کے سبب ہے۔

☆ عتیق عتاقہ سے ہے۔ اس کا معنی حسن و جمال ہے۔

☆ عتیق نام اس لیے ہے کہ آپ کے نسب میں وہ شے نہیں ہے جس پر عیب لگایا جائے۔

☆ یا اس لیے ہے کہ آپ خیر میں ثابت قدم تھے اور اسلام میں سب سے پہلے آپ نے سبقت کی تھی۔

☆ عتیق اس لیے کہا گیا کہ ان کی والدہ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا۔ جب ان کی والدہ نے انہیں جنم دیا تو کعبہ کی

طرف لے آئیں اور یہ کہا کہ:

”اے میرے اللہ! یہ تیرا عتیق ت سے ہے۔“

☆ عتیق نام اس لیے ہے کہ آپ آتش دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی اور حاکم نے حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

انت عتیق اللہ من النار

ابو یعلیٰ اور ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

واللہ میں اپنے مکان میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ میرے اور صحابہ کے

درمیان پردہ تھا۔ اس دوران ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من سرہ ان ينظر الی عتیق من النار فلينظر الی ابی بکر

آپ کا دور خلافت:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اڑھائی برس امیر خلافت رہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب دین کے ستون مستحکم کئے۔ منافقین کے سر جو بلند ہو گئے تھے ان کو پست کر دیا۔ آپ نے مرتدوں سے جہاد کیا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

انا سيف الاسلام و ابو بکر سيف الروة

مسلمانوں نے آپ کا لقب ”خلیفہ رسول اللہ“ رکھا۔ اور لوگوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا:

”میں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔“

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ آپ دو برس تین ماہ اور کچھ دن خلیفہ رہے۔

### مرض الموت اور وفات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر یکساں تھی۔ یعنی ۶۳ سال۔ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔

ابن سعد نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حارث بن کلدہ نے وہ خزیرہ کھایا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہدیہ بھیجا گیا تھا۔ حارث طبیب تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”اپنا ہاتھ خزیرہ سے اٹھا لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس میں وہ زہر ہے جو آدمی کو ایک سال میں ہلاک کر دیتا ہے۔“  
خزیرہ کھانے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حارث بن کلدہ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک برس گزرنے کے بعد دونوں نے ایک ہی دن وفات پائی۔

حاکم نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اس دنیائے دینہ سے کیا توقع رکھی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا۔

فتح الباری میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یہودیہ نے خزیرہ میں زہر دیا۔ یا غیر خزیرہ میں زہر دیا۔ زہیر بن بکار کا کہنا ہے کہ آپ نے سل کے مرض سے وفات پائی۔

واقدی سے روایت ہے کہ آپ نے سردی کے دن غسل کیا، اس سے بخار آ گیا جو پندرہ دن رہا۔ واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اول مرض کی یہ ابتداء ہوئی کہ سات جمادی الآخر دوشنبہ کے دن آپ نے غسل کیا۔ سردی کا دن تھا۔ پندرہ دن تک بخار رہا۔ مکان سے کسی نماز کے لیے باہر نہیں نکلتے تھے۔ سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی۔ جمادی الآخر کی ۲۲ بائیس تاریخ تھی ۳۱ھ کا سال تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تیرھ (۶۳) برس تھی۔

بیماری کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے حکم فرمایا۔ دیگر صحابہ کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس عیادت اور تیمارداری کے لیے زیادہ رہتے تھے۔

آپ کے مرض اور وفات کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ان میں مناقات نہیں ہے۔ اس لیے کہ:

☆ زہر کا کھانا بیماری کا سبب ہوا اور بیماری منقطع نہ ہوئی۔

☆ اس بیماری سے آپ کو سل ہو گئی۔

☆ پھر وفات کے مہینے میں آپ نے غسل کیا جس سے بخار آ گیا اور بخار سے ہی وفات پائی۔

### امراض میں حکمت الہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ امراض زیادہ قرب اور بلندی درجات کے لیے جمع کئے۔ تیمارداروں نے بیماری کی حالت

میں آپ سے کہا:

”ہم آپ کے لیے طبیب کو بلا رہے ہیں وہ آپ کو دیکھے گا۔“

آپ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے میری طرف نظر کی ہے۔“

انہوں نے پوچھا:

”آپ سے کیا کہا گیا ہے؟“

فرمایا: اٰلِیٰ لَعَالٍ لِّمَا اَرٰی

اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

### حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم وفات سے مماثلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نزع کے عالم

میں حاضر ہوئی۔ مجھ سے پوچھا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟“

میں نے کہا:

”دوشنبہ کے دن!“

آپ نے فرمایا:

”میرے اور اس رات کے درمیان جو وقت ہے اس میں وفات کی امید کی رکھتا ہوں۔“

آپ نے سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی اور صبح سے پہلے دفن کئے گئے۔ اس حدیث کی روایت ابویعلیٰ نے صحیح بخاری کے

رجال سے کی ہے۔

### ایمان والدین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عثمان ابن عامر تھا۔ ابوقحافہ

نے اپنے بیٹے ابوبکر صدیق کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ستانوے

(۹۷) برس تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر سلمیٰ بنت صخر قدیم سے دارا رقم میں مسلمان ہو گئی تھیں۔

## خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر بن خطاب بن نفیل ابن عبدالغری ابو حفص اقرشی العدوی واقعہ فیل کے تیرہ برس کے بعد پیدا ہوئے۔

### آپ کا لقب:

آپ کا لقب فاروق ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

☆ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لقب سے سرفراز فرمایا:

(بروایت ابن ابی شیبہ ابوسعید)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ لقب دیا ہے — (بروایت بغوی)

☆ اہل کتاب نے یہ لقب دیا ہے — (بروایت ابن سعد)

### حضرت عمر کا ایمان لانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت عمر شدید تھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت ایمان سے سرفراز ہو گئے — یوں آپ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کے لیے فتح ہوئی اور تنگی و پریشانی دور ہوئی۔

### شان عمر بزبان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں متعدد احادیث ارشاد فرمائی ہیں:

☆ اتقوا غضب عمر فان الله يعضب اذا غضب — (ابوداؤد)

☆ اصاب الله بك يا ابن خطاب — (حاکم)

☆ ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه — (ابوداؤد ترمذی)

☆ ابن الخطاب والذي نفسى بيده ما ليك الشيطان سالكا فبها قط الاسالك فجافى غير فجك

(شیخین)

☆ ان الشيطان لم يلق عمر منذ اسلم الا عمر على وجهه — (طبرانی)

☆ ما في السماء ملك الا وهو يوقر عمر ولا في الارض شيطان الا وهو يفر من عمر — (ابن عدی ابونعیم)

☆ من بالغض عمر الغضبى ومن احب عمر فقد اجنى وان الله جاهى عشيقه عرفة بالناس عامته وباهى بعمر

خاصة — (ابن عساکر)

گر کوئی اور نبی ہوتا تو.....:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لو كان بعدى لبي لكان عمر

اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن حدیث کہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بيننا انا ناييم وابتنى في الحنة ناذ امرأة توحنا الى جانب قصر فقلت لمن هذا لقصر فقالوا العمر فاروق

ان ادخله فانظر اليه نذكرت غيرتك فوليت مدبرا

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے اور عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ سے غیرت کروں گا۔“

اس حدیث کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

عمرہ کے لیے خصوصی اجازت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمرہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

اجازت چاہی تو آپ نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا:

لانتنا يا اخي من دعائك

ایک اور روایت میں اس طرح ہے: اشركنا في دعائك

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کلمہ فرمایا ہے کہ مجھے یہ امر خوش نہ کرے گا۔ کہ اس کلمہ کے بدلے دنیا ہو“

یعنی آپ کا مجھ سے دعا کے لیے فرمانا وہ کلمہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا بیچ ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کثیر

ہیں جو آپ کی صلابت دین اور موافقین دین میں مشہور ہیں۔

آپ کا دور خلافت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ آپ کا دور خلافت دس برس چھ ماہ چار

رات پر محیط تھا۔ آپ کے دور میں بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ لوگوں کو پے درپے حج کرائے۔

قاتلانہ حملہ اور شہادت:

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی:



اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک

اس دعا کی قبولیت سے ان کی شہادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تھی کہ ابولولو فیروز مجوسی نے قاتلانہ حملہ کیا — ابولولو فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا — حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے مدینہ میں داخل ہونے کے لیے اجازت چاہی تھی اور یہ کہا تھا:

”اس کے پاس ایسے کام ہیں جن سے لوگ فائدہ پائیں گے۔ یہ لوہار ہے نقاش ہے ترکھان ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مدینہ آنے کے لیے اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ایک سو درہم ماہانہ مقرر کیا — اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خراج کی زیادتی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا:

”جو کام تو کرتا ہے سو درہم ان کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہیں۔“

یہ سن کر فیروز غضب کی حالت میں پلٹ کے چلا گیا اور کہا:

”میرے سوا تمام لوگوں کے لیے عمر کا عدل وسیع ہے۔“

اس نے دل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ان کے قتل کے لیے ایسا خنجر بنایا جس کے دوسرے تھے۔ پھر اسے زہر میں بھجھایا — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کا ارادہ کیا۔ فیروز نے آپ پر تین وار کئے۔ ایک وار ناف کے نیچے کیا۔ اس وار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملے کے بعد وہ خنجر لہراتا ہوا دوڑا۔ یہاں تک کہ اس نے تیرہ صحابہ کو زخمی کیا۔ ان میں سے سات شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک نے اس پر اپنا جبہ ڈال دیا۔ اس نے جب یہ گمان کیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی ہونے پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں امامت کے لیے کھڑا کر دیا۔ انہوں نے حالات کی سنگینی اور موقع کی نزاکت کے پیش نظر صبح کی نماز خفیف کی اور سورہ کوثر اور سورہ فتح کے ساتھ نماز پڑھائی — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”دیکھو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟“

وہ ایک ساعت دوڑتے رہے۔ پھر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا:

الحمد لله الذي لم يجعل يمتي بيد رجل بدعي الاسلام

”میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔“

یہ واقعہ چھبیس (۲۶) ذی الحج ۲۳ھ کو ہوا۔ ذی الحج کا آخری روز تھا جب کہ آپ نے وفات پائی۔

آپ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو غسل دیا — جس تخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اٹھائے گئے تھے اسی تخت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھایا گیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ یکم محرم کو دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

## خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ نسب:

عثمان بن عفان بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی۔

ذی النورین لقب کیوں؟

آپ ذی النورین اس وجہ سے ہیں کہ:

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یکے بعد دیگرے آپ کی شادی ہوئی۔ مہلب بن صفروہ نے کہا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے کسی نبی کی دو بیٹیوں سے شادی کی۔ نبی بھی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تاریخ اسلام بلکہ تاریخ انسانی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی یہ شرف و امتیاز حاصل ہے۔

☆ آپ تمام قرآن و ترمیم فرماتے تھے۔ قرآن نور ہے اور قیام لیل بھی نور ہے۔ اس لیے آپ کا لقب ذی النورین ہے۔ جس وقت آپ جنت میں داخل ہوں گے آپ کے لیے دو روشنیاں چمکیں گی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ذاك امر يدعى في الملاء الا على ذالنورين

یعنی ”آپ وہ شخص ہیں کہ ملائکہ میں ذوالنورین مشہور ہیں۔“

شان عثمان بزبان نبی ذیشان علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں۔ چند ایک

پیش خدمت ہیں:

☆ لكل بنی رلیق و رلیقی فی الجنة عثمان — (ترمذی)

☆ من یحضر بیرومة فله الجنة — (بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومہ کا کنواں کھدوا دیا تو وہ جنت کے حقدار ہوئے۔

☆ من جہز حبیش العسرة فلما الجنة — (بخاری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبش عسرت کا ساز و سامان مہیا کر دیا جنت کے سزاوار ہو گئے۔

☆ والذی نفس رسول اللہ بیدہ ان الملائکہ تسبحہی من عثمان کما تستحیی من اللہ ورسولہ  
(مسلم، ابویعلیٰ، طبرانی)

☆ اشد الناس حياء عثمان — (ابونعیم)

☆ واللہ یشفعن عثمان بن عفان فی سبعین الفاً من امتی قد استوجبوا النار حتی یدخلهم اللہ الجنة (ابن عساکر)  
”قسم اللہ تعالیٰ کی عثمان بن عفان میری امت کے ان ستر ہزار آدمیوں کی ضرور شفاعت کریں گے جن پر دوزخ واجب ہوگئی ہے اور عثمان ان کو جنت میں داخل کریں گے۔“  
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔

### آپ کا دور خلافت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کثیر شہر فتح کئے — حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت گیارہ برس گیارہ ماہ اور تیرہ دن تھی — ابن اسحاق نے بائیس دن لکھے ہیں۔

### شہادت عثمان کے عوامل و اثرات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

موبی جبریل وعندی جبل من الملائکہ فقالوا اشہد من الارمیین یقتلہ قومہ انا نستحی منہ

(طبرانی، ابن عساکر)

یعنی ”میرے پاس سے جبریل ایسے حال میں گزرے کہ میرے پاس ایک گروہ تھا۔ ان ملائکہ نے کہا ان دیوں میں سے ایک شہید ہے جسے اس کی قوم قتل کرے گی۔“

آپ یوم دار میں شہید کئے گئے — یوم دار وہ زمانہ ہے جس میں لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔

آپ کی شہادت کا قصہ مختصر طور پر یہ ہے کہ آپ کے قرابت دار شہروں کے امیر تھے:

☆ ملک شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمران تھے۔

☆ بصرہ میں سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ مصر میں ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ خراسان میں عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان ملکوں کے لوگ جب حج کو آتے تو اپنے اپنے حاکم کے مظالم کی شکایت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم

طبعیت، کثیر الاحسان اور کثیر الخلم تھے — اہل مصر نے آکر ابی سرح کی شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

انہیں معزول کر کے محمد بن ابوبکر صدیق کی تولیت کے لیے لکھ دیا۔ اہل مصر راضی ہو گئے۔ یہ لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ

انہوں نے ایک شتر سوار کو دیکھا۔ اس اونٹ سوار نے ان لوگوں کو بتلایا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کا خط

لایا ہوں۔ اس میں لکھا ہے:

”ابن ابی سرح کو اپنی امارت پر برقرار رکھا جائے اور مصر کے جو نامور سرکردہ لوگ ہیں انہیں سزا دی جائے۔“  
ان لوگوں نے وہ خط اس شترسوار سے لے لیا اور لوٹ کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف کیا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ لکھنے کے لیے اجازت دی۔ انہوں نے کہا کہ:  
”اپنے کاتب کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔“

کاتب آپ کا چچا زاد بھائی مروان بن الحکم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں سے یہ خوف ہوا کہ مروان کو قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو ان کے حوالے نہیں کیا۔  
ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غضب کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی حفاظت کے لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں قتال سے منع فرمایا۔ شریر لوگ دیوار چڑھ گئے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف سے مکان کے اندر آ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ اس وقت آپ تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے۔ آپ کا خون زیر مطالعہ قرآن پاک پر گرا۔  
آپ کی شہادت جمعہ کے دن عصر کے وقت اٹھارہ (۱۸) ذوالحجہ کو ہوئی۔ مغرب و عشاء کے درمیان شنبہ میں بقیع میں دفن کئے گئے۔ ان کی عمر ۸۳ برس تھی۔

صحابہ کرام اور وہ لوگ جو اہل خیر سے تھے ان کے لیے آپ کی شہادت کا واقعہ عظیم تھا۔ آپ کے قتل سے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔ پس جو کچھ ہوا واللہ المستعان یہ قصہ بہت طویل ہے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عثمان ان الله عزوجل لقميصك قميصا فان ارادك المنافقون على خلعها فلا تخلعه ولا كرامة

(امام احمد ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دو تین بار فرماتے تھے — ابن عدی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا عثمان انك ستري الخلافة و سير يدك المنافقون على خلعها فلا تخلعها و صم في ذلك اليوم  
لقطر عندی

ترمذی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یوم دار میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عهد الى عهد افانا صابر عليه

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ عہد جاہلیت میں پا جامہ پہنا اور نہ اسلام میں بلکہ اس دن پہنا جس دن قتل کئے



گئے۔

طبری نے اپنی کتاب "الریاض النضرہ" میں جو فضائل عشرہ میں ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ لمسند ظہر الی دان جبرئیل لیوحی الیہ القرآن وانہ یقول لعثمان اکتب یا عتیم یہ تصغیر محبت سے ہے اور ملاطفت سے۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ رفیع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تباہ و تباہی سے تھے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں جانب بیٹھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بائیں طرف بیٹھتے جبکہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب سر تھے۔ یعنی وہ امور جن کو آپ لوگوں سے چھپانے کا ارادہ فرماتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لکھتے تھے۔ گویا آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار تھے۔

### خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی بن ابوطالب (ابو الحسن ہاشمی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر العلم وافر الزہد امیر المومنین خاتم خلافت نبوت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد باری کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منطبق کیا ہے:

ويعتبا اذن واعيته يا علي ان الله امرني ان ادبك ولا القصيك وان يعلماك و ان نغى و حق لك نعى مسالت ربى ان يجعلها اذنك — (بروایت سعید ابن منصور ابن جریر ابن المنذر)

شان علی بزبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مراتب بیان فرمائے۔ ذیل میں کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں:

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

☆ اما نرضین انی زوجتک اقدم امتی سماء اکثرهم علماً واعظمهم حلماً — (امام احمد طبرانی)

☆ ایک روایت میں اول المسلمین اسلاما

☆ ان الله امرني يحب اربعة واخبرني انه يحبهم علي و ابوذر والمقداد و سلمان .

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:



اللہ ورسولہ و جبریل عنک راضون — (طبرانی)

☆ من اذی علیا فقد آذانی — (امام احمد ابو یعلیٰ)

☆ من احب علیا فقد احبنی و من احبنی احبه اللہ و من ابغض علیا فقد ابغضنی و من ابغضنی فقد ابغض اللہ (طبرانی)

☆ من كنت مولاه اللهم وال من والاه و عار من عاده و احب من احبه و ابغض من ابغضه . (ترمذی نسائی امام احمد)

☆ لا یحبک الاموم و لا یفضلک الامنافق — (مسلم ترمذی)

☆ علی من وانا منه و علی ولی کل مومن من بعدی — (ابن ابی شیبہ)

☆ علی اخی فی الدنیا و الآخرة — (طبرانی)

☆ علی من بمنزله راسی من بدلی — (ابن مروویہ دیلمی)

☆ علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض — (حاکم)

☆ انت منی و انا منک — (امام بخاری)

☆ انه یحب اللہ و رسولہ و یحبه اللہ و رسولہ — (امام بخاری)

زہد و اجتہاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایہا الدین آمنوا اذانا جیتم الرسول فقد موابین بدی نجواکم صدقة

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

”ایک دینار کو تم کیا دیکھتے ہو یعنی نجوے کے صدقہ میں ہر ایک نجوی کرنے والے سے ایک دینار لیا جائے۔ تمہاری

اس میں کیا رائے ہے؟“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”لوگوں کو ایک دینار دینے کی طاقت نہ ہوگی؟“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”نصف دینار لیا جائے۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”کتنا لیا جائے؟“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”نبوی کے وقت نبوی چاہنے والے سے ایک جو کی مقدار میں لیا جائے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”انت لزہید یعنی تم زاہد ہو جو اتنی مقدار کو کافی خیال کرتے ہو۔“

چنانچہ آیت کریمہ اشفقتم نازل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اس امت سے میرے سبب تخفیف کی۔“

فضائل و مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی امیہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کثیرہ ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد اسامیل القاضی نسائی اور بوعلی نیشاپوری نے کہا ہے کہ جو احادیث جید الاسناد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہوئی ہیں اس قسم کی حدیثیں صحابہ میں سے کسی کے حق میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔

مناقب مرتضیٰ پر مبنی احادیث کی کمی کا سبب یہ تھا کہ بنی امیہ آپ کی تملیض کرتے تھے — صحابہ کرام میں سے ہر ایک کے نزدیک جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب میں کوئی شے تھی وہ اسے بیان کرتا تھا۔ بنی امیہ نے جس وقت آپ کی گمناہی کا ارادہ کیا تو جو لوگ آپ کے مناقب کی احادیث بیان کرتے تھے بنی امیہ نے انہیں ڈرایا دھمکایا — ان کا یہ ڈرانا دھمکانا انتشار کو بڑھا رہا تھا۔

آپ کا دور خلافت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار برس نو ماہ آٹھ دن خلیفہ رہے — آپ سے مہاجرین اور انصار نے بیعت کی۔ ہر شخص نے حاضر ہو کر بیعت کی —

آپ کی بیعت کے لیے آفاق میں لکھا گیا تمام مسلمانوں نے بھروسہ کر لیا مگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر شام نے اہل شام میں آپ کی بیعت کا اعتبار نہ کیا۔ ان کے درمیان جو امر ہوا وہ ہوا۔

آپ نے ایام خلافت میں خوارج اور باغیوں سے قتال کیا۔ اس عہد کی بنا پر جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ذمہ کیا تھا — ابو یعلیٰ نے جید سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے:

عہد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اقاتل الناکثین والقاسطین و المارقین

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان منکم من بقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تاویل قرآن پر جو شخص قتال کرے گا کیا وہ شخص میں ہوں؟“

آپ نے فرمایا:

”وہ تم نہیں ہو۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

”کیا وہ شخص میں ہوں؟“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تم وہ نہیں ہو بلکہ وہ شخص فاصف النعل ہے“ یعنی جوتا سینے والا شخص ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی وہ اس کو سی رہے تھے۔ اس حدیث کو ابویعلیٰ نے صحیح بخاری کے رجال سے روایت کیا ہے۔

شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پس منظر:

اصابہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ رائے تھی کہ ملک شام کے لوگ میری طاعت میں داخل ہو جائیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا ولی کھڑا ہو جائے اور ان کے پاس خون کا دعویٰ کرے۔ اس کے بعد آپ ان قاتلوں کے ساتھ وہ عمل کریں شرع جس کا حکم واجب کرے۔

جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف رکھتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ ہم قاتلوں کا پیچھا کرتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر یہ امر تھا کہ دعویٰ اور گواہی کے بغیر قصاص نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حقیقت حال یہ تھی کہ دونوں فریق مجتہد تھے۔ صحابہ کرام سے ایک فریق وہ تھا جو قتال میں داخل نہیں ہوا تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ صواب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس اختلاف کے بعد جو قدیم زمانہ میں تھا اہل سنت نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس دن وفات پائی اس دن روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں تھا۔ اور جس شخص کے ہاتھوں آپ شہید ہوئے اس سے بڑھ کر اشدی لاخرین کوئی نہیں تھا۔ اس کا نام عبدالرحمن بن ملجم تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ قتل مختصراً یہ ہے کہ خوارج سے تین آدمیوں نے مکہ شریف میں ایک رات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کرنے پر باہم عہد کیا۔ وہ رات سترہ رمضان یا اکیس رمضان کی تھی۔

☆ ابن ملجم نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

☆ برک بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

☆ عمرو بن بکیر انہی نے کہا کہ میں عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

پھر ایک نے اس شہر کی طرف رخ کیا جس میں ان کا مطلوب تھا۔ چنانچہ ابن ملجم کوفہ میں آیا اور چھپ رہا۔ اس نے خوارج میں قظام نامی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ اس عورت نے اپنے مہر میں تین ہزار درہم ایک غلام ایک مغنیہ لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی شرط کی۔ یہ سترہ رمضان المبارک جمعہ کی رات تھی اور ۴۰ھ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر ایسی تلوار سے وار کیا جو زہر آلود تھی۔ اور اس زخم سے زہر آپ کے دماغ تک پہنچ گیا۔ ضرب کھا کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لوت دروب الکعبۃ "رب کعبہ کی قسم! میں شہادت پر فائز ہو گیا۔"

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ اس رات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے آپ کی امت سے کیا دیکھا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم ان پر بددعا کرو۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا کی:

اللہم ابدلنی بہم من ہو خیر منهم وابدلہم من ہو شر منی

"اے میرے اللہ تعالیٰ! مجھے ان لوگوں کے عوض ان لوگوں کو بدل دے جو ان سے اچھے ہیں اور ان لوگوں کو میرے

عوض ان لوگوں کو بدل دے جو مجھ سے برے ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یک شنبہ کی رات میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ نے ایسی عظیم وصیت کی جس میں نصائح تھے۔ پھر آپ نے کوئی بات نہیں کی سوائے کلمہ طیبہ کے ذکر کے۔ اور اس کلمہ کی اس وقت تک کثرت کرتے رہے جب تک کہ آپ کا سفر آخرت آ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ برس تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حسین اور عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ان پر نماز پڑھی۔

قاتل کا انجام:

حاضرین نے ابن ملجم کو پکڑ کر قید کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفین و تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں

کاٹ دیئے گئے اور حجرہ میں ڈالا گیا۔ پھر آگ سے جلا دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا تھا:  
”من اشقی الاولین“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تھا کہ:  
”حضرت صالح علیہ السلام کی اوتنی کی کوئیں کاٹنے والا شخص تھا۔“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:  
”من اشقی الآخرين۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تھا کہ:  
”اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”تمہارا قاتل اشقی الناس ہے۔“

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”علی ستقتلك الفتنة الباغية وانت علی الحق لمن لم یضرك یومئذ للسیس منی“  
امام احمد وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”علی ان لك یكندا فی الجنة“

حضرت معاویہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما پر حملے:

جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قتل کرنے کے لیے گیا تھا اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا۔ ان کا علاج کیا گیا۔ وہ صحیح ہو گئے۔ لیکن اولاد کے قابل نہ رہے۔  
ان کے قاتل کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے۔ وہ کوفہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے اولاد پیدا ہوئی۔ زیاد نے کہا:  
”معاویہ کے قاتل کو اولاد ہو اور معاویہ کو اولاد نہ ہو۔“

زیاد نے اسے قتل کر ڈالا۔

عمرو بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رات پیٹ کی شکایت ہو گئی۔ انہوں نے خارجہ کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرمایا۔ عمرو کے قتل کا ارادہ کرنے والے نے خارجہ کو کوئچہ دیا اور قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے صبح کے وقت عمرو سے قصہ بیان کیا پھر اس شخص کو قتل کر ڈالا۔

۱۔ اس حدیث کو خطیب اور طبرانی نے جامع بن سمرہ سے ..... اور امام احمد نے عمار سے ..... اور ابوالحسن نے لین سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
بزار نے جید سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ..... اور طبرانی نے مہیب سے روایت کیا ہے۔



## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد و کاتب

یہاں مصنف نے اکیس صحابہ کرام کے نام اور ان کے مختصر احوال لکھے ہیں۔

- |                                |                           |
|--------------------------------|---------------------------|
| ☆ حضرت طلحہ بن عبد اللہ انصاری | ☆ حضرت زبیر بن عوام       |
| ☆ حضرت سعد بن العاصی           | ☆ حضرت خالد دابا          |
| ☆ حضرت عامر بن لمیرہ           | ☆ حضرت سعد ابن ابی وقاص   |
| ☆ حضرت ابی ابن کعب             | ☆ حضرت عبد اللہ بن الارقم |
| ☆ حضرت حنظلہ بن ربیع           | ☆ حضرت ثابت بن قیس        |
| ☆ حضرت معاویہ ابن ابوسفیان     | ☆ حضرت ابوسفیان بن حرب    |
| ☆ حضرت زید بن ثابت بن ضحاک     | ☆ حضرت یزید بن ابی سفیان  |
| ☆ حضرت علا بن حضرمی            | ☆ حضرت شرجیل بن حسنہ      |
| ☆ حضرت عمرو بن العاص           | ☆ حضرت خالد بن ولید       |
| ☆ حضرت عبد اللہ بن رواحہ       | ☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ      |

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ورضو عنہم۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اللہ کے جن پیاروں نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے، حضرت طلحہ ان میں سے ایک ہیں

— اور اصحاب شورئ سے جو چھ حضرات ہیں ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علا بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں —

صعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ طویل عمر پائی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندہ رہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا:

☆ طلحہ هذا جبريل يقرأ لك السلام و يقول انامك في احوال القيامة حتى انجيك منها

(ویلمی ابن عساکر)

☆ اللهم الفح طلحہ بضحك اليك تضحك اليه — (طبرانی، ابونعیم، ضیاء)

☆ طلحہ وزبیر یہ دونوں جنت میں میرے ہمسایہ ہیں۔ (ترمذی)

☆ طلحہ خیر شہید بمشی علی وجه الارض — (ابن ماجہ، حاکم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذی القرد میں ایک پانی پر گزرے۔ جس کا نام غسان الخ تھا۔ آپ نے فرمایا: ”وہ نغمان ہے وہ طیب ہے۔“

آپ نے اس پانی کا نام بدل دیا۔ اس پانی کو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر لیا اور اس کے ساتھ تصدق کیا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”الت باطلحہ الفیاض“

اس سبب سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فیاض کہا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ کا نام ”طلحہ خیر“ رکھا۔  
 واضح رہے کہ طلحہ جود اور طلحہ الطلحات اور ہیں اور یہ طلحہ خزاعی اور ہیں۔ اس حدیث کو زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے۔ طلحہ خزاعی کی تعریف میں یہ شعر کہا گیا ہے:

نضر اللہ اعظما و فنوھا بسجتان طله الطلحات

حضرت طلحہ فیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیر ہیں۔ ۳۳ھ میں جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔  
 حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالغری بن القصى القرشی اسدی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کے حواری یعنی ناصر ہیں۔ آپ سے خاص خلوص رکھنے والے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان لكل بنی حواری وان حواری الزبیر (شیخین)

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور مجلس شوریٰ کے چھ سے ایک ہیں اور جو لوگ کہ مسلمان ہوئے ہیں ان سے ایک ہیں۔  
 جس وقت آپ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے تو آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا چچا ایک بورے میں لپیٹ کے تکلیفیں دیتا اور ان پر آگ سے دھواں دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ ”دین اسلام کو چھوڑ دو۔“  
 حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ ”میں کفر اختیار نہ کروں گا۔“

جس وقت لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ:

”آپ زبیر کو خلیفہ کر دیجئے۔“

تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اصحاب سے البتہ وہ اچھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب سے زیادہ دوست ہیں۔“

اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔

اللہ کے لیے سب سے پہلے تلوار کھینچنے والے:

عروہ اور ابن المسیب سے روایت ہے:

اول من سيفه في الله الزبير

یعنی ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلے جس نے اپنی تلوار کھینچی ہے وہ زبیر ہیں۔“

واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے زور سے پھونکا اور یہ کہا:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پکڑے گئے۔“

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار سے لوگوں کو چیر رہے تھے۔ جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ مکہ میں تھے

آپ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور ان سے فرمایا:

”یا زبیر! تم کو کیا ہو گیا جو تم تلوار کھینچے ہوئے ہو۔“

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”مجھے یہ خبر ملی تھی کہ آپ پکڑے گئے ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر درود بھیجا اور ان کے لیے دعا کی اور ان کی تلوار کے لیے دعا کی۔

حدیث کو زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام:

یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے۔ وہ غلام انہیں خراج کرتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تمام خراج کو خیرات کر دیتے۔ اس خراج میں سے کچھ بھی ان کے گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا۔

انتقال:

جنگ جمل میں لڑائی کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ

اے زبیر! تم علی سے قتال کرو گے اور تم علی کے حق میں ظالم ہو گے۔“

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

وقت تک مجھے یاد نہیں آیا۔“

اس کے بعد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ سے پلٹ کے چلے گئے۔

عمرو بن برموز نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی سباع میں دھوکہ سے اس وقت قتل کیا کہ وہ سو رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرب حاصل کرنے کے لیے اس قتل کے سبب آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو

دوزخ کی بشارت دی۔ یہ تینتیس (۳۳ھ) کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے

حضرت سعد بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خالد دابار رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ ابواحمہ کی اولاد ہیں۔ مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ عشرہ مبشرہ سے ایک ہیں۔ مجلس شوریٰ جو چھ اصحاب پر مشتمل تھی آپ اس کے رکن ہیں۔ چھ سابقین الاولین اور شہسواروں کے بعد آپ کا نام ساتواں ہے۔

جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا آپ کی عمر انیس برس تھی۔ آپ مستجاب الدعوت تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی:

اللهم اجب لسعد اذا دعاك

سعد کوئی دعا نہیں کرتے مگر ان کے لیے اجابت دعا ہوتی تھی۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کی ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا وصال عشرہ مبشرہ کے آخر میں ہوا۔ آپ کے

مناقب کثیرہ ہیں۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہمی ہیں۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں۔ آپ سابقین اسلام سے ایک ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

آپ کی شہادت غزوہ بیر معونہ میں ہوئی۔ بخاری میں ہے کہ اہل مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ عامر بن الطفیل امیر لشکر نے پوچھا:

”تم لوگوں میں وہ کون شخص ہے جس وقت اسے شہید کیا گیا میں نے اسے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان

اٹھا گیا۔“

اہل لشکر نے جواب دیا:

”عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔“

حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عبداللہ بن الارقم ابن ابی الارقم بن عبد یغوث بن عبد مناف بن زہیرہ بن کلاب القریشی الزہری۔ ان کے دادا عبد یغوث



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے۔

حضرت عبداللہ بن الارقم یوم نبح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھتے تھے۔ جیسا کہ اسے بغوی نے روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اپنی امانت داری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اس درجہ کو پہنچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حکم فرماتے:

”ملوک کی طرف لکھو“

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے اور اس پر مہر لگا دیتے۔ آپ کے نزدیک حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امانت کے سبب اس نامہ کو نہیں پڑھتے تھے۔

امام مالک نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط لکھا۔ آپ نے عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”ان لوگوں کو جواب لکھو“

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لے لیا اور ان لوگوں کو جواب لکھا۔ پھر اس جواب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

”جو تم نے لکھا ہے اس کے ساتھ اصابت ہوئی۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ بات ہمیشہ میرے دل میں تھی یہاں تک کہ میں نے انہیں بیت المال پر مقرر کیا۔ اس حدیث کو بھی ابوالقاسم بغوی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خطوط لکھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں انہیں بیت المال پر عامل رکھا۔

حضرت حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”اگر یہ امر نہ ہوتا کہ تمہاری قوم میرا انکار کرتی تو میں عبداللہ بن الارقم کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے استعفائے ولایت چاہا اور ولایت سے علیحدہ رہے۔ اور اسے ترک کر دیا۔

— امام مالک سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس ہزار درہم کی اجازت دی۔ انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

”میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“

”میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“



امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں کہتے تھے:  
 ”میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ عبد اللہ بن الارقم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھے۔“  
 حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔  
 حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جن انصار نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے حضرت ابی ابن کعب ابن قیس الانصاری التجاری ان میں سے تھے۔ آپ  
 صحاب عقبہ ثانیہ سے تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر مشاہد میں حاضر تھے۔  
 امام احمد اور مسلم نے ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
 ”قرآن مجید میں برکت میں کون سی آیت اعظم ہے؟“  
 ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”آیت الکرسی ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:  
 ”اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک باد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ سورہ لم یکن الذی کفروا  
 تمہارے سامنے پڑھوں۔“

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا:  
 ”کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟“

آپ نے فرمایا:

”ہاں تمہارا نام لیا ہے“

یہ سن کر ابی رو دیئے۔ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
 اے ابومنذر! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن مجید پیش کروں“

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا اور آپ کے ہاتھوں پر میں مسلمان ہوا اور میں نے آپ سے تعلیم پائی۔ آپ  
 میرے سامنے قرآن مجید پیش فرماتے ہیں۔“

آپ نے ان کی بات روکی۔ ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس جگہ میرا ذکر کیا گیا ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تمہارا نام اور تمہارا نسب ملا اعلیٰ میں ہے۔“

ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب آپ قرآن مجید پڑھیے۔“

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے رجال ثقات ہیں۔

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے۔ آپ ان چھ قاریوں میں سے ایک

ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ انصار سے وہ قراء یہ ہیں:

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کو طبرانی بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فقہاء سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں فتوے دیتے

تھے۔ آپ نے ۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط عمان کے دو بادشاہوں کو لکھا تھا۔ وہ

بادشاہ جیفر اور عبد جلدہ کے دو بیٹے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثابت ابن قیس بن شماس ابن زبیر بن مالک الانصاری الخزرجی۔ آپ انصار کے خطیب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا:

نعم الرجل ثابت قیس

اس حدیث کو ترمذی نے حسن اسناد سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط قطن بن حارثہ العلی

کو لکھا تھا۔

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت حنظلہ بن الربیع بن صلی ابن الحارث التیمی الاسدی ہیں۔

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی اموی ہیں۔ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت ام

حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زینت ہیں۔

## مرت معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی ولایت پر برقرار رکھا تھا۔ ابن اسحاق لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف ملک شام کے امیر اور والی سال تک رہے تھے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلافت سے علیحدہ ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سال تک خلیفہ و امیر المومنین رہے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف اور عجز سے ترک خلافت نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے ترک خلافت کیا تھا۔

امام احمدی کی مسند میں مباحث کی حدیث روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم علم معاویۃ الكتاب والحساب و فة العذاب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحی کی کتابت سے مشہور ہیں۔ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ۵۹ھ کے عشرہ اخیر میں ت پائی۔ اسی برس عمر پائی۔

## حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دمشق پر امیر کیا تھا۔ ان کی کنیت ابوالمکرم تھی۔ انہیں یزید الخیر کہتے تھے۔ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ بنی ابوسفیان میں یزید افضل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کو بنی فراس کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمائے صحابہ اور ان کے سردار تھے۔ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت سے یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سواونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یزید بن ثابت بن ضحاک الانصاری التجاری ہیں۔ وحی لکھنے کے ساتھ مشہور ہیں۔ ۵۰ھ میں وفات پائی۔ فقہائے صحابہ میں سے ایک تھے۔ ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں مصحف میں نقل کیا۔

## حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات شام میں حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی زمینوں سے ایک زمین پر ان کو وائی کہا تھا۔ آپ نے وہیں ۱۸ھ میں رحلت فرمائی۔

### حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علاء بن حضرمی بن عبد اللہ بن عمار ہیں۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل الشان ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بحرین پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کو برقرار رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برقرار رکھا۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ کچھ کلمات کہہ کے دریا میں اتر گئے تھے۔ ۱۴ھ میں وفات پائی۔ صحابہ کرام میں سے حضرت سائب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

### حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ الخزرجی ہیں۔ آپ کا لقب سیف اللہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے ہیں۔ ۲۱ھ میں بمقام محص میں وفات پائی۔

### حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عمرو بن العاص بن وائل القرشی السہمی ہیں۔ عام حدیبیہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے مصر کو فتح کیا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کی امارت پر دوبارہ والی ہوئے تھے:

☆ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں۔

☆ دوسری بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں۔

۵۵ھ کے بعد وفات پائی۔ عمر چالیس برس سے زائد تھی۔

### حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدیبیہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ یکے بعد دیگرے دو جگہ کے والی ہوئے:

☆ پہلے امارت بصرہ کے والی ہوئے پھر۔

☆ کوفہ کی امارت کے والی ہوئے۔

۵۵ھ میں وفات پائی۔

### حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ خزرجی الانصاری ہیں۔ سابقین اسلام میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ غزوہ موتمہ میں



شہادت پائی۔

حضرت خضیب ابن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ دوسی ہیں اور سابقین الاولین سے ہیں اور مشاہد میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرصہ خلافت میں وفات پائی ہے۔

حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سابقین سے ہیں۔ مسلم میں صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیامت قائم ہونے تک جو شے تھی یا جو کچھ ہونے والا تھا ان سب کا علم تعلیم فرمایا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن پر آخر زمانہ تک امیر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے اول میں ۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت حویطب بن عبدالغری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت حویطب بن عبدالغری القرشی العامری ہیں۔ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

الحاصل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب کے سوا اور کاتب بھی ہیں۔ حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کتابت خطوط رسالت کے الزم اور سب سے اخص تھے جیسا کہ حافظ شرف الدین دمیاطی وغیرہ نے کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھے ہیں۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں سے اول ہیں جنہوں نے آپ کے خطوط مدینہ منورہ میں لکھے ہیں۔ اول ان لوگوں سے جو قریش سے ہیں اور مکہ معظمہ میں انہوں نے آپ کے خطوط لکھے ہیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری ہیں۔ پھر وہ مرتد ہو گئے۔ بعد میں یوم فتح مکہ میں اسلام کی طرف عود کیا۔ جن لوگوں نے آپ کے خطوط لکھے ہیں ان سب میں اپنے غیر سے اکثر خلفائے اربعہ ہیں اور بن العاصی بن امیہ کے دونوں بیٹے ابان بن سعید اور خالد بن سعید ہیں۔

### مکتوبات شریف

صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں گرامی نامہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اسلام کو شرائع اور احکام میں جو خط لکھے ہیں۔ ان میں سے آپ کا وہ خط ہے جو



صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔

یہ خط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا۔ ان کو یہ خط اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا یا کاتب سے لکھا کے دیا۔ بخاری اور ابوداؤد میں اس خط کا متن یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذه فريضة الصدقة التي فرضها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على المسلمين التي امر الله بهارسوله

فمس سلها من المسلمين على وجهها فليعطه او من سل فوقها فلا يعط

یہ فریضہ اس صدقہ کا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ وہ صدقہ یعنی زکوٰۃ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ مسلمانوں میں سے جس شخص کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے سوال کیا جائے اس وجہ پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خط میں اس کا بیان ہے۔ اس مسلمان کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ طلب کرنے والے کو دے دے اور جس مسلمان سے زکوٰۃ زیادہ طلب کی جائے تو وہ زکوٰۃ مفروضہ سے زیادہ نہ دے۔

اونٹوں میں زکوٰۃ مفروضہ:

☆ فی اربعه وعشرين من الابل فما وونها من الغنم فی کل خمس شاة — یعنی چوبیس (۲۴) اونٹوں میں یا ان سے کم اونٹ ہوں تو — ہر پانچ میں غنم سے ایک شاة یعنی بکری زکوٰۃ دے۔

☆ فاذا بلغت خمساد عشرين الى خمس و تثن فقها بنت مخاض انثیٰ —

جس وقت اونٹ کی تعداد پچیس (۲۵) ہو اور تینتیس (۳۳) تک ہو جائیں تو — ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض انثیٰ ہے — بنت مخاض اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہوا ہو اور اس کی ماں حاملہ ہوگئی ہو۔

فان لم تکن بنت مخاض فابن لبون ذکر یعنی اگر بنت مخاض نہ ہو تو زکوٰۃ مذکورہ میں ابن لبون مردے — ابن لبون اونٹنی کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہو گیا ہو اور اس کی ماں وضع حمل کے سبب دودھ والی ہوگئی ہو۔

☆ فاذا بلغت ستاد ثلثین ابی خمس و اربعین — جس وقت اونٹ چھتیس (۳۶) کی تعداد کو پہنچیں اور پینتالیس (۳۵) تک ان کی تعداد ہو جائے تو ان میں بنت لبون انثیٰ زکوٰۃ ہے۔

☆ جس وقت چھیالیس (۳۶) کی تعداد کو پہنچیں اور ساٹھ (۶۰) تک ہو جائیں تو ان میں حقہ طروقة الجمل زکوٰۃ ہے — حقہ طروقة الجمل اونٹنی کا مادہ بچہ جس پر تین سال گزر کے چوتھا سال ہو اور اونٹ اس کے ساتھ جفتی کرے۔

☆ جس وقت اونٹ اکٹھ (۶۱) کی تعداد کو پہنچیں اور مئھتر (۷۵) تک ہو جائیں تو — ان میں زکوٰۃ ایک جدعہ ہے۔ جدعہ بہ نفع جمیم وہ اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہو گیا ہو اور اپنے سامنے کے دانت گرا دیے ہوں۔ زکوٰۃ

یہ اونٹ اتنی ہے۔

☆ فاذا بلغت ستاد سبعین ففيها بنتا لبون — جس وقت اونٹ چھتر (۷۶) کی تعداد کو پہنچیں تو ان میں زکوٰۃ دو بنت لبون ہیں۔

☆ فاذا بلغت احدى وتسعين الى عشرين ومائه ففيها حقتان طروقة الجمل — جس وقت اونٹ اکانوے (۹۱) کی تعداد کو پہنچیں اور ایک سو بیس تک ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ دو حقہ طروقة الجمل ہیں۔

☆ فان ذادت من عشرين ومائه لفي كل اربعين بنت لبون جس وقت ایک سو بیس سے تعداد میں زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک چالیس اونٹوں میں ایک ایک بنت لبون زکوٰۃ ہے۔

— ولفی كل خمسين حقہ — ہر ایک پچاس میں ایک حقہ زکوٰۃ ہے۔

☆ ومن لم يكن معه الا اربع من الابل فليست فيها صدقة ..... اور جس شخص کے پاس نہ ہوں مگر چار اونٹ تو ان میں صدقہ نہیں ہے۔

..... الا ان يشاء بها ..... مگر ان چار اونٹوں کا مالک اگر تطوع کے طور پر ان کی زکوٰۃ نکالے تو اسے اختیار ہے۔

☆ فاذا بلغت خمسامن الابل ففيها شاه ..... جس وقت اونٹ پانچ کی تعداد کو پہنچیں تو ان میں زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

☆ ومن بلغت عذره من الابل صدقة الجذعة وليست عنده جذعة وعنده حقة فانها تقبل منه الحقة ويجعل معها شاتين —

جس شخص کے پاس اونٹوں سے جذعہ کا صدقہ پہنچے — اور حالت یہ ہے کہ اس کے پاس جذعہ نہیں ہے اور اس کے پاس حقہ ہے تو اس کے پاس حقہ ہے تو اس شخص سے حقہ قبول کیا جائے — اور زکوٰۃ دینے والا اس حقہ کے ساتھ دو بکریاں دے دے۔ اگر اپنے مال میں بکریاں پائے یا دو بکریوں کے بدلے زکوٰۃ دینے والا دس درہم دے دے۔

☆ ومن بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة وتعطيه المصدق عشرين درهما —

جس شخص کے پاس حقہ کی زکوٰۃ پہنچے اور حالت یہ ہے کہ اس کے پاس حقہ نہیں ہے اور جذعہ ہے تو زکوٰۃ لینے والا شخص زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم دے دے۔ اور زکوٰۃ میں جذعہ لے لے — اور شاتین یا دو سیاعی بکریاں صدقہ دے دے۔

☆ ومن بلغت بنت لبون وعنده الحقة فيها تقبل منه الحقة ويعطيه المصدق عشرين درهما

اوشاتین

جس شخص کی زکوٰۃ بنت لبون کو پہنچے۔ اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کیا جائے اور زکوٰۃ لینے نکالنے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

☆ ومن بلغت عنده صدقة بنت لبون وليست عنده بنت مخاض فالحق تقبل منه بنت المخاض و يعطى

معها عشرين درهما اوشاتین

اور جس شخص کے پاس بنت لبون کی زکوٰۃ پہنچے اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس بنت لبون نہیں ہے اور اس کے پاس بنت مخاض ہے تو اس زکوٰۃ دینے والے سے بنت المخاض قبول کی جائے۔ اور زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ لینے والے کو اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے دے۔

☆ ومن بلغت صدقة بنت مخاض و ليست عنده و عنده بنت لبون فالحق تقبل منه بنت لبون و يعطيه

المصدق عشرين درهما اوشاتین فان لم يكن عنده بنت مخاض على وجهها و عنده ابن لبون فانه

تقبل منه بوليس معه شئ

اور جس شخص کا صدقہ بنت مخاض کو پہنچے اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون قبول کی جائے۔ اور زکوٰۃ لینے والا اس کو بیس درہم دے یا دو بکریاں دے۔

اگر اس زکوٰۃ دینے والے کے پاس بنت مخاض اس وجہ پر نہ ہو کہ جو زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اور حال یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کے پاس ابن لبون ہے تو قبول کیا جائے۔ اگرچہ قیمت میں بنت مخاض سے اقل ہو اور اس کے حاصل کرنے میں تکلیف اور اس کے ساتھ کچھ شے زیادہ نہیں ہے۔ یہ وہ حکم ہے جس پر کل علماء کا اتفاق ہے۔

چرنے والی بکریوں میں زکوٰۃ مفروضہ:

چرنے والی بکریوں اور ان کے صدقہ یعنی زکوٰۃ کا یہ حکم ہے کہ:

☆ اذا بلغت اربعين الى عشرين ومائة شاة شاة

جس وقت چالیس بکریاں ایک سو بیس تک کی تعداد کو پہنچیں تو زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

☆ فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين شاتان

جس وقت ایک سو بیس بکریوں سے ایک یا ایک سے زیادہ ہوں اور دو سو تک پہنچ جائیں تو ان میں دو بکریاں زکوٰۃ ہیں۔

☆ فاذا زادت على مائتين الى ثلث مائة ففيها ثلث شياه

جس وقت دو سو بکریوں سے زیادہ ہوں اگرچہ ایک ہی بکری زیادہ ہو تین سو تک کی زکوٰۃ تین بکریاں ہیں۔

☆ فاذا زادت على ثلث مائة ففي كل مائة شاة

جس وقت تین سو بکریوں سے چار سو تک پہنچیں اور کم نہ، دس تو ہر ایک سو بکریوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

اس قول کا مقتضایہ ہے کہ چوتھی بکری واجب نہ ہوگی مگر جس وقت بکریاں پوری چار سو تک پہنچیں گی۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ جمہور علماء نے کہا ہے کہ تین سو کی تعداد کے ذکر سے فائدہ اس نصاب کا بیان ہے جو اس کے بعد ہے کہ اس کا باقبل مختلف ہے۔

بعض اہل کوفہ سے روایت ہے جیسے حسن بن صالح ہیں۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت تین سو بکریوں پر ایک بکری زیادہ ہو جائے تو چار بکریاں واجب ہوں گی۔

☆ فاذا كانت سائمة الرجل ناقصة اربعين شاة فليس فيها صدقة الا ان يشاء بها ولا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجمع خشية الصدقة

جس شخص کی سائمہ بکریوں سے ایک بکری چالیس بکریوں سے کم ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ مگر ان بکریوں کا مالک تطوع کے طور پر زکوٰۃ نکالے تو زکوٰۃ لی جائے ورنہ زکوٰۃ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ اور متفرق بکریوں میں صدقہ کے خوف سے نہ جمع کیا جائے اور نہ ہی مجتمع بکریوں میں صدقہ کے خوف سے تفریق کی جائے۔

وما كان خليطين فانهما يتراجعان بينهما بالسويہ

اور وہ بکریاں جو شریکوں کی ملکیت سے ہوں وہ دونوں اپنے درمیان بالسویہ رجوع کریں۔

ولا يوخلني الصدقة هرمة اور صدقہ میں وہ بوڑھی بکری نہ لے جائے جس کے دانت گر گئے ہوں۔

ولا ذات عوار..... اور صدقہ میں وہ بوڑھی بکری نہ لے جائے جو کافی ہو یا عیب دار ہو۔ یعنی جو شرائط قربانی میں ہیں۔

ان کے موافق صحیح سالم ہو اور بے عیب ہو وہ بکری صدقہ میں لی جائے۔

ولا تيس الا ان يشاء المصدق..... اور صدقہ میں نہ بکرا نہ لیا جائے مگر صدقہ دینے والا اگر دے تو صدقہ لینے والا لے لے۔

درہموں یعنی چاندی کے سکے روپیہ کی زکوٰۃ:

☆ ولی مائتی درہم من الرقة ربع العشر

۱۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تین آدمیوں کا گروہ ہے..... ہر آدمی کے حصہ کی چالیس چالیس بکریاں ہیں... ہر ایک

چالیس میں زکوٰۃ واجب ہے..... چنانچہ وہ تینوں ان بکریوں کو جمع کریں تاکہ ان کل پر زکوٰۃ ان بکریوں میں واجب نہ ہو مگر ایک بکری

یا دو شریکوں پر تین بکریاں زکوٰۃ نکالنا واجب ہو۔ اور وہ ان بکریوں کو متفرق کر دیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ہر ایک پر واجب نہ ہو مگر ایک بکری۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب ایک جہت سے مال کے مالک کے ساتھ خطاب ہے۔ اور ایک جہت سے ساعی یعنی صدقہ لینے والے کے

ساتھ خطاب ہے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو یہ حکم فرمایا ہے کہ صدقہ کے خوف سے جمع اور تفریق سے کوئی بات نہ پیدا کریں

... مال کا مالک یہ خوف کرے کہ صدقہ زیادہ ہو جائے تو وہ بکریوں کو جمع کرے یا ان کو متفرق کرے تاکہ صدقہ زیادہ ہو جائے یا صدقہ کم ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد دو حکموں کا احتمال رکھتا تھا تو ایک پر حمل کرنا دوسرے پر حمل کرنے سے اولیٰ انتہا لہذا دونوں پر معاملاً

کیا گیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ امر جو ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا حمل مالک کے حمل کرنے سے ظاہر ہے۔



چاندی کے دو سو درہموں میں زکوٰۃ پانچ درہم ہیں — دو سو درہموں سے جو زیادہ ہوں تو از روئے حساب زکوٰۃ دی جائے۔ یعنی عشر کا جو ربع ہے اس کے حساب سے زیادہ درہموں کی زکوٰۃ دی جائے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دو سو پر جو کچھ زیادہ ہو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ چالیس تک پہنچ جائیں۔ ان چالیس میں ایک درہم زکوٰۃ ہے — اسی طرح ہر ایک چالیس میں چاندی کا ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

☆ فان لم تکن الاتسعين و مائة فليس فيها صدقة الا ان يشاء بها

اگر چاندی نہ ہو مگر ایک سو نو درہم ان میں صدقہ نہیں ہے کہ نصاب نہیں ہے — مگر درہم کا مالک تو زکوٰۃ تطوعاً دے۔

نصابوں کے بارے میں نامہ مبارک:

انہی صدقات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خط ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نصابوں کے بارے میں تھا۔ یہ صریح اس بارے میں ہے کہ یہ خط اس خط کے علاوہ ہے جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لکھا تھا اور یہ خط تبدیلی الفاظ کا بھی تقاضا کرتا ہے — یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کے ساتھ عمل کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے — اس لیے کہ یہ خط پہلے خط کے ساتھ اتحاد کا تقاضا نہیں کرتا۔

اس خط میں زکوٰۃ جنس ذکر کی گئی ہے نہ جمیع انواع زکوٰۃ — جیسا کہ ابو داؤد و ترمذی امام احمد اور حاکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ زہری نے سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب القرشی العدوی المدنی سے روایت کی ہے جو سات فقہاء سے ایک ہیں اور اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل اور وسط تابعین سے ہیں — سالم علیہ الرحمہ نے اپنے والد گرامی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کا خط لکھا لیکن اسے اپنے عمال کی طرف نہیں بھیجا اور اپنی تلوار کے ساتھ اس خط کو نزدیک کیا۔ یعنی اپنے مرض موت میں اس خط کو اپنی تلوار کے نیام میں رکھ دیا۔ وہ خط آپ کی تلوار کے نیام میں رہا یہاں تک کہ آپ نے وصال فرمایا:

اس خط پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا — پھر اس خط پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا یہاں تک کہ انہوں نے رحلت فرمائی۔

اس خط میں یہ تھا:

☆ فی خمس من الابل شاة و فی عشر شاتان و فی خمس عشر ثلث شياه و فی عشرين اربع شياه

پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے — اور دس میں دو بکریاں — پندرہ میں تین بکریاں ۲

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں جو لفظ رلہ آیا ہے اس سے مراد درہم مسکوکہ ہے۔ ..... وقلہ میں جو حرف حا ہے۔ وہ اس واؤ کے عوض ہے جو لفظ

ورق سے محذوف ہو گئی ہے۔ جیسے لفظ عدة اور وعدہ میں محذوف ہے۔ ..... یہ ابن اثیر نے جامع میں کہا ہے۔

اور فتح الباری میں کہا ہے کہ رلہ کسر واؤ تخفیف قاف خالص چاندی برابر ہے کہ معزوبہ ہو یا غیر معزوبہ

۲۔ نصاب وہ قدر معتبر جو زکوٰۃ وغیرہ کے واجب ہونے میں ہو۔



☆ الی خمس وثلثین پینتیس تک فان زادت واحده ففيها بنت لبون الی خمس واربعين  
اگر پینتیس پر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے تو ان میں بنت لبون زکوٰۃ ہے۔ پینتالیس اونٹوں تک۔

☆ فان زادت وحده ففيها حقه الی ستين  
اگر پینتالیس سے ایک زیادہ ہو تو ان میں ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔

☆ فان زادت وحده ففيها جذعة الی خمس و سبعين  
اگر ساٹھ سے ایک اونٹ زیادہ ہو تو ان میں پچتر تک ایک جزء زکوٰۃ ہے۔

☆ فان زادت وحده ففيها اہنتالبون الی تسعين  
اگر ان میں ایک اونٹ زیادہ ہو تو نوے تک ان میں دو بنت لبون زکوٰۃ ہے۔

☆ فان زادت وحده ففيها خفتان الی عشرين و مائة  
اگر نوے پر ایک اونٹ زیادہ ہو تو ایک سو بیس تک دو حقہ ہیں۔

☆ فان كانت الابل اكثر من ذلك ففي كل خمیس حقه وفي كل اربعين انبة لبون  
اگر اونٹ اس تعداد سے اکثر ہوں تو ہر ایک پچاس میں ایک حقہ زکوٰۃ ہے۔ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون  
زکوٰۃ ہے۔

### بکریوں کی زکوٰۃ:

☆ وفي الغنم فی كل اربعين شاة شاة الی عشرين و مائة  
ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ ایک سو بیس تک۔

☆ فان زادت واحدة فشتان الی مائتين  
اگر ان پر ایک بکری زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں زکوٰۃ ہیں دو سو کی تعداد تک

☆ فاذا زادت على المائتين ففيها ثلث شياه الی ثلث مائة  
جس وقت دو سو بکریوں سے زیادہ ہوں تو ان میں تین سو تک تین بکریاں ہیں۔

☆ فان كنت الغنم اكثر من ذلك ففي كل مائة شاة شاة ثم ليس فيها شنى حتى تبلغ بمائة  
اگر بکریاں تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر ایک سو میں ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ ایسے ہی پانچ سو تک پہنچیں تو ان میں پانچ  
بکریاں زکوٰۃ ہیں۔

۱۔ چوبیس (۲۴) اونٹوں کی تعداد تک چار بکریاں ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد عالی دلیل ہے: وفي خمس وعشرين بنت مخاض  
اس کی طرف جمہور علماء گئے ہیں۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پچیس (۲۵) اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے جس وقت اونٹ  
چھبیس (۲۶) ہو جائیں تو ان میں بنت مخاض زکوٰۃ ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کی روایت  
موقوف اور مرفوع دونوں طریق پر آئی ہے۔ مرفوع کی اسناد ضعیف ہیں۔

☆ ولا یفرق بین مجتمع ولا تجمیع بین متفرق مخالفة الصدقة

اور جو بکریاں جمع ہوں تو ان کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ زکوٰۃ کے خوف سے متفرق بکریاں جمع نہ کی جائیں۔

☆ وما کان من الخلطین فانہما یتراجعان بالسویۃ

وہ بکریاں جو دو شریکوں سے ہوں ان دونوں کو چاہئے کہ برابری کے ساتھ رجوع کریں۔

☆ ولا یؤخذ فی الصدقة ہرمۃ

اور جس بکری کے دانت بڑھاپے کے سبب گر پڑے ہوں تو صدقہ میں وہ بکری نہ لی جائے۔

☆ ولا ذات عیب

اور جس بکری میں عیب ہو وہ نہ لی جائے..... زہری نے کہا ہے:

☆ واذا جاء المصدق تسم الشاء اثلا ثلث خیار وثلث اوساط وثلث شرار

اور جس وقت صدقہ لینے والا آئے تو بکریوں کی تین اقسام کرے:

☆ ایک ثلث اچھی ☆ ایک ثلث متوسط درجہ کی

☆ اور ایک ثلث بری

واخذ من الوسط..... اور جو بکریاں متوسط درجہ کی ہوں ان میں سے صدقہ لے کر اس مال سے نہ لے۔ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت دوسری حدیث میں فرمائی ہے: اباک وکراہم اموالہم

یعنی صدقہ دینے والوں کے چنے ہوئے مال سے بچو..... اس حدیث حسن کو ابو داؤد ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ۱۔

خطابی نے کہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد تیرا جعان کا معنی یہ ہے کہ مثلاً دو شخصوں کے درمیان چالیس بکریاں ہیں۔ ہر ایک کی ان میں سے بیس بکریاں ہیں۔ ان دونوں شریکوں نے یہ پہچان لیا ہے کہ میرا عین مال یہ ہے۔ لہذا زکوٰۃ لینے والا ایک سے ایک بکری لے۔ جس شخص سے مال لیا گیا ہے وہ اپنے خلیفہ پر رجوع کرے۔ نصف قیمت شاة کے لیے۔ اس خلط کا نام خلط الجوار ہے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک خلیفہ شریک ہے..... امام مہدوح پر اس طور پر اعتراض کیا گیا ہے کہ شریک اپنا عین مال نہیں پہچانتا ہے۔ اور کہا ہے کہ دونوں شریک اپنے درمیان مساوی حصہ کے لیے رجوع کریں (جیسا کہ امام مہدوح نے فرمایا ہے۔) اگر ایسا نہ ہوگا تو دونوں کے رجوع کے لیے سو یہ کے ساتھ اپنے درمیان کوئی ملٹی نہ ہوگا۔ اے میرے اللہ تعالیٰ! مگر اس

۱۔ ابن الاثیر نے "نہایہ" میں کہا ہے کہ خلیفہ مخالف کو کہتے ہیں۔ اس سے اس شریک کا ارادہ کرتے ہیں کہ اپنے مال کو اپنے شریک کے مال کے ساتھ شریک کر دے۔ اور ان دونوں کے درمیان تراجم ہو۔ مثلاً ایک کی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے کی تیس گائے ہوں..... حال یہ ہے کہ دونوں کا مال خلط ہے..... چنانچہ سائی یعنی زکوٰۃ لینے والا ان چالیس سے ایک سہ ذکوٰۃ لے۔ اور تیس گائیوں سے ایک تمیع لے۔ چنانچہ ہاذل النہ اپنے شریک پر اس کے مثلہ اسہاع کے لئے رجوع کرے اور ہاذل تمیع اپنے شریک پر اسہاع کے لئے رجوع کرے۔ اس لئے کہ سون سے ہر ایک شیوع پر واجب ہے۔

۲۔ خلیفہ کو اپنے شریک کے مال کے سبب اپنے مال کا تمیز نہیں ہوتا کہ جو زکوٰۃ لی گئی ہے اس کے حصہ کے لئے رجوع کرے۔

پر جواب دیا جائے کہ تراجم بحسب حساب ہو یعنی بکریوں کی تعداد کے ساتھ تراجم ہو۔  
اور اس قسم سے کہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خلیط مستلزم نہیں ہے کہ شریک کے معنی میں ہو۔۔۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان کثیرا من الخلطاء

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اپنے اس ارشاد سے بیان کیا ہے:

ان هذا اخي له تسع و تسعون نعمة ولي نعمة واحدة

چنانچہ اس ارشاد باری نے یہ فائدہ دیا کہ خلیط سے مراد مطلق اجتماع ہے نہ شرکت۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف سے  
مفسر علماء نے اس طور پر عذر کیا ہے کہ یہ حدیث ان کو نہیں پہنچی۔ وہ حدیث پاک جس میں یہ ہے:

وما كان من الخليط

یا وہ حدیث امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو پہنچی ہو اور انہوں نے یہ دیکھا ہو کہ اصل زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کا ارشاد موطا اور صحیحین میں امام صاحب کے طریق سے:

ليس فيما دون خمس ذو و صدقة

پانچ سے کم جماعت میں صدقہ نہیں ہے۔ ذودونوں کی جماعت تین سے دس تک یا پندرہ تک یا بیس تک یا تیس تک۔ یہ  
مادینوں کی جماعت میں بولا جاتا ہے۔ اس میں واحد جمع برابر ہے۔ یہ لغوی تحقیق ہے۔

زرقلانی علیہ الرحمہ شارح ”مواعظ“ فرماتے ہیں کہ ذود مذکر اور مؤنث اور جمع اور مفرد پر واقع ہوتا ہے۔ اس لیے لفظ خمس  
دو کی طرف اضافت کیا گیا ہے۔ خلیط کا حکم اس اصل کے مغائر ہے۔ اس کے ساتھ علماء نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی ایک پر جس شے کا وہ مالک ہے اس میں صدقہ واجب نہیں ہے۔ مگر  
مال کی مثل ہو جس پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اگر خلیط نہ ہو۔

عبدالرزاق اور امام بخاری نے حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کے  
لیے چالیس بکریاں پوری ہو جائیں جبکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر ایک شریک پر ایک بکری واجب ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور اصحاب حدیث نے کہا ہے کہ جس وقت دونوں شریکوں کے جانور حد نصاب کو پہنچ جائیں تو وہ دونوں  
زکوٰۃ دیں۔۔۔۔۔ ان علماء کے نزدیک خلیط یہ ہے کہ:

☆ بکریاں چرنے کی جگہ۔۔۔۔۔ اور

☆ ان کے رات میں رہنے کی جگہ

☆ حوض یعنی پانی پینے کی جگہ اور

☆ نزدینے میں جمع ہوں۔

اور شرکت خلیط سے انحصار ہے۔۔۔۔۔ خلیط مال کا اشتراک بوجہ شیوع خلیط اس کو اور مجاورۃ کو شامل ہے۔

## اہل یمن کے نام نامہ مبارک

یہ جلیل خط ہے۔ اس میں :

☆ زکوٰۃ اور دیات اور احکام

☆ ذکر کبائر طلاق اور عتاق

☆ احکام صلوٰۃ ثوب واحد میں اور

☆ ثوب واحد میں اعتناء اور

☆ مصحف مجید کا مس کرنا۔

اور ان امور کے سوا بلواغ فقہ ہے اور اس خط میں جو شے دیات کی مقدار دن سے ہے۔ کل فقہا نے اس پر احتجاج ہے۔ اس حدیث کو نسائی۔ متصل طور سے یونس نے زہری سے مرسل اور نسائی کے شاگرد ابو حاتم نے اپنی صحیح میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل یمن کو لکھا جس میں فرائض اور سنن اور دیات ہیں۔ اور اس خط کو عمرو بن حزم ہاتھ بھیجا تھا۔ عمرو بن حزم وہ خط اہل یمن کے پاس لائے۔ اس کی نقل یہ ہے :

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد النبی الی شرحبیل بن عبد کلال و الحارث بن عبد کلال و نعیم بن عبد کلال

اما بعد!

کے بعد حدیث پاک کو اس کے طول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ آپ کے خط میں یہ تھا:

☆ من اعتبط مومنا قتلا عن غیر نبیة فانه قود

جس شخص نے کسی مومن کو بغیر نبیہ کے قتل کیا اس سے قصاص لیا جائے۔

☆ الا ان یرضی اولیاء المقتول

مگر یہ کہ بلا جنایت کے جو قتل کیا ہے اس کے وارث راضی ہو جائیں تو قصاص نہ لیا جائے۔

☆ ان الہ جل یقتل بالمرۃ

مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے۔

اور اس خط میں جو خطا ہو یہ ہے:

☆ الدیۃ مائۃ من الاہل

ایک سو اونٹ دیت ہے جس کے پاس اونٹ ہوں۔

☆ وعلی اہل الذہب الف دینار

اور مالدار شخص کے ذمہ ایک ہزار دینار ہیں۔

☆ وفي الانف اذا اعيب جدعه، الدية من الابل مائة  
جس وقت کوئی پوری ناک اس طرح سے کاٹ ڈالے کہ کچھ نہ باقی ہے اس پوری ناک کی دیت جس کے پاس اونٹ ہوں  
ایک سو اونٹ ہیں۔

☆ وفي اللسان الدية — وفي الشفتين الدية

اور زبان کاٹنے میں دیت ہے اور ہونٹوں کے کاٹنے میں دیت ہے۔

☆ وفي الخصيتين الدية — وفي الذكر الدية

اور خصیتین کے کاٹنے میں دیت ہے اور عضو تناسل کے کاٹنے میں دیت ہے۔

☆ وفي الصلب الدية — وفي لعينين الدية

اور صلب کے کاٹنے میں دیت ہے اور دونوں آنکھیں پھوڑ دینے میں دیت ہے۔

☆ وفي الرجل الواحدة نصف الدية

اور ایک پاؤں کاٹنے میں نصف دیت ہے۔

☆ وفي المامون ثلث الدية

اور دماغ کی چوٹ میں نصف دیت ہے۔

☆ وفي الجانفة ثلث الدية

اور پیٹ کے اندر جو زخم پہنچے، ثلث دیت ہے۔

☆ وفي المنقلة خمس عشرة من الابل

اور اس زخم میں کہ ہڈیاں ٹوٹ کے نکلیں۔ پندرہ اونٹ دیت ہیں۔

☆ وفي كل اصبع من اصابع اليد و الرجل عشر من الابل

ہاتھ کی انگلیوں سے ایک انگلی کی دیت اور پاؤں کی انگلیوں سے ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔

☆ وفي السن خمس من الابل

اور دانت کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔

اور امام مالک کی روایت میں ہے:

☆ وفي العين خمسون وفي اليد خمسون وفي الرجل خمسون

آنکھ کی دیت میں پچاس اونٹ ہیں — ہاتھ کی دیت میں پچاس اونٹ ہیں

☆ وفي الموضحة خمس من الابل



اور موصحہ (وہ زخم جس سے سر کی یا چہرہ کی ہڈی ظاہر ہو جائے) کی دیت میں پانچ اونٹ ہیں۔

## بادشاہوں کے نام مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیصر ملک روم ہرقل کے نام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی الحجہ ۶ھ میں جب حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو روم کے بادشاہ کو خط لکھا:

اہل روم کے دستور کا احترام:

آپ کو بتایا گیا کہ:

”اہل روم کسی خط کو نہیں پڑھتے جب تک کہ وہ سر بہر نہ ہو۔“

چنانچہ آپ : مادی کی ایک انگلی بنوائی اور اس میں تین سطریں نقش کرائیں:

☆ پہلی سطر میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ دوسری سطر میں رسول

☆ اور تیسری سطر میں اللہ

اس انگلی سے خط پر مہر لگائی۔ اہل روم کا یہ دستور تھا کہ وہ کسی ایسے خط کو اہمیت نہ دیتے تھے جس پر کوئی مہر نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ:

☆ اہل روم کو اپنے راز ظاہر ہو جانے کا خوف تھا۔

☆ اور یہ کہ جو احوال ان سے بیان کیا گیا ہے وہ لائق توجہ ہے۔

☆ اور اہل روم کے علاوہ کوئی اس پر مطلع نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کتاب سلطان اور کتاب قضاۃ کی مہر وہ سنت ہے جس کا اتباع کیا گیا

ہے۔ اس لیے بعض علمائے کرام نے کہا ہے کہ یہ مہریں لگانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے سبب ہے۔

آپ نے قیصر ملک روم جس کا نام ہرقل تھا کو خط تحریر فرمایا۔ خط لکھنے کے بعد آپ نے یہ فرمایا:

خط لے جاتے والے کے لئے جنت کی بشارت:

”میرا یہ خط لے کر ہرقل کے پاس کون جائے گا۔ اس کے لیے جنت ہے۔“

صحابہ کرام نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر خط لے جانے والا ہرقل تک نہ پہنچے۔“

یعنی کوئی رکاوٹ پیش آ جائے یا وہ راستے میں فوت ہو جائے۔ آپ نے جواب دیا:

”اگرچہ نہ پہنچے اس کے لیے جنت ہے۔“

اس خط کو حضرت وحید بن الکلبی نے لیا اور اس طرف روانہ ہو گئے جہاں ہر قل تھا۔ وہ اس وقت بیت المقدس میں تھا۔

نامہ مبارک کا متن:

اس خط کا متن یہ تھا: ۱۔

بسم الله الرحمن الرحيم

لا اله الا الله محمد الرسول الله

اسلم تسلم يؤتيك الله اجرک مرتين فان توليت فان عليك اثم الاريسين ديا اهل الكتاب  
تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله و لا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا اربابا  
من دون الله فان تولوا فقولوا الشهدوا بانا مسلمون

”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے — یہ خط ہر قل کی طرف ہے  
جو اہل روم کے نزدیک عظمت والا ہے — جس نے ارشاد کا اتباع کیا۔ اس پر سلام ہے۔

اما بعد! بعد حمد کے اے ہر قل تجھے معلوم ہو کہ میں تجھے اس کلمہ کے ساتھ دعوت دیتا ہوں جو اسلام کی طرف بلاتا ہے وہ یہ ہے:

لا اله الا الله محمد الرسول الله

تو مسلمان ہو جا اور سلامت رہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے تیرا اجر دوبار دے گا:

☆ ایک اجر یہ ہے کہ تو اپنے نبی پر ایمان لایا ہے۔

☆ دوسرا اجر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

اگر تو اسلام سے منہ پھیرے گا تو تجھ پر اریسین کا گناہ ہوگا۔ ۲

اے اہل الکتاب!..... تم لوگ اس کلمہ کی طرف آؤ کہ ہم مسلمانوں اور تم اہل کتاب کے درمیان برابر ہے۔ اس میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کو اپنے نفس مبارک سے شروع فرمایا۔ یہ سنت ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے۔ بخاری  
کی روایت میں ابتدایوں ہے: من محمد عبدالله ورسوله

”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے“ — عبد اللہ لکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کل  
رسول اکرم الخلق ہیں مگر اس مرتبہ کے باوجود وہ تمام رسول اس بات کے مقرر ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عید ہیں۔ اور اس کے باطل ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ  
نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں جس امر کا دعویٰ کرتے ہیں —

بخاری میں من محمد بن عبدالله رسول الله الى هرقل عظيم الروم — وارد ہے۔ یعنی یہ خط ہر قل کی طرف ہے جو روم کے نزدیک معظم ہے ابو نعیم اور  
ابن عساکر میں وحید کی حدیث سے یوں ہے: الى قيصو صاحب الروم سلام... اور ”کتاب اسجد ان“ بخاری میں السلام الف لام کے ساتھ ہے  
علی من اتبع الهدی... یعنی ”جس نے ارشاد کا اتباع کیا اس پر سلام ہے۔ ہدی کا معنی ہے ارشاد۔

۳ خطابی نے کہا ہے کہ اریسین سے مراد ضعیفوں اور تابعین سے ہے۔ اس لئے کہ ہر قل کی تقلید کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ چھوٹے بڑوں  
کے تابع ہوتے ہیں... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن مجید، تورات اور انجیل اختلاف نہیں کرتی ہے اور یہ کہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں — اسے عبادت میں ایک مانیں۔ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کریں۔ اس کی عبادت میں ہم کسی کو شریک نہ کریں اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ ٹھہرائیں — اور ہم سے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ اختیار کرنا پڑے۔ ہم:

☆ عزیر کو ابن اللہ نہ کہیں۔

☆ نہ مسیح کو ابن اللہ کہیں۔

☆ حلال اور حرام میں یہودی علماء کی اطاعت نہ کریں کہ وہ بھی ہماری طرح بشر ہیں —

اگر تم توحید سے منہ پھیرو تو یہ اعتراف کرو کہ ہم مسلمان ہیں — یا یہ اعتراف کرو کہ جس شے کے ساتھ کتاب ناطق

ہے ہم اس کے ساتھ کافر ہیں۔“

خط ملنے پر رد عمل:

نبی کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامہ مبارک جب قیصر کے روبرو پڑھا گیا تو قیصر کے بھتیجے نے شدید غضب کیا اور قیصر سے کہنے لگا:

”مجھے یہ خط دکھا۔“

قیصر نے اس سے پوچھا:

”تو اس خط کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟“

اس نے جواب دیا:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس خط میں اپنی ذات سے ابتداء کی ہے کہ من محمد رسول اللہ لکھا ہے اور

تیرا نام صاحب الروم رکھا ہے۔“

اس کے چچا قیصر نے کہا:

”تو ضرور ضعیف الرائے ہے۔ تو اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ میں اس شخص کے خط کو پھینک دوں جس کے پاس ناموس

اکبر یعنی جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں۔“ یا قیصر نے ایسا کلام کیا جس کا یہ معنی ہے یا قیصر نے یہ کہا کہ:

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا ہے کہ اریسین بھیتی باڑی کرنے والے لوگ ہیں۔ یہ لفظ لغات شامیہ سے ہے۔ اہل السواد اہل فلاح تھے مجوس تھے اور

اہل صناعت سے تھے۔ ازہری کے غیر نے لکھا ہے کہ اریسین عبد اللہ بن اریس کی طرف منسوب ہیں۔ نصاریٰ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اس نے دین

نصاریٰ میں بہت سی چیزیں بدعات کے طور پر ایباد کی تھیں جو دین عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف تھیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ شخص اس قوم سے تھا جس کی طرف

ایک نبی بھیجے گئے تھے۔ اور ان لوگوں نے اس نبی کو قتل کر ڈالا تھا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک میں یوں مقدر مانا جائے کہ ”اریسین

کی مثل تجھ پر گناہ ہے۔“

۱۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت شریف یا اہل الکتاب اس کے نزول سے پہلے لکھی تھی۔ آپ کا یہ لفظ اس آیت کے موافق ہوا

جبکہ یہ بعد میں نازل ہوئی۔ یہ آیت شریف نجران کے وفد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔ اہل نجران کا قصہ سنہ وفود میں تھا جو کہ سنہ ۹ ہجری ہے۔ ابوسفیان کا

یہ قصہ اس سے پہلے سنہ ۶ ہجری میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہ آیت شریف یہود کے قصہ میں نازل ہوئی۔

”میں اس خط کو ڈال دوں جبکہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس خط میں کیا لکھا ہے۔ اگر آپ رسول اللہ ہیں تو آپ اس امر کے زیادہ حق دار ہیں کہ خط کی ابتداء اپنی ذات سے کریں۔ اور آپ نے سچ بات کہی ہے کہ میں صاحب الروم ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا مالک ہے اور اہل روم کا مالک ہے۔“

### مہ مبارک کا ادب و احترام:

پھر قیصر نے اس خط کو اپنے سر پر رکھا اور اس کو بوسہ دیا اور اسے دیبا اور حریر میں لپیٹا اور جامہ دان میں رکھ دیا۔ پھر قیصر نے دجیہ کے اتارنے اور ان کا اکرام کرنے کے لیے امر کیا۔ دجیہ نے کہا:

”قیصر نے دوسرے دن مجھے خفیہ طور پر بلایا اور ایک عظیم مکان میں مجھے داخل کیا۔ میں نے تین سو تیرہ تصویریں دیکھیں جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تھیں۔ قیصر نے مجھ سے کہا کہ ان انبیاء میں تم دیکھو کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک دیکھی۔ گویا آپ باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ”یہ ہیں“ قیصر نے کہا ”تم نے سچ کہا“

اس حدیث کو ابو نعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ قیصر کے امر سے وہ تھا جسے امام بخاری نے اپنی حدیث میں ذکر کیا ہے۔ خط ملنے کے بعد قیصر حمص کو گیا۔ وہاں نصاریٰ کو جمع کر کے ان سے کہا:

”کیا تم کو رشد اور فلاح کی رغبت ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ رغبت ہے کہ تمہارا ملک ہمیشہ قائم رہے۔ تم اس نبی سے بیعت کر لو۔“

یہ سن کر سب وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ دروازے مقفل تھے۔ قیصر نے جب ان کی ایسی وحشت دیکھی تو حکم دیا کہ ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ جب وہ آئے تو ان سے کہا:

”میں تمہارے دین پر تمہاری شدت دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے تم سے وہ امر دیکھا جسے میں دوست رکھتا ہوں۔“

سب نصاریٰ نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ یہ ہرقل کا آخری احوال تھا۔ آپ کے پاس ہرقل کا جواب آیا تو آپ نے فرمایا:

”اس کا ملک ثابت رہا۔“

### نسل در نسل برکات:

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں سیف الدین فیلیج المنصوری سے روایت کی ہے کہ جو دولت قلا دونیہ کے امراء سے ایک شخص ہے۔ وہ بادشاہ مغرب کے پاس ملک منصور قلا دون کی طرف سے ہدیہ لایا تھا۔ سیف الدین کو ملک مغرب نے ملک فرنج کے پاس کسی کی شفاعت کے بارے میں بھیجا اور ان سے شفاعت کو قبول کر لیا اور سیف الدین کا اکرام کیا۔ اور سیف الدین سے کہا:

”میں تم کو ایک تختہ، سینہ ضرور دوں گا۔“

اس نے سیف الدین کے روبرو ایک ایسا صندوق نکالا جس کے تختے سونے کے تھے۔ اس صندوق میں سے ایک قلم دان نکالا



اور قلم دان سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حروف زائل ہو گئے تھے۔ اس پر سے حریر کا کپڑا چپک گیا تھا۔ خط نکالنے کے بعد کہا: ”یہ خط تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاہ جو کہ آپ نے میرے دادا قیصر کو لکھا تھا۔ ہم لوگ اب تک اس خط کو میراث پارہے ہیں۔ ہمارے باپوں کے باپ جو قیصر تک ہیں انہوں نے ہمیں یہ وصیت کی ہے کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہے گا تو ملک ہمیشہ ہم لوگوں میں رہے گا۔ ہم لوگ اس کی حفاظت نہایت حفظ سے کرتے ہیں اور ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس خط کو ہم نصاریٰ سے چھپاتے ہیں تاکہ ملک ہمیشہ ہم لوگوں میں رہے۔“

### کسریٰ پرویز ملک فارس کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من التبع الہدی و آمن باللہ و رسولہ و شہدان الا الہ اللہ وحدہ لا شریک و شہد ان محمد عبدہ و رسولہ ادعوك بدعاية اللہ فانی رسول اللہ الی الناس کلہم لینذر من کان حیا و بحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فعلیک اثم المعجوس۔

”یہ خط محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کسریٰ عظیم فارس کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان لوگوں کو سلامتی ہے جنہوں نے رشاد کا اتباع کیا ہے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور لوگوں نے یہ شہادت دی ہے:

☆ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ — اور

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

اے کسریٰ پرویز! میں تجھے اس دعوت سے دعوت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی دعوت ہے۔ میں تمام کافۃ للناس کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ جو لوگ کہ زندہ ہیں یعنی عاقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل نہیں ہیں ان کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ عذاب کا کلمہ کافروں پر واجب ہے۔

تو مسلمان ہو جا! — آخرت کے عذاب سے سلامتی پا — اگر تو منہ پھیرے گا تو تجھ پر مجوس کا عذاب ہوگا۔

☆ ایک گناہ تیرے کفر کا — اور

☆ دوسرا گناہ تیری قوم مجوس کا۔

کہ آتش پرست ہیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔“

کسریٰ اور پرویز کا معنی مظفر ہے۔ ۲ امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ مجوس کی ایک کتاب تھی۔ مگر ان لوگوں نے اس میں تہدیلی کردی اس حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں اور بعض مدلس ہیں۔



## خط کی بے ادبی سے بدبختی کی مہر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک کسریٰ پرویز کے سامنے جب پڑھا گیا تو اس بدبخت نے خط کو پھاڑ ڈالا۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا:  
”اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔“

یہ بات اخبار کے طور پر ہے۔۔۔ اور دعا کے طور پر اس طرح سے ہے:  
”اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔“

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خط شریف عبداللہ بن حذافۃ السہمی کو بھیجا کہ وہ اس خط کو عظیم البحرین منذر بن مساوی کو پہنچا دیں۔ عظیم البحرین نے وہ خط کسریٰ پرویز ابن ہرمزان ابن نوشیروان کو بھجوا دیا۔ کسریٰ نے جب وہ خط پڑھا تو اس نے اسے چاک کر ڈالا۔

ابی عبید کی کتاب الاموال میں عمر بن اسحاق کی مرسل حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کو خطوط لکھے۔ کسریٰ نے جب آپ کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ ڈالا جبکہ قیصر نے آپ کا خط پڑھا تو اسے لپیٹا اور پھر اس کو اٹھا رکھا۔ یہ واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”یہ مجھ کو پھاڑ دیئے جائیں گے۔ (یعنی متفرق اور پریشان کر دیئے جائیں گے۔ اور اہل روم کو بقاء ہوگی۔“

والی حبشہ اصحمہ نجاشی کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشہ!..... حمد و صلوة کے بعد میں تجھے اس خدا کی تحریک سناتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو:

☆ بادشاہ ہے ☆ مقدس ہے ☆ سلامتی والا ہے ☆ جائے پناہ ہے۔  
☆ تلبیان ہے

اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ جس کو اس نے مریم بتول پاکیزہ صفت دامن والی ذات میں القا کیا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہو گئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی روح سے پیدا کیا۔ اور نضح روح فرمایا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا۔  
میں تجھے خدائے وحدہ لا شریک لہ اور اس کی اطاعت، مودت و محبت کی دعوت دیتا ہوں۔ اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور اس کلام پر ایمان لائے جو میرے پاس اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تجھے اور تیرے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔

چنانچہ میں نے تبلیغ اور نصیحت کر دی۔ تم سب کو چاہئے کہ میری خیر خواہی کو قبول کر لیں۔ سلامتی ہے اس پر جو ہدایت کا

تبع ہو جائے۔

میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف روانہ کیا ہے۔“  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خط عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ تھا۔  
نجاشی سے جب یہ خط پڑھ کر دیکھا تو کہا:

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہی وہ صاحب وہ امی نبی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا۔ اور بے شک  
راکب ہمارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری سنانا ایسا ہے جیسا کہ راکب جبل کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ  
السلام کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تھی۔ اور عیانا کسی چیز کا مشاہدہ کسی سنی ہوئی خبر کی  
واقفیت سے زیادہ تسلی بخش نہیں ہوتا لیکن میرے معاون لوگ باشندگان حبش بہت تھوڑے ہیں لہذا مجھے مہلت دی  
جائے کہ میں اپنے ہم خیال لوگ زیادہ تعداد میں تیار کر لوں اور ان کی تالیف قلب کروں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نجاشی کا جوابی خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کے نام یہ خط اصمہ نجاشی کی طرف سے ہے۔ آپ پر اللہ کا سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو۔ یا رسول  
اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اما بعد! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے مکتوب گرامی کی زیارت کا مجھے شرف  
حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا میں رب السماء و الارض کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ بہ لحاظ تفروق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت بالکل ایسی ہے جیسا کہ آپ نے  
تحریر فرمایا ہے اور ہم نے ان باتوں کو خوب سمجھ لیا ہے۔ جو آپ نے ہم تک پہنچائیں۔

بس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گیا اور آپ کے چچا زاد  
بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے بیعت کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ اے اللہ کے نبی! میں آپ کی خدمت میں  
اپنے لڑکے کو روانہ کرتا ہوں۔ اور ار آپ کا حکم ہو تو میں خود بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔

”السلام عليك و رحمة الله و بركاته“

اہل حبشہ کی اسلام میں رغبت:

پھر اصمہ نے اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کے ساتھ بھیجا جنہیں اپنے یہاں سے  
آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا تھا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ وسط سمندر میں پہنچے تو وہاں ڈوب گئے۔ اس طرح حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور  
آپ کے ساتھیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت حبشہ کا جو عہد کیا تھا اسے پورا کیا۔ اور خدمت اقدس میں

۱. مفروق نواۃ اور الح کے درمیان ایک ملاقہ ہے۔

حاضر ہوئے۔ ان کے جسم پر اون کا لباس تھا ان کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے بائیس حبشہ کے باشندے تھے اور باقی آٹھ آدی ملک شام سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کامل سورہ یاسین شریف پڑھ کر سنائی۔ جب ان لوگوں نے قرآن سنا تو بے اختیار رونے لگے اور ایمان لائے۔ ایمان لا کر کہنے لگے:

”یہ قرآن اس کلام سے بالکل مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا“

اللہ تعالیٰ نے انہی مسلمانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ولتجدن اقرہم مودة للدين امنوا الذين قالوا .....

### شاہ حبش کی نماز جنازہ:

یہ وہی اصحہ شاہ حبش ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے رجب ۵ھ میں ہجرت کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لکھ بھیجا کہ:

”وہ اسلام قبول کرے“

یہ مکتوب عمرو بن امیہ بن ضمری کے ذریعے ۶ھ میں روانہ کیا گیا۔ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ ۹ھ میں اس نے وفات پائی۔ وفات کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مطلع ہوئے اور مدینہ میں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اور وہ نجاشی (شاہ حبش) جو اس کے بعد تخت نشین ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دعوت اسلام دی وہ کافر تھا۔ تاریخ میں اس کا اسلام معروف نہیں ہے اور نہ ہی اس کا نام — بعض مورخین نے واقعات کو مخلوط کر دیا۔ ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وضاحت نہیں کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی یا شاہ کو خط لکھا۔ وہ نجاشی نہیں ہے جس پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی ہے۔

### مکتوب مبارک بنام مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے عظیم قبض مقوقس کے نام یہ مکتوب ارسال ہوا ہے۔

سلام علی من اتبع الهدی!

اما بعد! میں تجھے دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ اسلام قبول کر۔ تو مقابلہ اور لڑائی کی زحمت سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس کا دو گنا اجر عطا فرمائے گا — اگر تو اسلام قبول نہ کرے تو قبیلوں کی گمراہی کا وبال تجھ پر عائد ہوگا — ترجمہ آیت:

”اے اہل کتاب! آؤ اس کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر قبول کرنے کی بات ہے۔ ہم صرف

اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کیا کریں اور اس میں کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں سے کسی اور کو اپنا رب نہ بنائیں۔

چنانچہ اگر وہ نہ مائیں تو اسے مسلمانو! تم ان سے کہو کہ ہم مسلمان ہیں تم گواہ رہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے روانہ کیا۔ وہ مصر گئے اور اس سے اسکندریہ میں ملاقات کی۔

اسکندریہ پہنچے تو مقوقس کو دیکھا کہ وہ سمندر کے ساحل پر اپنے اہل مجلس کے ساتھ مشغول ہے۔ کشتی میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ اس کے سامنے ہوئے اور اپنے مکتوب سے اشارہ کیا۔ مقوقس نے جب دیکھ لیا تو ان کو روک روک لانے کا حکم دیا۔ حاطب جب اس کے سامنے پیش ہوئے اور کھڑے ہوئے تو اس نے خط کو کھول کر پڑھا۔ خط پڑھنے کے بعد اس نے حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا کہ:

”اگر وہ سچے نبی ہیں تو اس بات سے کیوں باز رہے کہ وہ میرے خلاف دعا کریں اور مجھ پر اپنی قوت کے غلبے کو مسلط کریں۔“

یہ سن کر حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جواب دیا کہ:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے کس چیز نے منع کیا تھا کہ وہ اپنی دعا سے کام لے کر اپنے مخالفین پر اپنا تسلط قائم کر لیں۔“

مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس جواب کو دوبارہ کہلوا یا۔ پھر لا جواب ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا:

”مجھ سے پہلے ایک ایسا شخص بھی گزرا ہے جو ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ نے اسے سزا دی۔ دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا ہونے کے لیے اسے دریا میں غرق کر دیا۔ لہذا اے مقوقس! اپنے غیر سے نصیحت حاصل کر کہ لوگ تیری وجہ سے عبرت نہ لیں۔“

مقوقس نے کہا:

”ہمارا ایک دین پہلے سے مقرر ہے۔ ہم اسے ہرگز نہ چھوڑیں گے مگر اس صورت میں کہ اس سے بہتر کوئی دین ہو۔“

یہ سن کر حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”مجھے ہم اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں اور وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کفایت کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور اس کے علاوہ جتنے بھی دین ہیں ان سب کو باطل قرار دیا ہے۔“

بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کو اس کی دعوت دی ہے اور اس میں کامیابی اور غلبہ حاصل کیا۔ قریش اور یہود نے سب سے زیادہ اس کی مخالفت کی۔ اسلام سے قریب تر عیسائی مذہب والے ثابت ہوئے۔



میں اپنی عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نسبت ایسی نہ تھی جیسی کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیش کی ہے — ہمارا قرآن کی طرف تجھے بلانا انجیل کی طرح اہل تورات کو دی جانے والی دعوت کے مماثل نہیں ہو سکتا۔ ہر نبی کو ایک قوم ملی اور وہ اس کی امت ہو گئی۔ اس کی اطاعت ان کے ذمہ کی گئی — چنانچہ اے مقوقس! تو بھی انہی میں سے ایک ہے جنہوں نے نبی آخر الزماں کا زمانہ پایا ہے۔ ہم تجھے دین مسیح سے نہیں روکتے ہیں اس کا حکم سنا رہے ہیں۔“ مقوقس نے کہا:

”میں نے اس نبی کے حکم میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ:

☆ وہ کسی ایسی بات کا حکم نہیں فرماتے ہیں جس سے بچنا چاہئے اور

☆ کسی ایسی چیز سے منع نہیں کرتے ہیں جس سے رغبت کی جائے

☆ اور میں نے ان کو نہ گمراہ پایا ہے نہ وہ ساحر ہیں۔

☆ نہ وہ کاہن ہیں جھوٹی بات پیش کرنے والے۔

☆ میں نے انہیں ایسا پایا کہ آپ کے ساتھ سامان نبوت ہے۔

اخراج خباء کی وجہ سے اور راز و سرگوشی کی بات بیان کر دینے کی وجہ سے — اور ابھی میں ان امور میں نظر رکھوں گا۔“ یہ کہہ کر مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب شریف کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر اپنی کنیز کو یہ خط دیا۔ اس کے بعد کاتب کو طلب کیا۔ جو عربی لغت میں خط لکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط لکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مقوقس کا خط:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ خط حضرت محمد بن عبد اللہ کے لیے ہے۔ مقوقس کی طرف سے جو عظیم القبط ہے۔ اما بعد!

میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور سمجھا جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا ہے اور جس چیز کی آپ دعوت دے رہے ہیں — میں یہ معلوم کر چکا ہوں کہ ایک نبی ہیں جن کا مبعوث ہونا باقی ہے — میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔

میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا — اور آپ کی خدمت میں دو باندیاں روانہ کی ہیں جو قبط عظیم کے پاس اپنا مرتبہ حاصل کر چکی ہیں اور پارچہ روانہ کیا ہے اور آپ کی سواری کے لیے خچر روانہ کر رہا ہوں۔ والسلام“

مقوقس نے اس خط میں اس قدر مضمون سے زائد کچھ نہیں لکھا تھا اور نہ ہی وہ مسلمان ہوا تھا۔

نامہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام والی بحرین منذر ابن ساوی:

واقدی نے اپنی سند سے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہیں یہ خط حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ



عنه کی وفات کے بعد آپ کی کتابوں میں ملا۔ انہوں نے اسے لکھ لیا۔ اس میں اس طرح لکھا تھا:

”رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علاء ابن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منذر ابن ساوی کی طرف بھیجا اور اسے خط لکھا۔ اس خط میں اسے اسلام کی دعوت دی تو منذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوابی خط لکھا۔“

منذر ابن ساوی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط:

اما بعد! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ کا مکتوب پڑھا۔ بحرین کی رعایا کو سنایا۔ بعض لوگوں نے اسے پسند کیا اور انتہائے شوق سے مذہب اسلام قبول کر لیا اور بعض لوگوں نے اسے پسند نہیں کیا۔ میری سرزمین حکومت میں یہود اور مجوس ہر دو قسم کے لوگ رہتے ہیں بستے ہیں اس خصوص میں آپ اپنا حکم اور مشورہ دوبارہ روانہ فرمائیں۔ میرے پاس یہ صورت مناسب ہوگی۔“

مکتوب نبوی بنام منذر ابن ساوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ مکتوب منذر بن ساوی کے نام پر ہے۔

سلام علیک میں تجھے خدا کی تعریف بتاتا ہوں۔ جس کے سوا دوسرا معبود نہیں ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

اما بعد! میں تم سے اللہ تعالیٰ کی تذکیر بیان کر رہا ہوں کہ جو کوئی کسی کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے۔ جو شخص میرے رسولوں کی اطاعت کرے گا اور ان کے احکام کی اتباع کرے گا..... گویا اس نے میری اطاعت کی جو شخص ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گا تو میرے ساتھ خیر خواہی کئے جیسا ہوگا۔

مجھ سے تیرے اوصاف بیان کئے گئے ہیں تو ایک نیک اور بھلا آدمی ہے۔ میں تبلیغ اسلام کے لیے تیری قوم میں تیری شفاعت چاہتا ہوں..... تو مسلمانوں کو اس کا موقع دے کہ وہ تیری قوم میں رہیں اس وقت تک کہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور میں خطا کاروں کی غلطی معاف کروں۔ لہذا تو ان کے عذرات کرے۔

جب تک تو ان کے اصلاح کار میں مشغول رہے گا تیرے اس سلوک کے برخلاف ہم اور لوگوں کی قدر و منزلت ہرگز نہیں کریں گے اور جو لوگ اپنے مذہب یہودیت و مجوسیت پر قائم رہیں گے تو ان پر جزیہ لازم کیا جائے گا۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط بنام بادشاہ عمان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول الی جیہرو عبدا بنی الجندی السلام علی من اتبع الہدی.....

اما بعد! — میں تم دونوں (جیزہ عہد) کو دعوت اسلام دیتا ہوں — مسلمان ہو جاؤ تو ان مسلمانوں کی جنگ سے محفوظ

رہو گے..... میں سارے انسانوں کے لیے اللہ کا رسول مقرر ہوں تاکہ میں زندہ لوگوں کو ڈراؤں اور کافروں پر خدا کا فیصلہ صحیح ہو جائے۔ تم دونوں اگر اسلام کا اقرار کر لو تو تمہیں حکومت پر قائم رہنے دیا جائے گا اور اگر تم انکار کر دو گے تو تم سے تمہاری حکومتیں چھین لی جائیں گی۔ اور میری فوج تمہاری حدود میں داخل ہو جائے گی اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آ جائے گی۔“

### بادشاہ عمان کی اسلام کے لیے تحقیق:

اس خط کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا تھا اور خط پر مہر لگائی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ خط لے کر نکلا اور عمان پہنچا۔ جب میں وہاں گیا تو عبد کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اپنے بھائی جعفر کی نسبت عبد زیادہ حلیم المزاج اور نرم اخلاق کا آدمی تھا۔ میں نے اسے کہا:

”میں اللہ کے رسول کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو تیرے پاس اور تیرے بھائی کے پاس بھیجا گیا ہوں۔“

اس نے کہا:

”میرا بھائی مجھ سے زیادہ عمر اور حکومت والا ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس لیے چلتا ہوں تم اس کو اپنا خط پڑھ کر سنانا۔ تم کس چیز کا پیام لائے ہو؟“

میں نے کہا:

”مجھے اس خط سے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی دعوت دینے آیا ہوں اور غیر اللہ کی عبادت تجھ سے چھڑانے آیا ہوں... اور اس لیے آیا ہوں کہ تو کلمہ شہادت پڑھے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

عبد نے کہا:

”اے عمرو بن العاص! تم اپنی قوم کے سردار کے فرزند ہو۔ آپ کے والد نے آپ کے ساتھ (اسلام لانے پر) کیا سلوک کیا تھا؟ اسی طرح وہ ہمارے لیے بھی ان کے عقل مندانہ فعل کا ایک نمونہ ہے۔“

میں نے کہا:

”ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وہ ایمان نہیں لائے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ بے شک (اسلام سے پہلے) میں انہی کے حسب منشاء عمل پیرا تھا۔ لیکن مجھے اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔“

یہ سن کر بادشاہ نے کہا:

”تم نے کب اسلام قبول کیا؟“

میں نے کہا:

”نجاتی کے پاس — اور یہ کہ نجاتی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔“

وہ کہنے لگا:

”اس کی حکومت میں اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

میں نے کہا:

”اسے تسلیم کیا اور اطاعت کی۔“

پھر پوچھنے لگا:

”کیا اساتذہ اور خدا رس لوگوں نے بھی اطاعت کر لی؟“

میں نے کہا ”ہاں!“

اس نے غیر یقینی کیفیت سے کہا:

”دیکھو اے عمر! تم جو کہہ رہے ہو وہ بات کسی ایسے آدمی کی نہیں ہونا چاہئے جس پر جھوٹ کی تہمت لگائی جاسکے۔“

میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا:

”میں نے جھوٹ بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی اپنے مذہب میں ہم اسے جائز سمجھتے ہیں۔“

پھر بادشاہ نے استفسار کیا:

”یہ پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں — اور کون سی چیز ہے جس کو منع کرتے ہیں؟“

میں نے کہا:

☆ اللہ کی ہدایت کا حکم دیتے ہیں

☆ اس کی معصیت سے منع کرتے ہیں

☆ نیک کام کرنے اور رشتہ داروں کی ہمدردی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

☆ ظلم کرنے اور دشمنی کی چال چلنے سے منع فرماتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ زنا، شراب، خمر، پتھروں کی عبادت، وثن و صلیب کی عبادت وغیرہ سے منع فرماتے ہیں۔“

بادشاہ نے کہا:

”یہ کس قدر اچھے اصول ہیں جن کی طرف بلایا جا رہا ہے — اگر میرا بھائی بھی میرے موافق ہو جائے تو ہم دونوں مل کر

اس کام کے لیے سفر کر لیں، حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو جائیں اور آپ کی تصدیق

کر لیں تو بہتر ہے — لیکن میرا بھائی حکومت کی وجہ سے تنگ دل زیادہ ہے۔ یہ نسبت اس بات کے کہ وہ حکومت سے دست

بردار ہو جائے اور یہ چیز اس کے حق میں ایک گناہ ثابت ہو جائے۔“

”اگر وہ اسلام قبول کر لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اس کی قوم پر بادشاہ مقرر کریں گے — وہ ان

سے صدقات وصول کرے گا۔ اور یہ صدقات انہی پر ان کے محتاجوں کے لیے تقسیم کرے گا۔“  
بادشاہ نے کہا:

”یہ اخلاق تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور یہ صدقہ کیا چیز ہے؟ بیان کرو“  
میں نے اس کا اصول اور قاعدہ بتا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے فرائض مال میں تعیم فرمایا ہے۔  
یہاں تک کہ میں نے اسے اونٹ کا نصاب زکوٰۃ بھی بتایا۔ اس پر والی عمان نے کہا:  
”اے عمرو! کیا ہمارے چوپایوں سے زکوٰۃ لی جاتی ہے جن کی غذا درخت کے پتے ہیں وہ جنگل کا پانی پیتے ہیں۔“  
میں نے کہا کہ ”ہاں!“

وہ کہنے لگا:

”خدا کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اس کو مانے گی جو دور دراز کے رہنے والے ہیں اور کثیر تعداد میں ہیں کہ وہ  
اس حکم کی اطاعت کر لیں۔“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کئی روز تک حاکم عمان کے ہاں ٹھہرا رہا۔ وہ میرے تمام  
واقعات سے اپنے بھائی کو مطلع کرتا رہا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے طلب کیا۔ میں اس کے پاس گیا اس کے لوگ مجھے پکڑ کر  
دبو چنے لگے تو اس کے کہنے پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں بیٹھنے لگا مگر انہوں نے مجھے بیٹھنے نہیں دیا۔ میں نے حاکم کی طرف  
دیکھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا:  
”تم اپنی ضرورت کی گفتگو کرو۔“

میں نے اسے خط دیا جس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے مہر توڑ کر آخر تک خط پڑھا۔ پھر اپنے بھائی کو پڑھنے کے لیے دیا اس  
نے بھی پڑھ لیا مگر یہ کہ وہ خط پڑھنے سے متاثر ہوا اور کہنے لگا:  
”تم مجھے یہ بتاؤ کہ قریش والوں نے اس مسئلہ میں کیا کیا؟“  
میں نے انہیں بتایا کہ:

”انہوں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ یا تو خوشی سے دین اسلام میں شریک ہو گئے ہیں یا مسلمانوں کی یلغار کی  
وجہ سے مغلوب ہو گئے ہیں۔“

اس نے پوچھا:

”حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ کون دے رہے ہیں؟“

میں نے کہا:

”وہ لوگ جو شوق اور رغبت سے اسلام قبول کر چکے ہیں اور دین اسلام کو دیگر ادیان پر ترجیح دے چکے ہیں۔ اور  
اپنی عقل کی پوری قوت سے اللہ کی ہدایت کے ساتھ جو اس بات سے واقف ہو چکے ہیں کہ وہ اس سے پہلے کمرابی

میں مبتلا تھے۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ تیرے سوا کوئی اور علاقے کا حاکم اس سلسلے میں باقی رہ گیا ہوگا۔ اگر تو آج اسلام قبول نہیں کرے گا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کا تابع نہیں بنائے گا تو تجھ پر اسلامی فوج حملہ آور ہوگی۔ چنانچہ تو اسلام قبول کر لے تاکہ جنگ و جدل سے محفوظ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور تجھے اپنی قوم پر والی رہنے کی منظوری عطا فرمائیں اور تجھ پر کسی کا حملہ نہ ہونے پائے۔“

والی عمان نے آپ کی تمام گفتگو بڑے غل سے سنی اور کہنے لگا:

”آپ مجھے ایک دن کی مہلت دیں پھر کل تشریف لائیں تو بہتر ہے۔“

میں وہاں سے لوٹ کر اس کے بھائی ک پاس گیا۔ اس نے مجھے کہا:

”میرا بھائی اسلام قبول کر لے گا اگر اس کی حکومت کو کوئی حرج نہ ہو۔“

چنانچہ میں دوسرے دن اس کے پاس گیا لیکن اس نے مجھے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ میں وہاں سے واپس اس کے بھائی کے پاس پہنچا اور ظاہر یہ کیا کہ اس کے بھائی سے ملنا نہ ہو سکا تو وہ مجھے اس کے پاس پہنچا دے۔ اس نوبت پر اس نے مجھے کہا:

”اس معاملے پر غور کیا تو خود کو عرب قوم کے مقابلے میں کمزور پایا۔ اگر میں اپنے مقبوضات کو کسی ایسے شخص کے

حوالے کر دوں جس کا لشکر میرے مقام تک نہیں پہنچتا ہے..... اور اگر خود اس کی فوج چڑھائی کرے تو یہ ایک ایسی

جنگ کا محرک ثابت ہوگا جس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوگی۔“

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا:

”اچھا تو پھر میں کل جا رہا ہوں۔“

جب اس نے میرے چلے جانے کا یقین کر لیا تو اس نے تنہائی میں اپنے بھائی سے بات کی۔ اگلے دن صبح ہوئی تو اس

نے مجھے اسلام قبول کرنے کا جواب دیا۔ وہ اور اس کے بھائی دونوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا مان لیا اور

ان دونوں نے مجھے اپنی قوم میں نیک کاموں کے لیے تعلیم کی اور ان کے نزاعی امور میں احکام نافذ کرنے کی آزادی دی۔

اور میرے خلاف کام کرنے والوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے میری دست و بازو ہو گئے۔

والی یمامہ ہوذہ بن علی کے نام نامہ مبارک:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الى هوذہ بن علی..... سلام علی من اتبع الهدی

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین کچھ عرصے میں تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا تو اس سے مشرف ہو جا۔

تو جنگ و جدل کی زحمت سے محفوظ رہ سکتا ہے اور میں تیرے مقبوضات کو تیرے ہی تابع کر دوں گا۔“



حضرت سلیم بن عمرو العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ مہر شدہ خط لے کر ہوذہ کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ خط پڑھا اور اس انداز میں جواب دیا کہ روکے جیسا نہ معلوم ہو۔

خط کا جواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب لکھا کہ:

”بہت ہی بہتر تحریک ہے جس کی آپ نے دعوت دی اور بہت ہی قابل قدر ہے۔ عرب قوم پر میرے وقار کی ہیبت چھائی ہوئی ہے۔

آپ میرے لیے بعض احکام مقرر فرمادیجئے تاکہ میرا اتباع ہو جائے۔“

اس نے حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا، آپ کو فاخرہ لباس پہنایا۔

چنانچہ حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد عمل:

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مکتوب پڑھ کر ارشاد فرمایا:

”اگر وہ مجھ سے زمین کی شادابی و سرسبزی مانگتا تو میں منظور نہ کرتا۔“ تاہم ہو جائے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے خدا کرے کہ برباد ہو جائے۔“

مقام غوطہ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے نام خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی حارث بن ابی شمر . سلام علی من اتبع الهدی وامن باللہ وصدق  
میں تجھے اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تیری حکومت تیرے حق میں باقی رہے گی۔“  
یہ مکتوب شریف حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے روانہ کیا گیا۔

فی تمیم کا قبول اسلام:

صاحب ”باعث النفوس“ ابوہند داری کی روایت ہے کہ ہم چھ آدمی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے:

- |                    |                            |
|--------------------|----------------------------|
| ☆ تمیم بن اوس داری | ☆ نعیم بن اوس داری         |
| ☆ یزید بن قلیس     | ☆ ابو عبد اللہ بن عبد اللہ |
| ☆ طیب بن عبد اللہ  | ☆ ابوہند داری              |

ہم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہند داری کا نام عبد الرحمن تجویز فرمایا اسلام قبول

کر لینے کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حاجت طلب کی کہ شام کے علاقے کی زمین کا کوئی حصہ ہمیں عنایت ہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”طلب کرو کہ تمہیں کون سے مقام کی زمین چاہئے؟“

ابوہند کہتے ہیں کہ ہم مشورے کے لیے آپ کے پاس سے اٹھ کر ایک اور جگہ جا بیٹھے۔ کہ کس جگہ کی درخواست پیش کی جائے۔ تمیم فرمانے لگے:

”بیت المقدس کی زمین کا ایک علاقہ حاصل کرنا چاہئے۔“

ابوہند نے فرمایا:

”عجم کا بادشاہ اس زمانے میں کیا بیت المقدس کا بادشاہ نہیں ہے؟“

تمیم نے کہا کہ ”ضرور“۔ ابوہند نے فرمایا:

”اسی طرح سے ان میں عرب کا بادشاہ ہونا ممکن ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ صورت ہمارے لیے ناتمام رہے گی۔“

تمیم نے کہا:

”بیت جبرون کا وسیع علاقہ طلب کیا جائے۔“

ابوہند نے کہا:

”نہیں بڑا اور اس سے بھی بڑا“

تمیم نے پوچھا:

”پھر آپ کے خیال میں کون سی جگہ ہے کہ سرکار سے مانگیں۔“

ابوہند نے رائے دی:

”میری رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اس بستی میں جگہ مانگ لیں کہ ہم اس میں قلعہ تعمیر کر سکیں۔ اس کے ساتھ اس میں آثارِ ابراہیمی بھی موجود ہوں۔“

تمیم نے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

”بہت ٹھیک!۔ اللہ کی طرف سے تم کو اس کی توفیق ہوئی ہے۔“

ابوہند نے کہا کہ ”یہ قرارداد بہتر ہے۔“

چنانچہ اس اتفاق رائے کے بعد ہم اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حاضر و ناظر و عالم الغیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے تمیم! تمہیں تمہارے مشورے کا سوال کرنا محبوب ہے۔ یا میں تمہیں سنا دوں جو تمہاری خواہش ہے۔“

تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”آقا بلکہ آپ فرمادیں تاکہ ہماری ایمانی ترقی اور زیادہ ہو جائے۔“

پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تمیم تم کو کچھ چاہتے تھے جبکہ ابوہند کی رائے اس کے برعکس تھی اور بہت بہتر رائے ابوہند کی ہوئی جو طے کی گئی ہے۔“

عطاءے رسول کی تحریر و سند:

آپ نے چمڑے کی ایک سختی منگوائی۔ اس پر آپ نے ان دونوں کے لیے وثیقہ تحریر کرا دیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ تحریر اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہند اور تمیم کے لیے یہ عطا کیا ہے۔ یہ دونوں داری

قبیلے کے ہیں۔ اس وقت کہ اللہ زمین عطا کرے رسول کریم نے انہیں:

☆ بیت غینوں ☆ بیت جیرون اور مرطوم

☆ بیت ابراہیم اور وہ لوگ جو اس میں رہتے بستے ہیں ابدالآباد تک کے لیے ہبہ فرما دیا۔“

اس تحریر کے تین گواہ تھے:

☆ حضرت عباس بن عبدالمطلب ☆ حضرت خزیمہ بن قلیس

☆ شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

پھر آپ یہ تحریر لے کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ اس رقعے کی تحریر میں کسی ایسی چیز سے کچھ ترمیم کی جو ہمیں نہ

معلوم ہو سکی اور رقعے کے بیرونی حصے پر ہلکے سے دو گتیاں دے دیں۔ اسے لپیٹا ہوا لے کر ہمارے سامنے باہر تشریف لائے

اور یہ ارشاد فرما رہے تھے:

ان الولی الناس بابراہم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین آمنوا ولله الله ولی المؤمنین

پھر فرمایا:

”چلے جاؤ حتیٰ کہ تم سن لو کہ میں ہجرت کر چکا ہوں۔“

ہجرت کے بعد تجدید تحریر و سند:

ابوہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چلے گئے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو

ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے ایک دوسرا وثیقہ تجدید فرمائیں تو مناسب ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا وثیقہ عنایت فرما دیا:

بسم الله الرحمن الرحيم

”یہ تحریر وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم داری اور ان کے اصحاب کو عطا کیا..... میں نے تمہیں بیت سینون و جبرون و المرطوم اور بیت ابراہیم عطا کیا ہے تمام کا تمام جملہ امور کے ساتھ۔ اس کے محاصل کو سابقہ تعلق منقطع ہو کر اور میں نے یہ جائیداد ان کے سپرد کر دی ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں ہمیشہ کے لیے۔ چنانچہ جو لوگ اس سلسلے میں انہیں تکلیف پہنچائیں گے انہیں اللہ تکلیف پہنچائے گا۔“ اس دستاویز پر پانچ گواہوں نے دستخط ثبت کئے :

☆ حضرت ابوبکر صدیق بن قافہ ☆ حضرت عمر بن الخطاب  
☆ حضرت عثمان بن عفان ☆ حضرت علی بن ابی طالب  
☆ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توثیق:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے جب آپ نے شام کی طرف فوج کو روانہ کیا تو ہمارے نام ایک مکتوب روانہ فرمایا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

”ابوبکر صدیق کی طرف سے عبیدہ بن الجراح کے نام یہ خط لکھا ہے..... سلام و علیک! میں خدا کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد!

میں ان تمام لوگوں کو فساد سے منع کرتا ہوں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ داریوں کی آبادی میں حکم عدولی نہ کرنا اگر اس بستی کے رہنے والے تخلیہ کریں اور ابوہند و تمیم داری کے خاندان والے وہاں زراعت کرنا چاہیں تو انہیں زراعت کرنے دی جائے۔ اگر اس مقام کے اہل وطن اپنی جگہ واپس ہوں تو وہ انہی کی جگہ ہے وہ اس کا حق رکھتے ہیں۔

”والسلام علیک“

حاکم ایلمہ یحٰنہ بن روبہ کے نام تحریر و سند:

کتاب ”اسعاف الانصی بفہائل المسجد الاقصی“ میں ہے کہ تبوک کے مقام پر ایلمہ کا حاکم یحٰنہ بن روبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کی خدمت میں مصالحت چاہی اور جزیہ داخل کیا۔ آپ نے اس کے نام ایک تحریر و سند لکھوا کر پیش فرمائی:





پھر آپ نے ایک آدمی کو بھیج کر اس شخص کو بلوایا جس کے یہاں ضمیرہ تھے۔ اور — ذابتاعہ منہ بیکر، ایک جوان اونٹ کے بدلے اس شخص سے آپ نے ضمیرہ کو خرید لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط حسین بن عبد اللہ نے ابن ابی ذویب سے پڑھوایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ تحریر ابو ضمیرہ کے بارے میں ہے کہ میں نے ضمیرہ کو اور ان کے گھر والوں کو آزاد کر دیا ہے۔ وہ عرب خاندان سے ہیں — اگر وہ میرے یہاں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں) رہنا پسند کریں تو وہ رہ سکتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو اپنے قبیلے اور خاندان کو واپس جاسکتے ہیں۔ ان کے ارادے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا“ سوائے کسی شرعی حکم کے۔

جس کسی مسلمان کی ان سے ملاقات ہو وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا انتظام رکھے۔“

یہ خط حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا تھا۔

اکیدر اور اہل دومہ کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہ تحریر اکیدر اور اہل دومہ الجندل کے لیے ہے جبکہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور بت پرستی کو چھوڑ دیا ہے —

دومہ کے تالابوں کی آمدنی — بنجر زمین، غیر مملوکہ زمین — نزول کی زمین، زرہ، اسلحہ، گھوڑے اور قلعہ سرکاری ہیں — تمام درخت، چشمے، دریا اور پیداواری زمینیں وغیرہ سب تمہاری ملکیت ہیں۔

چراگا ہوں میں چرنے والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ لی جائے گی — اور حساب سے الگ کسی جانور کو شامل زکوٰۃ نہ کیا جائے گا۔

وقت پر نماز ادا کیا کرو — زکوٰۃ سچائی کے ساتھ ادا کرو — تم پر یہ اللہ کا عہد و میثاق ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے — اگر تم یہ عہد پورا کرو گے تو ہماری طرف سے صدق و وفا کی ضمانت ہے اور ہم اللہ اور اس کے موجودہ مسلمانوں کو گواہ بناتے ہیں۔“

غلام فروخت کرنے پر تحریر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک غلام کو عداء بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ تحریر لکھ

دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ وہ بیع نامہ ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک غلام خریدا۔“

بیع کے اندر نہ کوئی بیماری ہے اور نہ سرقہ اور زنا کی قسم کا کوئی نقص و عیب ہے۔ اور نہ کوئی خباثت نفسی (نفسانی)۔ مسلمان نے مسلمان سے بیع کی ہے۔“ ۱۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم مقرر فرمائے

اس قسم کے حاکموں میں سے مصنف نے گیارہ اصحاب کے نام ذکر کئے ہیں:

- ☆ حضرت باذان بن ساسان
- ☆ حضرت زید ابن لبید انصاری
- ☆ حضرت معاذ بن جبل
- ☆ حضرت یزید بن ابوسفیان
- ☆ حضرت علی ابن ابی طالب
- ☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- ☆ حضرت خالد بن سعید
- ☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری
- ☆ حضرت ابوسفیان بن حرب
- ☆ حضرت عتاب بن اسید
- ☆ حضرت عمرو بن العاص

حضرت باذان بن ساسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ بہرام کی اولاد سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت باذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر امیر مقرر فرمایا۔

اسلامی زمانے میں حضرت باذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے سب سے پہلے امیر ہیں۔ نجفی بادشاہوں کی جماعت میں سے آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صنعا پر خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر مقرر ہونے کی منظوری فرمائی۔

حضرت زید ابن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرموت پر حضرت زید بن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی مقرر فرمایا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کا تقرر زبید اور عدن کے والی کی حیثیت سے ہوا۔

۱۔ ابوداؤد اور دارقطنی نے اسے روایت کیا ہے۔ ابن ابی عروبہ نے کہا کہ مذکورہ بیع غیر اہل سلم کی ہے۔ عداہ بن خالد فتح خیبر کے بعد ایمان لائے۔ یہ چیز معاملات میں گواہی کی شریعت پر دلالت کرتی ہے۔ ارشاد باری ہے: اَشْهَدُ وَاِذَا تَبَايَعْتُمْ — اس جگہ امر و جوب کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کی اور گواہ نہیں رکھے اور بغیر گواہوں کے خریداری / فروخت کی ہے۔ یہودی کے پاس اپنی زرہ بغیر گواہ کے رکھی۔ اگر مذکورہ آیت میں اس امر فی الاشہاد وجوب کے لئے ہوتا تو رہن کے ساتھ گواہی واجب ہوتی۔ بنظر اندیشہ و نزاع۔ واللہ اعلم

## حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجد پر حاکم کیا۔ آپ کو ماہ ربیع الاول ۱۰ھ میں یمن بھی بھیجا گیا تھا۔

## حضرت ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کی مملداری ان کے سپرد فرمائی۔

## حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں کوہ تما کا حاکم مقرر کیا گیا۔

## حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو مکہ اور پھر ۸ھ میں اقامتہ ایام حج اور حج بالمسلمین کا والی مقرر کیا گیا۔

## حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن میں خدمت قضا و عدل پر مامور کیا گیا۔

## حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو عمان کا والی مقرر کیا گیا۔ جیسا کہ آپ سابق والی عمان جعفر و عبد کے نام مکتوب نبوی لے کر وہاں شریف فرما ہوئے تھے۔ عمان کے علاوہ آپ کو وہاں کے عمال پر بھی والی مقرر کیا گیا۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ھ میں اقامتہ زمانہ حج کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔ اور آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا گیا کہ وہ لوگوں کو سورہ توبہ پڑھ کر سنائیں۔ اس خصوص میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر حج کے بعد جو نزول قرآن ہوا ہے وہ سورہ توبہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعد میں روانہ کیا گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا تھا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تھا: امیر او ماء مور

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ: بل مامور

لیکن شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول فرمایا تھا۔ ایسا کہنا روافض

کے بہتان اٹھانے اور افترا پردازی کے لحاظ سے کوئی بعید ثابت نہیں۔

## دیگر امراء برائے وصولی زکوٰۃ و صدقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے پر ایک کثیر جماعت کو والی مقرر کیا تھا۔ جنہیں کلیم محرم ۹ھ کو روانہ کیا گیا:

- ☆ حضرت عیینہ ابن حصن فزاری
  - ☆ حضرت بریدہ کعب ابن مالک
  - ☆ حضرت عباد ابن بشیر
  - ☆ حضرت رافع ابن ملکیت
  - ☆ حضرت عمرو ابن العاص
  - ☆ حضرت بشرا ابن سفیان
  - ☆ حضرت ضحاک ابن ابوسفیان
  - ☆ حضرت عبداللہ ابن اللبیتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- حضرت عیینہ ابن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو نبی تمیم کی جانب صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا۔  
حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جنہیں کعب ابن مالک کہا جاتا ہے کو قبیلہ اسلم وغفار سے وصولی صدقات کے لیے روانہ کیا۔  
حضرت عباد ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو قبیلہ سلیم اور قبیلہ مرینہ کی طرف زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا گیا۔  
حضرت رافع ابن ملکیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو اہل جہینہ کی طرف بھیجا گیا۔  
حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو صدقات اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے فزارہ کی طرف بھیجا گیا۔  
حضرت ضحاک ابن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے ذمہ بنی کلاب سے محاصل کی وصولیابی لگائی گئی۔  
حضرت بشرا ابن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

بنی کعب جن کو تمام عدوی کہا جاتا تھا۔ ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرنا اور ان کے سپرد کیا گیا۔  
حضرت عبداللہ ابن اللبیتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو اہل دیہان کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ محاصل زکوٰۃ و صدقات وصول کر سکیں۔



## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز میں چھ صحابہ کرام کو اپنا نمائندہ اور قاصد مقرر فرمایا — قاضی عیاض نے واقدی کے حوالے سے ”شفا شریف“ میں لکھا ہے کہ جس جس قوم میں قاصد روانہ کئے گئے وہ اس قوم کی زبان اور لغت میں بات کرنے لگے تھے جس قوم میں انہیں بھیجا گیا تھا۔

مصنف نے یہ نام ذکر کئے ہیں:

- |                              |                              |
|------------------------------|------------------------------|
| ☆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری     | ☆ حضرت وحید بن کلیبی         |
| ☆ حضرت عبداللہ السہمی        | ☆ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ     |
| ☆ حضرت شجاع بن وہب الاسدی    | ☆ حضرت سلیط بن عمرو العامری  |
| ☆ حضرت عمرو بن العاص         | ☆ حضرت علاء الدین ابن حضرمی  |
| ☆ حضرت مہاجر ابن امیہ الجزدی | ☆ حضرت جریر ابن عبداللہ بکلی |

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں نجاشی اصحمہ حبشہ کے والی کے پاس بھیجا گیا — اور دو خط ارسال کئے گئے:

☆ ایک خط میں شاہ حبش کو دعوت اسلام دی گئی۔ قرآن پاک سنایا گیا — اس خط کو نجاشی نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ آنکھوں پر رکھا — پھر تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور حق بات قبول کرنے کا گواہ بن گیا — کہنے لگا کہ ”مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن ہوتا تو حاضر ہو جاتا۔“

☆ دوسرے خط میں لکھا تھا کہ شاہ حبش ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کا انتظام کر دے — شاہ حبش اصحمہ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور اس نے ان لوگوں کے لیے دعا کی جن کے دل ٹیڑھے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مکتوبات شریف کے واسطے اور وسیلہ سے دعا کی اور کہا:

”جب تک یہ دونوں مکتوب گرامی ملک حبش پر سایہ فگن رہیں گے اہل ملک حبشہ ہمیشہ خیر و برکت کی خوشحالی میں رہیں گے۔“

اس کا جنازہ حبشہ میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔۔

علاوہ ازیں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکتوب گرامی کے ساتھ مسلمہ کذاب کے ہاں بھی روانہ فرمایا گیا۔

حضرت وحید بن کلیبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملک روم قیصر کے پاس روانہ فرمایا۔ اس وقت ہر قل قیصر روم تھا۔ حضرت وحید



رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ پیش فرمایا۔ اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔  
ہرقل نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اہل روم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اس نے اپنی سلطنت کے خیال سے ان  
لوگوں کا اندیشہ کیا اور اسلام قبول کرنے سے محروم رہا۔

حضرت عبداللہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملک کسریٰ ایران کے پاس پیام رساں کی حیثیت سے روانہ فرمایا:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقوقس شاہ مصر کی طرف روانہ کیا۔ وہ  
آپ کے ساتھ بہت اکرام سے پیش آیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو کنیریں کپڑے اور سواری  
کے لیے فخر روانہ کئے لیکن ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں ملک بلقاء حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس روانہ فرمایا۔

حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو ہوذہ والی عمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ثمامہ بن اثال الحنفی کی طرف ثمامہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ملک عمان کے دو بادشاہ جیفر اور عبد جو جندی کے بیٹے تھے ان کے پاس ماہ ذیقعد میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا۔ وہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے اور تصدیق کی۔

## ساتویں فصل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موزن خطباء شعراء

### رسول پاک کے موزنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موزن چار تھے جو کہ مدینہ منورہ کے ہیں:

- ☆ حضرت بلال ابن رباح
- ☆ حضرت عمر و ابن ام مکتوم
- ☆ حضرت سعد ابن عابد
- ☆ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

### حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اذان کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھی اذان نہیں سنائی۔ خلفائے راشدین میں سے سوائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام فتح کر کے واپس آئے تو ان کی خواہش کے احترام میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اسلم نے کہا ہے کہ اس روز سے زیادہ میں نے کسی کو روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات داری کے علاقے باب کيسان میں ۱۷ھ یا ۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی تدفین حلب میں ہوئی اور ایک روایت کے مطابق آپ دمشق میں مدفون ہیں۔ حضرت عمر و ابن مکتوم قریشی اعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں دوسرے موزن حضرت عمر و ابن مکتوم قریشی اعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے۔ حضرت سعد ابن عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہاں نام پر اختلاف ہے کہ تیسرے موزن سعد بن عابد ہیں یا ابن عبد الرحمن ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سعد حجاج کی حکومت علی الحجاز تک بقید حیات رہے۔ یہ زمانہ چوتھ (۷۴) ہجری کا ہے۔

**حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اذان سنانے والے مؤذن جو بہ لحاظ تعداد چوتھے مؤذن ہیں ابو محمد ذرہ کا نام اس لحجی ہے۔ ان کے والد کا نام مغیرہ ہے۔ انہوں نے ۵۹ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

**ان مؤذنین کی تقلید:**

ایک قول کے مطابق اس کے بعد ان مؤذنین میں سے بعض وہ ہیں جو اذان میں ترجیح (پھیرنا، دوہرانا) کرتے اور اقامت کو ثنیٰ ادا فرماتے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کی ترجیح نہیں کرتے تھے اقامت میں افراد اختیار کیا تھا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقامت سے اخذ کیا۔ اہل مکہ نے ابو محمد ذرہ کی اذان کو اختیار کیا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقامت کو۔ حضرت اما ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل عراق کا مسلک بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان اور ابو محمد ذرہ کی اقامت ہے۔ امام احمد علیہ الرحمہ اور اہل مدینہ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان اور آپ کی اقامت پر عمل ہوا۔ امام مالک نے ان لوگوں سے دو جگہ اختلاف کیا ہے۔ تکبیر کے اعادہ اور لفظ اقامت کی تکرار میں۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء

وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام پر اعتراضات کے دفع ہونے کے لیے اشعار لکھے۔ وہ لوگ جنہوں نے مخالفین کے اعتراضات کو اشعار کے ذریعے دین اسلام کی طرف سے رفع کیا ان میں سے حسب ذیل صحابہ کبار ہیں:

☆ حضرت عبد اللہ ابن رواحہ خزرجی انصاری

☆ حضرت کعب ابن مالک

☆ حضرت زبرقان بن بدر

☆ حضرت حسان بن ثابت

☆ حضرت ثابت بن قیس

☆ حضرت مالک بن النمر

☆ حضرت ابیہ السعدی الاسود

☆ حضرت عامر بن الاکوع

☆ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

**حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:**

مصنف نے حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ صرف اس قدر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء میں حضرت حسان اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کفار پر اشد تھے۔

## حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثناء خوان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت حسان ابن ثابت ابن منذر ابن عمرو ابن حرام انصاری سب سے نمایاں ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا دی:

اللہم ابدہ بروح القدس

حدیث شریف میں ہے کہ:

”حضرت جبریل علیہ السلام حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہیں۔

جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف سے خصومت کو دفع کر رہے ہوں۔“

اس سے مراد حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار میں مشرکین کی ہجو اور ان کا جواب ہے۔ روایت ہے کہ آپ کو ستر اشعار میں حضرت جبریل علیہ السلام کی اعانت حاصل ہوئی۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو بیس برس زندہ رہے — ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام کے دور میں۔ اسی طرح بقید حیات رہے — آپ کے والد ثابت اور آپ کے دادا منذر نے بھی یہی عمر پائی۔ اور اتفاق سے آپ کے جد اعلیٰ حرام انصاری نے بھی ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

## شاعر بنو تمیم کا تعاقب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بنو تمیم کے ہاں تشریف لائے تو بنو تمیم کے شاعر اقرع ابن حابس نے کہا:

”یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آئیے کہ ہم آپ کا فخر کریں گے اور آپ کی مدح میں اشعار سنائیں گے — کیونکہ ہماری مدح ممدوح کے لیے زین ہوتی ہے اور ہماری مذمت ہمارے عدو کا شین ہوتی ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا:

ذالک اللہ ..... اذا مدح زان و اذم شان انی لم ابعث بالشعر ولم اومر بالفخر ولكن هاتوا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ بنو تمیم کے خطیب کا جواب دیں۔

حضرت ثابت نے خطبہ دیا اور غالب ہوئے۔

ان کا شاعر اقرع ابن حابس اٹھا اور کہنے لگا:

ابتناک کیمما یعرف الناس فضلنا اذا خلّفونا عند ذکر المکارم

”ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ لوگ ہماری بزرگی کو پہچانیں جس وقت ہمارے بعد جو لوگ آئیں اور مکارم کا ذکر کیا جائے تو سب پر ہماری بزرگی اور مکارم ظاہر ہوں۔

والا رؤس الناس من کل معشر وان لیس فی ارض الحجاز کدارم

”ہم لوگ ہر ایک گروہ میں سردار ہیں یا اصل ہیں۔ سرزمین حجاز میں دارم کی مثل فضل اور مکارم میں کوئی نہیں ہے۔“  
— دارم بنی تمیم کا بطن ہے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بنی تمیم کو اب دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھے:

بنی دارم لاتفحزوا ان فخرکم يعود وبالا غد ذکر المکارم

”اے بنی دارم! تم لوگ فخر نہ کرو کہ تحقیق تمہارا فخر مکارم کے ذکر کے وقت از روئے وبال عود کرے گا۔“

هبلتم علينا تفخرون وانتم لنا خول ما بين قن و خادم

”تم لوگوں نے ہم پر اپنی عظمت ظاہر کی ہے اور تم ہمارے اوپر فخر کرتے ہو جبکہ حال یہ ہے کہ تم لوگ خانہ زاد غلاموں اور خادموں کے درمیان ہمارے غلام اور لونڈی ہو۔“

حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ہو تمیم میں سے سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ ان شاعر حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں — وہ ان لوگوں سے پہلے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اور فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے۔

حضرت مالک بن النعمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں ہمدان کا ایک وفد حاضر ہوا۔ وہ لوگ یمن کی چھوٹی چھوٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ یادہ قطع کیا ہوا سیا ہوا لباس پہنے ہوئے تھے۔ جیسے قمیص و نیرہ ہوتی ہے اور ان کے سروں پر عدن کے عمامے تھے۔

مالک بن النعمط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو خبر پڑھنے لگے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب حضرت ثابت بن قیس ابن شماس خزرجی تھے — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اور انصار کے خطیب تھے۔ آپ یوم الیمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سفر میں حدا کہتے تھے۔ ثمال تریذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرۃ القضیہ میں جب داخل ہوئے تو

لنا خول اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت اور غلام اور کنیز — لن وہ غلام جس کے ماں باپ غلام ہوں ان سے وہ پیدا ہوا ہو یا وہ غلام جو اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکے۔



ابن رواحہ آپ کے سامنے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اليوم نضربكم على تنزيلة  
ويذهل الخليل عن فليله

خلوا بني الكفار عن سبيله  
ضربا فيربل الهام عن مقليله

اس کی تفصیل عمرۃ القصبہ میں گزشتہ صفحات پر بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدا خوانوں سے تھے۔

یوم خیبر میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کا تفصیلی ذکر غزوہ خیبر میں آچکا ہے۔

حضرت انجشہ السعید الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ خوب حدا کہتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ انجشہ عورتوں کے ساتھ حدا خوانی کرتے تھے اور

شعر اور رجز پڑھتے تھے۔

انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ:

”اے عبد! تو نرمی کر اور خواریہ کے ساتھ رفتی کر۔“

یعنی عورتوں کے ساتھ نرمی کر۔ آپ نے عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کانچ سے بنے ہوتے ہیں اور ان

کی طرف شکست سرعت کرتی ہے۔ یعنی جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بے خوف نہیں ہوئے کہ عورتوں کو صدمہ پہنچے یا ان کے دلوں میں اس کا حدا

واقع ہو۔ یعنی اس کے حدا پر فریفتہ ہو جائیں اس سے آپ مطمئن نہیں ہوئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت انجشہ کے حدا پڑھنے

سے باز رکھا۔

مثلاً میں یہ ہے: الغنار فية الزنا

یعنی نغمہ زنا کے لیے منتر ہے۔ یعنی زنا کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کا ارادہ فرمایا کہ اونٹ جس وقت حدا سنتا ہے چلنے میں تیزی اور شدت کرتا

ہے اور سوار کو بے چین کر دیتا ہے۔ اور دکھ پہنچاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

ایسے چلانے سے اس لیے منع فرمایا کہ عورتیں حرکت کی شدت سے کمزور ہو جاتی ہیں۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں کے ساتھ حدا کہتے تھے۔

## آٹھویں فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آلاتِ حرب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلواریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو تلواریں تھیں:

☆ ماثور ☆ غضب ☆ ذوالفقار ☆ قلعی ☆ بتار ☆ خنجر ☆  
☆ مخدّم ☆ رسوب ☆ قضیب ☆

ماثور:

یہ پہلی تلوار ہے جس کے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پدری میراث سے ہو۔ یہی — یہ وہ تلوار ہے جس نے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اسے لے کر مدینہ میں ہجرت کے وقت آئے تھے۔

غضب:

یہ وہ تلوار ہے جو سعد بن عبادہ نے آپ کو اس وقت بھیجی تھی جب آپ بدر کو تشریف لے گئے تھے۔

ذوالفقار:

اس کے وسط میں پیہ کے مہروں کی مانند مہرے تھے — لفظ ذوالفقار کی فامیں فتح اور کسرہ جائزہ ہے۔ ذوالفقار عاضی بن منہ کی تلوار تھی۔ جو یوم بدر کے مالِ غنیمت میں آپ کی طرف آئی تھی — ہر ایک لڑائی میں جب آپ جاتے آپ کے ساتھ رہتی تھی۔

ذوالفقار کا قائمہ اور قبیلہ اور اس کا حلقہ اور ذوابہ اس کے بکرات اس کا نعل یہ سب چاندی کے تھے — تلوار کی نعل

گوئی۔

قلعی:

وہ تلوار ہے جو موضع قلع سے آپ کو پہنچی — قلع بادیہ میں نبی ایک موضع ہے یا قلعہ ہے — اس کا نام مرج ہے جو ہمدان کے راستہ پر حلوان سے قریب ہے۔

قائمہ کا معنی ہے قبضہ قبیلہ وہ شے جو قبضہ کی طرف ہوتی ہے۔ حلقہ کا معنی جس میں — ذوابہ کا معنی مادہ بکرات کا معنی ہے وہ حلقہ جو میان کے وسط میں ہوں۔

بتارہ:

یعنی قاطع — کاٹنے والی۔

حُتِف:

اس کا معنی ہے موت۔

مُخَذَم:

اس کا معنی بھی قاطع ہے — یہ تلوار بنی طے کے بت فلس سے پہنچی تھی۔

رُسُوب:

ضرب میں گزر جاتی تھی یعنی رکتی نہیں تھی بلکہ مقام ضرب میں غائب ہو جاتی تھی — رُسُوب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے نیچے جانا۔ یہ تلوار جس جگہ لگتی بیٹھ جاتی اور قائم رہتی۔

یہ تلوار بھی بنی طے کے بت فلس سے پہنچی تھی — آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی طے کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے فلس بت کو منہدم کر دیا۔ حارث نے یہ دونوں تلواریں اس بت پر چڑھائی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت میں بکریاں، اونٹ، غلام اور چاندی لی تھی۔ یہ دونوں تلواریں سہم صغی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علیحدہ کر لی تھیں۔

ابو الحسن المدائنی نے کہا ہے کہ زید انجیل نے یہ دونوں تلواریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیٰ دی تھیں جب وہ آپ کے پاس وفد کے طور پر حاضر ہوئے تھے۔

قُضِيب:

اس کا معنی لطیف قاطع تلوار ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی تلوار نہیں ہے بلکہ مشوق آپ کی تلوار ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات زرہیں تھیں:

- |            |              |               |          |
|------------|--------------|---------------|----------|
| ☆ ذوالفضول | ☆ ذات الوشاح | ☆ ذات الخواشی | ☆ سفد یہ |
| ☆ فضہ      | ☆ ہترا       | ☆ خرق         |          |

ذوالفضول:

یہ طویل زرہ تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ زرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت بھیجی تھی جبکہ آپ جنگ بدر کو تشریف لے گئے تھے۔ یہ زرہ لوہے کی تھی۔

۱۔ سہم صغی۔ وہ حصہ جو امام وقت کے لئے غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جدا کر لیا جائے۔ ۲۔ فضول فضل سے ہے جس کے معنی ہیں کثرت زیادتی

یہ وہی زرہ ہے جسے آپ نے ابوالختم یہودی کے پاس تیس صاع جودن کے عوض اپنے گھر والوں کے لیے رہن فرمایا تھا۔  
— یہ رہن ایک سال تک رہا تھا۔  
ذات الوشاح / ذات الحواشی:

مصنف نے ان کے بائے میں کچھ نہیں لکھا۔ فقط نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

سفید:

اس کا تلفظ ٹین معجمہ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زرہ عکرم اللہ قاعی کی تھی۔  
ایک روایت میں ہے کہ یہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ تھی جسے آپ نے جالوت کے قتل کے وقت پہنا تھا۔

فضہ:

یہ زرہ بھی آپ کو بنی قینقاع سے پہنچی تھی۔

بتر:

یہ تعمیر زرہ تھی۔

خرنق:

خرگوش کے جوان بچے کے نام پر اس کا نام تھا۔  
زرہوں کا استعمال:

یوم احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں:

☆ ایک ذات الفضول ☆ اور دوسری فضہ

یوم حنین میں آپ کے جسم پر دو زرہیں تھیں:

☆ ایک ذات الفضول ☆ دوسری سفید یہ

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمائیں**

☆ صفرا

☆ روحا

☆ زدار

☆ سداء

☆ کتوم

☆ بیضا

اس کمان کا صرف نام ذکر کیا گیا ہے۔

بنی قینقاع سے ملنے والی کمائیں:

تین کمائیں بنی قینقاع کے اسلحہ سے تھیں:

☆ دوسری کا نام صفرا

☆ ایک کمان کا نام روحا تھا

تیسری کا نام بیضا جسے شوط کہتے ہیں۔

کتوم:

یہ کمان یوم احد میں ٹوٹ گئی اسے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا۔ پھر آپ کے دست مبارک میں پلٹنے کے بعد پہلے سے زیادہ اچھی ہو گئی۔

سداو:

اس کے نام کے علاوہ اور کچھ نہیں ذکر کیا گیا۔  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منطقہ:

اس کا مطلب ہے کمر میں باندھنے کا پٹکا جو کہ چمڑے کا تھا — اس میں چاندی کے تین حلقے تھے اور دو طرفیں تھیں جو ابزیم میں داخل ہوتی ہیں چاندی کی تھیں۔

آپ کا تیردان:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکش کا نام کافور تھا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھالیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین ڈھالوں کا ذکر ملتا ہے:

☆ ذلوق ☆ فتن ☆ تصویر والی ڈھال

ذلوق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ڈھال جس کا نام ذلوق تھا۔ اس پر سے ہتھیار پھسل جاتا تھا۔

فتن:

اس کا فقط نام لکھا ہے۔ مصنف نے مزید کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔

تصویر والی ڈھال:

آپ کی یہ ڈھال آپ کے پاس ہدیے کے طور پر بھیجی گئی تھی۔ اس میں عقاب کی تصویر تھی یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ آپ کو وہ صورت مکروہ معلوم ہوئی۔ آپ نے اس پر دست مبارک رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیزے

مغلطائی نے آپ کے چار نیزے شمار کئے ہیں —

! طرف کا معنی ہے ہلکا وہ حصہ جو ابزیم میں داخل ہوتا ہے۔



☆ مٹوی ☆ مٹنی ☆ بیضا ☆ عنزہ

جبکہ صاحب العیون، صاحب البدن، صاحب السبل اور عراقی نے پانچ نیزے ان اشعار میں گنتی کئے ہیں۔

کان له من الرواح خمسة  
و رابع له یسمى مٹویا  
من قینقاع جاء ه ثلاثة  
والخامس المٹنی بذاك سمیا

مٹوی:

ایک نیزہ کا نام مٹوی تھا یعنی قاتل — ابن اثیر نے کہا ہے کہ مٹوی نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ جس کو اس کی طعن لگتی وہ ثابت رہتا تھا — یہ لفظ ”ٹوا“ سے ہے۔ اس کے اور لغوی معنی کے درمیان مناسبت ہے۔ اس کا معنی ہے اقامت۔

مٹنی:

اس کا معنی منعطف ہونے والا۔ اس میں شاید لچک تھی۔

بیضا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بڑا حربہ تھا جس کا نام بیضا تھا۔

عنزہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا حربہ چھوٹا سا تھا اور نیزہ سے نصف۔ اس کے نیچے چوڑا پھل بوری کا تھا عکاز یعنی عصا کے مشابہ۔ اس کا نام عنزہ تھا — اسے آپ اپنے سامنے گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خود:

آپ کے دو مغفر تھے... ☆ سبوغ ☆ موخ

سبوغ:

یہ مغفر لوہے کا تھا۔ اس کا نام سبوغ یا ذوا السبوغ تھا یعنی صاحب طول۔

موخ:

دوسرے مغفر کا نام موخ تھا۔

دیگر اشیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ کنزی

☆ کجمن ☆ محضر

☆ ڈیرہ

☆ کھنجر

☆ تحسیل

☆ طشت

☆ قدح

- ☆ غزا
- ☆ پٹانے
- ☆ قطفہ
- ☆ تخت
- ☆ بستر
- ☆ انگوٹھیاں
- ☆ موزے
- ☆ جے
- ☆ عمامے
- ☆ چادر شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ڈیرہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ڈیرہ تھا۔ جس کا نام کن تھا..... گرمی اور سردی وغیرہ میں اس سے پناہ ہوتی تھی۔  
آپ کا مچن:

آپ کا ایک مچن تھا یعنی آنکڑ۔ جس کا سر ٹیڑھا تھا۔ اور ایک وزاع کی مقدار میں تھا یا ایک وزاع سے اکثر تھا۔ آپ چلتے وقت اور سوار ہوتے وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور اپنے سامنے اپنے اونٹ پر اس کو لٹکا دیتے تھے۔

آپ کا محضر:

آپ کا ایک محضر تھا جس کا نام مرجون تھا۔

آپ کی لکڑی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک لکڑی شوط کی تھی جس کا نام مشوق تھا۔ شوط ایک قسم کا درخت ہے جو پہاڑوں میں اگتا ہے۔

آپ کے قدح:

آپ کے پانچ مختلف قدح تھے:

☆ آپ کے ایک قدح کا نام ریان تھا۔

☆ دوسرے قدح کا نام مغیث تھا۔

☆ ایک اور قدح تھا جو کہ تین جگہ سے شق ہو گیا تھا۔ چاندی کی زنجیر سے ٹانگے دیئے ہوئے تھے۔ یہ ٹانگے

حضرات انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگائے تھے۔

☆ ایک قدح لکڑی کا تھا۔

☆ ایک قدح کانچ کا تھا۔

آپ کے طشت:

آپ کے پانچ مختلف طشت و ظرف تھے:

☆ آپ کا ایک تور یعنی طشت پتھر کا تھا۔ جس میں آپ وضو کرتے تھے۔ اور اس کا نام مخضب تھا۔

☆ ایک رکوہ تھا جس کا نام صادرہ تھا۔

☆ ایک طشت تانبے کا تھا۔

☆ ایک پیتل کا ظرف غسل کرنے کے لئے تھا۔

☆ ایک ظرف سر میں تیل ڈالنے کے لئے تھا۔

### آپ کی تھیلی :

آپ کی تھیلی چمڑے کی تھی۔ اس ربوعہ یعنی تھیلی کو صاحب اسکندریہ مقوقس نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ (جو ام ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں) آپ کے لئے ہدیہ بھیجا تھا۔

اس تھیلی میں آپ منہ دیکھنے کا آئینہ۔ عاج کی کنگھی (عاج ذیل کو کہتے ہیں)۔ وہ سرمہ دان جس سے شب میں آرام فرماتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں لگاتے تھے..... اس تھیلی میں قینچی اور مسواک رہتی تھی۔

### آپ کا کٹہلا :

آپ کا ایک بڑا کٹہلا تھا۔ جس میں چار حلقے پڑے تھے اور چار آدمی اسے اٹھاتے تھے اور اس کا نام غرا تھا۔ یہ کٹہلا لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے تھا۔

### آپ کے پیانے :

اشیاء ناپنے کے لئے آپ کے پاس دو پیانے تھے: ایک صاع اور ایک مد

### آپ کا قطیفہ :

آپ کا ایک قطیفہ یعنی روئی دار کبیل تھا جس میں مختلف خطوط تھے۔

### آپ کا تخت :

آپ کا ایک تخت تھا جس کے پائے ساج کے تھے۔ یہ تخت اسعد بن زارہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔ اس پر آپ آرام فرماتے تھے۔ وفات کے بعد آپ کا جنازہ اس پر اٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جنازہ اس پر اٹھایا گیا۔ پھر صحابہ کرام اپنے موتی کو تبر کا اس پر اٹھاتے تھے۔

بنو امیہ کے عہد میں اس کے تختے فروخت ہوئے۔ عبداللہ ابن اسحاق نے چار ہزار درہم میں خرید کئے۔

### آپ کا بستر :

آپ کا بستر چمڑے کا تھا۔ اس میں خرما کا پوست بھرا تھا۔

## آپ کی انگوٹھیاں :

آپ کی مختلف انگوٹھیاں تھیں :

☆ آپ کی ایک انگوٹھی لوہے کی تھی۔ اس پر چاندی جڑھی ہوئی تھی۔

☆ آپ کی ایک انگوٹھی سونے کی تھی۔ آپ نے اسے پہنا پھر ڈال دیا۔ اس کے مگینہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، حیثی یا جزیع یا عقیق۔

☆ آپ کی ایک انگوٹھی چاندی کی تھی۔ جس کا نگینہ چاندی کا تھا۔ اسے آپ اپنے دست مبارک میں رکھتے تھے۔ پہلے یہ انگوٹھی آپ کے دائیں ہاتھ میں رہتی تھی پھر آپ نے اسے بائیں ہاتھ میں پہن لیا۔ اس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

## آپ کے موزے :

شاہ جش نجاشی اصمہ نے آپ کو دو خف سادھے یعنی موزے ہدیہ بھیجے تھے۔ آپ نے وہ پہنے۔

## آپ کے جبے :

آپ کے تین جبے تھے۔ ان کو آپ جنگ میں پہنتے تھے :

☆ ایک سندس اخضر کا تھا۔

☆ ایک جبہ طیالہ کا تھا۔

☆ تیسرے جبہ کا ذکر نہیں کیا گیا کہ کیا تھا۔

## آپ کے عمامے شریف :

آپ کے دو عمامہ شریف تھے۔

☆ ایک عمامہ کا نام سحاب تھا، وہ عمامہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عنایت فرما دیا تھا۔

☆ دوسرا عمامہ سیاہ تھا۔ یوم فتح مکہ میں آپ کے سر مبارک پر خود کے نیچے تھا تا کہ میل سر پر نہ لگے۔ یا مغفر کے اوپر تھا۔

## آپ کی چادر مبارک :

آپ کی ایک چادر تھی۔ جس کا طول چار ذراع اور عرض ایک ذراع تھا اور ایک شیر یعنی ایک بالشت۔ دوسری روایت میں عرض دو ذراع بیان ہوا ہے۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔

## نویں فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پالتو چوپائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس گھوڑوں کا نام ذکر کیا گیا ہے:

☆ سبک	☆ مرتجز	☆ ظرب تما	☆ لحیف
☆ الزاز	☆ ورد	☆ مسجد	☆ بحر
☆ ج	☆ ذواللمہ	☆ ذوالعقال	☆ سرحان
☆ طرف	☆ مرتجل	☆ مرواح	☆ ملاوح
☆ مندوب	☆ نجیب	☆ یعوب	☆ یعسوب

سبک :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں ایک گھوڑے کا نام سبک تھا۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔ فرس سبک یعنی کثیر الجری — گویا اس کی رفتار پانی کے بہنے کے طور پر ہے۔ اس کی اصل سبک الماء سبک سے ہے۔ سبک اول وہ گھوڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے مالک ہوئے ہیں۔ اسے آپ نے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ (ایک اوقیہ برابر ہے چالیس درہم کے) —

☆ سبک اغر تھا — یعنی اس کی پیشانی پر درہم سے زیادہ سفید داغ تھا۔

☆ سبک منجل تھا — یعنی گھٹنے سے گامچی تک سفیدی تھی۔

☆ سبک طلق الیمین اور کیت تھا — یعنی اس کے رنگ میں سرخی اور سیاہی ملی ہوئی تھی، کوئی خالص رنگ نہیں تھا۔

ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کا رنگ ادہم تھا — طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑا سیاہ رنگ کا تھا جس کا نام سبک تھا۔

مرتجز :

دوسرا گھوڑا مرتجز تھا — اس کا یہ نام اس لئے تھا کہ اس کی آواز اچھی تھی۔ گویا رجز پڑھتا رہتا تھا۔ رجز شعر کی قسم ہے۔ مرتجز اسی سے لیا گیا ہے۔ اس کا رنگ نقرئی تھا۔



مرتجز وہ گھوڑا ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی تھی۔ آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت گردانا — اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ ابو یعلیٰ ابن خزیمہ اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواء بن الحارث سے ایک گھوڑا خرید کیا۔ اس نے انکار کیا کہ میں نے فروخت نہیں کیا — آپ کی شہادت خزیمہ نے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تمہیں کس چیز نے شہادت پر آمادہ کیا تم اس کے ساتھ حاضر نہیں تھے۔“

خزیمہ نے کہا:

”جو شے آپ لائے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے — اور مجھے علم ہے کہ آپ حق سچ کے سوا نہیں فرماتے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من شهد له خزیمہ — یا یہ فرمایا: شهد علیہ الخسبہ۔

### ظرب تمما:

تیسرے گھوڑے کا نام ظرب تمما تھا — یہ ظراب کا واحد ہے۔ ظرب نام اس لئے تھا کہ یہ بہت بڑا اور فر بہ تھا — دوسری روایت کے مطابق ظرب نام اس کی قوت اور سمعون کی سلاکت کی وجہ سے تھا۔

ظرب فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیۃ بھیجا تھا — عرب سے جو ملک ملا تھا ہوا تھا اس کا عامل قیصر کی طرف سے تھا وہ مسلمان ہو گیا اہل روم نے اسلام کے سبب اسے قتل کر ڈالا۔

### لحیف:

چوتھے گھوڑے کا نام لحیف تھا — ربیعہ بن ابی البراء نے آپ کی خدمت میں ہدیۃ بھیجا تھا۔ لحیف نام اس لئے رکھا تھا کہ بہت بڑا اور فر بہ تھا — ہر دی نے لکھا ہے کہ اس کی دم طویل ہونے کی وجہ سے اس کا نام لحیف تھا — اور یہ نسب اس لئے ہے کہ مصنف نے اس کی دم کی تعریف یوں کی ہے۔ گویا وہ اپنی دم سے زمین کو لحاف اوڑھاتا تھا یعنی دم سے زمین کو ڈھانپ لیتا تھا — فعیل بمعنی فاعل ہے جیسے عرب کہتے ہیں:

لحفت الرجل باللحاف — میں نے مرد کو لحاف سے ڈھانپ دیا۔

یعنی اس پر لحاف ڈال دیا — اور جیم اور فامجمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری کو متحقق نہیں ہوا کہ اصل میں کیا ہے — اور معروف حاء مہملہ سے ہے۔ یہ نہا یہ میں ہے۔

### الراز:

پانچواں گھوڑا الراز تھا — اس کا یہ نام شدت تلوز سے تھا یعنی گھٹایا تھا۔ اس کے کل اعضاء خلقت میں مجتمع تھے — ظراب چھوٹے پہاڑوں کو کہتے ہیں۔

عرب لوگ کہتے ہیں:

لذبه الشی ای لزوج به — ”وہ چیز اس کو چٹ گئی۔“

گویا وہ اپنی سرعت سے مطلوب کو چٹ جاتا تھا — یہ گھوڑا مقوقس جریج بن مینا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ بھیجا تھا۔

درو:

دردکیت اور اشتر کے درمیان ایک رنگ ہے — ابن سعد نے کہا ہے کہ تمیم الداری نے یہ گھوڑا آپ کو ہدیہ بھیجا تھا — آپ نے وہ گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو عطا فرما دیا تھا — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سوار ہوئے — پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ایسے حال میں پایا کہ وہ سستا بکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدنے سے منع فرما دیا۔ کہ ایک درہم کے بدلے اس لئے کہ جو شخص اپنے صدقہ میں عود کرے وہ ایسا ہے جیسے کتاتے کرے اور اس کو پھر کھاوے۔

مسجد:

ساتویں گھوڑے کا نام مسجد تھا۔ عرب کہتے ہیں: فرس سانج یعنی جس وقت گھوڑا اپنی دوڑ میں خوبی سے ہاتھوں کو بڑھا کر رکھے — ابن سیرین نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا اشتر تھا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے مول لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ سات گھوڑے تھے۔ ان پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ ان سب پر علماء کا اتفاق ہے۔ ان سب گھوڑوں کو بدر میں جماعہ نے ایک بیت میں جمع کیا ہے۔ وہ بیت یہ ہے:

والخیل سکب لحیف سجة ظرب لزاز مرتجز درد لها اسرار

بحر:

مصری محدث عبدالغنی بن سلیمان بن یمن نے اس شے میں جسے حافظ الامیاطی نے حکایت کیا ہے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں ایک گھوڑا بحر تھا — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ان تاجروں سے خرید فرمایا تھا جو اسے یمن سے لائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑے سے گھر دوڑ میں بارہا سبقت کی ہے یعنی سب گھوڑوں سے آگے آپ کا گھوڑا نکل گیا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھے اور اپنا دست مبارک بحر کے منہ پر پھیرا اور فرمایا: ”تو نہیں ہے مگر بحر“ یعنی تو بحر ہے۔

چنانچہ اس کا نام بحر رکھا گیا — اس لئے کہ دوڑ میں اس دریا کی مثل جاتا تھا جس کا پانی منقطع نہ ہو — ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا کیت تھا۔ آپ کے گھوڑے کی زین دو پٹھوں کے طور پر درخت خرما کے پوست سے تھی۔

سج:

آپ کا گھوڑا سج بکسرین و سکون جم تھا — اسے علی بن محمد بن الحسین بن عبدوس الکوفی نے روایت کیا ہے۔ شاید یہ اسم اس قول سے ماخوذ ہے:

سجلت الماء فانسجل یعنی میں نے پانی بٹویا وہ بٹ گیا۔

ذواللمہ:

آپ کا ایک گھوڑا ذواللمہ تھا۔ بکسر لام و تشدید میم — اسے ابن حبیب اخباری نے ذکر کیا ہے۔

ذوالعقال:

آپ کا گھوڑا ذوالعقال تھا، بہ ضم عین اور تشدید قاف کے — بعض علماء نے تخفیف قاف سے کہا ہے۔

سرحان:

آپ کا ایک گھوڑا سرحان تھا۔ بہ کسر سین و سکون رائے مہملہ — اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے — سرحان بھیڑیے کو کہتے ہیں — لغت ہذیل میں شیر کو سرحان کہتے ہیں۔

طرف:

آپ کا ایک گھوڑا طرف تھا۔ بہ کسر طاء و سکون را — اس کے بعد قاف ہے۔

اسے ابن قتیہ نے معارف میں ذکر کیا ہے — ماں باپ کی طرف سے نجیب تھا — ایک روایت میں ہے کہ طرف وہ گھوڑا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے خرید کیا تھا اور آپ کی شہادت اس کے ساتھ خزیمہ بن ثابت نے دی تھی۔

مرتبجل:

آپ کے ایک گھوڑے کا نام مرتبجل تھا۔ بکسر میم اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ لفظ عرب کے اس قول سے لیا گیا ہے:

ارتجل الفرس او متجالا

کبھی پوئی اور کبھی قدم سے چلتا تھا۔

مرواح:

آپ کا ایک گھوڑا مرواح تھا۔ بکسر میم مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے مطعام ہے۔ یہ لفظ ریح سے مشتق ہے۔ بمعنی ہوا — یا مرواح سے مشتق ہے۔ بمعنی ہوا — یا مرواح سے مشتق ہے۔ ریح سے مشتق ہونے کی صورت میں اس کی سرعت مراد ہے۔ یعنی

جیسے ہوا تیز چلتی ہے ویسے ہی وہ تیز چلتا تھا — رواح سے مشتق ہونے کی حالت میں اس کی رفتار کی وسعت مراد ہے۔  
اس گھوڑے کو قوم مذحج نے آپ کو ہدیہ کیا تھا — اسے ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔

**ملاوح:**

بہ ضم میم اور کسراؤ سے اس کا نام ملاوح ہے۔ اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔

**مندوب:**

اسے ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے گھوڑوں سے تھا۔

**نجیب:**

اسے ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے — ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ گھوڑا ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے خرید کیا تھا اور اس کے ساتھ آپ کی شہادت خزیمہ بن ثابت نے دی تھی۔

**یعوب اور یعسوب:**

ان دونوں کو قاسم بن ثابت نے کتاب الدلائل میں ذکر کیا ہے۔  
آپ کے سوار ہونے کی زمین کی دو طرفیں درخت خرما کے پوست سے تھیں۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خنجر

آپ کے چھ خنجر تھے جنہیں مصنف نے ذکر کیا ہے:

- |                        |                 |                       |
|------------------------|-----------------|-----------------------|
| ☆ عطاء کے بیٹے کا ہدیہ | ☆ قنہ           | ☆ دلدل                |
| ☆ کسریٰ کا ہدیہ        | ☆ نجاشی کا ہدیہ | ☆ اکید نصرانی کا ہدیہ |

**دلدل:**

آپ کے خنجروں سے دلدل تھا۔ اس کے رنگ کو شہبا کہتے تھے — شہبا وہ ہے جس کے بالوں کی سپیدی سیاہی پر غالب ہو..... بعض نے کہا ہے بیضا تھا۔

یہ خنجر مقوقس نے آپ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سفر میں سوار ہوئے تھے — آپ کے بعد زندہ رہا۔ دانت گر گئے اور ماندھا ہو گیا اور مقام بیع میں مر گیا۔

۱۔ یہ تیسرا گھوڑا ہے جس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی خرید کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے آپ کی شہادت دی تھی اس سے پہلے مرتجز اور طرف نامی گھوڑوں کے بارے میں خزیمہ بن ثابت کی شہادت کا ذکر کیا گیا ہے۔

قضیہ :

یہ نجر فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔

علاء کے بیٹے کا ہدیہ :

یہ آپ کے لئے علاء کے بیٹے نے ہدیہ بھیجا تھا جو صاحب ایلہ تھا — علاء فتح عین و سکون لام اعلیٰ کی تانیث ہے — اس کو کہتے ہیں کہ جس کا اوپر کا ہونٹ چرا ہوا ہو — یہ قرطبی کی روایت ہے۔

اکیدر نصرانی کا ہدیہ :

یہ نجر دومتہ الجندل سے آپ کے پاس آیا تھا — یہ نجر اکیدر بن عبد الملک نصرانی نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔ اکیدر مسلمان نہیں ہوا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اکیدر کو قتل کیا۔

نجاشی کا ہدیہ :

ایک نجر شاہ حبش نجاشی نے ہدیہ بھیجا تھا — حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ اس پر سوار ہوتے تھے۔

کسریٰ کا ہدیہ :

شاہ کسریٰ نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا — یہ بات محل نظر ہے اس لئے کہ کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط چاک کر ڈالا تھا — اس کا جواب اس طور پر دیا گیا ہے کہ جس کسریٰ نے آپ کو نجر بھیجا تھا وہ شیروہ بن ہرمز تھا۔ یا اس کے چچا زاد بھائی کسریٰ بن قباد نے اردشیر بن شیروہ نے بھیجا تھا یا جربان نے بھیجا تھا۔ یہ تمام لوگ قتل پرویز کے بعد بادشاہ ہوئے۔ پھر ان کے بعد بوران بنت کسریٰ ملکہ ہوئی۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ پرویز نے ملک کے غلبہ اور شقاوت سے آپ کا خط چاک کر ڈالا۔ بعد میں اس نے اپنے نفس میں گور کیا ہو اور آپ کی نبوت کا یقین کرنے سے ڈر گیا ہو اور نجر آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھے :

آپ کے تین گدھوں کا ذکر کیا گیا ہے :

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھوں سے عفر تھا جو مقوس نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔

☆ ایک گدھا یعفور تھا جو فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ عفر اور یعفور دونوں ایک ہی ہیں۔



☆ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گدھا دیا تھا آپ اس پر سوار ہوتے تھے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں

☆ قصوا	☆ اعضا	☆ جدعا	☆ مکتب
☆ مہرہ	☆ اطلال	☆ اطراف	☆ بردہ
☆ یغوم	☆ برکہ	☆ حنانہ	☆ زمزم
☆ ریا	☆ سعدیہ	☆ سقیا	☆ سمر
☆ شقرا	☆ عجزہ	☆ عریس	☆ غوشہ
☆ قمریہ	☆ مردہ	☆ مہرہ	☆ درشہ
☆ سیریہ			

قصوا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں سے قصوا اونٹنی تھی۔ یہ وہ اونٹنی ہے جس پر آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کی تھی۔

اعضا اور جدعا:

ایک اونٹنی اعضا تھی اور ایک جدعا تھی۔ ان دونوں میں غضب تھا نہ جدع — نہ اس کے کان کٹے ہوئے تھے اور نہ چرے ہوئے تھے اور نہ ناک کٹی ہوئی تھی اور نہ ہونٹ چرے ہوئے تھے۔

زخشری نے کہا ہے کہ ناقہ اعضا یعنی فصیر القد — اعضا اور جدعا ان کے نام تھے — ایک روایت ہے کہ اس کے کان میں غضب تھا یعنی چرا ہوا تھا — دوسری روایت میں ہے کہ اعضا اور جدعا ایک ہی اونٹنی ہے — یہ وہ اونٹنی ہے کہ کوئی اونٹ یا اونٹنی اس سے آگے نہیں نکلتی تھی۔ ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا وہ اس سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ امر شاق ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا کی چیزوں سے کسی چیز کو رفعت نہیں دیتا ہے مگر اسے پست کر دیتا ہے۔

مکتب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوم بدر میں ابو جہل کا اونٹ مال غنیمت میں ملا۔ اس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ اس کا نام مکتب تھا۔

یوم حدیبیہ میں آپ نے اسے قربانی کے اونٹوں کے ساتھ بھیج دیا تا کہ مشرکین اس سے غیظ میں آئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پینتالیس اونٹیاں دودھ دینے والی تھیں۔

مہرہ :

یہ اونٹنی آپ کی خدمت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجی تھی۔

اطلال اور اطراف :

ان دونوں اونٹیوں کو عراقی نے بکریوں کے باب میں ذکر کیا ہے۔

برودہ :

یہ اونٹنی ضحاک بن سفیان نے آپ کو ہدیہ بھیجی تھی یہ دو اونٹیوں کے برابر دودھ دیتی تھی۔ اسے بھری نے ذکر کیا ہے۔

لیغوم :

وہ اونٹنی جس کی آواز فصیح نہ ہو۔

برکہ :

اسے عراقی نے ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

حنانہ :

وہ اونٹنی ہے جسے غرسینین نے ذبح کر ڈالا تھا۔

زمزم :

اس کو عراقی نے ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

ریا سعدیہ اور سقیا :

الفیہ میں بکری کا نام ہے۔

سمرا :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اونٹنی تھی۔

شقرا، عجزہ، عریس :

انہیں عراقی نے الفیہ میں ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

غوشہ، قمریہ :

غیشہ نام ہے — ان سے پہلے جو ہیں ان کو عراقی نے اور بھری نے ذکر کیا ہے — یہ بکریوں کے بھی نام ہیں —

مروہ مہرہ :

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی عقیل کے اونٹوں سے آپ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

درشہ لیسرہ :

اونٹیوں کے ذیل میں یہ نام بھی آتے ہیں — مصنف کے بعض نسخوں سے اسماء ساقط ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریاں :

ان میں سے کثیر اونٹیوں کو عراقی نے بکریوں کے نام سے ذکر کیا ہے — عراقی کی موافقت یھری نے کی ہے۔ بعض اسماء پر اور باقی کے اسماء پر کلام نہیں کیا — جو نام مصنف نے ذکر کئے ہیں۔ اگر اس بناء پر صحیح ہوں کہ ثبوت اس کا مصنف سے ہے تو وہ اسماء جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹیاں اور بکریاں موسوم ہیں۔ دونوں کے نام ہوں گے — واللہ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سو بکریاں تھیں اور چھ بھیڑیں تھیں جو دودھ دیتی تھیں۔ ان کو ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چراتی تھیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بکری کا نام قمر تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گائے :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی گائے نہ تھی — اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے حجتہ الوداع میں قربانی کی — برہان نے اسے اس طور پر رد کیا ہے کہ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ کوئی آدمی ہمارے پاس گائے کا گوشت لے کر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ — اس نے کہا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی تھی۔“

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے :

”باب ذبح الرجل البقر عن نساء من غیر امرہن“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرغ :

عراقی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفید مرغ تھا —

و سمان دیک عندہ ابیض له بد کذا المحب الطبری لقلہ بعض نے مرغ کی حدیث کو موضوع کہا ہے اور بعض نے

ضعیف کہا ہے۔

## دسویں فصل

## بارگاہ نبوی میں آنے والے وفد

وفد کیا ہے؟:

امام نووی نے کہا ہے کہ وفد اس جماعت مختار کو کہتے ہیں جو عظماء کی ملاقات کے لئے مقدم کی جائے یعنی آگے کی جائے — وفد کا واحد وفد ہے — ایسے لوگ فصیح اور شائستہ ہوتے ہیں اس لئے وہ مقدم کئے جاتے ہیں۔

وفد کا آغاز:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان وفد کے آنے کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جبکہ آپ ہجرانہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ یہ ۸ھ کا آخر تھا۔ ۸ھ سے ۹ھ میں آپ کی وفات تک وفد آتے رہے — ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وفد کی آمد غزوہ تبوک کے بعد سے ہوئی ہے — آپ غزوہ تبوک سے شعبان یا رمضان ۹ھ میں واپس تشریف لائے تھے — ابن ہشام نے ۹ھ لکھا ہے اور سید الوفود لکھا ہے — محمد بن سعد نے وفد کو ”طبقات“ میں پے درپے نقل کیا ہے — دمیاطی نے اپنی سیرت میں محمد بن سعد کا اتباع کیا ہے — ابن سعد کے شاگرد ابن سید الناس مغلطائی اور حافظ زین الدین عراقی نے اپنی منظومہ میں ذکر کیا ہے۔

علماء نے ان وفد کا مجموعہ ساٹھ سے زیادہ نقل کیا ہے — شامی نے ایک سو سے زیادہ وفد کا ذکر کیا ہے — جبکہ مصنف نے اختصار کے ارادے سے پچیس (۳۵) وفد ذکر کئے ہیں:

- |                               |                         |
|-------------------------------|-------------------------|
| ☆ بنی ہوازن سے وفد            | ☆ بنی ثقیف سے وفد       |
| ☆ بنی عامر سے وفد             | ☆ عبدالقیس کا وفد       |
| ☆ بنی حنیفہ سے وفد            | ☆ بنی طے سے وفد         |
| ☆ بنی کندہ سے وفد             | ☆ اہل یمن سے وفد        |
| ☆ ازد سے وفد                  | ☆ بنی حارث سے وفد       |
| ☆ بنی ہمدان سے وفد            | ☆ مزینہ کے وفد          |
| ☆ بنی دوس سے وفد              | ☆ بخران کے وفد          |
| ☆ فردہ بن عمرو الجذامی کا وفد | ☆ بنی سعد بن بکر سے وفد |
| ☆ بنی محارب سے وفد            | ☆ بنی نجیب سے وفد       |

- ☆ بنی سعادہ سے وفد
- ☆ بنی اسد سے وفد
- ☆ بنی عذرہ سے وفد
- ☆ بنی مرہ سے وفد
- ☆ بنی محارب سے وفد
- ☆ بنی غسان سے وفد
- ☆ بنی عبس سے وفد
- ☆ ازد سے وفد
- ☆ بنی نضج سے وفد
- ☆ بنی فزارہ سے وفد
- ☆ قبیلہ بھرا سے وفد
- ☆ بلعی سے وفد
- ☆ قبیلہ خولان سے وفد
- ☆ بنی صدا سے وفد
- ☆ سلامان سے وفد
- ☆ بنی عامد سے وفد
- ☆ بنی المستفق سے وفد

### بنی ہوازن سے وفد:

امام بخاری اور موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ ماہ شوال میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے پلٹ کر ہرانہ کی طرف آئے۔ وہاں بنی ہوازن کے قیدی تھے۔ آپ کی خدمت میں بنی ہوازن سے وفد حاضر ہوا۔ وفد کے ارکان مسلمان ہو گئے تھے۔ ان میں نو آدمی ان کے اشراف سے تھے۔ وہ مسلمان ہوئے اور آپ سے بیعت کی۔ پھر انھوں نے بات چیت شروع کی اور کہنے لگے:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جن لوگوں کو آپ نے پایا ہے۔ ان میں آپ کی مائیں آپ کی بہنیں پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔“

آپ نے یہ سن کر فرمایا:

”میں لوگوں کو تمہارے لیے بلاتا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ مال غنیمت تقسیم ہو کر متفرق ہو گیا ہے۔ دونوں باتوں میں سے کون سی بات تمہیں زیادہ دوست ہے۔ بردے یا مال؟“

انہوں نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے ہمیں حسب اور مال کے درمیان اختیار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک مال سے زیادہ حسب دوست ہے۔ ہم لوگ بکریوں اور اونٹوں کے بارے میں کلام نہ کریں گے۔“

آپ نے ان سے فرمایا:

”وہ شے جو بنی ہاشم کے لیے ہے وہ تمہاری ہے۔ میں تمہارے لیے مسلمانوں سے بات کروں گا۔ تم لوگ مسلمانوں



سے باتیں کرو اور ان سے اپنا اسلام ظاہر کرو تا کہ وہ تم پر مہربانی کریں۔“

آپ نے اس ارشاد سے یہ ارادہ فرمایا کہ پہلے میں امر نہ کروں کہ بردوں وغیرہ کے رد کرنے سے بعض کے نفوس میں کچھ بات پیدا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی تو ان لوگوں نے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ ان کے خطیبوں نے کلام کیا۔ نہایت مبالغہ کیا۔ یا زیادہ بلیغ باتیں کیں اور دورانِ خطاب صحابہ کرام کو قیدیوں کے رد کرنے کے بارے میں رغبت دلائی۔ جبکہ اذکار نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ یا جبکہ ہوازن کا خطیب خطبہ سے فارغ ہوا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں سے ان کی شفاعت فرمائی اور قیدیوں کو رد کرنے پر مسلمانوں کو تحریک دلائی اور فرمایا:

”جو غنیمت بنی ہاشم کے لیے ہے وہ میں نے ہوازن کو پھیر دی۔“

ابن اسحاق کی روایت میں جو ان کے شیخ عمر بن شعیب سے ہے۔ شعیب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ یہ ہے کہ ہوازن کے وفد نے آپ کو جہرانہ میں پایا۔ جبکہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اہل اور عشیرہ ہیں اور ہم لوگوں پر وہ بلا پہنچی ہے جو آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ ہم لوگوں پر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔“

پھر ہوازن کا خطیب زہیر بن مردکھڑا ہوا اور اس نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ عورتیں جو قیدیوں سے خطائر میں ہیں آپ کی رضائی خالائیں اور پھوپھیاں ہیں۔ اور آپ کو گود میں لینے والی عورتیں ہیں جو آپ کا تکفل کرتی تھیں۔ آپ ایسے ہیں کہ ہر ایک مکفول پر فضل اور شرف میں زیادہ ہیں۔“

واقعی کی روایت میں ہے کہ:

”جو عورتیں قیدی بنائی گئی ہیں ان میں قربت میں جو آپ سے دور ہیں وہ اس وجہ سے آپ سے قریب ہیں کہ:

☆ انہوں نے آپ کو گود میں لیا ہے

☆ اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلایا ہے

☆ اور اپنے کولہوں پر سوار کرایا ہے

حقیقت حال یہ ہے کہ آپ خیر المكفولین ہیں۔“

ابن اسحاق کے نزدیک ایک روایت میں یہ ہے کہ زہیر بن مرد نے کہا:

”اگر ہم لوگ حارث بن تمر کو یا نعمان بن المندر کو دودھ پلاتے پھر ہم لوگوں پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس کی مثل اگر نازل ہوتی تو ہم حارث اور نعمان سے اس کے لطف و کرم اور اس کے احسانوں کی امید رکھتے کہ وہ ہم پر

بذل کرتے۔“

پھر زہیر نے آپ کو مخاطب کر کے یہ اشعار پڑھے:

امن علينا رسول الله في كرم فانك المرء نرجوه و مذكر

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اس صفت جمیلہ سے جو آپ کا کرم ہے ہم لوگوں پر احسان فرمائیں ..... یا کرم بمعنی اکرام یعنی آپ اس اکرام کے سبب ہم لوگوں پر احسان فرمائیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان وصلہ ہے۔ اس لیے کہ وہ صفات محمودہ جو لوگوں میں متفرق طور پر ہوتے ہیں وہ کلی صفات آپ کی ذات واحد میں جمع ہیں۔ ہم اپنی مہمات کے لیے آپ کی امید کرتے ہیں۔ اور آپ کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ جو مصیبتیں ہمیں آئندہ درپیش ہوں آپ کی برکت سے وہ دفع ہوں۔“

طبرانی کی ثلاثیات میں سے ہے کہ اس شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ تین آدمی ہیں — زہیر بن سرد سے یہ روایت ہے کہ جب ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیر کر لیا وہ دن یوم حنین اور یوم ہوازن تھا۔ یعنی ہماری عورتیں اور ہمارے بچے قید کر لیے گئے — اولاد اور عورتوں سمیت چھ ہزار تھے۔ آپ قیدیوں اور بکریوں کو تقسیم فرما رہے تھے کہ میں آپ کے پاس آیا اور یہ اشعار پڑھے:

فانك المرء نرجوه و مذكر

امن علينا رسول الله في كرم

مشتت شلمها في دهرها غير

امن على بيضة قدعا قها قدر

”بیضہ سے مراد اہل اور عشیرہ ہیں۔ آپ اہل اور عشیرہ کے ساتھ احسان فرمائیں۔ ہمارے اس اہل اور عشیرہ کو قدر عائق ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی جمعیت بکھری ہوئی ہے اور اس کے زمانہ میں تبدیلی ہے — یعنی احوال متغیر ہو گیا ہے۔“

البقت لنا الدهر هتا فاعلى حزن على قلوبهم الغماء والغمر

”ہمیں زمانے نے اس آواز کے ساتھ باقی رکھا ہے جو غم پر شامل ہے۔ ہمارے عشیرہ کے دلوں میں وہ دکھ ہے جو سرور کو چھپا دیتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں کینہ ہے۔“

ان لم تداركم نعمنا تنشرها يا ارحج الناس حلما حين نخبر

”اگر آپ ان لوگوں کا تدارک اس نعمت سے نہ کریں گے جسے آپ مخلوق میں پھیلاتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے — آپ جس وقت آزمائش کیے جائیں تو عقل میں سب لوگوں سے زیادہ راجح ہیں۔“

امن على نسوة قد كنت ترضعها او قوك نملوة من محضا الدرر

”محض خالص الدرر دودھ کی کثرت اور اس کا سیلان — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان عورتوں پر احسان کیجیے جن کا آپ دودھ پیتے تھے۔ ان کے خالص دودھ کی کثرت آپ کے دہان مبارک کو پر کر دیتی تھی۔ یعنی آپ نے ان

نورتنوں کا دودھ کثرت سے پیا ہے۔“

اذ انت طفل صغير كنت ترضها واذا يز نيك ماتاتی دما تذر

”اس وقت آپ ننھے منے بچے تھے اور ان کا دودھ پیتے تھے۔ اس وقت آپ کو وہ شے جو آپ لاتے اور وہ شے جسے آپ پیوڑ دیتے آپ کو زینت دیتی تھی۔ یعنی بچپن میں آپ کا ہر فعل اچھا معلوم ہوتا تھا۔“

لا تجملنا کمن شالت نعامة واستبق منا ذانا معشر زهر

”شالت بلند ہوا۔ نعامة باطن قدم شالت نعامة سے مراد ہلاک ہوا۔ آپ ہم لوگوں کو ان لوگوں کی مثل نہ کیجیے جو بڈک ہو گئے۔ آپ ہم سے اپنی ثناء ہمیشہ کے لیے باقی رکھیے۔ اس لیے کہ ہم اچھا گروہ ہیں۔“

انا لنشکر للنعماء اذ کفرت وعندنا بعد هذا لیوم مدخیر

”ہم لوگ نعمت کا شکر کرتے ہیں۔ جس وقت اس نعمت کا کفران کیا جائے یعنی دوسرے لوگ۔ اس نعمت کا کفران کریں۔ ہمارے نزدیک آج کے دن کے بعد شکر کا ذخیرہ ہے یعنی ہم لوگ ہمیشہ آپ کے شکر گزار رہیں گے۔“

فالیس العفومن فذکنت ترضعه من امهاتک ان العفو مشہر

”عفو کا لباس ان لوگوں کو اپنائیں جن کا آپ دودھ پیتے تھے۔ اور وہ لوگ آپ کی رضائی ماؤں سے ہیں۔ عفو کی خوبی زمانہ میں مشہور ہے کہ وہ وصف بسی ہے۔“

یاخیر من مرحت کمت الجباوبه عندالهیاج اذا ما استوقدا الشرر

”اے ان لوگوں کے اچھے! جن کے سبب تیز رفتار گھوڑے ناز سے اترا کر چلتے ہیں جس وقت لڑائی کے شرارے بھڑکائے جاتے ہیں۔“

انا نومن عفوامنک تلبه هادی البریه اذ تعفود تنتصر

”ہم لوگ آپ سے عفو کی امید رکھتے ہیں کہ آپ عفو کو ہمارا لباس فرمادیں۔ اے مخلوق کو ہدایت کرنے والے! اس لیے کہ آپ عفو کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔“

فاعفو عفاالله عما انت راهبه یوم القیامه اذ یهدی لك الظفر

”آپ عفو فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس شے سے عفو کرے جس سے آپ ڈرانے والے ہیں۔ قیامت کے دن آپ کو ظفر بدیہ کی جائے یعنی آپ کو قیامت کے دن اپنے مقاصد پر فوز ہوگا۔ جو آپ کے مقاصد ہیں آپ ان کو پائیں گے۔“

راوی نے کہا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشعار سنے تو فرمایا:

”جو شے میرے لیے اور آل عبدالمطلب کے لیے ہے وہ بلا ذرا تمہارے لیے ہے۔“

اور قریش نے یہ کہا:

”جو شے ہمارے لیے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔“

اور انصار نے یہ کہا:

”جو شے ہمارے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔“

وہ حدیث جو عمرو ابن شعیب سے ہے ابن اسحاق نے اس پر یہ زیادہ کیا ہے کہ اقرع بن حابس نے کہا:

”میں اور بنی تمیم قیدی واپس نہ کریں گے۔“

عینیہ بن الحسن نے کہا:

”میں اور بنی فزارہ نہیں دیں گے۔“

عباس بن مرواس نے کہا:

”میں اور بنی سلیم نہیں دیں گے۔“

بنی سلیم نے کہا:

”بے شک جو شے ہماری ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے ہے۔“

بنی سلیم نے کہا:

”تم لوگوں نے میری توہین کی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں سے جو شخص اپنے حق کے سبب ان قیدیوں سے روک کر رکھتا ہے اس کے لیے ہر ایک انسان کے بدلے

چھ فرائض اول ان قیدیوں سے ہیں جنہیں میں پاؤں گا۔“

چنانچہ سب نے اپنے قیدیوں سے ہوازن کے بچے اور عورتیں لوٹا دیں۔ مگر عینیہ بن الحسن نے اس گمان سے ایک بڑھیا کو رکھ لیا کہ قبیلہ میں اس کا نسب ہوگا اس کا فدیہ زیادہ ہوگا۔ لیکن اس کے عیب چیری (زیادہ عمر) کی وجہ سے چھ فرائض کے بدلے لوٹا دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں میں سے ہر ایک کو قبلیہ لباس پہنایا۔ ابن عقبہ نے کہا کہ مقام ہجر کی ایک قسم کی چادریں ہر ایک کو اوڑھائیں۔

واقعی نے ذکر کیا ہے کہ ہوازن کے وفد چوبیس (۲۳) گھرانوں کے تھے۔ ان میں ابو برقان السعدی تھے۔ انہوں نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ خطائر آپ کی رضاعی ماؤں اور خالائیں اور آپ کو گود میں لینے والیوں اور

دودھ پلانے والیوں کے لیے ہیں۔ (یعنی جیسے اونٹ احاطہ میں بھر دیئے جاتے ہیں ویسے ہی یہ عورتیں احاطوں میں

بھر دی گئی ہیں) آپ ہم لوگوں پر احسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کیا ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میں نے تمہارا انتظار کیا اور یہاں تک تاخیر کی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ تم نہ آؤ گے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ میں نے قیدی تقسیم کر دیئے ہیں۔“

بنی ثقیف کا وفد:

تبوک سے آنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثقیف کے وفد آئے۔ ثقیف کے امر سے یہ تھا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ طائف سے واپس تشریف لائے اور ان کا محاصرہ ترک کر دیا، پھر سفر کا عزم فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ثقیف پر بددعا سمجھیے۔ ان کے تیروں نے ہم کو جلا دیا ہے۔“ آپ نے یوں دعا فرمائی:

اللهم اهد ثقیفا وایت بهم

”اے اللہ! ثقیف کو اسلام کی ہدایت کر اور ان کو مسلمان بنا کے لا۔“

جب آپ ان کی طرف پلٹے تو آپ کے پیچھے عروہ بن مسعود آیا۔ یہاں تک کہ آپ کو اس سے پہلے پالیا کہ آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں اور مسلمان ہو گیا۔ اور آپ سے عرض گزار ہوا:

”وہ اپنی قوم کی طرف اظہار اسلام اور ان سے اسلام طلب کرنے کے لیے پلٹ جائے۔“ آپ نے فرمایا:

”لوگ تجھے قتل کر ڈالیں گے۔“

عروہ نے کہا:

”میری قوم مجھے اپنی نگاہوں کی مثل چاہتی ہے۔“

آپ نے اجازت دے دی لیکن ہوا وہی جو پیارے آقا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ عروہ پلٹ کے طائف کو آئے اور غزہ کے مقام پر اپنی قوم میں جا پہنچے۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا اور ان سے اپنا دین ظاہر کیا۔ قوم کے لوگوں نے عروہ کو ہر طرف سے تیروں سے مارا۔ عروہ کو ایک ایسا تیر لگا جس نے انہیں قتل کر ڈالا۔ ابن عقبہ کی روایات میں ہے کہ عروہ پلٹ کر چلے گئے اور ان کو پھر دین کی طرف بلایا اور نصیحت کی۔ بنی ثقیف نے ان سے بدسلوکی کی اور ان کو الٹی سیدھی سنائیں۔ سحر کے وقت عروہ نے اپنے غزہ میں اذان دی۔ بنی ثقیف نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک تیر جان لیوا ثابت ہوا جس نے انہیں قتل کر ڈالا۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت و ہلاکت کے بعد بنی ثقیف کچھ ماہ ٹھہرے رہے غالباً آٹھ ماہ۔ پھر بنی ثقیف نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ دیکھا کہ ان کے اطراف جو عرب لوگ ہیں ان کے ساتھ ہمیں جنگ کی طاقت نہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور مسلمان ہو گئے ہیں۔ بنی ثقیف نے یہ معمم ارادہ کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے



پاس کسی کو بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے عبدیلیل بن عمرو بن عمیر کو بھیجا۔

عبدیلیل کے ساتھ دو مردان کے حلیفوں سے تھے:

☆ ایک حکم بن عمرو بن وہب بن مستب ابن مالک۔ ☆ دوسرا شرجیل بن غیلان۔

اور تین شخص بنی مالک سے ہمراہ ہوئے:

☆ عثمان بن ابی العاصی ☆ اوس بن عوف ☆ عمیر بن خرشہ

جبکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے ان کے قیام کے لیے مسجد کے ناحیہ میں ایک وطیرہ کھڑا کر دیا تاکہ وہ قرآن شریف سنیں اور صحابہ کرام کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔

بنی ثقیف سے خالد بن سعید بن العاصی وہ شخص تھے جو بنی ثقیف کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ایک تحریر لکھ دی۔ خالد نے اس کو لکھا، جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا تھا کہ:

”طاغیہ یعنی لات بت کو تین سال تک چھوڑ دیں منہدم نہ کریں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار فرمایا بلکہ یہ ارادہ فرمایا کہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف کی طرف بھیجیں کہ یہ دونوں لات کو منہدم کر دیں — ان لوگوں نے اس بات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا تھا کہ:

”آپ ان کو نماز معاف فرمادیں اور ان کے بت کو اور لوگ نہ توڑیں مگر وہی لوگ اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”تم لوگ اپنے بت اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالو — لیکن تم لوگ جو نماز کی معافی چاہتے ہو تو سن لو کہ اس دین میں

کوئی خیر نہیں ہے جس دین میں نماز نہیں ہے۔“

جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو آپ نے ان کے لیے خط لکھ دیا اور ان پر عثمان بن ابی العاصی کو امیر کر دیا — حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں سے اگرچہ عمر میں چھوٹے تھے لیکن تفقہ دین اور قرآن سیکھنے میں ان سب سے زیادہ حریص تھے۔

بنی ثقیف کے وہ وفد اپنے ملکوں کی طرف جب پلٹے تو ان کے ساتھ حضرت سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جو کہ طاغیہ کو منہدم کرنے گئے تھے — حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طاغیہ کے پاس داخل ہوئے اس پر غلبہ کیا۔ وہ اس پر پتھر توڑنے کے لیے اس پر ہتھوڑا مار رہے تھے کہ ثقیف کی عورتیں برہنہ نکل آئیں۔ وہ اس پر رو رہی تھیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طاغیہ کو توڑ ڈالا۔ اس کا مال اور زیور جو اس پر چڑھایا گیا تھا لے لیا۔

## بنی ثقیف کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی المؤمنین ان اعضاء وج وصیدہ حرام لا یعضد من وجد یفعل شیاء امن  
ذلک فانہ یجلد وتنزع ثیابہ فان تعدی ذلک فیوخذ فیبلغ النبی محمد او ان هذا امر النبی محمد  
رسول اللہ وکتب خالد ابن سعید بامر الرسول محمد بن عبد اللہ فلا یتعداہ احد فیظلم نفسه فیما  
امره محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

”محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ خط مؤمنین کی طرف ہے۔ مقام وج کے عضاء یعنی خاردار  
درخت اور اس کا شکار حرام ہے۔ اس کا درخت نہ کاٹا جائے۔ جو شخص درخت کا ٹا یا شکار کرتا ہوا پایا جائے تو اسے درے مارے  
جائیں اور اس کے کپڑے اتار لیے جائیں۔ اگر درخت کاٹنے والا سرکشی کرے اور جس نے اسے پایا ہے اپنے کپڑے اس  
کے حوالے نہ کرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجا جائے تاکہ آپ اس کے معاملہ میں  
غور فرمائیں۔ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم ہے۔ یہ خط خالد بن سعید نے محمد بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کے حکم سے لکھا ہے۔

کوئی شخص اس حکم سے تجاوز اور سرکشی نہ کرے۔ اگر تجاوز کرے گا تو جس شے کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے امر فرمایا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔“  
وج میں شکار کی ممانعت کس لیے؟:

وج طائف میں ایک جنگل ہے۔ وج کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

”کیا وہ ایسی حرم ہے جس کا شکار حرام ہے اور درخت کاٹنا حرام ہے۔“

جمہور نے کہا ہے کہ وج بقاء میں حرم نہیں ہے۔ اس کا درخت کاٹنا اور شکار حرام نہیں ہے مگر حرم مکہ معظمہ اور حرم مدینہ منورہ  
میں ممنوع ہے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے حرم مدینہ منورہ کے بارے میں ان علماء سے خلاف کیا ہے اور اس کا شکار اور درخت کاٹنا  
احادیث صحیحہ کے سبب مباح کہا ہے۔ وہ احادیث بخاری وغیرہ میں ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک قول میں کہا ہے کہ وج ہے کہ جس کا شکار اور درخت حرام ہے۔  
امام شافعی کے اس قول کے لیے دو حدیثوں سے احتجاج کیا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں سے ایک وہ حدیث ہے جو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کے بارے میں ہے کہ وج کا شکار اور درخت حرام ہے۔

جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو بلا اسناد ذکر کیا ہے۔

دوسری حدیث عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ زبیر بن عوام سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وج کا شکار اور اس کے خاردار درخت حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حرام کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ لیکن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے باپ سے حدیث سننے میں نظر ہے۔ اس لیے کہ اصحاب حدیث نے اس بات کی نفی کی ہے یعنی عروہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ پس یہ وہ علت ہے جو حدیث کی صحت میں عیب لگاتی ہے۔

معمر بن سلیمان کے مغازی میں عبد اللہ بن عبد الرحمن الطامی سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے چچا عمرو بن اوس سے انہوں نے عثمان بن ابی العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایسے حال میں عامل مقرر فرمایا کہ بنی ثقیف کے چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ میں ان سے کم سن تھا اور یہ امر اس لیے تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورۃ بقرہ پڑھتا تھا۔ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ سے قرآن شریف فوت ہو جاتا ہے۔ یعنی میں بھول جاتا ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا:

”اے شیطان! عثمان کے سینے سے نکل جا۔“

میں جس شے کو یاد کرنے کا ارادہ کرتا اس کے بعد میں اسے نہیں بھولتا۔ صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاصی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اور میری نماز کے درمیان شیطان حائل ہو گیا ہے۔“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”وہ ایک شیطان ہے جس کا نام خدب ہے جس وقت تم اس کا احساس کرو اس کے دفع کے لیے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو اور تین بار اپنی بائیں جانب تھوک دو۔“

عثمان نے کہا۔ میں نے یہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مجھ سے دفع کر دیا۔

بنی عامر سے وفد:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے فارغ ہوئے یعنی واپس تشریف لائے تو بنی ثقیف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے بیعت کی۔ ہر طرف سے عرب کے وفد آئے اور اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔ یہ وفد ہر ایک جانب سے آپ کے پاس آتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنی عامر بن صعصعہ آئے۔ ان میں عامر بن طفیل، اربد بن قیس بن حزیں، خالد بن جعفر اور حبان بن اسلم بن مالک تھے۔ یہ شخص سرکردہ مکر شیطانی قوم تھے یعنی سرکش تھے۔ اللہ تعالیٰ کا کا دشمن عامر بن

۱۔ جن دلس یا دواب سے جو کوئی مترد ہو اسے شیطان کہتے ہیں۔

الطفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس انداز میں آیا کہ وہ آپ کے ساتھ بے وفائی کا ارادہ رکھتا تھا یعنی برا خیال رکھتا تھا۔ عامر ملعون نے اربد بن قیس سے کہا کہ:

”جس وقت ہم اس مرد کے پاس آئیں میں تیری طرف سے اس کا منہ پھیر دوں گا۔ جب میں ایسا کروں تو تو اس مرد کی گردن پر تلوار مار دینا۔“

عامر ملعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرنے لگا اور کہا کہ:

”والہ میں مدینہ منورہ کو سواروں اور پیادوں سے آپ پر بھردوں گا۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ تجھے اس کام سے باز رکھے گا۔“

جب عامر ملعون پیٹھ پھیر کے گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی:

اللهم اكفني عامر بن الطفيل

ایک اور روایت میں یہ زیادہ کیا ہے:

بما شئت وابعث له داء اليقتله واحد قومه

جب یہ لوگ آپ کے پاس سے نکل کے گئے تو عامر ملعون نے اربد بن قیس سے کہا:

”تیرا برا ہو جس کام کے لیے میں نے تجھے کہا تھا تو کہاں تھا؟ — میں سمجھا روئے زمین میرے نفس پر تجھ سے

زیادہ خوف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں تجھ سے ہمیشہ خوف کروں گا۔“

اربد بن قیس نے کہا:

”واللہ جس کام کے لیے تو نے مجھے کہا تھا میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا مگر تو میرے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) کے درمیان حائل ہو گیا حتیٰ کہ تیرے سوا مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کیا میں تلوار سے تجھ پر وار کرتا۔“

جبکہ یہ لوگ ابھی مقام رقم تک ہی پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر پر الطفیل پر طاعون کو بھیج دیا۔ اس کی گردن میں ایک

غدد نکل آیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عامر بن الطفیل ملعون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے آپ سے کہا:

”میں تین شرائط کے درمیان آپ کو اختیار دیتا ہوں:

☆ اہل سہل یعنی بادلہ کے رہنے والے آپ کے تابع رہیں اور اہل بدر یعنی بلاد کے رہنے والے میرے تابع رہیں — یا

☆ آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ ہوں — یا

☆ غطفان کے ہمراہ ایک ہزار اشقر اور ایک ہزار اشقر اگھوڑوں پر آپ سے جنگ کروں۔“



مدینہ منورہ میں ایک عورت کے مکان میں اسے طاعون ہو گیا۔ اس نے دیکھ کر لوگوں سے پوچھا:  
 ”کیا یہ غدود اونٹ کے غدود کے مثل ہے جو اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ گویا اس کا طاعون ہے۔“

یہ غدود فلاں عورت کے مکان میں جو بنی فلاں سے ہے نکلا..... وہ عورت آل سلول سے تھی۔ ذہل ابن شیبان کی بیٹی تھی۔  
 اس کا شوہر مرہ بن صعصعہ عامر بن صعصعہ کا بھائی تھا۔ اس کے بیٹے اس کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں۔ میرا گھوڑا  
 آیا۔ اس پر وہ سوار ہوا اور گھوڑے کی پیٹھ پر ایسے حال میں مر گیا کہ کافر تھا۔ یہ عامر صحابی نہیں ہے۔ عامر بن الطفیل عامری  
 کافر تھا اور عامر بن الطفیل سلمی صحابی تھے۔

### قبیلہ عبدالقیس کا وفد:

عبدالقیس بڑا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ بحرین میں رہتے ہیں۔ عبدالقیس بن افسی کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں ابن دغی  
 ابن جدیلہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عبدالقیس  
 سے وفد آیا۔ آپ نے پوچھا:

”یہ قوم کن لوگوں سے ہے؟“

ان لوگوں نے کہا..... ”ربیعہ سے ہے۔“

آپ نے فرمایا:

مرحبا بالوفد غیر خزایا ولا مذامی

عبدالقیس کے لوگوں نے کہا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قبیلہ کفار مضر کا ہے۔ اور ہم لوگ آپ

کے پاس اس مہینہ میں نہیں پہنچتے ہیں جس میں قتال حرام ہے۔“

آپ ہمیں اس امر کے ساتھ حکم دیجیے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے اور ہمارے ساتھ قبیلے کے جو دوسرے

لوگ رہتے ہیں ہم ان کو بھی یہ بتائیں اور اس کے بدلے ہم جنت میں داخل ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”میں تمہیں چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں ان کا حکم دیتا ہوں کہ:

☆ اللہ تعالیٰ واحد کے ساتھ ایمان رکھو۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی

شہادت ایمان ہے۔

۱۔ وہ ماہِ رجب ہے رجب کے علاوہ جن مہینوں میں قتال حرام تھا کفار مضر ان مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔



☆ فرض نماز قائم رکھنا — اور

☆ زکوٰۃ معبودہ کا ادا کرنا اور فرض نماز قائم رکھنا۔

☆ اور رمضان کے روزے رکھنا۔

☆ اور یہ امر ہے کہ غنیمت سے شمس ادا کرو

اور چار چیزوں سے تمہیں منع کرتا ہوں:

☆ خشک کدو اور سبز رنگ کا گھڑا۔

☆ اور کھجور کی درخت کی جڑ سے جو طرف بنایا جاتا ہے اور مرقت کا استعمال نہ کرو۔

☆ مشکوں کا استعمال نہ کرو اور ان سب ظروف کا استعمال کرو۔

☆ جو شے نشہ آور ہو وہ استعمال نہ کرو۔

تم لوگ ان آٹھ باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے اس طرف ہیں انہیں ان امور کی طرف بلاؤ (کہ وہ ان پر عمل کریں)۔

ابن القیم نے کہا کہ اس قصہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھنا ان خصائل کا مجموعہ قول اور عمل سے ہے جیسا کہ اس طریق پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تابعین اور سب تبع تابعین تھے۔

امام شافعی نے اسے ”مبسوط“ میں ذکر کیا ہے۔ اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سو کے قریب دلائل ہیں۔ آپ نے ان خصائل سے حج کو شمار نہیں فرمایا۔ ان وفد کی آمد کا سلسلہ ۹ھ میں ہوا۔ جبکہ حج ۹ھ کو فرض نہیں ہوا تھا۔ اس پر جو دلائل ہیں ان میں سے ایک یہ دلیل ہے جس کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے کہ حج فرض نہیں ہوا تھا۔ وہ ۱۰ھ میں فرض ہوا۔ اگر حج ۹ھ میں فرض ہوتا تو یقیناً آپ اسے ایمان سے شمار فرماتے جیسا کہ روزے اور زکوٰۃ کو شمار کیا۔

عبدالقیس کے دو وفد آئے تھے۔ ان میں سے ایک فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اس لیے کہ ان لوگوں نے آپ سے کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہو گئے ہیں۔ یہ امر قدیم سے تھا یا ہجرت کے ۵ھ میں۔ یا اس سے پہلے۔ ان کا قریہ بحرین میں تھا۔ وفد کی تعداد چودہ شتر سوار تھے۔ اور اسی سنہ میں ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۱۔ یہ گھڑا ملی ہالوں اور چڑے سے بنایا جاتا تھا۔ اسے فتم کہتے تھے۔

۲۔ اسے گھیر کہتے تھے۔ بخاری میں گھیر کی جگہ مقیر ہے جس پر قبر لگایا جائے۔

۳۔ جس برتن میں رال پٹائی جاتی ہے وہ حرفت ہے۔ ابو داؤد طیالسی کی سند میں ابوبکرہ سے روایت ہے کہ اہل طائف کدو خشک کرتے اور اس میں انگوڑاں دیتے اور زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ جب اس سے شراب بننے لگتی تو نکالتے تھے۔

اہل یمامہ کھجور کی جڑ کو خالی کر کے رطب اور ہر اس میں ڈالتے، شراب ہو جاتی تھی اور سبز رنگ کے گھڑوں میں شراب لائی جاتی تھی۔ ایسا ہی حرفت تھا۔ آپ نے سرعت سکر کی وجہ سے ان ظروف کے استعمال سے ممانعت فرمائی۔

۴۔ مدینہ منورہ کے بعد اس مقام پر جمعہ قائم کیا گیا ہے۔



پر یہ کہنا امام واقدی کے اتباع سے ہے کہ ان کا آنا ہجرت کے ۹ھ میں تھا فتح مکہ سے پہلے یہ قول جید نہیں ہے۔ اس لیے کہ حج ۶ھ میں فرض ہوا ہے۔ یہ اربع حج قول پر ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لوگ دوبار آئے تھے:

☆ ایک بار ۶ھ سے پہلے اس لیے حج کا ذکر نہیں کیا گیا اور

☆ ۶ھ کے بعد ۸ھ یا ۹ھ میں آئے۔

لیکن ابن اقیم نے اپنے غیر کی مثل اس امر کو اختیار کیا ہے کہ حج ۱۰ھ میں فرض ہوا ہے تاکہ ان کے مذہب پر وارد نہ ہو جائے کہ حج کا فرض فوری شے ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے حج کے تراخی پر ہونے کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ اس طور پر کہ حج ہجرت کے بعد فرض ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۸ھ ۹ھ میں حج پر قادر تھے لیکن آپ نے حج نہیں کیا بلکہ ۱۰ھ میں حج کیا۔ چنانچہ ۸ھ جو فتح مکہ کا سنہ ہے آپ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج پر والی کیا تھا۔ اور ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ دو سال بعد جو آپ نے حج کیا تو اس نے تراخی پر دلالت کی ہے۔ اور جو لوگ حج کے فوری ہونے کے قائل ہیں انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدرات کی وجہ سے دو سال حج نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے کیونکر فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کے لیے امر کرتا ہوں جبکہ آپ نے ان سے پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ابن بطال کے اتباع سے یوں دیا ہے کہ چار چیزیں پانچوں چیز کی ادا کے سوا ہیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا ہے کہ قواعد ایمان اور فروض اعیان پر ان کو مطلع فرمائیں۔ پھر ان کو اس شے سے آگاہ کیا کہ جس وقت ان کو کفار کے ساتھ جہاد واقع ہوا ان کو اس شے کا نکالنا لازم ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ کفار مضر سے جہاد کے درپے تھے۔ آپ نے بعینہ پانچوں چیز کے ذکر کا ارادہ نہیں فرمایا کہ وہ پانچوں بات جو اخراج خمس غنیمت سے ہے۔ جہاد سے سبب کی گئی ہے اور اس وقت جہاد فرض عین نہیں تھا۔ اور ایسا ہی آپ نے حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ اس وقت فرض نہیں تھا اور قاضی صاحب نے یہ کہا ہے کہ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ اس وقت حج فرض نہیں تھا۔ جبکہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ان تطعوا آپ کے ارشاد یا اربع پر معطوف ہے یعنی میں تمہیں چار چیزوں سے امر کرتا ہوں کہ غنیمت سے خمس دو۔ اس پر سیاق اربع سے عدول اور حرف ان اور فعل تعطوا ان کی طرف توجہ خطاب کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ایک شمار فرمایا ہے۔ اس لیے کہ کتاب اللہ میں زکوٰۃ نماز کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ اور چوتھی چیز جس کے لیے آپ نے ان

اس کو امر کیا ہے وہ ادائے خمس غنیمت ہو یا یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کو شمار نہیں کیا۔ اس لیے خمس عموم زکوٰۃ دینے میں داخل ہے۔ ان دونوں کے درمیان امر جامع یہ ہے کہ مال معین کا خارج کرنا قاضی بیضاوی نے شرح مصباح میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امور خمسہ اس جگہ ایمان کی تفسیر ہیں۔ اور وہ ان چار کا ایک ہے جن کے ذکر کا وعدہ آیا گیا ہے اور دوسرے تیسرے کو راوی نے از روئے اختصار حذف کر دیا ہے یا نسیان سے حذف کر دیا ہے۔

قاضی بیضاوی کا تعاقب اس طور پر کیا گیا ہے کہ صحیح بخاری میں ایک روایت میں جو مغازی میں ہے یوں واقع ہوا ہے کہ تم لوگوں کو چار چیزوں کے ساتھ امر کرتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت کو ایک شمار کیا۔ چنانچہ اس نے اس امر پر دلالت ہے کہ شہادت چار چیزوں کی ایک چیز ہے۔

امام قرطبی نے کہا ہے کہ چار کی اول شے جو مامور بہ ہا ہیں وہ نماز کا قائم کرنا ہے۔ شہادتوں کا ذکر تبرکاً ہے۔ طیبی نے کہا ہے کہ بلغاء کی یہ عادت ہے کہ جس وقت کلام کا سیاق کسی غرض کے لیے کیا جائے تو کلام کا سیاق اس غرض کے لیے ہوتا ہے اس غرض کے سوا جو شے ہوتی ہے اس کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کو ذکر کریں اور اس جگہ شہادتوں کا ذکر لانے اس غرض نہیں تھی۔ اس لیے کہ قوم کے لوگ مومنین تھے اور شہادت کے دونوں کلموں کے ساتھ وہ اقرار کرنے والے تھے۔ لیکن لٹروہ یہ گمان کرتے تھے کہ ایمان شہادتوں پر مقصود ہے جیسا کہ ابتدائے اسلام میں امر تھا۔ طیبی نے کہا ہے کہ اس لیے شہادتوں کو امر میں شمار نہیں کیا۔

یہ جمیع دلائل فتح الباری سے کتاب ایمان اور مغازی میں ملخص ہیں مگر ابن القیم کا بیان فتح الباری میں نہیں۔

### فی حنیفہ سے وفد:

اس وفد کے اترنے کی جگہ انصار بنی النجار کی ایک عورت کا مکان تھا۔ وہ وفد مسلمانہ کذاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا۔ مسلمانہ اپنے آپ کو کپڑوں سے چھپا رہا تھا۔ (یادہ لوگ تعظیم و اکرام کے سبب کپڑوں سے چھپا رہے تھے)۔ شاید ان لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جس کی تعظیم کرتے اسے کپڑوں میں چھپاتے تھے۔ لوگوں کے لیے مسلمانہ کا امر عظیم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے اسے رحمٰن الیمامہ کہا جاتا تھا۔ قریش نے جب بسم اللہ سنی تو مسلمانہ کے قاتل نے کہا:

دق لہوک مسلمانہ یعنی یمامہ کا رحمٰن ذکر کیا کرتا ہے۔

قتل کے وقت مسلمانہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے دست مبارک میں پتوں والی کھجور کی ایک شاخ تھی۔ مسلمانہ جب بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا تو لوگ اسے کپڑوں سے چھپا رہے تھے۔ اس نے آپ سے باتیں کیں اور آپ سے یہ چاہا کہ آپ کے بعد امر نبوت اس کے لیے ہو۔ اور وہ آپ کے ساتھ شریک نبوت رہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

”اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ مانگتا جو میرے ہاتھ میں ہے وہ بھی نہ تجھے دیتا۔“

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے مسیلمہ سے متعلق حدیث اس کے غیر طریق پر ذکر کی ہے کہ مجھ سے ایک شیخ نے جو اہل یمامہ اور بنی حنیفہ سے تھا یہ حدیث بیان کی ہے کہ بنی حنیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسیلمہ کو اپنے کجاوؤں میں چھوڑ دیا۔ جبکہ وفد کے لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسیلمہ کے بارے میں ذکر کیا اور کہنے لگے:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے اپنے صاحب کو اپنے کجاوؤں اور اونٹوں میں چھوڑا ہے۔ وہ ہمارے کجاوؤں اور اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد کے لوگوں میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیے عطا فرمائے مسیلمہ کے لیے بھی پانچ اوقیہ کے لیے حکم فرمایا اور ان لوگوں سے کہا:

”تمہارا وہ بشر کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ اس نے تمہارے ساتھ آ کر احسان کا ارادہ کیا ہے۔ (یعنی اس کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ نفع اٹھائے) تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ تمہاری ضرورتوں میں کام آتا ہے۔“

پھر بنی حنیفہ پلٹ کے چلے گئے۔ جبکہ یہ لوگ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا دشمن مرتد ہو گیا۔ اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا کہ:

”میں امر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔“

### مسیلمہ کی خرافات : ۱۔

پھر وہ مسجع عبارتیں بنانے لگا۔ لوگوں سے وہ جس چیز کے بارے بات کرتا قرآن مجید کے مشابہ کہتا تھا:

لقد انعم الہ علی الجبلی اخرج منها نستہ تسعی من صفاق وحشی  
”حاملہ پر اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے کہ حاملہ عورت نے نسہ کو نکالا وہ نسہ چلتا ہے اس نسہ (روح) کو پیٹ کی جلی اور حشی سے نکالا ہے۔“

اس لعین نے سورہ کوثر پر بھیج کیا:

انا اعطیناک الجواہر فصل لربک وهاجر ان مبغضک رجل فاجر

ایک اور روایت میں یہ ہے:

انا اعطینا الجماہر فتخذ لنفسک ویاور واحلہ ان تحرص او تکاثر



اور ایک روایت میں یہ ہے:

انا اعطیناک الکوثر فصل لربک و باور فی اللیالی القو اور

اس مخذول نے یہ نہیں پہچانا کہ وہ مطلوب سے محروم ہے۔

روایت ہے کہ مسلمان نے ایک انڈے کو شیشہ میں داخل کیا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ انڈا شیشہ میں اس کا معجزہ ہے۔ چنانچہ اس طریق پر وہ فضیحت ہوا۔

نوشادر جس وقت شراب کے سرکہ میں اچھی طرح ملایا جائے اور جس دن مرغی وغیرہ نے پہلا انڈا دیا ہو وہ انڈا ایک دن اور ایک رات اس سرکہ میں رکھا جائے۔ وہ ایک ڈورے کی مثل لمبا ہو جائے گا۔ پھر وہ انڈا ایک شیشہ میں اتار دیا جائے اور اس پر سرد پانی ڈالا جائے وہ انڈا جم جائے گا۔

جب اس لعین نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا کہ اس سر میں کوئی بیماری تھی وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ اور جب مسلمان لعین نے یہ سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنوئیں میں کلی ڈالی تو اس کا پانی کثیر ہو گیا۔

اس خبیث نے یہ بھی سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔ ان کی آنکھوں کا آشوب لعاب دہن مبارک کی برکت سے اچھا ہو گیا۔

اس بد بخت نے ایک کنوئیں میں تھوک دیا اس کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ اس نے ایک مینا کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا وہ اندھا ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ایک دودھ والی بکری کے تھن کو چھوا تو اس کا دودھ جاتا رہا اور تھن خشک ہو گیا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس لعنتی کا موازنہ:

شعر طیسی شاعر کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جس مقام پر وہ شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اعجزت ہالوحی ارباب البلاغة فی عصر البیان فضلت اوجه الحیل

”وحی سے مراد قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو وحی فرمایا ہے: ان ہو وحی الایوحی“

ارباب جمع رب بمعنی ملوک۔ بیان بلاغت اور فصاحت قریب المعنی ہیں۔ ضلت بمعنی ضائع ہوا ہلاک ہوا۔ حیل حیلہ کی جمع ہے۔

معنی یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے قرآن شریف سے ان لوگوں کو عاجز فرما دیا جو بلاغت کے بادشاہ تھے۔ یعنی ملک بلاغت میں حکمرانی کرتے تھے۔ ان کو ایسے زمانہ میں عاجز کیا جو بیان کا زمانہ تھا۔ لہذا حیلوں کی جتنی وجہیں تھیں وہ ضائع ہو گئیں اور وہ ملوک بلاغت کوئی حیلہ نہ کر سکے۔

سالتهم سورة في مثل حكمة فتلهم عنه حين العجز حين تل

”تلهم“ بمعنی صرعہم، صرع کا معنی پچھاڑنا۔ حین، بالفتح و سکون بمعنی ہلاکت۔ معنی یہ ہے کہ ملوک بلاغت سے آپ ایک سورۃ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن شریف کی حکمت کی مثل وہ ایک سورۃ لائیں تو عاجز رہنے کی ہلاکت نے انہیں پچھاڑا جس وقت قرآن شریف پڑھا گیا۔

لوام رجس کلوب ان يعارضه يعي غي فلم يجس ولم يطل

”رجس“ پلیدی..... کلوب، جھوٹا۔ عی، ضعف نطق اور انقطاع نطق۔ بطل، طال، يطول سے بمعنی دراز ہونا۔

مسئلہ کذاب لعین جو محض پلیدی تھا یا پلیدی رکھتا تھا۔ اس نے اس ضعف نطق سے قرآن شریف کے معارضہ کا ارادہ کیا جو ضلالت سے تھا۔ لہذا وہ معارضہ نہ کر سکا۔ حقیقت حال یہ تھی کہ اس نے کلام کو گم کر دیا تھا اور کلام اس کے ضعف نطق اور گمراہی سے دراز نہ ہو سکا۔

مبشج بركبك الافك ملتبس ملجلج بزري الزور والحظ

”مبشج“ مبہم بات جو ظاہر نہ ہو یا مضطرب، فاسد المعانی بركبك، ’ضعیف۔ افك‘ کذب۔ ملتبس، مختلط اور مشتبہ کلام۔ ملجلج، غیر مفصح کلام۔ بزري، حقیر۔ زور، کذب۔ حظ، فاحش کلام۔

مسئلہ کذاب مبہم اور مضطرب فاسد المعانی کلام کرتا تھا۔ اس کا کلام بركبك جھوٹ سے مختلط تھا اور غیر مفصح کلام جو حقیر تھا۔

يمج اول حرف سمع سامعه وبقره كلال العجز والمل

”يمج“ ڈال دیتا ہے، پھینک دیتا ہے۔ کلال، تعب۔ یعنی مسئلہ کذاب ایسا فضول گفتار تھا کہ اس کے کلام کا پہلا حرف سننے والے کی سماعت اسے پھینک دیتی تھی اور سننے والے کو اس سے تعصب اور ملالت پہنچتی تھی۔

كانه منطلق الورها وشذبه ليس من الخبل او مس من الخبل

ورہا، احمق عورت۔ شذب، غلط۔ ليس، غلط۔ خبل، فساد بمعنی جنون۔ گویا مسئلہ کذاب کا وہ کلام احمق عورت کی گفتار ہے جس میں فساد سے غلط ہے یا جنون نے اس کی باتوں کو مس کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ احمق عورت جو باتیں کرتی تھی وہ سمجھی نہیں جاتی تھیں۔ مسئلہ کذاب کی باتیں احمق میں اس سے بڑھ کر ہیں۔ یا مجنون شخص کا کلام ہے۔ جس میں فساد ہے، یعنی دیوانے کی بڑ ہے۔

امرت البير واغودت لمحة فيها واعمي بصير العين بالتل

”کنواں کڑوا ہو گیا اور اس کا پانی نیچے چلا گیا۔ اس لیے کہ مسئلہ کذاب نے اس میں پانی کی کلی ڈالی تھی۔ اور پینا شخص جس کی آنکھ میں مسئلہ نے اپنے دہن کا لعاب ڈالا تھا وہ اندھا ہو گیا۔

واليس الضرع منه شوم راحة من بعد ارسال رسل منه منهل

”مسئلہ لعین کے شوم ہاتھ کی نحوست نے بکری کے تھن کو خشک کر دیا اس کے بعد کہ کثیر دودھ بہاتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ

بکری کثرت سے دودھ دیتی تھی۔ مسیلہ کے ہاتھ کی نخوت سے اس کا تھن سوکھ گیا اور اس کا دودھ منقطع ہو گیا۔

ضرع، پستان۔ شوم، منحوس۔ راحۃ، کف۔ رسل، دودھ۔ منہل، انہمال سے پانی وغیرہ کا بہانا۔

شاعر نے مسیلہ کے اس کلام کو جس کے ساتھ اس نے کلام اللہ شریف کا معارضہ کیا، اس عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو احمق عورت ہو اور اپنے حق کی وجہ سے ان الفاظ سے گفتگو کرے کہ سمجھے نہ جائیں۔ وہ عورت ایسے مختلط کلام سے بے ہودہ باتیں کرے کہ بعض کلام بعض کے ساتھ مقترن نہ ہو۔ اور بعض کلام بعض کلام کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ وہ کلام اس شخص کے کلام کی مثل تھا کہ مجنوں ہو۔ یا اس کے کلام میں فساد ہو۔ لفظ حبل کے دو معنی ہیں ایک جنون دوسرا فساد۔ دونوں معنوں سے بے ہودگی مراد ہے۔

پھر مسیلہ لعین نے اپنی قوم سے نماز معاف کر دی۔ شراب اور زنا کو اس لیے حلال کر دیا، تاکہ قوم کے لوگ اس کی اتباع کریں۔ ان قبیح امور کے باوجود مسیلہ لعین اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسیلہ کذاب کا خط:

مسیلہ کذاب نے ۱۰ھ میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خط لکھا تھا:

من مسیلہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ — اما بعد! فانی قد اشرکت معک فی الامر و ان لنا

نصف الامر والقریش نصف الامر

”اللہ تعالیٰ کے رسول مسیلہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ خط ہے۔ حمد کے بعد واضح

ہو کہ میں تحقیق آپ کے ساتھ امر نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ اور ہمارے لیے نصف امر ہے اور قریش کے لیے

نصف امر ہے۔“

لفظ امر کی جگہ لفظ ارض بھی آیا ہے کہ زمین کو کہتے ہیں۔ مسیلہ کذاب کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ

خط لایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلہ کو خط کا جواب یوں تحریر فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مسیلہ کذاب کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی مسیلہ الکذاب سلام علی من اتبع الہدیٰ .

اما بعد! فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده و العاقبة للمتقین .

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلہ کذاب کو یہ خط ہے۔ سلام اس شخص پر جس نے ارشاد کا

اتباع کیا۔ حمد کے بعد واضح ہو کہ تحقیق زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے بندوں سے

چاہتا ہے اپنی زمین کا وارث کرتا ہے۔ آخرت کی نیکی متقی بندوں کے لیے ہے۔“

## مسلمہ کذاب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات:

صحیحین میں نافع بن جبیر کی خدمت سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ مسلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ:

”اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر نبوت کو اپنے بعد میرے لیے ٹھہرائیں گے تو میں آپ کا اتباع کروں گا۔“

مسلمہ اپنی قوم بنی حنیفہ کے کثیر آدمیوں میں مدینہ منورہ میں آیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اور اس کی قوم کی تالیف قلبی کے لیے اس لیے تشریف لائے کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور جو کچھ نازل ہوا ہے آپ وہ ان کو پہنچا دیں۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا۔ یہاں تک کہ آپ مسلمہ کے پاس اس کی قوم میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے مسلمہ سے اسلام کے بارے میں کلام کیا۔ اس نے طلب کیا کہ امر نبوت سے کچھ اس کے لیے ہونا چاہیے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

”اگر تو مجھ سے کھجور کی شاخ کا یہ ٹکڑا طلب کرتا تو میں تجھ کو یہ نہ دیتا۔“ — مجھ میں اللہ تعالیٰ کا حکم حجاز نہ کرے گا اور اگر تو امر حق سے مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ میں تجھے وہی آدمی گمان کرتا ہوں جس کے بارے میں مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے جو کچھ مجھے دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن قیس موجود ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔“

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب تھے۔ آپ نے ان کے ذمہ جواب دینا اس لیے فرمایا کہ آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے۔ آپ نے مختصر مفید جامع کلام سے مسلمہ کو جواب دے دیا۔ اگر اس کو زیادتی بیان مقصود ہوگی تو ثابت اسے تفصیل سے جواب دیں گے۔ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام اہل عناد کے جواب میں اہل بلاغت سے استعانت کر سکتا ہے۔ پھر آپ مسلمہ اور اس کی قوم کے پاس سے پلٹ گئے۔

## جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں خواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا کہ:

”تو وہی شخص ہے جس کے بارے میں مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے جو کچھ مجھے دکھایا گیا ہے۔“

مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اس درمیان کہ میں سو رہا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ ان دونوں کنگنوں کی شان نے مجھے غمگین کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں وحی بھیجی کہ میں ان دونوں کنگنوں پر پھونک ماروں۔ میں نے ان پر پھونک ماری۔ وہ دونوں



اڑ گئے۔ میں نے ان دونوں کنگنوں کی یہ تاویل کی کہ دو کذاب میرے بعد خروج کریں گے۔ سو یہ دونوں وہی کذاب ہیں۔ ان میں سے ایک عسی صاحب صنعا ہے۔“

### عسی اسود کذاب:

عسی اسود بنی فہس سے تھا۔ صنعا میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خروج کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام کعب تھا۔ اور اس کا نام عیہا اور ذوالخمار تھا۔ اسے ذوالخمار بھی کہتے ہیں۔ خمار سے منہ چھپائے پھرتا تھا۔ اسے دو شیطان خبر دیا کرتے تھے۔ ایک کا نام تحقیق اور دوسرے کا نام شقیق تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عامل باذان جب مر گیا تو اس کی عورت مرزبانہ کو اسود عسی اپنے تصرف میں لایا۔ مرزبانہ نے فیروز سے اسود کے قتل کا وعدہ کیا۔ اسے شراب پلائی۔ ایک ہزار آدمی اسود کی حراست کرتے تھے۔ فیروز نے نقب لگائی اور اسود کو قتل کر کے مرزبانہ اور اسود کا مال لے لیا۔ ان لوگوں نے مدینہ کو خبر بھیجی۔ خبر اس وقت آئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تھا۔ ایک رات اور ایک دن پہلے آپ کے پاس وحی آگئی تھی۔ آپ نے صحابہ کرام کو اسود کے قتل کی خبر دے دی تھی۔ اور جس صبح کو آپ دفن ہوئے اسود کی خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔

### مسلمہ کذاب کا انجام:

حدیث شریف میں یہ لفظ آیا ہے کہ ”میرے بعد دو کذاب خروج کریں گے۔“ مسلمہ اور اسود عسی دونوں آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بعد سے مراد بعد نبوت ہے یا تغلیب پر حمل کیا جائے کہ مسلمہ آپ کے بعد قتل کیا گیا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ مسلمہ کو حضرت عبداللہ بن زید الانصاری المازنی نے قتل کیا۔

### بنی طی سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی طی کے سامنے اسلام پیش کیا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلام اچھا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”عرب سے کوئی شخص فضل میں مجھ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر وہ شخص میرے پاس آیا۔ اس کے بارے میں جو صفات بیان کی جاتی تھیں میں نے اسے ان صفات سے کم دیکھا (یعنی لوگ توصیف میں حد سے تجاوز کرتے تھے درحقیقت اتنے اوصاف اس شخص میں ہوتے نہیں تھے) مگر میں نے زید النخیل کو دیکھا کہ جو صفات اس میں ہیں وہ تمام نہیں پہنچائی گئیں۔“

یعنی کسی نے میرے سامنے زید النخیل کا پورا وصف بیان نہیں کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید النخیل کا نام زید الخیر رکھا۔ زید النخیل کے پانچ گھوڑے تھے۔ اس لیے ان کا نام زید النخیل رکھا گیا تھا۔ گھوڑوں کے نام بیان نہیں



کیے — زید الخیر اپنی قوم میں واپس جانے کے لیے لوٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
”زید مدینہ کے بخار سے نجات نہ پائیں گے۔“

زید جب نجد کے پانیوں میں سے ایک پانی فروہ تک پہنچے تو انہیں بخار آ گیا اور اس بخار سے انہوں نے وفات پائی۔  
دوسری روایت میں ہے کہ زید الخیر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری خلافت میں وفات پائی ہے۔  
حضرت زید الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے تھے: کھف اور حریث۔ دونوں مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اہل روت کے قتال میں حاضر ہوئے۔

### بنی کندہ سے وفد:

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنی کندہ کے وفد کے اسی یا ساٹھ شتر سواروں میں آئے۔ یہ وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کی مسجد میں حاضر ہوا۔

ان کا حلیہ عجیب تھا۔ پیشانیوں کے بال شانوں تک چھوڑے ہوئے اور سرمہ لگائے ہوئے اور مسلح تھے — اور ایسے جے پہنے ہوئے تھے کہ محط اور منقش چادروں سے بنائے گئے تھے۔ ان پر منجاف لگی ہوئی تھی۔  
جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:  
”کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہوئے ہو؟“

انہوں نے کہا:

”بے شک ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔“

آپ نے ان سے پوچھا:

”تمہاری گردلوں میں جو یہ حریر ہے اس کا کیا حال ہے؟“

انہوں نے اپنی گردلوں میں حریر کے کپڑے لپیٹ رکھے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا:  
”اسے چاک کر ڈالو۔“

انہوں نے ان کپڑوں کو چاک کر دیا اور گردلوں سے نکال کر ایک طرف ڈال دیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی جبکہ اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہ اوقیہ عنایت ہوئے۔ اشعث بنی کندہ کے سرداروں سے تھے اور ان کی زمین حضرموت میں تھی۔

### اہل یمن سے وفد:

اہل یمن کو اشعریین کے بعد ذکر کیا گیا ہے — ابن حجر نے کہا ہے کہ اہل یمن سے مراد بعض اہل یمن ہیں اور یہ لوگ

حیر کے وفد ہیں۔۔۔ یہ لوگ وفد کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا:

”ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم دین میں فائدہ حاصل کریں۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ دو گروہ پر مشتمل ہے: اشعریین اور حیرین۔

ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ اشعریین کا آنا ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت ہوا۔ جبکہ حیرین جو یمن سے تھے ان کی آمد ۹ھ میں ہوئی۔ ۹ھ عام وفد کے آنے کا سال ہے اس لیے حیری قمیم کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ یزید بن ہارون نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تمہاری پاس وہ لوگ آئیں گے کہ وہ تم سے زیادہ رقیق القلب ہیں۔“

چنانچہ اشعریین آئے۔ وہ یہ رجز پڑھتے:

عذانا نلقی الاحبہ  
محمدًا وحزبہ

”کل کے دن ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملیں گے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان عالی سے ان لوگوں کی صحابہ کرام پر فضیلت نہیں ثابت ہوتی اس لیے کہ صحابہ کرام میں ان سے افضل لوگ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:

”اہل یمن آئے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے عشاء قلوب زیادہ اور رقیق اور ان کے دل زیادہ نرم ہیں۔ اہل ایمان

اہل ایمان کی طرف منسوب ہے اور حکمت یمانیہ ہے۔ اور وقار اور تواضع ان لوگوں میں ہے جو بکریاں پالتے ہیں اور بڑے ہونے اور عظمت اور شرف کا دعویٰ۔ اور کبر اور غرور کو حقیر سمجھنا فدائین میں ہے۔“

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ بخاری شریف میں عمران بن الحصین کی حدیث سے یہ ہے کہ بنی قسیم کے چند لوگ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

”اے بنی قسیم کے لوگو! تمہیں بشارت ہو تم لوگ جنت میں داخل ہو گئے۔“

انہوں نے عرض کیا:

۱۔ یعنی جو بات ان کے عشاء قلوب سے دلوں کی طرف جاتی ہے، ان کے دل قبول کر لیتے ہیں۔

۲۔ اہل یمن کے قلوب ایمان کے معاون اور حکمت کے سرچشمے ہیں۔

۳۔ فدائدہ غلص جو اونٹوں میں، گھوڑوں میں اور کھیتی میں زور سے پکارے۔ فدیہ، شدید آواز کو کہتے ہیں۔ فدائین وہ لوگ ہیں جو دو سواونٹوں سے ہزار

تک کثرت چاہیں۔ فدائین جمال اور بھاریں اور حماریں اور رامی ہیں فدائین وہ لوگ ہیں جو صحرا میں رہتے ہیں۔

فدائین اہل مدین سے نہیں بلکہ اہل بدو سے ہیں۔ آفتاب طلوع ہونے کی جانب سے ان لوگوں کی برائی اس وجہ سے ہے کہ اپنے جانوروں میں مشغول رہتے ہیں

اور دین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

”آپ نے ہمیں بشارت دی ہے مال عطا فرمائیں۔“

یہ سوال اقرع بن حابس نے کیا تھا ان میں بادیہ کے اخلاق تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ نور متغیر ہو گیا۔ چہرہ مبارک کے تغیر کے دو سبب ہوئے:

☆ ایک ان کے احوال پر السوس کی حیثیت سے کہ انہوں نے دنیا کو کیوں کراختیار کیا۔

☆ دوسرا سبب یہ کہ اس وقت آپ کے پاس کوئی شے حاضر نہیں تھی کہ انہیں عطا فرماتے اور اس سے ان کی قلبی تالیف کرتے۔

اور ایک گروہ اہل یمن سے آیا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

”تم لوگ بشارت کو قبول کرو۔ بنی تمیم نے جنت کی بشارت کو قبول نہیں کیا۔ دنیا کو چاہا۔“

اہل یمن نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے جنت کی بشارت کو قبول کیا۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ دین میں سمجھ پیدا کریں

اور آپ سے اس عالم کا احوال پوچھتے ہیں۔“

اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ پوچھا کہ مخلوقات میں اول کون جنس پیدا ہوئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان سے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ ازل میں منفرد اور واحد تھا۔ اور اس کے سوا کوئی شے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“

یعنی پہلے پانی پیدا کیا پھر عرش اور کائنات سے ہر ایک شے ذکر میں لکھی یعنی لوح محفوظ میں ہر ایک چیز کا اندازہ

فرمایا۔ صاحب فتح الباری کا یہ کہنا کہ ایک گروہ اہل یمن سے آیا وہ اشعریین ابو موسیٰ اشعری کی قوم سے ہیں۔ یہ ظاہر

نہیں ہوا کہ اہل یمن سے مراد اہل حمیر ہیں۔

### ازد سے وفد:

ازد کے وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مرد بن عبد اللہ ازدی آئے اور ایمان کی دولت سے سرفراز

ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قوم سے جو لوگ مسلمان ہوئے ان پر حضرت مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر

مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یمن کے جو قبائل اہل شرک سے ہیں اپنے مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ ان سے جہاد کیا جائے۔

حضرت مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جرش میں جا کر

پڑاؤ کیا۔ جرش میں عربوں کے بہت سے قبیلے تھے۔ حضرت مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان قبیلے والوں کا

ایک ماہ قلعہ میں محاصرہ کیا لیکن اس قلعہ میں داخل نہ ہو سکے۔ قلعہ ایک شہر تھا۔

۱۔ یعنی جس شے کی تمہیں بشارت دی جاتی ہے، جس وقت اس کے ساتھ مل کر دے تو تمہیں جنت ملے گی۔

حضرت سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان محصورین یعنی قلعے والوں کو چھوڑ کر اس طرح سے پلٹے گویا اپنی سرزمین کو واپس جا رہے ہیں۔ آپ قلعہ کے محاصرہ چھوڑ کر شکرنامی ایک پہاڑ کے پاس جا ٹھہرے۔ قلعہ والوں نے یہ گمان کیا کہ سرور نے ہزیمت کی حالت میں پیٹھ پھیری ہے۔ وہ لوگ اپنے قلعہ سے سرور کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے ساتھیوں سمیت انہیں پہاڑ کے دامن میں پایا۔ حضرت سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلٹے اور انہیں کثرت سے قتل کیا۔

اس واقعہ سے پہلے اہل جرش نے دو آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خبر معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دونوں عشاء کے وقت حاضر ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی کس زمین میں شکر ہے؟“

دونوں جرش کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام کشر ہے۔“

کشر۔ اہل جرش کا تلفظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”وہ پہاڑ کشر نہیں ہے بلکہ وہ شکر ہے۔“

انہوں نے پوچھا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس پہاڑ کا کیا واقعہ ہے؟“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ کی قربانی کے ادب شکر کے پاس ذبح کیے جاتے ہیں۔“

شکر دراصل وہ جگہ ہے جہاں ان کی قوم کے لوگ قتل کیے گئے تھے۔ راوی نے کہا کہ وہ دونوں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو ارشاد فرمایا تھا بیان کیا۔ دونوں حضرات نے فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم دونوں کو تمہاری قوم کے لوگوں کے مرنے کی خبر دی ہے۔ تم حضور کے پاس جا کر آپ سے یہ عرض کرو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری قوم سے اپنا عذاب اٹھالے۔“ ان دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ چاہا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

”اللہم ارفع عنهم“

وہ دونوں اجازت لے کر اپنی قوم کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے اپنی قوم کے آدمیوں کو اس ساعت اور اس دن جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا ویسا ہی پایا یعنی مقتول پایا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اہل جرش کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اپنی بستی سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں



حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بستی کے اطراف ان کے چوپایوں اونٹ گھوڑے کھیتی کے بیل وغیرہ کے لیے چارے کا کھیت مقرر کیا جسے جی کہتے ہیں۔

### بنی الحارث ابن کعب سے وفد:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول ۱۰ھ میں بنی الحارث ابن کعب کی طرف نجران میں بھیجا۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ:

”اے تین دن اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ دعوت اسلام قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کر لینا۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے قتال کرنا۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اپنے شترسواروں کو ہر طرف بھیجا۔ وہ شترسوار لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ اور ان سے یوں کہتے تھے:

اسلموا اسلموا! چنانچہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جس شے یعنی اسلام کی طرف وہ بلائے گئے تھے اس میں وہ داخل ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ٹھہر گئے۔ آپ انہیں احکام دین کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ تم چلے آؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے۔ واپسی پر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد بھی تھا۔ اس وفد میں:

☆ قیس بن الحصین

☆ زید بن اہل اور

☆ شداد بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

”جو لوگ تم سے قتال کرتے، تم لوگ کس سبب سے ان پر غالب ہو جاتے تھے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”ہم لوگ جمع ہو کر جنگ کرتے اور متفرق نہیں ہوتے تھے۔ ہم ابتداء میں کسی کے ساتھ قلم نہیں کرتے تھے۔“

آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں نے سچ کہا۔“

۱۔ نجران یمن اور ہجر کے درمیان ایک ناحیہ ہے۔ اس کا نام نجران بن زید بن سبا کے نام پر رکھا گیا ہے۔



قیس بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا — وہ لوگ آخر ماہ شوال یا ذی قعد میں پلٹ کے چلے گئے۔ چار ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

### بنی ہمدان سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حبوک سے واپس تشریف لائے تو بنی ہمدان سے ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد میں:

☆ مالک بن النبط ☆ طلحہ ابن مالک ☆ عمرو بن مالک شامل تھے۔

انہوں نے یمن کی چھوٹی چھوٹی چادریں اوڑھ رکھی تھیں — یمن کے شہر عدن کے عمائے باندھے ہوئے تھے۔ اور مہربا اور ارحبیہ اونٹوں پر سوار تھے۔ یعنی لباس اور سواری میں تحمل سے آئے تھے۔ مالک بن النبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

الیک جا وزن سواد الصیف الریف

فی هیوات الصیف والعریف

مخضبات بجمال الالیف

علماء نے حضرت مالک بن النبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثیر کلام حسن و فصیح ذکر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ایک خط لھا اور انہوں نے جو شے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگی تھی۔ اس کتابت میں آپ نے انہیں جاگیر لکھ دی اور حضرت مالک بن النبط کو ان لوگوں پر امیر مقرر کیا اور عامل بنایا۔ بنی ثقیف کے قتال کے لیے انہیں حکم فرمایا۔

بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض اہل یمن کی طرف بھیجا۔ وہ بنی ہمدان تھے تاکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں — حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جانے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ ہم نے وہاں چھ ماہ قیام کیا۔ ہم ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیں مگر جو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ گئے ہیں انہیں وہیں رہنے دیں یعنی ان کے ہمراہی وہیں رہیں۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان ہمراہیوں میں میں بھی تھا جو کہ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ہم رکاب تھا۔ جب کہ لوٹ کے پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف جنگ کی تیاری سے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اسلام کی شرف دیا۔ انہوں نے انکار کرتے ہوئے تیر اور پتھر چلائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بیس آدمی مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے، بکھر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھوڑے لوگوں کو قتل سے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد پھر ہم نے اپنی ایک صف جنگ کے لیے بنائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں سے ملحق ہو گئے۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اور ان کے رب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھا۔ خط سنتے ہی تمام بنی ہمدان مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پڑھا تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:

اسلام علی ہمدان

اس واقعہ کی اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے اس سے پہلے جو بیان ہوا یہ اس سے اصح حدیث ہے۔ ہمدان ثقیف سے قاتل نہیں کرتے تھے اور نہ ان کے چرنے والے جانور لوٹتے تھے۔ اس لیے کہ ہمدان یمن میں تھے اور ثقیف طائف میں رہتے تھے۔ ابن القیم نے یہ بات ”ہدی النبوی“ میں کہی ہے۔

### مزینہ سے وفد:

بیہقی اور امام احمد نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مزینہ سے ہم چار سو آدمی حاضر ہوئے۔ جب ہم نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”ان لوگوں کو زادراہ دے دو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”میرے پاس وہ شے نہیں ہے۔ ان کو زادراہ دوں۔ مگر کچھ کھجوریں ہیں۔ مجھے گمان نہیں کہ ان سب آدمیوں کو پوری ہو جائیں یعنی کفایت کر سکیں۔“

یعنی کھجوریں تھوڑی مقدار میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”عمر جاؤ اور ان سب کو زادراہ دو۔“

راوی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں اپنے مکان میں داخل کیا، پھر انہیں ایک چوبارے پر چڑھایا۔ جب ہم چوبارے میں داخل ہوئے تو اچانک اپنے سامنے اوراق اونٹ کی مثل کھجوروں کا ڈیر موجود پایا۔ لوگوں نے اپنی اپنی حاجت کے مطابق کھجوریں لے لیں۔ حضرت نعمان جو کہ راوی ہیں بتلاتے ہیں کہ جو لوگ کھجوریں لے

کر نکلے تھے میں ان سب کے آخر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ جس جگہ کھجوریں تھیں ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہ ہوئی تھی جیسے تھیں ویسے ہی رہیں۔ یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے ہیں کہ:

☆ کھجوریں کم مقدار میں تھیں زیادہ ہو گئیں۔

☆ چار سو آدمیوں کو دے دینے کے بعد بھی کھجوروں میں کچھ کی نہ آئی۔

### بنی دوس سے وفد:

بنی دوس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں غیبر میں حاضر ہوا۔ ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ معظمہ میں آیا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شریف آدمی اور معروف شاعر و لیب تھے۔ قریش آکر ان سے ملے اور انہیں بہکانے کی کوشش کی اور کہنے لگے:

”تم ہمارے ملاقاتے میں آئے ہو۔ یہاں ایک شخص نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اور ہمارا دینی سلسلہ بکھیر کر رکھ دیا ہے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس شخص کی باتوں میں وہ جادو ہے کہ:

☆ اس کا کلام باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔

☆ اس کا کلام بھائیوں کے درمیان جدائی کرتا ہے۔

☆ اس کا کلام مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔

ہم لوگ تم پر اور میری قوم پر اس کلام سے خوف کرتے ہیں جو فتنہ میں ڈالتا ہے۔ اور ہم پر وہ فتنہ داخل ہوا ہے۔ تو اس شخص سے کوئی بات نہ کر نہ اس سے کوئی بات سن تا کہ تو فتنہ میں نہ پڑے۔“

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگ مجھ سے یہی کہتے رہے۔ آخر کار میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں آپ سے نہ کوئی بات سنوں اور نہ کوئی بات کروں۔ صبح کو میں آپ کی طرف اگر جاؤں تو اپنے دونوں کانوں میں اس خوف سے روٹی رکھ لوں کہ آپ کی باتوں میں سے کچھ مجھ تک پہنچے۔

دوسرے دن صبح کے وقت میں مسجد کی طرف گیا۔ اچانک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ سے قریب کھڑا ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ چاہا کہ آپ کا کچھ کلام مجھے سنوئے۔ میں نے اس کے کرم سے کلام حسن سنا۔ ایسا کلام کہ جسے سنتے ہی میں نے خود سے کہا:

”میری ماں مجھے روئے۔ واللہ! میں صاحب عقل آدمی ہوں شاعر ہوں۔ مجھ پر حسن قبیح سے مخفی نہیں رہتا ہے۔

مجھے ایسی کون سی چیز اس بات سے روکنے والی ہے کہ میں اس شخص سے وہ بات سنوں جو یہ شخص بات کہتا ہے۔

اگر حسن ہے تو قبول کر لوں گا اور اگر بات قبیح ہوگی تو میں اسے ترک کر دوں گا۔

چنانچہ میں کھڑا انتظار کرتا رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان کی طرف تشریف لائے۔ میں آپ کے پیچھے ہو گیا۔ جس وقت آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے میں بھی آپ کے پاس داخل ہوا۔ میں نے عرض کیا:

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا۔ واللہ! قوم کے لوگ مجھے آپ سے خوف ہی دلاتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے دونوں کان روئی سے بند کر لیے تاکہ آپ کی بات ہی نہ سنوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا انکار فرمایا اور یہ اس کی رحمت ہوئی کہ میں آپ کی بات سنوں۔ میں نے کلام حسن سنا آپ اپنا امر میرے سامنے پیش فرمادیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور بعض قرآن شریف مجھے سنایا۔ واللہ! میں نے کوئی کلام اس سے احسن ہرگز نہیں سنا اور کوئی امر قرآن کے احکام سے اعدل نہیں سنا۔ میں مسلمان ہو گیا اور میں نے شہادت حق ادا کی۔ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنی قوم میں وہ آدمی ہوں کہ لوگ میری اطاعت کرتے ہیں۔ میں اپنی قوم کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی طرف بلانے والا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں کہ میرے لیے کوئی نشانی پیدا کر دے تاکہ جس شے کی طرف میں ان لوگوں کو بلاؤں وہ علامت میرے لیے مددگار ہو۔“

آپ نے یہ دعا فرمائی: اللہم اجعل لہ.....

طبرانی کے نزدیک یہ دعا اس طرح ہے: اللہم لود لہ.....

ابن الجوزی نے یہ کلمات لکھے ہیں: اللہم اجعل لہ نوراً.....

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف نکلا۔ جس وقت میں پہاڑ کی گھاٹی میں تھا نیچے کے لوگ دیکھتے تھے۔ میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور واقع ہو گیا کہ جو چراغ کی مثل تھا۔ میں نے یہ دعا مانگی:

اللہم فی غیر وحی

”اے اللہ! میرے چہرہ کے غیر میں یہ علامت پیدا کر دے۔ میں یہ خوف کرتا ہوں کہ میری قوم کے لوگ کہیں گے کہ یہ مثلہ ہے کہ دین چھوڑنے کی وجہ سے میرے چہرے میں واقع ہو گیا ہے۔“

وہ نور میرے چہرے سے پھر گیا اور میرے کوڑے کے سرے پر واقع ہو گیا جیسے کہ قندیل معلق ہوتا ہے اور میں اسی حال میں اس گھاٹی سے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف اتر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس آیا اور ان میں صبح کی۔

جب میں اپنے مکان میں آیا میرا باپ میرے پاس آیا۔ میرا باپ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا:

”میرے پاس سے ہٹ جاؤ تم مجھ سے نہیں ہو اور میں تم سے نہیں ہوں۔“



میرے باپ نے مجھ سے پوچھا: ”اے میرے پیارے بیٹے! یہ کس لیے ہے؟“  
میں نے کہا:

”میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہو گیا ہوں۔“  
میرے باپ نے کہا:

”اے میرے پیارے بیٹے! میرا دین غیر دین ہے۔“

میں نے اپنے باپ سے کہا:

”آپ جائیں اور غسل کریں اور اپنے کپڑے پاک کریں پھر آپ آئیں جو شے مجھے سکھائی گئی ہے میں آپ کو تعلیم کروں گا۔“

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرا باپ گیا اس نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کئے پھر وہ آیا۔ میں نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی آئی۔ میں نے اس سے کہا:

”مجھ سے دور ہو میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور نہ تو میری بیوی ہے۔“

اس نے پوچھا:

”ہات کیا ہے؟ یہ کس لیے ہے؟“

میں نے کہا:

”اسلام نے میرے اور غیرے درمیان جدائی کر دی ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا تابع ہو گیا ہوں۔“

میری عورت بولی:

”میرا دین غیر دین ہے۔“

میری زوجہ مسلمان ہو گئی۔ پھر میں نے بنی دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے میرے پاس آنے میں دیر کی اور تنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ میں آیا اور عرض کیا:

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اہل دوس پر بددعا فرمادیں۔ دوس زانی ہیں۔ ان کا زنا مجھ پر غالب آ گیا۔“

وہ جانتے ہیں کہ جب مسلمان ہو جائیں گے انھیں زنا سے ممانعت ہوگی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے عرض کیا:

”اہل دوس عاصی ہو گئے اور انہوں نے اسلام سے انکار کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان پر بددعا فرمائیں۔“



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

”اللہم احد دوسا۔“ (اے میرے اللہ! تو دوس کو ہدایت کر۔“

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:

”تم اپنی قوم کی طرف پلٹ کے جاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ اور ان کے ساتھ نرمی کرو۔“

میں ارشاد عالی کے مطابق اپنے لوگوں کی طرف پلٹ کے آیا۔ میں سرزمین دوس میں ہمیشہ رہا کرتا، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا کرتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے جبکہ میں حاضر خدمت ہوا۔ میرے ہمراہ اہل دوس کے ستر یا اسی گھرانے تھے۔ میں نے انہیں مدینہ میں اتارا۔ پھر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لاحق ہو گئے۔

بخاری ابن حذیمہ طحاوی اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم اسی گھرانے دوس کے مدینہ منورہ میں آئے۔ ہم نے صبح کی نماز سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورہ مریم اور دوسری میں ویل للتمقین پڑھی۔ جب انہوں نے اذا کتالو اعلی الناس یستوفون پڑھا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں نے اپنے چچا کو چھوڑ دیا۔ اس کے دوکیل ہیں۔ جس وقت وہ آپ لیتا ہے تو پورا کیل لیتا ہے اور جس وقت وہ دوسرے کو دیتا ہے تو ناقص کیل دیتا ہے۔ ہم لوگ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو کسی کہنے والے نے کہا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف رکھتے ہیں اور وہ آپ لوگوں کے پاس مدینہ منورہ میں آنے والے ہیں۔“

میں نے کہا:

”میں سنوں گا آپ جس جگہ ہیں میں آپ کے پاس جاؤں گا۔“

ہم لوگوں کو سباع نے زاد راہ دیا۔ ہم لوگ خیبر میں آئے۔ ہم جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے نطاۃ قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔ اور کتبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ہم وہاں تک ٹھہرے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر فتح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کی غنیمت سے دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہمیں بھی حصہ دیا۔

یہ واقعہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقدم اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے جزم کیا ہے کہ طفیل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خیبر میں آئے گویا حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ آنا دوسری بار تھا۔

نجران کے نصاریٰ سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نصاریٰ نجران کے وفد آئے۔ وہ لوگ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ ان کی نماز کا وقت ہو گیا۔ وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھنے لگے۔ صحابہ کرام نے انہیں منع کرنے کا

ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنی نماز ادا کی۔ یہ لوگ ساتھ شتر سوار تھے۔ ان میں سے چوبیس آدمی ان کے اشراف سے تھے۔ ان اشراف میں سے تین آدمی ایسے تھے کہ سب کے امور ان کی طرف رجوع کرتے تھے:

☆ عاقب امیر قوم ان کا ذی رائے اور ان کا صاحب مشورہ تھا۔ عاقب کا نام عبدالمسیح تھا۔

☆ سید ان کا راستوں کا رہنما یعنی کوچ تھا۔ اس لیے کہ وہ راستوں سے واقف تھا۔ ان کی رائے کے وقت جمع ہونے کی جگہ تھا۔ اس کی قوم کے لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ سید کا نام اسیم تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کا نام شرجیل تھا۔

☆ ابو حارثہ بن علقمہ بکر بن وائل کا بھائی تھا۔ یعنی بکر بن وائل کے قبیلہ سے تھا۔ اس نے نصاریٰ نجران میں شرف پایا تھا اور ان کے مذہب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ روم کے جو بادشاہ نصرانی تھے انہوں نے اسے بزرگی دی تھی اور اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا۔

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امرا آپ کی شان اور آپ کی صفت کو ان کتب متقدمہ سے پہچانتا تھا جن کو اس نے پڑھا تھا۔ لیکن اس کے جہل نے اسے نصرانیت پر ہمیشہ رہنے کے لیے اس وجہ سے بھڑکایا تھا کہ اہل نصرانیت اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اور وہ ان میں وجاہت رکھتا تھا اور وہ اس بات کو دیکھتا تھا کہ میں بڑا آدمی ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف بلایا اور ان کے سامنے قرآن شریف پڑھا۔ انہوں نے اسلام سے انکار کیا۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا:

”جو بات میں کہتا ہوں اگر تم لوگ اس سے انکار کرتے ہو تو تم لوگ آؤ میں تم سے مہبلہ کرتا ہوں۔“  
یعنی ہم اس طور سے لعنت کریں کہ ہم سے ہر ایک جھوٹے پر لعنت کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَمْ يَنْهَلْ فَيَجْعَلْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

مہبلہ کا معنی لعنت ہے۔ اس کی اصل ترک کرنا ہے۔ عرب لوگ کہتے: بھلت الناقة یعنی میں نے اونٹ کو صرار کے بغیر چھوڑ دیا۔ صرار ایک ڈورا ہوتا ہے جو کہ اونٹ کے تھن میں باندھ دیتے ہیں تاکہ بچے کو دودھ نہ پلا سکے۔

صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ سید اور عاقب قوم نجران کے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ یہ ارادہ رکھتے تھے کہ آپ سے مہبلہ کریں۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا:

”تو ایسا نہ کر“ یعنی مہبلہ نہ کر۔

☆ ابو نعیم کے مطابق مہبلہ کی دعوت دینے والا سید ہے۔

☆ ایک اور روای نے کہا ہے کہ وہ عاقب ہے اس لیے کہ وہ ان کا مشیر تھا۔

☆ کتاب زیادات یونس بن بکر بن مغازی میں ہے کہ مہلبہ کے لیے کہنے والا شریک ہے۔ اس مع کرنے والے نے کہا:

”واللہ اگر یہ شخص مہلبہ کریں گے تو ہم لوگ صلاح نہ پائیں اور نہ ہمارے بعد ہمارے پس ماندہ رہیں گے۔“

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں لفظ ”اہدا“ کا اضافہ کیا ہے۔ پھر سید اور عاقب دونوں نے کہا کہ:

”آپ جو چاہتے ہیں ہم آپ کو وہ دیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک امین شخص کو بھیجیں کسی غیر امین کو نہ بھیجیں۔“

آپ نے ان سے فرمایا:

”میں ضرور ایسے امین آدمی کو بھیجوں گا جو برحق امین ہے۔“

صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ اس کام کے لیے کس کا انتخاب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے ابوصبیہ بن الجراح! اٹھو.....“

جب وہ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”یہ شخص اس امت کا امین ہے۔“

یونس بن بکر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے دو ہزار ملوں پر مصالحت کر لی۔ ایک ہزار وہ رجب میں دیں گے اور ایک ہزار وہ ماہ صفر میں ادا کریں گے۔ اور ہر ایک ملہ کے ساتھ ایک اوقیہ بھی ٹھہرایا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

یونس بن بکر نے اس خط کو جو ان لوگوں کے درمیان لکھا گیا ہے مطول طور پر بیان کیا ہے۔ شامی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس کے بعد سید اور عاقب پلٹ کے مدینہ کو آئے اور مسلمان ہو گئے۔<sup>۱</sup>

رومی عامل فردہ بن عمرو الجذامی سے وفد:

فردہ بن عمرو الجذامی کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی خبر دی۔ معان نامی ایک پہاڑ کے دامن میں فردہ کا مقام تھا۔ معان پہاڑ کے ارد گرد شام کی زمین ہے اور معان وہ جگہ ہے جہاں اونٹ

۱۔ اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ جس وقت مخالف ظہور حجت کے بعد اصرار کرے تو اس کے ساتھ مہلبہ کرنا مشروع ہے اور یہ واقعہ سلف اور خلف کے ملائکہ جماعت کے لیے واقع ہوا ہے کہ اظہار حجت کے بعد مخالف سے مہلبہ کیا ہے۔ یہ بات جڑبے کی بناء پر کہی گئی ہے کہ جو شخص مہلبہ کرے اور وہ مطول مہلبہ کرنے کے دن سے اس پر ایک سال نہ گزرے گا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اور گھوڑے روکے جائیں۔

حضرت فردہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسعود ابن سعد الجذامی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک خچر بھیجا۔ جس کے دو نام لیے جاتے ہیں: بیضا اور فضہ۔

روم والوں کو جب فردہ کے اسلام کی خبر ملی تو انہوں نے انہیں طلب کیا اور انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پھر فلسطین میں عفرات نامی پانی پر سولی دے کر شہید کر دیا۔

بنی سعد بن بکر سے وفد:

امام احمد اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ضمام اپنے اونٹ پر مسجد کو آئے۔ اونٹ کو بٹھلایا پھر اس کے زانو باندھے پھر وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر پوچھا:

”تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون شخص ہے؟“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے درمیان تکیہ سے بیٹھے تھے یا سیدھے فرش پر بیٹھے تھے۔ ہم نے اسے جواب

دیا:

”یہ شخص جو تکیہ سے بیٹھا ہے اور گورے رنگ کا ہے۔“

اس شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: ”یا ابن عبدالمطلب!“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

”تو نے جو کچھ کہا میں نے سنا۔“

اس شخص نے کہا:

”میں آپ سے سوال کرنے والا ہوں میں آپ سے سختی سے سوال کروں گا۔ آپ اپنے نفس میں مجھ پر غضب ناک نہ

ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

”جو بات تجھ پر ظاہر ہوئی ہے وہ پوچھ۔“

اس نے کہا:

”آپ کے رب اور جو لوگ آپ سے پہلے ہوئے ان کے رب کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے

آپ کو کل آدمیوں کی طرف بھیجا ہے؟“ آپ نے فرمایا:

”اللہم نعم“ اے اللہ! بے شک۔

پھر اس نے کہا:

”میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے؟“

آپ نے فرمایا: ”اللہم نعم“

پھر اس نے کہا:

”میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سال کے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے حکم فرمایا ہے؟“

آپ نے فرمایا: ”اللہم نعم“

اس نے پوچھا:

”میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ یہ آپ ہمارے غنی لوگوں سے صدقہ معروضہ لیں اور اسے ہمارے فقیروں میں آپ تقسیم کریں۔“

پی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہم نعم

اس شخص نے کہا:

”آپ جو شے لائے ہیں میں اس کے ساتھ ایمان لایا۔ میری قوم کے جو لوگ میرے اس طرف ہیں میں ان کا قاصد ہوں۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ بن سعد بن بکر ہوں۔“ یعنی اس قبیلہ سے ہوں۔

ابن سعد نے اپنے مغازی میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

”کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ امر کیا ہے کہ ہم لوگ اس کی تنہا عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں۔ اور ان شریکوں کو کہ جن کی عبادت ہمارے باپ دادا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کرتے تھے ہم ترک کر دیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہم نعم

ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد شہادت دی:

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان ان محمد رسول اللہ

اور یہ بھی کہا:

”میں ان پھر انقض کو ادا کروں گا اور جس شے سے آپ نے مجھے منع فرمایا ہے میں اس سے منع رہوں گا۔“ پھر میں زیادہ



کروں گا نہ کم۔“

پھر عمام پلٹ کے چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ عمام سخت اور سرخ و پید مرد تھا۔ اس کی دو زلفیں تھیں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے زانو باندھنے کی رسی کھولی، پھر مدینہ منورہ سے نکلا۔ اپنی قوم میں پہنچا تو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ سب سے پہلی بات جو اس نے کہی یہ تھی:

”لات اور عزیٰ بے مے ہیں۔“

ان لوگوں نے کہا:

”اے عمام!“

”تھیر یہ نہ کہو۔ اے عمام! برص و جنون اور جذام سے ڈر۔“

عمام نے کہا: ”تم کو ہلاکت ہو۔ لات اور عزیٰ نہ ضرر دیتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا ہے۔ اس رسول پر اپنی کتاب نازل کی ہے۔ جس بلا میں تم لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے اس رسول کے سبب تمہیں اس سے چھڑایا ہے۔ اور میں یہ شہادت دیتا ہوں:

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ

جس شے کے ساتھ اس رسول نے تم لوگوں کو امر کیا ہے وہ شے لایا ہوں اور جس شے سے تمہیں منع کیا ہے وہ لایا ہوں۔“ وہ ادا مرد و لواحق ہیں۔ واللہ! اس دن میں کسی مرد اور عورت نے اپنی قیام گاہ میں شام نہیں کی مگر وہ اسی دن مسلمان ہو گئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف کی دو عظیم شہادتیں بیان فرمائیں:

☆ ہم نے قوم کے کسی داند کو نہیں سنا کہ وہ عمام بن ثعلبہ سے افضل ہو۔

☆ سوال کرنے اور مختصر کہنے میں عمام سے احسن نہیں دیکھا گیا۔

بنی محارب سے وفد:

نبیہتی نے جامع بن شداد محاربی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے طارق بن عبد اللہ نامی ایک شخص نے حدیث بیان کی ہے کہ میں سوق ذی الحجاز میں کھڑا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا وہ یہ کہہ رہا تھا:

”اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔“

ایک آدمی یہ کہنے والے کو پیچھے سے پتھر مار رہا تھا۔ پتھروں کی مار سے اس کے پاؤں کے ٹخنے خون آلود تھے۔ پتھر مارنے

والا کہہ رہا تھا:

اسے لڑکوں! یہ بھونٹا ہے، تم اس کی تشدد لیں نہ کرو۔“

میں نے پوچھا:

”یہ شخص کون ہے جو اسے جھٹلا رہا ہے اور ایذا رسائی کر رہا ہے۔“

لوگوں نے کہا: ”یہ بنی ہاشم کے خاندان کا ایک مرد ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔“

پھر میں نے پوچھا: ”وہ کون ہے جو اسے پتھر مار رہا ہے۔“

لوگوں نے کہا: ”یہ اس لڑکے کا چچا عبدالعزیٰ ابولہب ہے۔“

راوی نے کہا کہ جب لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ہجرت کی۔ ہم لوگ ربذہ سے مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکلے تاکہ مدینہ کی کھجور لاد کر لائیں۔ جب ہم مدینہ کے باغوں اور اس کے درختوں کے قریب پہنچے تو ہم نے کہا کہ کاش ہم اتر پڑتے اور ان موجودہ کپڑوں کے بدلے اپنے کپڑے بدل لیتے۔

اچانک ہم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی دو چادروں میں تھا۔ اس نے سلام کیا اور پوچھا:

”یہ قوم کہاں سے آئی ہے؟“

ہم نے کہا: ”ربذہ سے یہ لوگ آئے ہیں۔“

اس نے کہا: تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟“

ہم نے بتلایا کہ ہم مدینہ منورہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ اس نے پوچھا:

”مدینہ میں تمہاری کیا حاجت ہے؟“

ہم نے کہا کہ مدینہ کی کھجوریں لینی ہیں۔

طارق بن عبد اللہ نے بتایا کہ ہمارے ساتھ ہماری ایک پردہ نشین عورت تھی۔ ہمارے ساتھ ایک سرخ اونٹ تھا جس کے مہار لگی ہوئی تھی۔ اس شخص نے پوچھا:

”کیا تم اپنا یہ اونٹ بیچتے ہو؟“

ہم نے کہا:

”ہاں اتنی اتنی کھجوروں کے صاعون کے بدلے ہم یہ اونٹ فروخت کرتے ہیں۔“

اس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اسے لے گیا۔ جب وہ آدمی مدینہ کے باغوں اور درختوں کی اونٹ میں ہو گیا تو ہم

نے آپس میں کہا:

”یہ ہم نے کیا کیا۔۔۔ واللہ ہم نے اپنا اونٹ اس شخص کے ہاتھ نہیں بیچا جسے ہم پہچانتے ہوں اور نہ ہم نے اس کی قیمت لی۔“

وہ پردہ نشین ہو ہمارے ساٹھ تھی وہ یہ کہتی تھی:

”واللہ! میں نے اس شخص کو دیکھا، گویا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا ہے۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔“

ابن اسحاق علیہ السلام کی روایت میں ہے کہ اس پردہ نشین عورت نے ان سے کہا:

”آپس میں ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو۔ میں نے ایسے مرد کے چہرہ کو دیکھا ہے کہ وہ تم سے بے وفا کی نہ کرے

گا۔ میں نے چودھویں رات کے چاند سے شبہ کوئی شے اس کے چہرے سے نہیں دیکھی۔“

یعنی آپ ہی کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں ہے۔ وہ عورت یہ کہہ رہی تھی:

”اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک شخص آیا۔ اس نے ہم سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں۔

مجھے انہوں نے تمہارے پاس بھیجا ہے یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ انہوں نے کہا تم کھاؤ اور پیٹ بھر لو۔ ٹاپ لو اور پورے کر لو۔

ہم نے کھجوریں کھائیں حتیٰ کہ ہمارا پیٹ بھر گیا۔ پھر ہم نے ٹاپ لیے اور پورے لے لیے۔

اس کے بعد ہم مدینہ میں داخل ہوئے جبکہ ہم مدینہ منورہ کی مسجد میں داخل ہوئے۔ ہم نے اچانک اسی مرد کو دیکھا کہ وہ

منبر پر کھڑا ہے اور لوگوں کو خطبہ سنارہا ہے۔ ہم نے آپ کے بعض خطبہ کو پایا۔ وہ بعض خطبہ یہ تھا: آپ فرماتے تھے:

تصدقون فان الصدقة خیر لکم الید العلیا خیر من الید السفلی

بنی کندہ کے بطن سکون سے وفد

سکون یمن میں بنی کندہ کا ایک بطن ہے۔ وہاں سے تیرہ افراد پر مشتمل ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اپنے اموال کے

صداقت جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیے تھے اپنے ساتھ لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے سرور ہوئے اور

ان کے ٹھہرنے کے لیے عمدہ جگہ ٹھہرائی۔ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”ان کی ضیافت احسن طور پر کریں۔“

وہ لوگ بہت کم ٹھہرے۔ پھر وہ لوگ واپس جانے کے لیے وداع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

آئے۔ آپ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

”وفد کو جو انعام دیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو انعام دیں۔“

انعام دینے کے بعد آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

”کیا تم لوگوں میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا؟“

انہوں نے عرض کیا:

”ایک لڑکا باقی رہ گیا ہے جسے ہم کجاوڑوں اور اونٹوں میں چھوڑ آئے ہیں۔ وہ ہم لوگوں سے کم من ہے۔“

آپ نے ان سے فرمایا:

”اس لڑکے کو ہمارے پاس بھیج دو۔“

وہ لڑکا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری حاجت میرے اصحاب کی حاجت کی مثل نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اسلام میں

رغبت کرنے والے ہیں۔ واللہ! مجھے میرے علاقہ سے کسی حاجت نے نہیں نکالا مگر صرف ایک طلب نے کہ آپ

لیے یہ دعا فرمادیں کہ وہ:

”میری مغفرت کرے۔۔۔۔۔ مجھ پر رحم کرے۔۔۔۔۔ اور میرے دل میں غنا پیدا کرے دے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

”اللهم اغفره ارحمه واجعل غناه في قلبه“

پھر اس نے اس لڑکے کے لیے حکم دیا کہ

”اس کے ہمراہیوں میں ایک آدمی کو جو انعام دیا گیا ہے اتنا ہی انعام اسے بھی دیا جائے۔“

پھر لوگ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے۔ ان لوگوں کی ۱۰ھ میں مقام منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ملاقات ہوئی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا:

”وہ لڑکا کہاں ہے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”ہم نے اس کی مثل ہرگز نہیں دیکھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے اسے نصیب کی ہے اس چیز کے ساتھ اس سے زیادہ

قناعت کرنے والا ہم نے دیکھا نہ سنا۔۔۔۔۔ اگر لوگ تمام دنیا کو تقسیم کر دیں پھر بھی وہ دنیا کی طرف نظر نہیں کرے گا

اور نہ اس کی طرف التفات کرے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اس کے حق میں قبول فرمائی۔

بنی سعد ہذیم سے وفد:

واقفی علیہ الرحمہ نے ابن نعمان سے اور انہوں نے اپنے باپ نعمان سے روایت کی ہے جو بنی سعد ہذیم سے تھے۔ میں

اپنی قوم کے ایک گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔

ہم مدینہ کے ایک ناحیہ میں اترے۔ پھر ہم اپنی قیام گاہ سے مسجد الحرام (مسجد نبوی) کے ارادے سے نکلے۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ وہ وہاں نماز جنازہ ہو رہی تھی۔ ہم نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں اور آپ سے بیعت کریں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹ کے آئے اور ہمیں دیکھا تو ہم سے پوچھا:

”تم کن لوگوں سے ہو؟“

ہم نے عرض کیا:

”ہم بنی سعد ہذیم سے ہیں۔“

آپ نے دریافت فرمایا:

”کیا تم مسلمان ہو؟“

ہم نے عرض کیا:

”بے شک ہم مسلمان ہیں۔“

آپ نے ہم سے پوچھا:

”تم لوگوں نے اپنے بھائی پر نماز کیوں نہیں پڑھی؟“

ہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے گمان کیا کہ جب تک ہم کو بیعت نہ کریں، ہمیں نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”تم جہاں کہیں مسلمان ہوئے ہو تم مسلمان ہو۔“

پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی۔ پھر ہم اپنے سواری کے اونٹوں کی طرف پلٹ کے آئے۔ ہم لوگوں میں جو کم عمر تھا، اسے ہم نے اونٹوں میں چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طلب میں کسی کو بھیجا۔ ہم اس شخص کے ہمراہ آپ کے پاس پہنچے۔ وہ چھوٹا لڑکا جو اونٹوں میں رہ گیا تھا وہ آپ کی طرف بڑھا۔ اس نے اسلام پر بیعت کی، ہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہم سے زیادہ چھوٹا ہے اور ہمارا خادم ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اصغر القرد حادہ۔“



راوی نے کہا:

”واللہ! ہم لوگوں میں وہ لڑکا قیل تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹی دعا کے سب ہم لوگوں سے زیادہ قاری تھا۔ پھر آپ نے اسے ہم پر امیر بنایا۔ وہ ہماری امانت کرتا تھا۔ پھر ہم اپنی قوم کی طرف پلٹ کے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اسلام نصیب کیا۔“

بنی فزارہ سے وفد:

امام ابوالریح سالم اندلسی نے اپنی کتاب ”الاکتفا“ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور تین خلفاء کے مغازی کے بارے میں ہے کہا ہے کہ رمضان ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے پلٹ کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ بنی فزارہ سے انیس (۱۹) آدمیوں کا ایک وفد آیا۔ اس وفد میں خارجہ بن حصن اور عینہ بن حصن کا برادر زادہ خربن قیس بھی تھے اور وفد کے تمام شرکا میں سب سے چھوٹا تھا۔

یہ لوگ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے شہروں کا احوال پوچھا۔ ان میں سے ایک نے کہا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے شہر قحط زدہ ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے کہ انہیں چارہ نہیں ملا۔ ہمارا قرب و جوار قحط زدہ ہو گیا اور بچے بھوکے ہو گئے (کہ انہیں کھانا نہیں ملا)۔ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت کیجیے اور آپ کا رب آپ سے ہماری شفاعت کرے۔“

اس لفظ کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت تعجب کیا کہ ”اللہ تعالیٰ مجھ سے شفاعت کرے۔“ آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ و بیک! میں تیری شفاعت اپنے رب سے کروں گا۔ وہ کون شخص ہے جس سے ہمارا رب شفاعت کرے۔ اس کی صفت یہ ہے لا الہ الاہو العلی العظیم واسع کرمیہ السموات والارض (اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیے ہوئے ہے) اس کی کرسی اس کی عظمت اور جلال کے سبب چرچاہٹ کرتی ہے جیسے نیا کجاوار اکب کے بیٹھنے سے چرچاہٹ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس انتہائی رزق پر ضرور ہنسے گا۔“

یعنی تم کو بڑا ثواب عطا کرے گا۔ ضحك کے لازم معنی یہ ہوئے کہ غنی سائل کی حالت دیکھ کر تبسم کرتا ہے اور اسے عطا کرتا ہے۔

خلاصہ معنی یہ ہے کہ تم لوگوں کو جو قحطی رزق کی شدت ہے اس کے ساتھ کشائش متصل ہے اور فریاد رسی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر تبسم کرے گا یعنی عطا کرے گا۔

۱۔ وہل کلمہ مذاب ہے۔ آپ نے کہنے والے سے زجر کے طور پر فرمایا تاکہ اس کلمہ کا اعادہ نہ کرے۔ وہ اگرچہ قریب میں مسلمان ہوئے تھے۔ وہ ایسا کلمہ کہنے سے معذور تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل سے اس سے پہلے فرمایا تھا کہ آپ منبر پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ شاید اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا تھا۔ اعرابی نے پوچھا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ ہنتا ہے؟“

”آپ نے فرمایا: ”بے شک!“

اعرابی نے کہا:

”وہ رب جو ہنتا ہے اس کی خبر کی ہم آپ سے لٹی نہیں کریں گے۔ آپ کی وجہ سے ہمیں خیر حاصل ہوگی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعرابی کی اس بات پر مسکرائے اور منبر پر چڑھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے کہ لوگوں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (آپ کی بغل نہایت صاف اور نورانی تھی) لوگوں نے اس کی سفیدی دیکھی) آپ نے یہ دعا فرمائی:

”اللهم اسق بلاك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا مربعا طبقاً واسعاً عاجلاً غير آجل نافعاً غير ضار  
اللهم سقيا رحمة لاسقيا عذاب ولاهدم ولاغرق ولامحق اللهم اسقنا الغيث وانصرنا على  
الاعداء——الحديث

اس حدیث کو ابن سعد نے اور بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں روایت کیا ہے۔

### بنی اسد سے وفد:

یہ دس آدمیوں کا گروہ تھا۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد تھے۔ یہ جب حاضر خدمت ہوئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس وفد میں سے کلام کرنے والے شخص نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے شہادت دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور یہ شہادت دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہم لوگ خود آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ہمارے پاس اسلام کے لیے کسی کو نہیں بھیجا۔ جبکہ اور لوگوں سے اسلام لانے کے لیے قال کیا گیا اور ہم بغیر قال کے مسلمان ہوئے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُلْ لّٰتَمْنُوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمْنُ عَلٰىكُمْ اِنْ هٰذَا كُمْ لّٰاِيْمَانٌ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ .

### قبیلہ بھرا بنی قضاہ سے وفد:

یمن سے قبیلہ بھرا جو بنی قضاہ سے ایک قبیلہ ہے کے تیرہ (۱۳) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ یہ لوگ حضرت

مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پہنچے۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مرحبا کہا۔ ان کی خاطر تواضع کے لیے صیس لے کا ایک بڑا برتن ان کے سامنے رکھا۔ ان لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر پانی سے سیراب ہوئے۔ اس کے بعد صیس والا برتن اٹھالیا گیا۔ اس میں کچھ صیس بچ گیا تھا۔ اسے چھوٹے برتن میں ڈال لیا۔ خباء نے اپنی خادمہ سدرہ کے ہاتھ یہ برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ اور جو لوگ اس گھر میں تھے سب نے اور سدرہ نے ان کے ساتھ صیس کھایا۔ پھر آپ نے سدرہ سے فرمایا کہ:

”اس صیس کو اپنے مہمانوں کے پاس لے جاؤ۔“

اسی صیس میں سے ان مہمانوں سے جس قدر کھایا گیا کھالیا گیا۔ جب تک وہ قیام پذیر رہے یہ برتن آپس میں ایک دوسرے کو پھیر دیتا تھا۔ اور ان کے کھانے سے کم نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مہمان کہنے لگے:

”یا ابا معبد! تم نے ہمیں اس کھانے سے سیر کیا جو ہم کو زیادہ دوست ہے۔ اس کھانے کی مثل پر ہم قدرت نہیں رکھتے تھے مگر زمانہ سے کسی وقت میں نادر طور پر۔“

ابو معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مہمانوں کو بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صیس میں سے کھایا ہے اور پھر برتن واپس بھیجا۔ یہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں کی ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے:

”ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

ان لوگوں نے آپ کی رسالت کے یقین کو زیادہ کیا۔ انہوں نے فرائض سکھے اور مزید کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں انعام دینے کے لیے امر فرمایا۔ پھر وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف پلٹ کے چلے گئے۔

بنی عذرہ سے وفد:

یہ وفد ۹ ماہ صفر میں آیا۔ اس وفد میں بارہ افراد تھے۔ ان میں جمرہ بن نعمان بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مرحبا فرمایا۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے کہا:

”ہماری تجارت ملک شام میں ہے۔ ہر قل کے بارے میں آپ کے پاس کیا وحی آئی ہے؟“

آپ نے انہیں شام کے فتح ہونے کی بشارت دی اور یہ فرمایا:

”ہر قل اپنے ممتنع بلاد کی طرف بھاگ جائے گا۔“

پھر یہ وفد واپس چلا گیا۔ انہیں اور تحائف دیے گئے۔

### بنی سے وفد لے:

یہ لوگ آئے تو حضرت رومیہ بن ثابت البلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ رومیہ انہیں اپنے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور عرض کیا:

”یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔“

آپ نے مرحبا کہا، اہل وفد مسلمان ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الحمد لله الذي هداكم للاسلام

”تم لوگوں میں سے جو کوئی غیر اسلام پر مرا ہے وہ دوزخ میں ہے۔“ امیر وفد نے آپ سے پوچھا:

”مجھے لوگوں کی ضیافت کرنے میں رغبت ہے کیا میرے لیے اس میں اجر ہے؟“

آپ نے فرمایا:

كل معروف صنعة الى غني او فقير فهو صدقه

”ہر ایک وہ احسان جو تم غنی یا فقیر کے ساتھ کرو وہ صدقہ ہے۔“

ابونصیب نے آپ سے پوچھا:

”ضيافت کا کیا وقت ہے؟“

آپ نے فرمایا:

”تین دن۔ اس کے مابعد صدقہ ہے۔ اور مہمان کو حلال نہیں ہے کہ تمہارے پاس ٹھہرے اور حرج پہنچائے۔“

اس کے بعد وفد کو انعام دیا گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوداع کیا۔

### بنی زمرہ سے وفد:

اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ اس کا رئیس حارث بن عوف تھا۔ حارث عہد جاہلیت میں مشہور شہسواروں میں تھا۔ اس پر

لوگوں کے خون تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیے۔ آپ نے حارث سے پوچھا:

”بستی کے لوگ کیسے ہیں؟“

لوگوں نے کہا:

”واللہ ہم لوگ قحط زدہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔“

۱۔ یہ تشدید پائے۔ اسی سب سے بلوہ کہتے ہیں۔ بنی بن عمرو بن الحاف بن قضاء

آپ نے دعا مانگی: ”اللہم اسقہم الغیث“

پھر وہ لوگ کچھ دن ٹھہرے اور انعام کے ساتھ اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بستی میں بارش ہوئی تھی، بارش برسنے کا وہی دن تھا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا فرمائی تھی۔  
قبیلہ خولان سے وفد:

خولان یمن میں ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کے باپ کا نام عمر ہے۔ وہاں سے لوگوں نے آکر عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کے رسول کی رسالت کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ باوجود لمبے سفر کے ہم نے سختی تو تکلیف برداشت کی ہے۔ ہم نرم و سخت زمین میں سواری کر کے آئے ہیں۔“

ہمارا اپنی تکلیف اٹھانا منت نہیں ہے۔ منت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ ہم اس حال میں آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔“  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”لیکن تم نے اپنے آپ کا میرے پاس جو ذکر کیا ہے اس سے ہر ایک قدم کے بدلے جو تمہارے ایک اونٹ نے راہ سفر میں رکھا ہے ایک نیکی ہے۔ لیکن تمہارا یہ کہنا کہ ہم آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص میری زیارت مدینہ میں کرے گا وہ میرے جوار میں رہے گا۔“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے پوچھا:  
”خولان کا وہ بت جسے خولانی پوجتے تھے اس کا کیا حال ہے کہاں گیا؟“  
انہوں نے عرض کیا:

”جو شے آپ لائے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اس بت کو بدل دیا۔ مگر ایک بوڑھی عورت اور بوڑھا آدمی اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ تمسک کرتے ہیں۔ ہم واپس اس کے پاس جائیں گے تو ان شاء اللہ اسے منہدم کر دیں گے۔“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کے فرائض سکھائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ یہ فرائض کثیر الوقوع ہیں۔ اور انہیں ارشاد فرمایا:

☆ وفائے عہد اور ادائے امانت اپنے ذمہ لازم رکھو۔

☆ ہمسایہ کے ساتھ تم نے جو عہد کیا ہے اور وہ اس عہد کی وجہ سے تمہارا ہمسایہ بنا ہے تو اس کے ساتھ وفا کرو۔

☆ کسی پر ظلم نہ کرو۔“



پھر انہیں انعام سے نوازا گیا اور وہ لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ اور انہوں نے اپنے قبیلے کے بت کو منہدم کر دیا۔  
بت کا نام ”عم انس“ تھا۔

بنی مخارب سے وفد:

بنی مخارب عربوں میں نہایت درجہ بدخلق اور جفا میں اشد الناس! — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اس وقت تھے کہ جب آپ قبائل عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے اور ہجرت سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔  
ان لوگوں میں سے دس آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لیے صبح اور شام کا کھانا لاتے تھے — پھر یہ لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

بنی صدا سے وفد:

صدا یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا باپ صدا بن حرب بن علہ تھا — اس وفد کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرانہ سے پلٹ کے آئے۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ اور انہیں تاکید فرمائی کہ:

”یمن کے جس ناحیہ میں بنی صدا ہے وہاں جائیں۔“

بنی صدا کو جب لشکر کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا ایک نمائندہ مسلمانوں کی طرف بھیجا۔ یہ سفیر زیاد بن حارث تھا زیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

”آپ لشکر کو واپس بلا لیں میں آپ کے لیے اپنی قوم کے اسلام کا ذمہ لیتا ہوں۔“

یعنی میں ان لوگوں کی طرف سے آپ کے پاس قاصد آیا ہوں — آپ نے حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بلا لیا اور بنی صدا کا قاصد واپس چلا گیا۔

بنی صدا سے پندرہ آدمیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ انہوں نے اسلام پر بیعت کی اور اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے۔ ان لوگوں میں اسلام فاش ہو گیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر بنی صدا کے ایک سوا فرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ اسے واقدی نے بیان کیا ہے — واقدی نے کہا ہے کہ یہ وہی زیاد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے بعض سفروں میں رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیاد سے پوچھا:

”اے صدا کے بھائی! کیا تیرے پاس پانی ہے؟“

زیاد نے کہا:

”میرے پاس لوٹے یا چھاگل میں کچھ پانی ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اسے برتن میں ڈال کر میرے پاس لاؤ۔“

زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑے پیالے میں پانی ڈال کر لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پیالہ میں رکھ دیا۔ زیاد فرماتے ہیں کہ آپ کی انگشتان مبارک سے پانی یوں جوش مار رہا تھا جیسے چشمہ سے پانی زور سے نکلے ہوئے ہی آپ کی ہر ایک انگلی سے پانی نکل رہا تھا۔

بنی غسان سے وفد:

بنی غسان سے رمضان ۱۰ھ میں وفد آیا۔ اس وفد میں تین آدمی تھے۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں انعام مرحمت فرمایا، وہ واپس چلے گئے۔ ان کی قوم نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بنی غسان اپنے ملک کی بقا اور قیصر کے قرب کو دوست رکھتے تھے۔ ان تینوں حضرات نے اپنے اسلام کو اپنی قوم سے چھپایا۔ ان میں سے دو کا اسلام پر انتقال ہوا ایک جو باقی رہ گیا وہ جنگ یرموک میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ اور اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا اکرام کرتے تھے۔

بنی سلامان سے وفد:

سلامان قضاہ سے ایک بطن ہے۔ اس قبیلے والے اپنے جد اعلیٰ سلامان بن سعد بن زید بن لوٹ بن سود بن اسلم بن العاف بن قضاہ کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں۔

واقعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ وفد شوال ۱۰ھ میں آیا۔ اس وفد میں سات آدمی تھے۔ ان میں حبیب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو پہاڑوں پر مقیم تھے۔ سارے وفد والے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے علاقے میں خط سالی کی شکایت کی۔ آپ نے ان کے لیے پانی برسنے کے لیے دعا فرمائی۔ آپ نے انہیں وداع فرمایا۔ رخصت ہونے سے پہلے انہیں انعام دینے کے لیے حکم فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ دیے اور قلت مال کا عذر کیا۔ انہوں نے کہا:

”یہ بہت ہے اور اطیب ہے۔“

وہ لوگ جب اپنی بہتی میں واپس آئے اور دیکھا کہ وہاں بارش ہوئی ہے۔ اور وہ بارش اسی ساعت میں ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا فرمائی۔

بنی عبس سے وفد:

بنی عبس کے وفد نے آکر عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس قاری لوگ آئے۔ انہوں نے ہمیں خبر دی کہ جو ہجرت نہ کرے

اس کا اسلام نہیں ہے۔ اور ہمارے اموال اور مویشی ہیں۔ اگر یہ امر ہے کہ جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا اسلام نہیں ہے تو ہم اپنے اموال اور مویشی کو فروخت کر ڈالیں گے اور ہجرت کریں گے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”جس جگہ تم رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال سے کچھ کم نہ کرے گا۔“

عامد سے وفد:

بنی عامد یمن میں بنی ازد کا ایک بطن ہے۔ وہاں سے دس آدمیوں کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرائع اسلام کے بارے میں انہیں ایک تحریر لکھ کر دی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

”تم نے اپنے کجاؤں میں کسے چھوڑا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا:

”ہم میں جو کم سن تھا اسے چھوڑا ہے۔“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا۔ وہاں ایک شخص آیا۔ اس نے تم میں سے کسی کی جامہ دانی لے لی۔“

ان میں سے ایک شخص نے کہا:

”میرے سوا کسی کی جامہ دانی نہیں تھی۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جامہ دانی پھر واپس لے لی گئی اور اپنی جگہ لوٹا دی گئی۔“

وہ لوگ واپس اپنے کجاؤں میں آئے اور اس کم سن سے پوچھا:

”اس نے بتایا کہ میں سو گیا تھا۔ جب نیند سے جاگا تو جامہ دانی موجود نہیں تھی۔ میں نے ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا

مجھے دیکھ کر وہ بھاگا۔ میں اس کے پیچھے بھاگا۔ وہ بھاگتا ہوا ایک گڑھے تک گیا۔ اس گڑھے میں وہ جامہ دانی تھی

چنانچہ میں لے آیا۔“ قافلے والوں نے اس لڑکے سے واقعہ سن کر کہا:

”ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ ہماری جامہ دانی چرائی گئی۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ وہ واپس مل

جائے گی وہ مل بھی گئی۔ یہ بات آپ کے معجزات سے ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا انہوں نے وفد کو قرآن شریف کی تعلیم

دی۔ آپ نے وفد کو انعام عطا فرمایا پھر وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

## بنی ازد سے وفد:

ابونعیم کی کتاب ”معرفتہ الصحابہ“ میں علقمہ بن یزید بن سويد الازدی سے حدیث روایت کی ہے کہ میرے باپ یزید میرے دادا سے حدیث بیان کی ہے کہ ہماری قوم کے سات آدمیوں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ ان ساتواں آدمی میں تھا۔ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے بات چیت کی۔ آپ کو ہماری طمانیت و قناعت سے بڑی مسرت ہوئی۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا:

”تم لوگ کس صفت پر ہو۔ مسلمان ہو یا کافر؟“

ہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم مومن ہیں۔“

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

”ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہے (یعنی علامت ہے یا وہ ماہیت ہے کہ اس قول کے تحقق کا سبب ہے)۔ تمہارے قول

تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟“

ہم نے عرض کیا:

”کہ پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان پندرہ خصلتوں میں:

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں کہ آپ کے رسولوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں۔

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں کہ آپ کے رسولوں نے ہم سے فرمایا ہے کہ ہم ان کے ساتھ عمل کریں۔

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے ساتھ ہم نے عہد جاہلیت میں خو پکڑی ہے۔ ہم عہد جاہلیت کی خصال پر ہیں مگر حقیقت

یہ ہے کہ ان خصال سے ہم کچھ کراہت کرتے ہیں۔

یعنی ہم جاہلیت کے ان خصال کو ترک کر دیں گے۔ یہ امر ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے اور مزید تفقہ کی۔ رسول اللہ

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

”وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ میرے رسولوں نے تمہیں امر کیا ہے؟“

ہم نے عرض کیا کہ:

”آپ کے رسولوں نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم:

☆ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کی اور اس کی صفات واجہہ کی تصدیق کریں۔

☆ اس کے ملائکہ کے وجود کی تصدیق کریں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت کی ہے کہ وہ عباد مکرموں ہیں۔

☆ اس کی کتابوں کی تصدیق کریں — اس طور پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جو اس میں شامل ہے وہ حق ہے۔  
 ☆ اس کے رسولوں کی تصدیق کریں — اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہوں نے جس چیز کی خبر دی ہے ان کے صدق کی ہم تصدیق کریں۔

☆ اور اس بات کی تصدیق کریں کہ موت کے بعد قبروں سے اٹھنا ہے — اس کے بعد صراط اور میزان جنت اور دوزخ ہے۔“

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:  
 ”وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ میرے رسولوں نے تم کو امر کیا ہے کہ ان کے ساتھ تم عمل کرو۔“  
 ہم نے عرض کیا:

”آپ کے رسولوں نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم:

☆ لا الہ الا اللہ کہیں۔

☆ صلوٰۃ مکتوبہ ہمیشہ قائم رکھیں۔

☆ وہ زکوٰۃ جو فرض کی گئی ہے اسے ادا کریں۔

☆ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔

☆ بیت اللہ کا حج ادا کریں — اگر ہمیں اس کی طرف راستہ ممکن ہو یعنی مالی استطاعت ہو۔“

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

”وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ تم عہد جاہلیت میں خوگر تھے۔“

ہم نے عرض کیا:

☆ رضا کی حالت میں شکر الہی ادا کرنا — یعنی نعمتوں کے حصول کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنا۔

☆ ان نعمتوں کو اس جگہ صرف کرنا جس میں تعریف کی جائے جسے صدقہ ہے۔ اور مظلوم کی فریادری وغیرہ۔

☆ نزول بلا کے وقت صبر کرنا اور جو شے کہ بحکم الہی گزرنے والی ہے اس کے ساتھ رضا یعنی انقیاد قضائے الہی اور

طمأنیت باطنی کرنا۔

☆ صدق یعنی ان جگہوں میں ثابت قدم رہنا جہاں دشمن سے مقابلہ اور جنگ کی جائے۔

☆ اور دشمن کے ساتھ ہم شامت نہ کریں — جس وقت ان پر کوئی مصیبت نازل ہو۔“

یہ باتیں سن کر رسول اللہ نے فرمایا:

”بنی ازد کے لوگ حکماء ہیں علماء ہیں۔“

یعنی وہ لوگ جو امور کرتے ہیں وہ حق کے موافق ہیں — خطاب حاضرین کے ساتھ تھا مگر ان کے غیر یعنی آپ نے ان



کی قوم کی تعریف فرمائی۔ بنی ازد اپنے تقہ کے سبب قریب تھے کہ انبیاء ہوتے۔ اس لیے کہ عہد جاہلیت کے یہ خصال بعض انبیاء کی صفات ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ان تمام خصال پر میں پانچ خصلتیں زیادہ کر دیتا ہوں، کل خصلتیں میں پوری ہو جائیں گی اگر تم ان خصلتوں پر ہو جیسا کہ تم کہتے ہو:

☆ تم وہ مال جمع نہ کرو جسے نہ کھاؤ۔ یعنی حاجت سے زیادہ نہ جمع کرو کہ تمہارے بعد جو لوگ ہوں گے اس کا لالچ .. انہیں ہوگا اور اس کا حساب تم پر رہے گا۔

☆ ایسے مکان نہ بناؤ جن میں تم رہائش نہ کرو۔ یعنی مکان حاجت کے مطابق بناؤ، تم اسے چھوڑ جاؤ گے وہ ہمیشہ قائم نہ رہے گا اور تمہارے وہ لوگ اس میں رہیں گے ان کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

☆ اس شے میں رغبت نہ کرو کہ کل کے دن تم اسے چھوڑنے والے ہو۔

☆ اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو جس کی طرف تم رجوع کرنے والے ہو اور اس کے روبرو تم پیش کیے جاؤ گے۔

☆ اس شے میں رغبت کرو جس پر تم پیش کیے جاؤ گے اور اس میں ہمیشہ رہو گے۔ وہ جنت ہے کہ جس میں مومن ہمیشہ رہیں گے اور اس میں رغبت اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے۔“

اس کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو یاد کر لیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ آپ کی برکت کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ان امور کی توفیق دی۔

بنی مطلق سے وفد:

بنی مطلق عامر بن صعصعہ سے قبیلہ ہے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے صاحبزادے عبد اللہ نے اپنے والد کی ”زوائد مسند“ میں لہم بن الاسود سے انہوں نے عاصم بن لقیط سے انہوں نے اپنے باپ لقیط ابن عامر بن صبرہ ابن عبد اللہ بن المطلق بن عامر بن عقیل ابن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ جن کی کنیت ابو زین العقیلی ہے یعنی لقیط بن عامر بن صبرہ کی کنیت ہے۔ جو اہل طائف میں معروف تھے۔ اپنے ہم سفر نہیک ابن عاصم ابن مالک بن المطلق کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس وقت پہنچے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے تھے اور آپ خطبہ پڑھنے کے لیے لوگوں میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے چار دن سے اپنی آواز تمہارے لیے چھپا رکھی تھی آج کے دن تم ضرور سن لو۔ آگاہ ہو جاؤ کیا کوئی شخص ہے جسے اس قوم نے بھیجا ہے۔“

قوم کے لوگوں نے اس سے کہا:

”ہمیں آگاہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔“

پھر آپ نے فرمایا:

”آگاہ ہو جاؤ۔ پھر اس شخص کو شاید اس کے دل کی باتیں سننے سے لہو میں رکھیں یا اس کے ہم صحبت کی باتیں اسے متسرف رکھیں۔“

تیسری بات مصنف سے رہ گئی تھی۔ شارح زرقانی فرماتے ہیں:

”تیسری بات آپ نے یہ فرمائی — یا اس شخص کو گم کی ہوئی شے لہو میں رکھے — آگاہ ہو جاؤ۔ مجھ سے پوچھا جائے گا، کیا تبلیغ رسالت کر دی اور جو وحی بھیجی گئی ہے اسے پہنچا دیا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ حیات ابدی سے زندگی کرو کہ وہ حیات سعید ہے وہ حیات مطلوب ہے۔“

یہ طویل حدیث ہے اس میں بعث و نشر اور جنت و دوزخ کا ذکر ہے — اور اس حدیث میں ہے کہ پھر لقیط نے کہا کہ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں کس چیز پر آپ سے بیعت کروں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک دراز فرمایا اور فرمایا:

”نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے پر بیعت کرو اور اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو۔“

### بنی نضج سے وفد:

بنی نضج کا وفد آخری وفد ہے جو آپ کے پاس آیا۔ یہ وفد محرم ۱۱ھ میں آیا۔ اس وفد میں دو سو آدمی تھے۔ یہ لوگ دارالاحیاء میں اترے۔ یہ مکان حضرت رملہ بنت الحارث نجاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ کا تھا جو حضرت معاذ بن عفرہ کی زوجہ تھیں۔ نضج مذحج کے قبیلہ سے آئے جو یمن میں ہے — اس وفد کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے ان لوگوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا — اس وفد سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنے اس سفر میں عجیب خواب دیکھا ہے۔“

آپ نے زرارہ سے پوچھا:

”وہ کیا خواب دیکھا ہے؟“

اس نے کہا:

”میں نے اس گدھی کو دیکھا جسے میں نے قبیلے میں چھوڑا ہے۔ اس نے بکری کا ایک ایسا بچہ جتا ہے جو سرخ رنگ سیاہی مائل ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

”کیا تم نے اپنے قبیلے میں کوئی حاملہ لوطی چھوڑی ہے؟“

اس نے کہا:

”ہاں چھوڑی ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اس لوطی نے ایک لڑکا جنا ہے جو تمہارا بیٹا ہے۔“

اس نے کہا:

”اس لڑکے کا کیا احوال ہے کہ سیاہی مائل سرخ رنگ ہے۔“

آپ نے زرارہ سے فرمایا:

”میرے قریب آؤ۔“

آپ نے زرارہ کی عیب پوشی کا ارادہ فرمایا کہ وہ اس عیب کو چھپاتے تھے۔ زرارہ آپ کے نزدیک ہو گئے۔ آپ نے ان

سے پوچھا:

”کیا تم کو برص ہے جسے تم چھپاتے ہو۔“

اس استفسار سے زرارہ کا اعتراف مقصود تھا۔ زرارہ نے کہا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ جینی کیا ہے اور بھیجا ہے کسی کو اس برص کا علم نہیں ہوا اور آپ

کے سوا کوئی اور اس پر مطلع نہیں ہوا۔“

آپ نے فرمایا:

”وہ رنگ جو تمہارے بیٹے میں ہے اس پر برص کا اثر ہے جو جسم میں ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کے معجزات سے ہے۔ زرارہ نے عرض کیا:

”میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ اس کے دونوں کانوں میں مندرے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے دو

کنگن ہیں یا عاج کے کنگن ہیں یا بل کے کنگن ہیں۔“

ذبل، عاج کی مثل ہوتا ہے یا کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کے کنگن ہیں۔ آپ نے یہ تعبیر فرمائی:

”وہ عرب کا بادشاہ ہے کہ اپنی احسن ہیئت اور جس کی طرف پلٹ آیا ہے۔“

زرارہ نے عرض کیا:

نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا۔ اہل عرب کو جو عزت اور شرف پہلے تھا، وہ اس حالت پر وہ ہو گئے، اور ان پر فرس اور عجم کا جو غلبہ تھا، وہ جاتا رہا۔ یہ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوا۔

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے سفید بالوں والی ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکلی۔“

آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی:

”وہ بقیہ دنیا ہے۔“

زرارہ نے عرض کیا:

”میں نے دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ:

”وہ فتنہ ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا۔“

زرارہ نے پوچھا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کیا فتنہ ہوگا؟ اس لیے کہ فتنے ہزاروں ہوتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا:

”لوگ اپنے امام کو قتل کر ڈالیں گے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشتان مبارک کے درمیان خلاف کیا — اصابع میں خلاف کیوں کر کیا اس کی تصریح نہیں کی گئی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

”اس فتنہ میں برائی کرنے والا شخص گمان کرے گا کہ وہ محسن ہے اور مومن کا خون مومن کے نزدیک حلال تر پانی سے

ہوگا (جیسے پیاسے کو لذیذ اور شیریں زیادہ محسوس ہوتا ہے) — اگر تمہارا بیٹا عمرو مرد جائے گا تو تم اس فتنہ کو پاؤ گے

اگر تم مرد جاؤ گے تو تمہارا بیٹا اس فتنہ کو پائے گا۔“

زرارہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں اس فتنہ کو نہ پاؤں۔“

آپ نے یوں دعا فرمائی:

”اللهم لا یدر۔“

زرارہ فوت ہو گئے۔ ان کا بیٹا عمرو ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلع کیا

تھا۔

ابن القیم کا کلام ختم ہو گیا۔ جو ان کی کتاب ”ہدی النبوی“ سے ملخص لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

محبوبوں کے لئے آرام جاں ہے

رلاؤں، عاشقوں کو اور ہنساؤں ۛ (کافی)

پہلی فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال خلقت اور جمال صورت مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کامل ایمان رکھنے سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن اس طور پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کی تقدیر اس حال اور ہیئت پر کی ہے کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت آپ کی مثل ظاہر نہیں ہوئی۔ جو صفت آپ کے بدن شریف کی خلقت سے مشاہدہ کی جاتی ہے یعنی ظاہری صفت بدن شریف۔

اس پر آیات ہیں کہ آپ کے نفس کریمہ کی عظیم خلقت ہے۔ آپ کے نفس کریمہ کی صفت آپ کے عظیم اخلاق سے منکشف ہوئی ہے۔ وہ اور اس شے پر آیات ہیں کہ آپ کے قلب مقدس کا سر جو آپ کے لیے متعلق ہے۔ یعنی وہ اسرار جو

۱۔ ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں: —

”حقیقت یہ ہے کہ شامل شریف عاشقوں کے لئے آرام جاں ہے..... روئے زیبا کی طرف نظر جاتی ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے اور جب گزر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار روئے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ

ظاہر میں غریب الغریاء، پھر بھی یہ عالم شاہوں سے سواسطوت سلطانِ مدینہ

(”جان ایمان ص ۲۳“ مطبوعہ لاہور)



آپ کے قلب اطہر میں معافی کی شکل پر پوشیدہ ہیں، ان پر کوئی مطلع نہیں ہوتا۔ آپ کے اخلاق سے ان معافی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن کو لوگ آپ کے باطن میں دیکھتے ہیں، وہ علوم اور معارف جن کو لوگ دیکھتے ہیں ان پر دلیل ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس مقام پر آپ کی مدح میں کہا ہے:

فہو الذی تم معناه وصورة تم اصطفاہ حبیباً باری النسم

”آپ وہ ہیں کہ آپ کا حال باطن اور حال ظاہر کامل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے آپ کو اپنا حبیب اختیار کیا ہے۔“ نسیمہ کی جمع نسیم ہے نسیم انسان کو کہتے ہیں۔

فجوہر الحسن لید غیر مقسم

منزہ عن شریک فی معاسنہ

یعنی حسن کامل کی حقیقت آپ کی ذات اقدس میں کاین ہے۔ اس لیے کہ آپ وہ ہیں کہ آپ کا معنی آپ کے غیر کے سوا کامل ہے۔ اور وہ آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان تقسیم ہونے والا ہے ورنہ آپ کا حسن کامل نہ ہوتا۔ اس لیے کہ جس وقت وہ تقسیم ہوتا آپ اس کے بعض کو نہ پاتے اور حسن کامل نہ ہوتا۔

سلف سے یہ منقول ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکروں میں سے ایک لشکر کے ساتھ گئے اور بعض قبیلوں میں اترے۔ اس قبیلہ کے سردار نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کریں۔“

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا:

”میں آپ کی صفات کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔“

گویا صفت بیان کرنے سے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔ سردار نے کہا:

”مجمل طور پر ہی آپ کا وصف بیان کرو۔“

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”رسول مرسل کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔“

یعنی جیسا مرتبہ بھیجنے والے کا ہوتا ہے ویسا ہی وہ قاصد بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی حاجت میں قاصد کو بھیجتا ہے وہ اس شخص کو بھیجتا ہے جسے اس کی حاجت پر قدرت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ وہ صاحب مرتبہ شریف ہو اور تصرف رکھتا ہو۔ اس اثر کو ابن السیر نے اپنی کتاب اسرار الاسرار میں ذکر کیا ہے۔

۱۔ منقسم سے مراد متفرق ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ کا باطن کمالات میں کامل ہے، آپ کا ظاہر صفات میں کامل ہے۔ پھر خالق انسان نے آپ کو اپنا حبیب اختیار فرمایا ہے کہ آپ کے حسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اور حسن کا جوہر آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان قسمت کو قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ جوہر فرد متوہم جسم میں ہے۔ متکلمین کے نزدیک قسمت قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جسم جوہر فرد سے مرکب ہے، کسی وجہ سے منقسم نہیں ہوتا۔ نہ فرض کرنے سے تقسیم ہوتا ہے اور نہ وہم سے تقسیم ہوتا ہے۔ جو شخص ظاہر اور باطن میں کامل صفات سے متصف ہوگا، وہ محبوب ہوگا۔ یہ شیخ خالد نے کہا ہے۔

آپ کو کمالات دیے گئے ہیں ایسا کون شخص ہے کہ آپ کے مرتبہ کمال کو پہنچے اور آپ کے مرتبہ کا اندازہ کر سکے۔ یا جس سے آپ کے کمالات معلوم کرنے کی امید کی گئی ہو اور اس سے وہ کمالات پوچھے گئے ہوں۔ وہ مسئول اور مامول شخص آپ کے احوال ماثورہ پر مطلع ہو سکے اور ان تک پہنچے یہ ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا اور ان پر مطلع نہیں ہو سکتا، کمال درجہ عجز بیان ہے۔

حسن حیرا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے

قرطبی نے ”کتاب الصلوٰۃ“ میں بعض علماء سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل حسن ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر آپ کا تمام حسن ہم پر ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کی طاقت نہیں رکھتیں۔ بوسیری علیہ الرحمہ نے کیا احسن بات کی ہے۔

اعیا الورى لهم معنا وفيلس يرى للقرب والبعد فيه غير منفهم  
آپ کے معنی معرفت نے مخلوق کو عاجز کر دیا۔ اس میں قرب اور بعد سے سوا نہیں دیکھا جاتا ہے۔ سکوت کے معنی انعم سے ہے۔ اس کا یہ معنی ہے جدال سے سکوت کیا اور جواب نہیں دیا۔

كاشمى تظهر للعين من بعد صغيرة و تكمل الطرف من امم  
جیسے آفتاب دیکھنے والے کی دونوں آنکھوں کو دور سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے ڈھال ہے یا آئینہ ہے۔ ویسے وہ چھوٹا نظر آتا ہے اور اس کے قرب سے آنکھ ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی طرف نہیں بڑھ سکتیں۔ امم کا معنی قرب ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہے کہ جیسے آفتاب کا کمال آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی قرب اور بعد سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ قول بھی بوسیری کے قول کی مثل ہے یعنی اوپر کے اشعار قصیدہ بردہ کے ہیں۔ ایک شعر بوسیری علیہ الرحمہ کے ”قصیدہ ہمزہ“ کا ہے جو یہ ہے:

الما مثلوا صفاتك لنا من كما مثل النجوم الماء

آپ کا وصف کرنے والوں نے آپ کی صفات کی صورت لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس طور سے باندھی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت باندھتا ہے یعنی پانی میں ستاروں کا عکس پڑتا ہے۔ پانی میں ستاروں کی حقیقت موجود نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کرنے والوں نے آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کی صورت مبارک کی تصویر ظاہر کر دی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت کی تصویر ظاہر کرتا ہے۔

امام بوسیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ بردہ شریف کے مذکورہ بالا شعر میں کاشمیں تظهر وللعین جو کہا ہے وجہ تشبیہ شمس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ مطلقاً کہا ہے۔ آفتاب کے ساتھ تشبیہ میں جو عیب علی الاطلاق ہے اسے ابونواس شاعر نے بیان کیا ہے۔

تبتہ الشمس والقمر المنیر اذا قلنا کاهنما الامیر

”آفتاب اور ماہتاب تکبر کرتے ہیں اور اس شے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ان کے لیے نہیں ہے۔ جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ماہتاب گویا امیر ہیں یعنی ہمارے ممدوح کی مثل ہیں۔ ان کو امیر کا رتبہ حاصل نہیں ہے کہ وہ امیر سے رتبہ میں ادنیٰ ہیں اور امیر کے صفات اس کے ذات کے ساتھ ایک حالت پر قائم ہیں۔“

لان الشمس تغرب حین تمسی وان البدر یقصہ المیر

”آفتاب غروب ہو جاتا ہے جس وقت رات ہو جاتی ہے۔ آفتاب کا یہ نقصان ذات و صفات میں ہے اور ماہتاب کو سیر ناقص کر دیتی ہے کہ وہ آخر میں ہلال ہو جاتا ہے یہ اس کی ذات و صفات میں نقصان ہے۔ جو شخص کسی کامل کی مدح میں یوں کہے گویا وہ آفتاب اور ماہتاب ہے۔ تو اس نے تشبیہ کو برعکس کر دیا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دے۔ اس لیے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ ناقص کا الحاق کامل کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ کامل کا الحاق ناقص کے ساتھ ہو۔ یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہیں برسمیل تقریب اور تمثیل ہیں۔ ورنہ آپ کی ذات اقدس و اعلیٰ ہے۔ آپ کی عزت اور شرف گراں ہے کہ مافوق الفطرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس:

روز و شب کعبہ و لامکاں خم رہیں

رفتیں بہر سجدہ جہاں خم رہیں

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں

بہر آداب کرد بیاں خم رہیں

اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ کے سر مبارک کا وصف وہی کافی ہے جسے ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی جامع میں اس سند سے ذکر کیا ہے جس کی نسبت ہندابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہے۔ ہند نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم الہامہ تھے یعنی آپ کی کھوپڑی بڑی تھی جس سے سر مبارک کی عظمت ظاہر تھی۔

یہ صفت دماغی قوت پر دلیل ہے اور اس کی وجہ سے انسان اپنے غیر سے تمیز کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر سر مبارک کا اعتدال مراد ہے اور جو سر حد اعتدال سے بڑا ہوتا ہے وہ بلاوت کی دلیل ہے۔ جیسے بہت چھوٹا سر بلاوت کی دلیل ہے۔ نافع بن جبر نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ کی کھوپڑی عظیم تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور:

چہرہ حضور کا ہے کہ قرآن کھلا ہوا

ہر اک ادا ہے رفعت عرفاں لیے ہوئے (فیاض کاوش)

چہرہ مصطفیٰ اصل قرآن ہے

عاشقوں کی ملاوت پہ لاکھوں سلام

آپ کا چہرہ مبارک جس شان سے تھا اسے وہ حدیث شریف کفایت کرتی ہے جسے شیخین علیہ الرحمہ کی براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے:

كان رسول الله احسن الناس وجها واحسنهم خلفا ليس بالطويل الذاهب ولا بالقصير الباین ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ میں احسن الناس تھے اور اخلاق میں احسن الناس تھے۔ وجہ سے مراد ظاہری حسی حالت اور خلق سے معنوی حالت مراد ہے۔ کہ خلق طبیعت کو کہتے ہیں۔ وہ معنوی صفت ہے۔

نہ آپ زیادہ لمبے تھے اور نہ ٹھیکے۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میاں تھا۔ بایں کا معنی واضح ہے کہ قد مبارک میں قصر نہیں تھا۔

سایہ حق کے ہمسایہ مرحمت گنج رحمت کے سرمایہ مرحمت

شرح نورانی آیہ مرحمت قد بے سایہ کے سایہ مرحمت

ظل مدد و رافت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ما رایت شیئاً احسن من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الشمس تجرى في وجهه

(ترمذی بیہقی احمد ابن حبان)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسن کوئی شے نہیں دیکھی۔ گویا آفتاب آپ کے چہرہ انور میں جاری ہوتا تھا۔“ یہ انوار کی صفت ہے گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک میں دوڑتا نظر آتا تھا۔

طبی نے کہا ہے کہ آسمان میں جریان شمس جو ہوتا ہے آپ کے چہرہ مبارک میں جو حسن جاری ہوتا تھا اسے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ تباہی تشبیہ ہے۔ لے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو جائے قرار اور آفتاب کے لیے مکان قرار دیا ہے۔ ان اشعار کے شاعر کو خدا جزائے خیر دے:

لم لا يضي بك الوجود و ليله فيه صباح من جهالك مسفر

کون سی چیز مانع ہے کہ آپ کے سبب سے وجود روشن نہ ہو۔ حال یہ ہے کہ اس کی رات ایسی ہے جس میں آپ کے جمال مبارک سے صبح روشن ہوتی ہے۔

لشمس حسنك كل يوم مشرق و بيدر وجهك كل ليل مقمر

پہلے شعر میں یہ گمان ہوتا تھا کہ صباح سے مراد مجرد صبح ہے۔ صبح کا نور قلیل ہوتا ہے۔ مصنف نے اسے اس وصف سے دفع

۱۔ یعنی وہ تشبیہ جو نہایت درجہ کو پہنچتی ہے یعنی صفت کی موصوف کی طرف اضافت



کیا کہ آپ کے آفتاب جمال کے سبب ہر ایک دن روشن ہے اور آپ کے چہرہ انور کے چاند کے سبب ہر ایک رات چاندنی رات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال سے دن رات منور ہیں، کبھی تاریکی نہیں ہوتی۔ کسی نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا:

كان وجهه رسول الله مثل السيف

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند صیقل کیا ہوا اور شفاف تھا؟ اور چہرہ دراز تھا۔“  
حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کو بلیغ طور پر رد کر کے سائل کو جواب دیا ہے۔ بل مثل القمر بلکہ چاند کی مثل تھا یعنی گول چہرہ تھا۔ سائل نے جو تو ہم کیا تھا یہ اس کا رد ہے۔

حافظ نسابة ابو الخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد المشهور ابن دحیہ نے اپنی کتاب ”التتویر فی مولد البشیر اولنذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث لانے کی جگہ میں جو کچھ کہا ہے ان کا لفظ یہ ہے کہ اس حدیث میں علم پہلے کہ جو شخص اچھا ہے بطور تشبیہ نہ دے سکے اس پر اقرار صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی اور اگر آپ کے چہرہ مبارک کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتا تو اولیٰ ہوتا۔ اس وجہ سے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل پر رد کیا اور کہا:

”بلکہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کی مثل تھا۔“

اور اس کی تشبیہ میں ابداع کیا اس لیے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے۔ اور جو شخص اس کا مشاہدہ کرتا ہے وہ انس پکڑتا ہے اور چاند کا نور ایسا نہیں ہوتا کہ حرارت رکھے اور الم پہنچائے اور نہ اس سے آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا ہے کہ نگاہ کو کھینچ لے اور چاند کی طرف دیکھنے والا نظر پر قادر ہوتا ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ نگاہ کو ضعیف کر دیتا ہے یہ نگاہ پر پردہ کے طور پر غشا پیدا کر دیتا۔

مسلم کی روایت میں جو جابر بن مرد کی حدیث سے ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا:

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مثل تھا؟“

انہوں نے سائل سے کہا:

”تلوار کی مثل نہیں تھا بلکہ آفتاب اور ماہتاب کی مثل تھا۔“

یعنی بہا اور اشراق میں آفتاب کی مثل تھا اور مستدیر ہونے کے اور نور میں چاند کی مثل تھا۔ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا یعنی گول تھا۔ جابر نے مستدیر اس لیے کہا کہ سائل کو اس امر پر تنبیہ ہو۔ اس لیے کہ سائل نے اس میں دو صفتیں جمع نہیں کیں کہ سائل نے پوچھا تھا:



”کیا چہرہ مبارک تلواری کی مثل تھا؟“

اس قول سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ سائل نے تلواری کے ساتھ تشبیہ دینے میں چہرہ مبارک کے طول کا ارادہ کیا ہے یعنی آپ کا چہرہ مبارک لمبا تھا اور یہ گمان ہوتا تھا کہ سائل نے تلواری سے تشبیہ دینے میں لمعان یعنی اس کی روشنی اور چمک کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ سابق میں جو عبارت آئی ہے اس میں اس کی طرف اشارہ آگے آچکا ہے۔ لہذا مسئلہ نے بلیغ طور پر رد کر دیا اور جبکہ اس کے ساتھ امر متعارف جاری ہے کہ آفتاب کے ساتھ جس شے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس تشبیہ میں غالب اشراق آفتاب کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور چاند کے ساتھ جو تشبیہ دی جاتی ہے اس سے چہرے کی ملاحظت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ نہ ان دونوں کے سوا ارادہ کیا جاتا ہے۔ جابر کا یہ کہنا کہ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا اس لیے انہوں نے دو صفتوں سے موا تشبیہ کا ارادہ کیا ہے۔ وہ دو صفتیں حسن اور چہرے کا گول ہونا ہے۔

ابن اسحاق نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ بادل آپ سرخ رنگ کا حلہ پہنے ہوئے تھے۔ کبھی میں آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاندنی کی طرف نظر کرتا تھا جبکہ آپ میری آنکھوں میں چاند سے احسن تھے۔

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چمچا تیرا

کچھ نے کہا ہے یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ایک روایت میں جابر کے اس قول کے بعد کہ آپ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے یہ ہے کہ میں آپ اور چاند کے درمیان مماثلت کرنے لگا۔ یعنی میں کہتا تھا کہ آپ چاند کی مثل ہیں البتہ میرے نزدیک آپ چاند سے احسن تھے۔ یعنی

فہو عندی احسن من القمر — ”نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین۔“

نذر کرتی ہے صبح بہاراں درود پھول سے رخ پہ ہر دم گل افشاں درود

مہ لقا حسن ذیشان قربان درود چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود

نمک آگیں مباحث پہ لاکھوں سلام

ترمذی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت

بیان کی:

لم یکن بالمطہم ولا بالمکثم مطہم

”موئے گال یا ایسا پھولا ہوا چہرہ کہ معلوم ہوتا ہے منہ بنائے ہوئے ہے“ — یہ زیادہ فریبی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شمع خورشید صو دیکھ کر جھلملائے نجم طور حسین کی نظر جھلملائے

مفعول حسن روئے حسن جھلملائے جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے

ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

مطہم کا معنی نحیف الجسم ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ گندم گوبں سیاحی کی طرف متجاوز نہ ہو۔ آپ کے چہرہ مبارک زیادہ گوشت نہیں تھا کہ جس سے بدنما معلوم ہوتا۔ نہ آپ کا جسم مبارک لاغر تھا اور نہ آپ کے رنگ میں ایسی گندم گونی تھی مائل بہ سیاحی ہو۔

جس کے جلوے زمانے میں مچانے لگے  
جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے  
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے  
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نہ آپ مکلم تھے۔ یعنی آپ کا چہرہ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرہ مبارک میں قلیل تدویر تھی یعنی کم گول۔ یہ امر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو کتاب راسب میں ابی عبید کے نزدیک ہے یہ ہے:

وکان فی وجہہ تدویر قلیل

ابو عبید نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک غایت تدویر میں نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرہ مبارک میں سہولت تھی یعنی درازی تھی بالکل گول نہیں تھا۔ اس قسم کا چہرہ عرب کے نزدیک زیادہ شیریں اور پسندیدہ ہے۔

امام بخاری نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ سوا اسار وجہہ

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک روشن ہو جاتا، گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اس امر کو ہم آپ سے پہچان لیتے تھے یعنی وہ جگہ جہاں سرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جبین ہے۔ ۱

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا  
نجم و طلعہ کے جہر مٹ میں چہرا رہا  
حسن جس کا ہر اک صہب میں گہرا رہا  
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے کہ سرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط اس مسرت سے روشن تھے اور چمک رہے تھے۔ اس نور اور چمک کی وجہ سے

۱۔ جبین کن پٹیوں کی دونوں جانب سے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ ایک جانب پیشانی کے دائیں طرف ہے اور ایک جانب پیشانی کے بائیں طرف جو نور جبین سے مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ جبہ میں نہیں ہوتا ہے۔

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے۔ — جبیر بن مطعم کی حدیث میں جو طبرانی کے نزدیک ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کی طرف ایسے چہرہ سے ملتفت ہوئے کہ شقہ قمر تھا یعنی چاند کے ٹکڑے کی مثل تھا۔ راوی نے آپ کے نفس مبارک کو چاند قرار دیا اور چہرہ مبارک کو چاند کا ٹکڑا — راوی کا یہ کہنا آپ کے التفات کے وقت آپ کے چہرہ میں صفت پر محمول ہے۔

لوگ اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو آپ کے چہرہ مبارک کو تشبیہ دی گئی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کوئی بھید ہے یا کوئی خفیہ نکتہ ہے باوجود اس کے کہ بلغا کے کلام میں کثرت سے وارد ہوا ہے — کہ چہرہ کی تشبیہ مطلق چاند کے ساتھ دی گئی اور ٹکڑے کی قید کسی شاعر نے نہیں کی ہے بلکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے — وہ شعرائے صحابہ سے ہیں — چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو تشبیہ ہے اس میں کوئی حکمت لابد ہے۔ اور جو کچھ اس سلسلے میں جواب دیا گیا ہے کہ چاند کا ٹکڑا کہنے میں اس سیاہی سے اجتراز ہے جو چاند میں ہے —

یہ جواب قوی نہیں ہے اس لیے کہ چہرہ مبارک کی تشبیہ چاند کے ساتھ جو ہے اس ضیاء اور روشنی کے ساتھ تشبیہ ہے جو چاند میں ہے — نہ کہ چاند کے نور اور سیاہی کے ساتھ تشبیہ ہے۔ چاند جب پورا ہو جائے تو اس میں اس قطعہ سے سیاہی اقل نہ ہو گی۔ چنانچہ گویا تشبیہ بعض چہرے پر ہوگی جو پیشانی ہے۔ لہذا یہ مناسب ہوا کہ وہ چہرہ مبارک بعض قمر کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان وجهه رسول الله كدارة القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کے دائرہ کی مثل تھا — ابن اسحاق نے بنی ہمدان کی ایک عورت سے روایت کی ہے۔ اس عورت کا نام یاد نہیں رہا۔ اس عورت نے کہا ہے کہ:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر حج کیا ہے۔ میں نے آپ کو آپ کے اونٹ پر سوار دیکھا۔ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایسا عصا تھا جس کا سر ٹیڑھا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر دو سرخ چادریں تھیں کہ جس وقت حجر اسود کے پاس گئے قریب تھا کہ آپ کے سر مبارک کے بال موڑھوں کو لگ جائیں۔ آپ نے اس عصا سے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ پھر آپ اس عصا کو اپنے دہان مبارک کی طرف اٹھا کے بوسہ دیتے تھے۔“

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے اس عورت سے کہا:

”تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشبیہ دی۔“

اس نے کہا:

القمر ليلة البدر لم اقبله وبعد مثله صلى الله عليه وآله وسلم

یعنی آپ حسن و جمال میں چودھویں رات کا چاند ہیں کہ وہ کامل ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔“

دارمی، بیہقی، ابو نعیم اور طبرانی نے ابو عبیدہ ابن محمد عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع بنت مسعود سے کہا: ”مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرو۔“

ربیع نے کہا:

”اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ آفتاب طلوع ہوا ہے۔“

اور ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ:

”اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو آپ کو دیکھتا تو آفتاب کو دیکھتا کہ طلوع کیا ہوا ہے؟“

روح والشمس و ظلہ پہ دائم درود حسن روئے مجلیٰ پہ دائم درود  
تاجدار تدلیٰ پہ دائم درود شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود

نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

مسلم نے ابوظہیل سے روایت کی ہے کہ ان سے کسی نے کہا:

”آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان فرمائیں۔“ انہوں نے کہا:

کان ابیض ملیح الوجه .

”آپ گورے تھے رنگ میں سرخی تھی اور آپ کا چہرہ ملیح تھا۔“

جس طویل حدیث کی روایت ترمذی نے حذابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی ہے یہ ہے:

کان رسول اللہ فحما فحما یتلاء وجہہ تلاء القمر لیلۃ البدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہ عظیم تھے اور بڑے معظموں کے دلوں اور اعیان زمانہ کی آنکھوں میں معظم تھے۔

آپ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے اور روشن ہوتا ہے۔ یعنی کمال درجہ اشراق اور استنارہ تھی۔

جس وقت ام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور یہ کہا:

فحما کا یہ معنی ہے کہ اپنے اصحاب میں عظیم القدر تھے، اور جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا ان کے نزدیک آپ عظیم القدر تھے۔ مافحما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مافحما مخلوق کے نزدیک، جسم کی فحامت مراد نہیں ہے بلکہ چہرے کی فحامت مراد ہے۔ چہرے کی فحامت اس کا جمال سے بھرا ہونا، یا مہابت سے یا دونوں رخساروں کے گوشت کی کثرت جمال کے کمال کے ساتھ۔ واصف نے چہرے مبارک سے ابتداء اس حلیے سے کی کہ چہرہ اول وہ شے ہے جس کی طرف نظر متوجہ ہوتی ہے۔



تبلج الوجه یعنی ”چہرہ روشن اور پر ضیا تھا۔“

اسی سے سلج الصبح عرب میں محاورہ ہے۔ جب صبح ہوتی ہے اور اس کا نور چمکتا ہے تو یہ کہتے ہیں۔ سید علی باوقانے درجہ اچھی یہ بات کہی ہے:

الایا صاحب الوجه الملعج سالنک لالتیبت فالت روحی

”اے یلج چہرے والے! جان لے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اس طور پر اوجھل نہ ہو کہ میں تجھے نہ دیکھوں۔ اس لیے کہ تو میری روح ہے یعنی جیسے میری روح میری حیات ہے۔ تیری غیبت میری ہلاکت کا سبب ہے۔“

متی ماغاب شخصک عن عیانی رجعت فلا تری الا ضربی

”جس وقت تیرا شخص میرے مشاہدہ سے ہو جائے گا یعنی میں اس کا مشاہدہ نہ کروں گا تو پھر پلٹ کے میرے پاس آئے تو مجھ کو نہ دیکھے گا بلکہ میری قبر کو دیکھے گا۔ یعنی تیری جدائی کے صدمے سے مر جاؤں گا اور تو مجھے نہ پائے گا۔“

بحقک جد لرفک با حبیبی وداو لوغہ القلب الجریبی

”میں تجھ سے کہتا ہوں کہ حبیب اپنے غلام کی بخشش کرائے یعنی اپنے غلام کو اپنی عطا سے سرفراز کر۔ لوفک میں جولا تعدیہ ہے اس کے مطابق یہ معنی ہے اور اگر لام سنیہ قرار دیں تو یہ معنی ہوگا کہ اپنے وصل کے لیے اپنے غلام کے لیے بخشش اور اپنے عاشق کے دل مجروح کی اپنے وصل سے سامان تسکین کر۔“

ورق المغموم فی الحب امسی واصبح بالہوی ونفاطریبی

”اپنے محبت پر رحم کر کہ اس کا دل جل گیا ہے اور تیری محبت میں وہ ہمیشہ مریض رہتا ہے۔ اور ایسے مرض سے وہ مریض گیا ہے کہ کسی وقت اسے نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنی جگہ پڑا ہوا ہے کہ محبت کا صدمہ اسے پہنچا ہے۔“

محب ضاق بالا شواق ذرعا واری منک للکرم الفیح

”وہ عاشق شیدا ایسا محبت ہے کہ شوق کے ہجوم نے اسے عاجز کر دیا ہے اور اس کا سینہ اس ہجوم کی وجہ سے تنگ ہو گیا اور تیرے پاس وہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اسے تیرے وسیع کرم کی امید ہے۔“

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ.....:

نہایہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا سرفکان وجہہ المراءۃ۔ یعنی جس وقت آپ سے ہوتے آپ کا چہرہ مبارک گویا ایک آئینہ تھا۔ آئینے میں آدمی کی صورت نظر آتی ہے اور اس میں ہر ایک شے دیکھی جاتی ہے۔ آپ کے چہرہ مبارک میں ہر ایک شے کا عکس نمایاں ہوتا اور دیواروں کی صورت آپ کے چہرہ مبارک میں دکھائی دیتی تھی۔

رُخ انور کو چاند سے تشبیہ کیوں؟:

ہند ابن ابی ہالہ کی حدیث میں یہ ہے:



### بتلا لاء وجہ تلاء القمر لیلۃ البدر

چاند کے ساتھ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے اور جو شخص چاند کو دیکھتا ہے اس کا دل اس سے سکون پاتا ہے اور اس سے نفرت نہیں کرتا۔ چاند دکھ دیئے بغیر نور کو جمع کرتا ہے۔ اسے دیکھنے سے نظر کو ٹھہراؤ ہوتا ہے۔ بلکہ نگاہ چاند کے دیکھنے سے لذت پاتی ہے۔ اس کے برعکس آفتاب نگاہ پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نظر کے ٹھہرنے میں رکاوٹ کرتا ہے۔ عام طور پر بدر کے ساتھ تشبیہ اس تشبیہ سے زیادہ بلیغ ہے جو قمر سے دی جائے۔ اس لیے کہ بدر کامل چاند ہوتا ہے۔ بدر ہونے کی حالت میں چاند کا کمال ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت آپ کو دیکھا ہے یہ شعر کہا ہے:

لو كنت من شنى سوى بشر - كنت المنور ليلة البدر

”اگر آپ بشر نہ ہوتے اور کسی شے کی قسم سے ہوتے تو یقیناً آپ چودھویں کے چاند تھے منور چاند“

اس شعر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تمثیل کی ہے یہ شعر مسبب بن عیسیٰ ابن مالک کے قصیدہ کی ہے۔ جو ایشی شاعر کا ماموں تھا۔ اس نے یہ قصیدہ قیس کی مدح میں کہا تھا۔ بدر کے ساتھ جو تشبیہ ہے تحقیق وہ اپنے حقیقی معنی میں پائی گئی ہے۔

۲ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف بدر ہے۔ آپ کا اسم مبارک البدر اس لیے ہے کہ آپ کا کمال کامل ہے آپ کا شرف عالی ہے۔ کسائی کے قصص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ان معمدا هو البدر الباهر والنجم الزاهر واللحر الزاخر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے یا غزوہ تبوک سے آپ تشریف لائے تھے اس لیے آپ کو خوش آمدید کہنے والوں نے آپ کے جہاں مبارک کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے تھے:

طلع البدر علينا من ثينات الوداع

”ہم لوگوں پر ثینات وداع سے چاند طلوع ہوا ہے۔ ثینات ثینہ کی جمع ہے۔ نیلہ اور چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قریب حجاج یا مسافروں کے وداع کرنے کا مقام ہے۔“

مادعا لله داع

وجب الشکر علينا

”ہم لوگوں پر اس بات کا شکر واجب ہو گیا ہے کہ اس چاند نے ہماری آنکھوں اور ہمارے ملک کو منور کر دیا ہے۔ یہ شکر اس وقت تک واجب ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ اور جس نے یہ خوب صورت شعر کہا ہے کمال کیا ہے۔“

کالبدر والكاف ان الصفت زائدة فيه فلا تظنها كافا للتشبيه

لفظ کالبدر کے ساتھ کاف ہے۔ اگر تو انصاف کرے گا تو اس کاف کو اس لفظ میں زیادہ تسلیم کرے گا اور تو تشبیہ کا کاف

گمان کرے گا۔ یعنی کالبدر کا معنی بدر کے مثل ہے۔ جب کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کیا تو یہ معنی ہوگا کہ آپ بدر کی مثل ہیں۔ اس تشبیہ میں بدر مشبہ بہ ہوگا اور آپ کی ذات کامل الصفات مشبہ ہوگی جس سے مشبہ بہ کا اعلیٰ ہونا اور مشبہ کا ادنیٰ ہونا ثابت ہوگا۔ لہذا آپ کے کمالات ذاتی پر نظر کر کے انصاف کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ کالبدر میں حرف کاف تشبیہ زیادہ ہے۔ آپ نور جمال سے عین بدر ہیں۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابن الجلابی کا یہ شعر کس قدر شیریں ہے:

يقولون يحكى البدر فى الحسن وجهه وبدر الرجى من ذالك الحسن ينحط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں لوگ کہتے ہیں کہ حسن میں بدر آپ کے چہرہ مبارک کے مشابہ ہے۔ آپ کی ذات اقدس میں جو حسن ہے شب تاریک کے بدر کا حسن اس سے کمتر ہے۔

كما تشبهوا نحن النقا بقوامه بقدر بالغوا فى المدح للغصن واشتطوا

جیسے کہ نفا کی شاخ کو آپ کے اعتدال سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ دینے والوں نے شاخ کی مدح میں مبالغہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے جور اور ظلم کیا ہے۔ اس لیے کہ تشبیہ اس وجہ کی مستدعی ہوئی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جامع ہو۔ بدر اور غصن کے درمیان اور آپ کے چہرہ اور آپ کے قوام کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ لہذا یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ تشبیہ سے بدر اور غصن کو غایت فخر حاصل ہوا ہے۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں وارد ہوئی ہیں یہ شعراء اور عرب کی عادت پر وارد ہوئی ہیں کہ وہ ذات مبارک کو بدر وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں ورنہ ان محدثات میں کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ آپ کی صفات خلقیہ مبارک کے برابر ہو اور آپ کی صفات خلقیہ کی برابری کر سکے۔

سیدی محمد وفا شاذلی مالکی علیہ الرحمہ نے مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا ہے:

کم فيه الابصار حسن مدھش کم فيه الارواح راح مسکر

”آپ کی ذات مقدس میں بے حد ایسا حسن ہے جو کہ بہت سی بینائیوں کو متحیر کرتا ہے۔ یعنی آپ کے حسن سے بینائیوں کو دہشت ہوتی ہے۔ وہ متحیر ہو جاتی ہیں۔ آپ کی ذات میں بہت سی ایسی صفات ہیں کہ دیکھنے والوں کی روحوں کے لیے نشہ آور شراب ہے۔ وہ ان کو دیکھ کر بے خود ہو جاتے ہیں جیسے شراب سے بے خودی ہوتی ہے۔

مبحان من انشاء من سبھانہ بشراب اسرار الغیوب یشہر

قاموس میں ہے سبحات مضمین وجہ اللہ وانوارہ اور صحاح میں سبحات کا معنی جلالت الہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو جمیع عیوب سے پاک ہے اس نے اپنے انوار سے ایسے بشر کو پیدا کیا ہے جو کہ غیوب کے اسرار سے بشارت دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره

اس حدیث کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔ ”مواہب لدنیہ“ جلد اول میں بھی یہ حدیث شریف بیان ہوئی ہے۔

ناسوہ جہلا بالغزال تغزلا      ہیہیات یشبہ الغزال الاحور

شعراء نے جہالت سے غزال سے تشبیہ دی ہے۔ ان کو تشبیہ کا توہم آپ کے اور غزال کے درمیان ہوا ہے۔ یہ امر بعید ہے کہ آپ کو اس غزال سے تشبیہ دی جائے کہ وہ ایک حیوان ہے اور اس کی آنکھوں کی سپیدی اور سیاہی شدت سے ہے۔ احور حور سے بہ فحشین ہے۔ کہ آنکھ کی شدت سپیدی و سیاہی کو کہتے ہیں۔

هذا وحقك ماله من مشبه      داری المشبه بالغزاله يكفر

هذا کا معنی خدا ہے یعنی امر کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی لو ہے۔ یہ کلمہ وہاں لاتے ہیں جہاں فصل کلام مراد ہوتا ہے۔ اور ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف انتقال مقصود ہوتا ہے۔ آپ کی ذات مبارک کی قسم ہے کہ غزال کو آپ کے ساتھ کچھ مشابہت نہیں ہے۔ جو شخص غزالہ یعنی آفتاب کے ساتھ آپ کو تشبیہ دیتا ہے وہ ان نعمتوں کا کفران کرتا ہے جو اسے پہنچی ہیں۔ اس نے اس شے سے آپ کو تشبیہ دی ہے جس کی آپ کے اور اس شے کے درمیان کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔ یہاں کفر سے مراد خلاف ایمان نہیں ہے۔

یائی عظیم الذنب فی تشبیہ      لولا لرب جماله یستغفر

یعنی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزال یا آفتاب سے تشبیہ دیتا ہے وہ عظیم گناہ کرتا ہے۔ اگر رب جمال سے استغفار نہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ جواب قسم محذوف ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافر ہو جائے گا۔

فخبر الملاح لحنهم وجمالهم      و بحنه کل المحاسن تفخر

ملح حسین کو کہتے ہیں یعنی حسینوں کو اپنے حسن و جمال پر فخر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سے کل محاسن فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی شے آپ کے حسن کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی جو آپ کے اور اس شے کے درمیان مناسبت ہو۔

فجماله مجلی لكل جميلة      وله منار كل وجه نيه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال جہاں آراء ہر ایک صفت جمیلہ کا محل ظہور ہے۔ اس لیے کہ آپ کا جمال کل محاسن میں۔ جو شے منافی کمال ہے اس کا مطلق شائبہ آپ کے جمال میں نہیں ہے۔ بخلاف آپ کے غیر کے جس وقت اس کا جمال صفات جمیلہ کو شامل ہوتا ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کا مغائر وصف اس کی صفات کو چھپا دیتا ہے۔ چنانچہ اس جمال کا ظہور ممتنع ہوتا ہے۔

آپ کے لیے منارہ کمال ہے کہ ہر ایک چہرہ اس سے منور ہے۔ یعنی آپ کے جمال کے نور سے کل انوار جمال اقتباس کیے ہوئے ہیں۔ منارہ وہ علامت جو راستہ کے پہچاننے کے لیے نصب ہوتی ہے۔

جنات عدن فی جنی جناتہ      وو لیلہ ان المرافف کوثر

جنتوں کی وہ نعمتیں جنہیں بندہ آخرت میں پائے گا وہ اس قسم سے نہیں ہے کہ آپ کے علوم اور معارف سے بندے نے

اقتباس کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جو شے ہونٹوں سے چوسی جاتی ہے اور قیامت کے دن تشنگی زائل کرنے کے لیے نہر کوثر ہے۔ اس کے لیے آپ کے رب نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس میں کثیر فائدہ ہے۔ یہ شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سپید اور برف سے زیادہ نرم ہے۔ و شخص کوثر سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

ہیہات الہو عن ہواہ بغیرہ والغیر فی حشر الا جانب بحشر

یہ امر بعید ہے کہ میں آپ کی محبت اور میل سے بے مشغل رہوں اور آپ کے غیر کی محبت میں مشغول رہوں۔ حال یہ ہے کہ اجنبی لوگوں کے گروہ میں حشر کیا جائے گا۔ مجھے تو آپ کی محبت کا مشغل ہے میں آپ کے گروہ میں محشر رہوں گا۔

کتب العزام علی فی اسفارہ کتا توول بالہوی و تفر

”عزام“ شیفگی، مشاقی اور آرزو مندی۔ ہوی، میل، خلوص اور محبت۔ معنی یہ ہے کہ عزام کی جو بڑی بڑی کتابیں ہیں ان میں عزام مجھ پر لکھی گئی ہے یا مجھ پر فرض کی گئی ہے۔ جو کثیر احکام عزام کے ہیں وہ مجھ پر فرض کیے گئے ہیں۔ وہ احکام خالص محبت سے تاویل کیے جاتے ہیں اور ان کی تفسیر خالص محبت سے کی جاتی ہے۔

مذع الدعی وما او عاہ فی الہوی فدعیہ بالبحر فیہ تہجر

دع صیغہ امر ہے۔ اس کا معنی ہے ”چھوڑ دی“۔ دعی، وہ شخص جو ایک قوم سے نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو اس سے منسوب کرے۔ ہجر بالضم، ہزیان، جو بیماری کے باعث لاحق ہوتا ہے۔ شعر کا معنی یہ ہوا کہ جو شخص محبت میں زبانی جھوٹے دعوے سے اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ اس لیے کہ جو شخص جھوٹی محبت سے اپنے آپ کو اہل محبت سے شمار کرتا ہے وہ ہزیان سے یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اور ہجر کا معنی یہ بھی ہے کہ ہاجرہ کے وقت راہ چلا۔ جو شدت حرارت کا وقت ہے۔ زبانی مدعی محبت کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو شدت حرارت کے وقت راستہ چلے۔ اور اپنے نفس کو تکلیف میں ڈالے اور اس تکلیف سے نفس کو دکھ دے جس پر اسے اب اور آئندہ ملامت کی جائے۔

وعلیک بالعلم العلیم فانہ لخطیبہ فی کل خطب منبر

علم، وہ علامت جو راستہ کے پہچاننے کے لیے قائم کی جائے۔ علیم، کثیر العلم۔ معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کثیر علم ہیں۔ ان کا اتباع اپنی ذات پر لازم کر لو۔ اس لیے کہ آپ ہر ایک امر عظیم میں اپنے خطیب کے لیے مثل منبر ہیں۔ خطیب کی شان خطابت کا اظہار منبر سے ہوتا ہے۔

علیک کا معنی الزام ہے۔ یعنی اپنی ذات پر لازم کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انور:

دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا

رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا



اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام  
 فرق مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی  
 قصہ طور و معراج سمجھے کوئی  
 کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھر شریف کا وصف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس ارشاد سے فرمایا:

ما زاغ البصر وما طغی

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شے دیکھی آپ کی بھر شریف نے اس سے دوسری چیز کی طرف میل نہیں کیا اور اس کو متجاوز نہیں کیا۔ بلکہ اسے اثبات صحیح یقینی سے ثابت دکھایا۔ یا یہ معنی ہے کہ جن عجائبات کے دیکھنے کے لیے آپ کو امر کیا گیا تھا ان سے عدول اور تجاوز نہیں کیا۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے۔

تاریکی میں دیکھنے کا عالم:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریکی میں ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

پیٹھ پیچھے سے دیکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ میری معاجزت اسی جگہ ہے کہ میں اس جگہ تم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارا رکوع اور سجود مجھ پر مخفی نہیں رہتا ہے۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔“

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ تم لوگ رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ میں تم لوگوں کو اپنے سامنے اور اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔“

ارشاد باری تعالیٰ: الذی یراک حین تقوم و تقلک فی الساجدین میں مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ بھر وہ نور ہے جس کے سبب جارجہ بصرات کا ادراک کرتا ہے جیسا کہ مصباح میں ہے۔ یہ متکلمین کے قول کے معنی میں ہے کہ بھر وہ قوت ہے جو آنکھ میں ودیعت کی گئی ہے۔ یہ صریح ہے کہ بھر آنکھ میں ایک شے ہے جو مخلوق کی گئی ہے، آنکھ پر زیادہ ہے۔



علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے سے نمازیوں کو صفوں سے ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے ان کو دیکھتے تھے۔ اس حدیث کو حمیدی نے اپنی مسند میں اور ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

یہ روایت جو حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد کی حدیث میں ہے۔ ادراک کی روایت ہے اور مطلق روایت (جس کے ساتھ وصف مقید نہیں کیا جاتا ہے) وہ اہل حق کے نزدیک اس آلہ کے وجوہ پر موقوف نہیں ہے جو آنکھ ہے۔ اور نہ وہ روایت وجود شعاع پر موقوف ہے اور نہ مقابلہ شے پر موقوف ہے۔ یہ ادراک جس کی یہ تفسیر کی گئی ہے قدیم عالی کی نسبت کے سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے۔ ۲۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخلوق کی روایت جو ہے مخلوق کی روایت کی صفت قوت حاسہ اور شعاع اور مقابلہ شے پر موقوف ہے۔ اس لیے پیٹھ کے پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا آپ کے خرق عادات سے آپ کے حق میں تھا۔ آنکھ میں بھر کا پیدا کرنے والا اس بات پر قادر ہے کہ آنکھ کے غیر میں بھر پیدا کر دے۔

چنانچہ یہ کہنا جائز ہو گا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس میں بصر کی قوت غیر آنکھ میں پیدا کر دی تھی۔ آپ اپنے پیچھے سے اس آلہ بصر سے دیکھتے تھے کہ آپ کے جسد مبارک سے کسی محل میں ہوتا۔

حراہی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نشانی کو اس شے پر دلالت کیا تھا کہ آپ کی حقیقت امر میں تھی کہ باطن علم کی وسعت کی وجہ سے اور معرفت الہی کی وجہ سے آپ کو اطلاع تھی۔ جبکہ اپنے صحابہ سے اپنے رب کی تعریف کی۔ یعنی آپ نے لوگوں کو اس طور پر تبلیغ رسالت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے۔ اور اس امر کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے سوا جو اس کی ذات کے ساتھ لائق ہے۔

لوگوں سے آپ نے ان کمالات کی تعریف نہیں کی جو آپ کی ذات اقدس میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شے پر مطلع فرمایا جو آپ کے سامنے تھی۔ اور وہ شے ان اشیاء سے تھی جن کا ظہور امر الہی سے ہوا تھا۔ یا جو شے آپ کے سامنے تھی اس لیے مراد ہے۔ یہ شے ان اشیاء سے تھی جو امر الہی سے پہلے موجود ہوئی تھی اور اس وقت کے سوا جس میں آپ موجود تھے اللہ تعالیٰ نے اس شے پر آپ کو مطلع فرمایا۔ جس کا وجود آپ کے زمانہ سے متاثر ہو گا۔ یعنی قیامت تک جو شے ہو گی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا۔ جبکہ ادراک مدرکات قلوب کا احاطہ اس حالت پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کی مثل عیون میں مدرکات کیا۔ یعنی آپ کی پشمان مبارک ظاہری اشیاء کو اس طور پر ادراک نہیں کرتیں جس طور پر آپ کا قلب مبارک ادراک اسرار کرتا تھا۔ چنانچہ آپ پیٹھ مبارک کے پیچھے سے محسوسات کو دیکھتے تھے۔ جیسے کہ

۱۔ یعنی ان خاص اہمصار حقیقی کی روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں اور آپ کے خرق عادات سے ہیں۔

۲۔ مصنف نے اس تعریف روایت سے شاید لوگوں کے رد کا قصد کیا ہے جنہوں نے یہ زعم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو اصلاً بلا روایت ادراک کرتے تھے بلکہ مجرد علم کے ساتھ ادراک فرماتے تھے۔ یا اس طور پر کہ آپ کے اصحاب کے فعل کی وحی کی جاتی تھی۔ یا آپ کو الہام کیا جاتا تھا۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس قول میں نظر ہے۔ اس لیے کہ اگر علم مراد ہوتا تو آپ اس کو اس لفظ سے مقید نہ فرماتے کہ ”میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔“

آپ محسوسات کو اپنے سامنے سے دیکھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی یہ صفت خرق عادت سے تھی۔

اور وہ غریب امر جسے لوگ نہیں پہچانتے یہ ہے کہ جسے زاہدی، مختار محبت بن محمود شارح قدوری نے اپنے رسالہ ناصر یہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے روزن کی طرح دو آنکھیں تھیں۔ آپ ان دونوں سے دیکھتے تھے۔ اور لباس پہننے سے ان کا حجاب نہیں ہوتا تھا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی صورتیں آپ کے سامنے کی دیوار پر منعکس ہو جاتی تھیں۔ جیسے کہ لوگوں کی صورتوں کے عکس آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ لہذا آپ ان کی مثالی صورتوں کو اس دیوار پر دیکھ لیتے تھے اور ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ یہ بات اسی وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ شارع علیہ السلام سے بطریق صحیح اس کی روایت نقل ہوئی ہو۔ ورنہ اس مقام پر محض رائے زنی مناسب نہیں۔ وہ بھی صرف اس بنیاد پر کہ اس روایت کو جو بغیر آلہء بصر کے ثابت ہو رہی ہے آپ کے معجزات پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کچھ کے خیال میں اس روات سے مراد روایت قلبی ہے۔ کچھ اور لوگوں نے اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ کیفیت افعال وحی یا الہام کے ذریعے آپ کو معلوم ہو جاتی تھی۔ ان تمام باتوں میں صحیح ترین بات وہی ہے جو سب سے پہلے بیان کی گئی۔

اس شخص کی بات پر اشکال وارد ہوتا ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اس سے مراد وہ علم ہے جسے علامہ ابن جوزی نے اپنی ایک کتاب میں کسی سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انی لا اعلم ما وراء جداري هذا

یعنی ”میں اس سے بھی واقف نہیں ہوں جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے۔“

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے آپ کا غیب کی باتوں کو نہ جاننا ثابت ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں باتوں کا جمع ہونا کس طرح ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلی حدیثوں سے بظاہر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کا غیب کی باتوں کو مشاہدہ کرنا نماز کی حالت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس صورت میں مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔ لیکن جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس ادراک سے مراد ادراک بالبصر ہی ہے جو کہ درست بھی ہے تو اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں علم کی نفی صرف غیب کی باتوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور یہ تو مشاہدہ سے ثابت ہو رہی ہے۔

”مقاصد حسنہ“ میں علامہ حافظ شمس الدین سخاوی نے جو روایت لکھی ہے: ما اعلم ما خلف جداري هذا۔

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ حالانکہ خود علامہ ابن حجر نے تخریج احادیث رافعی کی تلخیص

میں خصائص نبوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ویروی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من وراء ظهرہ کما یری من قدامہ

یعنی ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنے پیچھے کی چیزوں کا اس طرح مشاہدہ فرماتے تھے جس طرح اپنے سامنے کی چیزوں کا۔“

یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے سوا اور لوگوں سے مروی ہے۔

وہ تمام حدیثیں وہ اس بارے میں آئی ہیں نماز کی حالت کے ساتھ مختص و مقید ہیں۔ اور اسی طرح ان روایتوں کو آپ کے ارشاد: لا اعلم ما وراء جدار ى هذا کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے شیخ نے کہا کہ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث مذکورہ ضرور وارد ہوتی ہے اور اس کی اصل بھی موجود ہے۔ چونکہ دونوں باتیں ایک محل کے ساتھ وابستہ نہیں اس لیے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں اگر مزید ایک اور اشکال پیش کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی حالت سے قطع نظر بہت سی ایسی باتوں کی نسبت پہلے ہی خبر دے دی تھی جن میں سے بعض کا تعلق آپ کے زمانہ سے تھا اور بعض کا آپ کے زمانہ مابعد سے۔ چنانچہ وہ تمام باتیں اپنے اپنے وقت پر بعینہ ظہور پذیر ہوئیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علم غیب کی نفی اصل وضع پر وارد ہوئی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ غیب کا علم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر انبیاء اور اولیاء کی زبانوں سے غیب کے متعلق جاری ہوئی ہیں وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ جن سے وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو وحی یا الہام کے ذریعے واقف کرا دیتا ہے اور وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس میں یہ صراحت آئی ہے:

انہ لما ضلت ناقته.....

یعنی ایک مرتبہ جب آپ کی اونٹنی گم ہو گئی تو ایک منافق نے کہا:

”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بات تک نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں گم ہو گئی۔“

جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی ربی.....

یعنی ”حقیقی بات تو یہی ہے کہ میں سوائے ان باتوں کے کچھ نہیں جانتا جن سے میرا رب مجھے واقف کرا دیتا ہے۔“ چنانچہ اب اللہ رب العزت نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ اونٹنی کس جگہ موجود ہے۔ اس کی مہار ایک درخت میں پھنس جانے کی وجہ سے محبوس ہو گئی ہے۔“

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مقام پر پہنچے تو اونٹنی کو اس مقام پر ویسے ہی پایا جیسا کہ آپ نے بتایا تھا۔

لہذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ انہی کو جانتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو واقف کرا دیتا تھا۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ”شفاء“ میں بیان کیا ہے:

الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یوی فی الثریا احد عشر نجما وعند السہلی النی عشر نجما .  
یعنی ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثریا پر گیارہ (بروایت سہلی بارہ) ستارے دیکھا کرتے تھے — ابوہالہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ نظر کو پست کیے ہوئے بہ نسبت آسمان کے آپ کی نظر مبارک زمین پر زیادہ رہتی تھی — دیکھتے وقت عموماً آپ چشم مبارک نہایت کھلی رکھتے تھے۔ جسے عربی میں ملاحظہ کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ مفاعلہ سے لحظہ سے مشتق ہے۔ ملاحظہ محاورہ عرب میں ترجمہ انداز پر دیکھنے کو کہتے ہیں۔ جس کی حالت سینہ کی طرف رہے اور وہ حالت جو ناک کی طرف مائل ہو اسے ماق کہتے ہیں۔ حدیث پاک ہے:

اذا التفتت جميعاً اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نظر بچا کر نہیں دیکھتے تھے۔

اونج تاب نگاو رسا پر درود  
بے جھجک دید عین خدا پر درود  
معنی آئیے ماطفیٰ پر درود  
”نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود“  
اونچی بنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی طرف دیکھتے تو دائیں بائیں طرف اپنی گردن نہیں پھیرتے تھے جیسا کہ یہ فعل کسی غضب ناک اور منفعل آدمی کا ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ متوجہ ہوتے تو سامنے بھی آپ پوری طرح سے رخ کرتے اور پیچھے بھی پوری طرح سے — ابن اثیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

آنکھیں حضور کی ہیں کہ رحمت کے میکدے ہر ہر نظر ہے نوحہ ایمان لیے ہوئے (کاوش)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بروایت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ کا حلیہ مبارک اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں مبارک بڑی بڑی اور پلکیں لانی لانی تھیں اور آنکھوں میں سرخی کی آمیزش تھی — بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ —

وہ حسین چشم مازاغ و احسن مژہ  
کوکب صبح پر سب کا دامن مژہ  
ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ اقلن مژہ  
لفظ کے در پہ بخشش کی چلمن مژہ

ظلمہ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

رحمت ابر باران پہ برے درود  
ماحیء فرد عصیاں پہ برے درود  
شبم لطف احساں پہ برے درود  
اشک باریء مژگاں پہ برے درود

سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام



حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضليع الفم اشكل العينين

یعنی ”آپ نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ دہن بڑی آنکھوں والے تھے۔ آپ کے قدم پر گوشت نہیں تھا۔ ایڑیاں پتلی پتلی تھیں۔“ اسے امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے:

كعبه دين و دل یعنی نقش قدم

جن کی عظمت نہیں عرش اعظم سے کم

ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم

اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

لفظ مشکلة سے مراد وہ سرخی ہے جو آنکھ کی سفیدی میں ہوتی ہے۔ جو نہایت یہ ستودہ اور پسندیدہ وصف ہے۔ مشکلة کی مذکورہ توضیح ٹھیک اور صحیح ہے نہ کہ وہ تفسیر جسے بعضوں نے بیان کیا ہے کہ مشکلة کے معنی آنکھ کے کناروں کا دراز ہونا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا کہ یہ وصف آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور کہا:

كان صلى الله عليه في وجهه تدوير ابيض مشرب بحمرة.....

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں قدرے گولائی تھی اور آپ کا رنگ گورا تھا۔ جس میں سرخی شامل تھی۔“

یہ سراپا حسین رب ہے مطلق جمیل

اب نہیں اس میں گنجائش قال و لیل

یہ بھی اک ایک ہے جیسے رب بے دلیل

بے سہیم و سیم و عدیل و مثیل

جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

پشمان مبارک نہایت خوب صورت بڑی بڑی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔ وہاں پہنچ کر جب میں وعظ کرنے لگا تو ایک یہودی عالم جو کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا:

صف لي ابا القاسم! ”تم مجھ سے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حلیہ بیان کرو۔“

میں نے کہا: ليس بالطويل البائن ولا بالقصير

یعنی ”نہ تو آپ بہت لمبے ہیں اور نہ بہت ہی چھوٹے قد کے۔“



حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے کہا:  
 ”تم نے یہ کیا کہا؟ یہ وہ بات ہے جو مجھے یاد آ گئی۔ کیا ان کی آنکھوں میں کچھ سرخی بھی ہے؟ اور کیا آپ خوب  
 صورت داڑھی والے۔“

اس کے بیان کی تصدیق میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”بخدا یہی آپ کا وصف ہے۔“

اس نے کہا:

”میں نے اپنے بزرگوں کے صحیفوں میں ایسا ہی دیکھا ہے لہذا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت  
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کے وہ پیغمبر ہیں جو تمام نوع انسانی کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت شریف:

ہے سجود القمر اسمع جن کی شان

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

وصف گوش نبی اور میں کج رج زبان

جن پہ قربان حسن سماعت کی جان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کے بارے میں آپ کی وہ حدیث بڑی جامع اور حاوی ہے جس میں آپ نے

ارشاد فرمایا:

الی اری ما لا تروں و اسمع ما لا تسمعون ۔

یعنی آپ نے فرمایا: ”میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے۔“ آسمان پھیل گیا  
 ہے اور اس میں یہ امر محقق ہو گیا ہے کہ اس کی وسعت میں کوئی جگہ چار انگلیوں کے مقدار میں نہیں ہے جہاں فرشتوں نے سجدہ نہ  
 کیا ہو۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔

ابو نعیم نے حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ

بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اصحابہ اذا قال لهم تسمعون ما اسمع

یعنی ایک مرتبہ آپ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ یکایک فرمانے لگے:

”کیا تم وہ سن رہے ہو جو کچھ کہ میں سن رہا ہوں۔“

۱۔ نمبر ۱۵۸، جلد ۲، ص ۱۵۸ پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ”بے شک میں چاند کے سجدے کی آواز عرش کے روبرو سنتا ہوں، اس وقت جبکہ میں شلم  
 مادر میں تھا۔“

صحابہ کرام نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں تو کچھ بھی سائی نہیں دے رہا۔“

آپ نے ارشاد فرمایا:

الٰہی لاسمع اطلعت السماء.....

یعنی ”میں آسمانوں کی گونج سن رہا ہوں“ — اور اس میں وہ لائق ملامت نہیں۔ کیونکہ ان میں ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہ جہاں فرشتے قیام و سجود (عبادت الہی) میں مشغول نہ ہوں۔

### پیشانی مبارک:

نجم و ظہ کے جھرمٹ میں چہرہ رہا

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا

اس جہین سعادت پہ لاکھوں سلام

آپ کی پیشانی مبارک کا وصف یہ تھا کہ آپ کی پیشانی مبارک نہایت کشادہ اور ابروئے مبارک باہم متصل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی بیان کیا جسے ابن سعد اور ابن عساکر نے ذکر کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ابروئے مبارک آپس میں متصل، عرض و طول میں کشادہ اور باہم ملے ہوئے تھے۔ پیشانی مبارک کشادہ اور وسیع تھی۔“

بہیقی میں ایک صحابی سے یہ روایت ذکر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا جسم اطہر بڑا ہی خوب صورت ہے اور جہیں مبارک نہایت کشادہ اور ابروئے مبارک باریک باریک (خوشنما)۔“

واللہ در القائل خوشا بختمی کہ قائلے گفت

یتلوا الضحی الیلہ واللیل کا فرة

جبینہ مشرق من فوق طرہ

من فوق نوناتھا سینا ظفائرة

بالمسک خطت علی کافور جبہتہ

منضر الحسن قد قلت نظائره

مکمل الخق ماتحصی خصائصہ

آپ کی جہیں مبارک اپنی چمک اور نورانیت کی وجہ سے عمامہ کے کناروں کو روشن و نمایاں کر رہی ہے۔ اور عمامہ کے کنارے اس روشنی پر حائل ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ صبح کے تڑکے وقت کو اخیر رات کی تاریکی نمایاں ہونے سے مانع ہوتی ہے۔ آپ کے گیسوئے مبارک جب آپ کی معطر کافوری پیشانی پر آ پڑتے ہیں تو اس سے مشک و عنبر کی خوشبو مہک اٹھتی ہے۔ جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے آپ ایسے کامل و اکمل تھے کہ جس کی خصوصیات بیان سے باہر ہیں۔



ابن اثیر نے کہا ہے کہ اول قول سوابع من غیر قرن آپ کا صحیح وصف ہے۔

اور ناک کی تعریف میں اقنی کا معنی یہ ہے کہ ناک طویل تھی، نتھنے باریک تھے اس کے وسط میں ابھارتھا یعنی بلندی تھی۔

اوج تاب رسا پہ درود بے جھجک دید عین خدا پر درود

معنی آیہ ماطفیٰ پر درود نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی میں یہ روایت ہے:

وكان عليه الصلوة والسلام دلية العربین .

یعنی ”آپ کی ناک پتلی اور بلند تھی۔ اسے ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ابن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔ آپ کے وصف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

اقنی الانف — نہایہ میں اس کی تفسیر ”سائل“ کی گئی ہے۔ یعنی وسط بینی مرتفع — ابن ابی ہالہ نے کہا ہے:

اقنی العربین له نور يعبلوه بحسبه من لم يتامله اشم

یعنی ”آپ کی ناک کا متوسط حصہ بلند تھا اس پر نور ابھرا ہوا تھا۔ جو شخص دیکھتا اور تامل نہ کرتا تو وہ اشم گمان کرتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری نے حدیث میں کہا ہے:

وكان عليه الصلوة والسلام ضخم الكرا ديس .

یعنی ”آپ کی ہڈیوں مبارک کے جوڑ عظیم تھے“ — جیسا کہ اس وصف کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترمذی کی حدیث میں آپ کا وصف کیا ہے۔ ترمذی میں آپ ہی دوسری روایت یوں ہے:

جليل المشاش والكتلشاش .

یعنی ”آپ کے گھٹنوں، کلائیوں اور شانوں کے جوڑ عظیم تھے یعنی قوی تھے۔ اور یہ نجات کی علامت ہے۔

اکثر صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف اس طور پر بیان کیا ہے:

كان عظيم الهامة ”آپ کا سر اقدس عظیم تھا مگر متوسط۔“

۱۔ اس کا ازل حصہ اس طور پر تھا کہ اس پر ابھارتھا — وہ حصہ وہ ہے جو بروؤں کے نیچے ہے یا یہ مطلب ہے کہ ناک کی ہڈی کا جو حصہ سخت ہوتا ہے، اس میں ابھارتھا — اس وصف سے اشراف وصف کیے جاتے ہیں کہ ان کی ناک اونچی ہوتی ہے۔ اور اپنے ہم عصر لوگوں میں انہیں بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف سے اس شخص سے کنایہ کیا جاتا ہے کہ جو اپنی قوم میں عزیز اور محمود ہوتا ہے۔

۲۔ اشم کا معنی قصبہ انف کا طول اور اعلیٰ حصہ مستوی اور تختوں کا جدا ہونا — یا یہ کہ شمع کا معنی ناک کا طول، اس کی بلندی اور باریکی کے ساتھ اول معنی صحیح ہے۔

ابن ابی ہالہ کی مشہور حدیث میں ایسا ہی ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

نہی نے روایت کیا ہے:

ضخم الرأس . "آپ کا سر مبارک بڑا تھا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن یعنی منہ مبارک:

جس کے غیبی اشارات وحی خدا

جس کے عالی مقالات وحی خدا

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا

جس کے الفاظ آیات وحی خدا

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

آپ کے دہان مبارک کی ظاہری اور باطنی صفت اس میں دانت اور رخسار دونوں داخل ہیں۔ دہان کی وہ حقیقت مراد ہے

جو خالی ہے۔ آپ کے دہان مبارک میں غایت رونق اور کمال تھا۔

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان كان صلى الله عليه وآله وسلم ضليع الضم

"آپ کا دہان مبارک فراخ اور عظیم تھا۔"

اس صفت سے فصاحت سے کنایہ ہے۔ عرب لوگ دہان کی فراخی اور عظمت کی مدح کرتے ہیں۔ اور دہان کی تنگی کو مذموم

سمجھتے ہیں۔

ایسا ہی وصف ابن ابی ہالہ نے کیا ہے اور بعض طریق احادیث میں یہ اضافہ کیا ہے:

يفتح الكلام ويختمه باشداقه ۱

آپ جب کلام کو شروع فرماتے اور اپنے اشداق سے اسے ختم کرتے تھے۔ یعنی نہایت فصاحت سے اول و آخر کلام ہوتا

تھا۔ شمر ابن عطیہ الاسدی الکلبی الکوفی نے کہا ہے کہ ضلیع الضم کا معنی یہ ہے کہ آپ کے دانت بڑے بڑے تھے۔ اس

بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ دانتوں کا بڑا ہونا عیب ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ آپ کے

دانت سخت اور مضبوط اور کامل تھے اور بعض کے نزدیک ضلیع الضم سے مراد دہان مبارک کی فراخی ہے اور اس کی عظمت عظیم

الانسان سے مراد دانتوں کا بڑا ہونا نہیں ہے۔

بزار اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اسيل الخدين .

۱۔ شدق بہ کسر شین وفتح سکون دال — دہان کے اطراف کو کہتے ہیں۔ یعنی باچہ منہ کے اندر کا رخ — اور بہ فتح شین و دال۔ فراخی کنج دہان۔



”آپ کے رخسار نرم تھے ابھرے ہوئے نہیں تھے۔“ یہ ہند ابن ابی ہالہ کے اس قول کی مثل ہے:

سبل الخدين واسع الضم .

چنانچہ یہ اس امر کی تائید ہے کہ ضلیع کا معنی وسیع ہے۔ اس لیے کہ بعض حدیث بعض حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ابن ابی ہالہ نے کیا ہے اور ضلیع الضم کے یہ کہا ہے: اشنب مفلج الاسنان  
شنب کا معنی ہے دانتوں کی خوب صورتی اور آب داری — اور یہ کہ دانتوں کی رقت اور تیزی۔ مفلج الاسنان یعنی آپ  
کے دانت ایسے نہیں تھے کہ ایک پر دوسرا ہو بلکہ جدا جدا اور خوب صورت تھے۔

جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مبلج الثنایا کہا ہے یعنی چمک دار اور روشن — یہ فلج کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مستقل  
معنی رکھتا ہے — اس حدیث کی روایت ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ یعنی یہ صحابی کی روایت صحابی سے ہے — ابن عساکر کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت مبلج الثنایا ہے جس کا معنی ہے شفاف اور چمک دار۔

دندان پاک سے ہیں دکتے گہر بھی ماند  
اور لب خراج لعل بدخشاں لیے ہوئے  
جس کی ضو سے ملے راستے دور کے  
دن پھرے بخت شب ہائے مہجور کے  
جن سے برسیں گہر حسن مستور کے  
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے

ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الملعج الثنتين . ”آپ کے سامنے کے دو دانت اور رباغی میں جدائی تھی۔  
یعنی ملے ہوئے نہیں تھے۔ فلج اور فرق کا ایک ہی معنی ہے۔

اذا تكلم رءى كالنور يخرج من ثنياه

”جس وقت آپ کلام کرتے تو نور کی مثل دیکھا جاتا کہ آپ کے سامنے کے دو دانتوں سے نکلتا تھا“ ثنایا جمع ثنیہ یعنی  
سامنے کے اوپر کے دو دانت اور نیچے کے دو دانت — اس حدیث کو ترمذی نے شاکل میں روایت کیا ہے۔

مسند داری اور معجم اوسط و معجم کبیر میں ایسا ہی روایت کیا ہے:

وكان عليه الصلوة والسلام احسن عباد الله شفتين والطفهم محتم لم .

”اللہ تعالیٰ کے بندوں میں آپ کے ہونٹ زیادہ خوبصورت تھے اور حلقہ دہن مبارک نازک تھا۔“

عارف ربانی محمد رفی علیہ الرحمہ نے آپ کی نعت میں فرمایا ہے:

بحر من الشهد فی لبہ مراشفہ بالوقتہ صدف لبہ جواہرہ

فی بمعنی وہاں۔ مراحف جمع مرشف یعنی چونسے کی جگہ یعنی ہونٹ۔ یا قوت، کنایہ دہان اور ہونٹ۔ جواہر سیراد ندان مبارک یا الفاظ جو جواہر کی مثل نکلتے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ آپ کے ہونٹ آپ کے دہن مبارک میں شہد کا دریا ہیں اور آپ کا دہن یا قوت ہے یا ہونٹ یا قوت ہیں۔ وہ ایسی صدف ہیں جس میں آپ کے جواہر ہیں۔ یعنی داندن مبارک یا کلام جو جواہر کی مثل ہے۔ جیسے صدف میں موتی ہوتے ہیں۔

موج حسن تبسم میں گل باریاں  
جن میں قدرت کی باریکیاں ہیں نہاں  
اور گل باریوں میں لطافت کی شان  
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ابی قرصافہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ میں میری ماں اور میری خالہ بیعت میں شریک تھے۔ جس وقت ہم بیعت کر کے لوٹے تو میری ماں نے اور میری خالہ نے مجھ سے کہا:  
”اے ہمارے پیارے بیٹے! ہم نے اس شخص کی مثل چہرہ میں احسن اور لباس میں زیادہ پاکیزہ اور کلام میں زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ اور ہم نے دیکھا گویا نور آپ کے دہن مبارک سے نکلتا ہے۔“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک:

لعاب دہن مبارک کی صفت یہ تھی کہ ظاہری اور باطنی بیماریوں کو شفا بخشتا تھا۔ کھارا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔

(۱)

صحیحین میں سہل بن سعد سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم خیبر میں فرمایا:  
”کل کے دن میں جھنڈا اس شخص کو ضرور دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔“  
صبح جب لوگ بیدار ہوئے تو صبح دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ سب آدمی یہ امید رت تھے کہ آپ وہ جھنڈا ہمیں عطا فرمائیں گے۔ آپ نے پوچھا: ”علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟“  
صحابہ کرام نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی آنکھیں آگنیں ہیں وہ علیل ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”ان کے پاس کسی کو بھیجو۔“

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ساتھ لایا۔ ان کی آنکھوں پر آشوب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور وہ اچھے ہو گئے۔ ان کو یہاں تک صحت ہوئی گویا ان کو کوئی بیماری نہیں تھی۔ یہ حدیث

متفق علیہ ہے یعنی امام بخاری اور امام مسلم نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کسی لفظ اور معنی میں باہم خلاف نہیں ہے۔

(۲)

آپ کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا۔ آپ نے ڈول سے پانی پیا۔ پھر وہ پانی کنوئیں میں ڈلوا دیا گیا۔ راوی نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کنوئیں میں کلی ڈالی۔ اس کنوئیں سے مشک کی بو کی مثل بو مہکنے لگی۔ یہ معجزہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے واثل بن حجر کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ حضرت واثل بن حجر بن مسروق الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ یمن کے بادشاہوں میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور ان سے دوسرے علماء نے روایت کی ہیں۔

(۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنوئیں میں جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تھا، لعاب دہن مبارک ڈالا۔ اس کی برکت سے مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس کنوئیں سے زیادہ شیریں نہیں تھا۔ اس حدیث کو ابو نعیم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قلزم معرفت نہر عرفاں بنے بحر توحید دریائے ایماں بنے  
عین سرچشمہ آب حیواں بنے جس سے کھاری کنوئیں شیرہ جاں بنے  
اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورہ میں اپنے شیر خوار بچوں اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شیر خوار بچوں کو طلب فرماتے اور ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالتے اور ان کی ماؤں سے فرما دیتے:

”رات تک ان کو دودھ نہ پلاتا۔“

آپ کا لعاب دہن مبارک دن بھر ان بچوں کو کفایت کرتا تھا۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

جس سے ہیں زندگی یاب جان و جناں پاتے ہیں رونق تاب جان و جناں  
فیض سے جس کے سیراب جان و جناں جس کے پانی سے شاداب جان و جناں

اس دہن کی تراوت پہ لاکھوں سلام

(۵)

آپ کے پاس عمیرہ بنت مسعود اور ان کی بہنیں بیعت کے لیے داخل ہوئیں۔ یہ پانچ عورتیں تھیں۔ اس وقت آپ قدیدہ

۱۔ قدیدہ گوشت جو دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے۔

کھا رہے تھے۔ آپ نے وہ خشک گوشت ان کے لیے چبایا اور ان کو دیا۔ ہر ایک عورت نے اس گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لے کر کھایا۔ مرتے دم تک انہوں نے اپنے منہ میں بدبو نہیں پائی۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عتبہ کے جسم پر پتی نکلی یا سرخ بادہ نکلا۔ آپ نے اپنے دست مبارک پر لعاب دہن مبارک ڈالا اور اسے عتبہ کی پیٹھ اور پیٹ پر پھیرا۔ عتبہ کے جسم میں ایسی خوشبو پیدا ہو گئی کہ ایسی طیب خوشبو کسی سے سونگھی نہیں جاتی تھی۔ اس حدیث کو طبرانی نے ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقہ سے معجم کبیر اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے۔

(۷)

آپ نے اپنی زبان مبارک حضرت حسن بن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منہ میں دے دی۔ اس وقت وہ نہایت پیاسے تھے۔ انہوں نے آپ کی زبان مبارک چوسی یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

امام العارفین سدی وفا شاہ ولی کی نیکی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس مقام پر انہوں نے یہ اشعار کہے ہیں:

جنی النحل فی فیہ وفیہ حیاتنا  
ولکنہ من لی بلثم لثامہ

”آپ کے دہن مبارک میں ایسا شیریں کلام ہے جیسے شہد شیریں ہے اور اس میں ہماری حیات ہے۔ لیکن میرے لیے کون شخص ہے کہ آپ کے دیدار سے میں ظاہری روایت سے حیات کا لطف آپ کے کلام سے اٹھاؤں۔“

رحیق الشایا و المثنائی تنفست  
اذا قال فی فیح بطیب ختامہ

## نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت

رحمت حق کی ہونے لگیں بارشیں  
دین و دنیا کی لٹنے لگیں دوتیں  
کھول دیں جس نے اللہ کی حکمتیں  
وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

فصاحت سے طلاقت اور زبان کی جودت مراد ہے۔ اور آپ کے جواہرات الکلم یعنی تلیل الفاظ میں کثیر معانی اور آپ کا بیان بدیع۔

آپ کی بدیع حکمتیں ایسی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح خلق اللہ تھے۔ اور کلام میں مخلوق الہی سے زیادہ شیریں تھے۔ آپ ایسے شیریں اور لطیف الفاظ سے کلام کرتے تھے کہ سننے والے کا ذہن اس کے معنی کی طرف فوراً پہنچ جاتا تھا۔ اور جیسے کہ لوگ عام طور پر سستی سے کلام کرتے ہیں ان کے برعکس آپ کلام کو سرعت سے ادا کرتے تھے۔ آپ گویائی اور خوش کلامی میں مخلوق سے زیادہ شیریں بیان تھے۔ گویا آپ کا کلام جمیع قلوب کو لے لیتا تھا۔ گویا سننے والوں کے دل آپ کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ جس طور پر آپ چاہتے ان کو پھیرتے تھے۔ آپ کا کلام معجز نظام ارواح کو سلب کر لیتا تھا۔ یعنی سننے والوں کی روئیں اس کی لذت میں محو ہو جاتی تھیں۔



ینظم درالشعر نثر مقولہ فیا حسنہ فی نثرہ و نظامہ

یعنی جس وقت آپ نثر سے کلام فرماتے وہ نثر اس موتی کی مثل ہوتی تھی جو اپنے حسن میں بڑا ہوتا ہے اور اسے دل قبول کرتے ہیں۔ اس کلام کا نظام الفاظ اور نثر میں عجیب حسن تھا۔ نظم سے مراد یہاں شعر نہیں ہے۔

نیاجی فینجی من نیاجی من الجوی فکل کلیم برہ فی کلامہ

جوی معنی جوش اور شدت وجد عشق کے سبب یا غم کے باعث۔ مطلب یہ ہے کہ جو دل جلا شخص اپنا غم آپ سے عرض کرتا، آپ اس کی شدت غم کو دفع فرما دیتے تھے اور اسے غم سے نجات ہو جاتی تھی۔ لہذا آپ کے کلام میں ہر ایک مجروح کی شفا تھی۔

صاف ' شستہ عبارت پہ بے حد درود

اس نظم کی لذت پہ بے حد درود

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود

حسن طرزِ خطابت پہ بے حد درود

اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کی فصاحت ایسی غایت تھی کہ اس کی انتہا ادراک نہیں کی جاتی تھی۔ اس فصاحت کا وہ مرتبہ تھا کہ اس کی غایت کا قرب نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کی زبان مبارک کی فصاحت ایسی کیوں نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تلواروں میں سے آپ کی زبان مبارک کو تلوار کی مثل بنایا تھا۔ یعنی آپ جو بات فرماتے اس کا اثر جانوں میں کامل طور پر ہوتا تھا۔ اور وہ بات رد نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک سے اپنی مراد کو ظاہر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وداعیا الی اللہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حکم یعنی شرائع الہی سے کلام فرماتے تھے۔ آپ کا ناطق ہونا اللہ تعالیٰ کے امر سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بلغ ما انزل الیک من ربک

یا آپ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں سے ناطق ہوتے تھے۔ یعنی وہ کلامت حق بیان فرماتے جو واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور آپ کا نطق امر الہی سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی شان و ما ینطق عن الہوی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مراد یا اپنی مراد آپ ذکر حق سے ظاہر فرماتے اور اس کا کشف کرتے تھے جس میں شک نہیں تھا۔

جس وقت آپ تکلم فرماتے جملہ بندگان خدا سے زیادہ فصیح تھے۔ جس وقت لوگوں کو وعظ فرماتے لوگوں کے لیے مخلوق الہی سے زیادہ ناصح تھے۔ آپ نقش بات نہیں فرماتے تھے۔ جو بات کہنے کے لائق نہ ہوتی آپ اسے کلام نہ فرماتے۔ غیر مختلط کلام آپ سے صادر نہیں ہوتا تھا۔ جو لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا۔ آپ کا کلام مبارک ایک شجرہ طیبہ تھا جس کا ثمر علم تھا۔ سننے والے اس سے لذات روحانی پاتے تھے۔ دوران کلام آپ کوئی مثل لاتے یا کوئی حجت لاتے تو وہ مثل اور حجت شرع سے ہوتی تھی۔ اور حکمت سے ہوتی تھی۔ کوئی بشر آپ کے کلام کے مساوی کلام کی قدرت نہیں رکھتا تھا اور نہ ایسا

۱۔ حکمت، امور مفقہہ متفقہہ۔ اور بیضادی میں حکمت کا معنی علم کی تحقیق اور علم کا اتقان ہے۔



کلام کر سکتا تھا کہ آپ کے کلام مبارک سے اپنی حلاوت میں جو زیادہ سلیس ہوتا:

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مراد سے اپنی زبان کے ساتھ تعبیر کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ساتھ اپنے بندوں پر حجت یعنی دلیل و برہان اس کے بیان سے قائم کی ہو۔

☆ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے فرائض و ادا امر اور نواہی اور زواجر کے مقام لوگوں سے بیان کر دیے ہوں۔

☆ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اس کے ساتھ خیر کا وعدہ کیا ہو۔

☆ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کے ساتھ شر کی وعید کی ہو۔

وہ شخص اس بات کا حق رکھتا ہے کہ از روئے قلب وہ مخلوق سے زبان میں زیادہ فصیح ہو اور بیان میں مخلوق سے زیادہ واضح ہو۔

معن جان بلاغت پہ لاکھوں درود

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود

اون شان فصاحت پہ لاکھوں درود

گفتگو کی حلاوت پہ لاکھوں درود

اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ جس وقت آپ کلام فرماتے تو کلام مفصل اور مبین سے کلام فرماتے — گنتی کرنے والا آپ کے کلام کو گنتی کر سکتا تھا — آپ ایسی سرعت سے باتیں نہیں فرماتے تھے کہ سننے والے کی سمجھ میں نہ آئیں اور اس کو یاد نہ کر لے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طور لے باتیں نہیں کرتے تھے جس طور سے تم لوگ باتیں کرتے ہو۔“

یعنی عجلت سے باتیں نہیں کرتے تھے کہ ایک بات کے ساتھ دوسری بات ہوتی۔ جس سے سننے والے کو التباس نہ ہوتا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی باتیں ہوتی تھیں جن کو قلوب سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص گنتی کرنا چاہتا وہ ضرور ان باتوں کا شمار کر سکتا تھا۔ آپ ایک کلمہ کا تین بار اعادہ فرماتے تھے تاکہ آپ سے وہ کلمہ سمجھ لیا جائے۔ آپ فرماتے تھے:

انا افصح العرب .

حدیث کو اس لفظ سے اصحاب الغریب نے ذکر کیا ہے — حافظ ابن کثیر اور امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند پر ہم

واقف نہیں ہوئے۔ حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ:

”اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے کلام کریں گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا سبب ہے کہ آپ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔ حال یہ ہے کہ آپ ہمارے

درمیان سے کہیں نہیں گئے۔ اگر کہیں تشریف لے جاتے تو البتہ ہم یہ کہتے کہ آپ نے ان لوگوں کا لغت سیکھا ہے جن سے آپ نے معاشرت کی ہے۔ اس سبب سے آپ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔“

آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں جواب دیا:

”(حضرت) اسماعیل بن ابراہیم کے لغت پرانے ہو گئے تھے جو سب لغات میں زیادہ فصیح تھے۔ جبریل علیہ السلام میرے پاس وہ لغت لائے میں نے ان کو حفظ کر لیا۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یاد کرا دیئے — ابن عساکر نے یہ روایت کیا ہے۔ اس لیے کہ آپ افصح العرب اور اتم البلاغات تھے۔ اپنی فصاحت کے سبب آپ نے بلغائے عرب کو ساکت کر دیا۔ آپ نے بلغائے عرب سے کسی کو نہیں چھوڑا مگر عاجز اور ذلیل اور اپنے امر میں حیران کر دیا۔ — اس حدیث کو تاریخ اصفہان میں ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔

ابو احمد غطریف نے اس طرح سے ذکر کیا ہے:

”میرے پاس جبریل علیہ السلام وہ لغت لائے اور مجھے حفظ کرائے۔“

عسکری نے ”کتاب الامثال“ میں روایت کی ہے: ”یہ روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو ضعیف سند سے ہے۔ روایت یہ ہے کہ بنی لہذ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کے خطبے کا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خطبے کا جو جواب دیا ہے اس کا ذکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

”یا نبی اللہ! ہم لوگ ایک باپ کے بیٹے ہیں اور ایک ہی شہر مکہ میں ہم نے نشوونما پائی ہے۔ آپ عرب لوگوں سے ایسی زبان سے کلام کرتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر اسے سمجھ نہیں پاتے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے۔ چنانچہ میرا ادب احسن ہوا ہے اور میں نے بنی سعد بن بکر میں نشوونما پائی ہے۔ اس لیے میں اہل عرب سے زیادہ فصیح ہوں۔“

امام سخاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند تحقیق ضعیف ہے۔

محمد بن عبد الرحمن الزہری سے روایت ہے کہ جو بالترتیب ان کے والد اور پھر دادا سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا:

”یا رسول اللہ! ابدالك الرجل امراته

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

”نعم اذا كان ملصحا

عسکری نے اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزار مثلیں نقل کی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے اس سے کیا فرمایا؟“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”اس شخص نے پوچھا ایما ظل الرجل الہ — میں نے جواب دیا۔ نعم اذا مکان مفلسا۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے عرب میں گردش کی ہے۔ اور عرب فصحاء کی گفتگو سنی ہے مگر آپ سے

زیادہ فصیح میں نے کسی کو نہیں سنا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مجھ کو میرے رب نے ادب سکھایا ہے اور میں نے بنی سعد میں نشوونما پائی ہے۔“

گویا آپ میں شہر والوں اور گاؤں والوں کی دو قوتیں جمع ہوئی ہیں، بخلاف اکثر لوگوں کے کہ انہوں نے یا شہر میں پرورش

پائی ہے یا دیہات میں نشوونما پائی ہے۔ اس حدیث کو سرسقطی نے روایت کیا ہے۔ یہ روایت سرسقطی کی کتاب ”الدلائل“ میں  
واہی سند سے ہے۔ یعنی بہت ضعیف سند سے ہے۔

دوسرے شخص نے کہا ہے کہ ایداع الرجل امراتہ کا معنی یہ ہے کہ

”جماع سے پہلے مرد اپنی عورت کے ساتھ خوش طبعی اور مذاق کی باتیں کرے۔ اس مرد کا نام مظل اس لیے رکھا گیا

ہے کہ عورت کی اعظم غرض جماع ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب فرمایا:

”جس وقت مرد عاجز ہوتا ہے کہ اس کا مذاق اور دل لگی اس کی شہوت کو بھڑکانے والی ہو۔“

وہ مرد اپنے عجز کے سبب مفلج کہا گیا۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت مرد فقیر ہو وہ ادائے مہر میں

عورت کے ساتھ توقف کرے۔ انا افصح من نطق بالضاد جو روایت کیا گیا ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کی اصل

نہیں ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ یہ دراصل انا افصح العرب کا معنی ہے۔ نفس الامر میں اللہ تعالیٰ زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

فصاحت کی مقررہ و مجوزہ حد:

علمائے بیان نے فصاحت کی حد مقرر کی ہے کہ

☆ کلام تنافر سے خالص ہو۔ ۲

۱۔ سرسقطہ اندلس میں ایک شہر ہے۔ ۲۔ اس لیے کہ ان عرب وہ لوگ ہیں جو کہ ضاد سے ناطق ہوتے ہیں۔ اور عرب کے سوا جو لوگ ہیں، ان کے لغت میں

حرف ضاد نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح العرب ہیں۔ اگرچہ اس لفظ کے لیے سند معلوم نہیں ہوئی جیسا کہ اسے بھی

ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔

☆ کلام غرابت سے خالص ہو۔

☆ قیاس کے مخالف نہ ہو۔

☆ کلمہ اول وہلہ میں دوسرے معنی کے احتمال سے مراد پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے فالحم، مرسن اور مسرج الفاظ ہیں۔

مسرج یہ احتمال رکھتا ہے کہ باریکی اور ہمواری میں مشبہ سیف سر بیجی کی مثل ہے۔ سر بیج لوہار کا نام ہے کہ

اس کی طرف تلواریں نسبت کی جاتی ہیں۔ مسرج سے احتمال ہوتا ہے کہ مشبہ میں مثل چراغ کے چمک اور لمعان

ہے۔ فاحم، کالے بال، کوئلہ کی مثل۔ اور مرسن کا معنی ناک ہے۔

☆ مخالفة القیاس کا معنی یہ ہے کہ کلمہ کا استعمال غیر قیاس پر ہو۔ جیسے شملین کے وجوہ کا کلمہ واحد سے باقی رکھنا، غیر

اس کے کہ ایک حرف کا دوسرے میں ادغام کیا جائے۔ جیسے الحمد للہ العلی الاجلل اس میں دو لام ہیں۔ ایک کا

دوسرے میں ادغام نہیں کیا گیا۔ یہاں قیاس یہ چاہتا تھا کہ اجلل کی جگہ اجل ہوتا۔

☆ کلام کلمہ اور متکلم فصاحت کے ساتھ وصف کیے جاتے ہیں۔ جیسے کلام فصیح، کلمہ فصیح، کلام کرنے والا فصیح ہے۔

☆ بلاغت یہ ہے کہ کلام مقتضی حال کے مطابق اور معنی فصاحت کے ساتھ ہو۔ اور جزالت کے ساتھ رکاکت کے

خلاف ہو۔

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال فصاحت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت اس حد تک تھی کہ خارق عادت تھی اور نہایت فضیلت کے مراتب کو پہنچنے والی

تھی اور

☆ اس کمال کو پہنچنے والی تھی کہ سامعین کے دل شق کر دیتی تھی اس سے پہلے کہ اس کا ذہنوں پر اثر ہوتا۔

☆ کانوں سے پہلے سمیتوں میں موثر ہوتی تھی یعنی سننے والے کے اندروان میں اپنا اثر کرتی تھی۔ اس کا اثر ابھی

کانوں پر نہیں ہوا تھا۔ یہ اثر کمال درجے کا تھا۔

☆ خارق عادت ہونے پر بین دلیل تھی۔

☆ اس میں اعلیٰ درجہ کی صفا تھی۔

☆ اپنے غیر پر راجح اور فائق تھی۔

☆ جملہ انسانوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کو ثابت کرتی تھی۔ اس لیے کہ فصاحت میں افراد

۱۔ تافردہ صفت ہے کہ زبان پر اس کا نقل ہوتا ہے۔ اس سے نطق دشوار ہوتا ہے۔ تافر سے مراد مخارج حروف کا تقارب۔ جیسے امراء القیسی کا یہ قول ہے:

هذا لوه مستعزرات الى العلا لفظ مستعزرات میں حروف سین، شین اور تا اور زاکل قریب المخارج ہیں۔ ۲۔ غرابت کا معنی یہ ہے کہ لفظ وحشی ہو۔ اس کا

معنی غیر ظاہر ہو اور استعمال میں مانوس نہ ہو۔ یعنی ایسا کلام ہو کہ استقرار لغت سے اس کا استنباط کیا گیا ہو۔



انسان ہی جھگڑا کرتے ہیں۔ انسان کی قید اس کے منافی نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق جنوں

اور فرشتوں پر بھی ثابت تھے۔ اور وہ حقوق وہ تھے جن کا مقابلہ عصیاں سے نہیں کیا جاتا تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب جوامع الکلم تھے۔ یعنی آپ کے الفاظ مختصر، قلیل تھے لیکن ان کے معنی کثیر تھے۔

☆ آپ صاحب بدائع القام تھے۔

☆ آپ صاحب قوارع الزبرج تھے۔ یعنی لوگوں کو معاصی سے منع کرتے تھے۔

☆ آپ صاحب قواطع امر اور امثال سائرہ تھے۔ امثال سے مراد وصف ہے۔ جیسے ضرب اللہ مثلاً ہے ای وصف۔

☆ صاحب غرر سالہ اور درر منشورہ اور دراری ماثورہ تھے۔ یعنی آپ کے الفاظ روشن اور وہ موتی تھے جو آپ بکھیرتے

تھے۔

☆ آپ کا کلام اور الفاظ روشن ستارے تھے جو کہ دلوں کی ظلمت کو دور کرتے تھے۔ جیسے ستارے ظاہری ظلمت کو دور کرتے ہیں۔

☆ آپ صاحب احکام مخمکہ تھے جن کو غایت درجہ اتفاق تھا۔

☆ آپ صاحب وصایا مخمکہ تھے۔

☆ آپ ان مواعظ کے صاحب تھے جو کہ دلوں میں محکم ہو جاتے تھے یعنی دلوں میں بیٹھ جاتے تھے۔

☆ آپ ان محبتوں کے صاحب تھے جو نہایت جھگڑا لو آدمیوں کو ساکت کرنے والی تھیں۔ اور ان کے لیے لگام دینے

والی تھیں۔ یعنی آپ کی حجتوں کے سامنے بڑے بڑے جھگڑا کرنے والے ساکت ہو جاتے تھے۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ وصف کیا ہے آپ کے حق میں قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا فضل اور شرف اپنے نزدیک کرے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

سے یہ روایت ہے کہ:

”اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے کلام کریں گے۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی فصاحت کے ساتھ علم کسی شاہد کا محتاج نہیں ہے۔ یعنی جس شخص کو آپ کی فصاحت کا علم ہے اسے آپ کی فصاحت کا قطعی یقین ہے۔ وہ اس پر کوئی گواہ نہیں طلب کرتا۔ گواہ تو شک کی حالت میں اثبات دعویٰ کے لیے طلب ہوتے ہیں۔ آپ کا فصاحت کا انکار نہ موافق کو ہے اور نہ معاند کو۔

۱۔ حکمت کا معنی تحقیق علم اور اتفاق علم یعنی وہ حکمتیں جو بدیع ہیں۔ بدیع، وہ نادر چیز جو لائی جائے اور اس کی مثل پہلے سے نہ ہو۔



علمائے کبار مثلاً ابن السنی، قضاوی اور ابن الصلاح نے آپ کا

☆ وہ کلام جو فرد ہے، یعنی جس کی نظیر نہیں ہے۔ اور

☆ موجز یعنی وہ کلام جو تلیل الالفاظ، کثیر المعانی اور بدیع یعنی جس کی مثال نہ ہو اور

☆ وہ کلام ایسا ہے کہ اس سے پہلے کتب مستقبلہ میں نہیں پایا گیا۔

☆ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی شفا میں اس قسم کا کلام اس درجہ ہے کہ جس سے علیل کو شفا ہوتی ہے۔

### فصح و بلیغ ارشادات عالیہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ شرف عطا فرمایا ہے وہ عظمت دی ہے آپ کو مکرم کیا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے جو کلام ادا ہوا وہ ترجمان حق سبحان ہے۔ وہ اس قدر عالی شان ہے کہ کوئی بات اور گفتگو اس کی نظیر نہیں۔ مصنف نے متعدد فصیح و بلیغ ارشادات عالیہ یہاں بیان کیے ہیں۔ ان میں کچھ کی تفصیل دی ہے اور کچھ کے فقط ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ہر بات میں جہان معنی آباد ہیں۔ قطرے میں سمندر ہیں:

﴿۱﴾

المراء مع احب .

”آدی اپنی حسن نیت کے سبب جنت میں ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور عمل کی زیادتی کی اس کو ضرورت نہ ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جس وقت وہ جن لوگوں کو دوست رکھے گا، ان کے اعمال کی مثل عمل کرے گا۔ حسن بھری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص کسی قوم کو دوست رکھے گا، ان کے آثار کا اتباع کرے گا۔ جب تک تم اخبار کے ساتھ دوست نہ ہو سکو گے کہ ان کا اتباع نہ کرو گے، ان کی سیرت پر عمل نہ کرو گے، اور ان کی سنت کا اقتدار نہ کرو گے اور صبح و شام ان کے راستوں پر نہ چلو گے تو تمہیں یہ حرص ہوگی کہ تم ان لوگوں سے ہو۔

﴿۲﴾

اسلم تسلم ینو تک اللہ اجرک مرلین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اس خط میں ہے جو آپ نے ہر قل کو لکھا تھا۔ یعنی تو اسلام قبول کر سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے دو بار اجر دے گا۔ دو بار اجر یوں ہوگا کہ:

☆ ایک بار وہ اپنے نبی پر ایمان لایا تھا اس کا اجر اور

☆ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اس کا اجر۔ یوں دو اجر ہو گئے۔ یا اس کا اسلام اس کے تابعین کے

اسلام کا سبب ہوگا تو

☆ ایک اجر اسے اپنے اسلام کا ملے گا اور  
☆ دوسرا اجر قوم کے اسلام کا — دواجر ہو گئے۔

﴿ ۳ ﴾

السعيد من وعظ بغيره والشفی من وعظ به غيره

”اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک مبارک اور پسندیدہ وہ شخص ہے جو اپنے غیر سے وعظ کیا جائے۔ یعنی کسی نے بدعمل کیا اور اس کا اثر اس پر پڑا۔ دیکھنے والے نے اس میں تاثر اور فکر کی۔ اور عواقب امور کو سوچ کر وہ اس بدعمل سے بچ گیا۔ وہ شخص سعید ہے۔“

اور شفی وہ شخص ہے جس کو عمل بد کی وجہ سے نصیحت کی جائے کہ عمل کرنا سزاوار نہ تھا — دوسرے شخص نے اس کے بدعمل پر جو نصیحت اسے کی گئی اس نصیحت کو سنا اور اس نے اس عمل کا ارتکاب نہیں کیا۔  
اس حدیث کی عسکری، قضاوی اور بیہقی نے ”مدخل“ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے:

الشفی من شفی فی بطن امه

بزار نے صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے:

السعيد من سعد فی بطن امه والشفی من شفی فی بطن امه

﴿ ۴ ﴾

انما الاعمال بالنيات

اعمال بدنیہ اور اعمال و اقوال فرض اور نفل قلیل و کثیر و مومنین مکلفین سے صادر ہوتے ہیں — وہ اعمال سمجھ ہوں یا عجزیہ ہوں یا کامل ہوں ہر ایک عمل نیت سے صادر ہوتا ہے — حربی نے کہا ہے گویا آپ نے انواع نیت کی طرف اشارہ کیا ہے — جیسے اعمال کے انواع ہیں مثلاً

☆ جیسے کسی نے لوجہ اللہ عمل کا قصد کیا — یا

☆ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کرنے کی غرض سے عمل کیا — یا

☆ اللہ تعالیٰ کی وعید سے بچنے کے لیے عمل کیا۔

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے — امام بخاری علیہ الرحمہ نے سات جگہوں میں روایت کیا ہے۔ امام مسلم، امام احمد بن حنبل اور تمام اصحاب سنن نے اس حدیث پاک کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۱۔ اس حدیث کو دیلمی نے عقبہ بن عامر سے اور عسکری نے زید بن خالد سے ان الفاظ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے — حافظ ابن حجر اور ان کے شیخ عراقی نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے — جبکہ ابن جوزی نے اپنے ”امثال“ میں کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی ہے۔

﴿۵﴾

ليس للمعامل من عمله الامالواہ

”عمل کرنے والے کے لیے اس کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہے مگر جس شے کی اس نے نیت کی ہے وہ اس کو فائدہ دے گی۔“

ان دونوں کلموں یعنی دونوں احادیث کے تحت علم کے خزانے ہیں۔ اس لیے امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث الاعمال بالنیات نصف علم دین میں داخل ہے۔ وہ یہ کہ دین کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ نیت کا تعلق باطن سے ہے یہ نصف علم ہے۔ اور جو عمل ہے اس کا تعلق ظاہر سے ہے لہذا وہ دین کا نصف آخر ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ نیت عبودیت قلب ہے اور عمل عبودیت جوارح ہے۔ یعنی عبودیت قلب سے مراد عبادت ہے اور عبادت قلب کا انقیاد خشوع — جبکہ عبودیت اظہار تذلل کو کہتے ہیں — عبادت عبودیت سے امیخ ہے۔ اس لیے کہ عبادت غایت درجہ تذلل اور تذلل قباد کا مستحق کوئی نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

بعض آئمہ یعنی امام احمد، ابن مہدی، ابن المدینی، ابو داؤد، دارقطنی، خمرۃ الکنافی اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ الاعمال بالنیات کی حدیث ٹکٹ دین ہے — انہی میں سے بعض نے کہا ہے کہ ربع دین ہے اور دین کے تعین میں اختلاف کیا ہے — ٹکٹ دین ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ دین قول، عمل اور نیت ہے۔

﴿۶﴾

فيه المرء خير من علمه و عمل المنافع خير من نيته على فاذا عمل المؤمن عملا صالحا ثار في قلبه نور .

آدی کی نیت اس کے عمل سے خیر ہے — اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں سہیل بن سعد سے مرفوع اضافے سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

نية المؤمن ابلغ من عمله قضاعى

ایک اور حدیث پاک ہے جسے عثمان بن عبد اللہ الشامی نے نو اس بن سمان سے روایت کیا ہے:

نية المؤمن خير من عمله ونية الفاجر شر من علمه

نیت سر ہے یعنی چھپی ہوئی بات ہے۔ لیکن عمل ظاہری بات ہے۔ عمل سرائفصل ہے اور وہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اگر مومن نے یہ نیت کی کہ:

”اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا فکر کرے۔“

تو ذکر اور فکر کی نیت ہوگی اور نیت ذکر اور فکر سے خیر ہوگی اور یہ امر صحیح نہیں ہے — مجرد نیت اس مجرد عمل سے جو نیت

کے بغیر ہو خیر ہے۔ اور یہ امر عقل سے بعید ہے۔ اس لیے کہ جس وقت عمل نیت سے خالی ہوگا۔ اس میں اصلاً خیر نہ ہوگی۔  
نیت عمل قلب ہے اور فعل عمل جوارح ہے۔ — قلب کا علم جوارح کے عمل سے خیر ہے اس لیے کہ قلب جوارح کا آمر ہے۔ قلب اور جوارح کے درمیان خاص تعلق ہے۔

☆ جس وقت جوارح دردناک ہوتے ہیں تو قلب کو الم ہوتا ہے۔

☆ جس وقت قلب کو الم ہوتا ہے تو جوارح کو ایسا الم ہوتا ہے کہ شانوں اور پسلیوں پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ یعنی جسم پر

رعشہ طاری ہو جاتا ہے اور آدمی کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔

اس لیے کہ قلب ایسا بادشاہ ہے جو کہ جوارح کا راہی ہے۔ جوارح قلب کا لشکر اور اس کی رعیت ہیں۔ اور بادشاہ کا عمل اس کی رعیت کے عمل سے ابلغ ہوتا ہے اس لیے وہ نیت جس کا مقام قلب ہے ابلغ ہے اور عمل سے خیر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ:

☆ نیت قلب کا فعل ہے۔ قلب اشرف ہے۔ چنانچہ اشرف کا فعل اشرف ہے۔

☆ نیت اعمال کی اصل ہے اور ان کی روح اور لب ہے۔

☆ اعمال نیت کے تابع ہیں۔ اعمال نیت کی صحت سے صحیح ہوتے ہیں اور نیت کے فساد سے اعمال فاسد ہوتے ہیں۔

☆ نیت وہ شے ہے کہ عمل صالح کو ایک حال سے دوسرے حال پر پھیر دیتی ہے۔ — جیسے کہ نماز ہے۔ نیت کا فساد

اسے ریا کی وجہ سے فاسد کر دیتا ہے۔ — ”تحفہ“ میں ہے کہ عمل منقلب نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ثواب اور اثم منقلب

ہوتا ہے۔

☆ نیت غیر صالح عمل کو صالح کر دیتی ہے۔ اس پر اس سے اضعاف ثواب دیا جاتا ہے جو ثواب کہ عمل پر دیا جاتا ہے

— اس لیے مومن کی نیت اس کے عمل سے خیر ہوتی ہے۔

ابوبکر ابن درید نے اپنی کتاب ”مجتبائی“ میں کہا ہے کہ معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے — معنی یہ بیان کیے ہیں کہ مومن آدمی ابواب بر سے بہت سی چیزوں کی نیت کرتا ہے۔ مثلاً صدقہ روزہ اور اعمال خیر۔ مومن آدمی ان کے بعض سے عاجز ہوتا ہے جبکہ حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا عزم اس عمل خیر پر مصمم ہوتا ہے۔ اس عالم میں اس کی نیت اس کے عمل سے خیر ہوتی ہے۔

﴿ ۷ ﴾

یاخیل اللہ ارکبہ

اس حدیث پاک کو ابوالشیخ عبداللہ بن محمد جعفر بن حبان نے اپنی کتاب ناخ اور منسوخ میں سعید بن خبیر سے الحار کے قصبہ میں روایت کیا ہے کہ بہت سے آدمی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ

”ہم آپ سے اسلام پر بیعت کرتے ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا: لوگوں میں یہ ندا کی گئی۔



### یا خیل اللہ ارکبی

چنانچہ وہ لوگ اس طور سے سوار ہوئے کہ ایک سوار دوسرے سوار کا انتظار نہیں کرتا تھا۔

اسے عسکری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عابد نے مغازی میں قتادہ سے روایت کیا ہے۔ — ابن عابد کے نزدیک اس حدیث کا متن یہ ہے کہ یوم احزاب میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی کرنے والے کو بھیجا کہ وہ یوں منادی کرے:

### یا خیل اللہ ارکبی

عسکری اور ابن درید نے اپنی کتاب بھی میں کہا ہے کہ یہ قول مجاز بالخذف اور توسع سے ہے۔ اصل میں یہ ہے:

### یا فرسان خیل اللہ ارکبی

اس کا اختصار اس لیے کیا ہے کہ جس امر کے لیے آپ نے ارادہ فرمایا تھا، مخاطب کو اس کا علم تھا۔

﴿۸﴾

### الولد للفراس وللعاهر الحجر

عہر یعنی زنا — عرب کا قول ہے۔ عہر الی المراء: جس وقت اس کے ساتھ فجور کے لیے رات میں آئے تو یہ کہا جاتا ہے — یعنی زانی اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کرے وہ عورت کسی کی بیوی ہو یا کسی کی لونڈی ہو تو زانی سے جو اولاد نکریا سو منٹ پیدا ہوگی وہ اس عورت کے شوہر کی ہوگی۔ یا لونڈی کے مالک کی ہوگی اس لیے کہ وہ دونوں مالک اور متصرف ہیں۔ زانی کے لیے خبیث اور حرمان ہے — ولد میں اس زانی کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

اس حدیث کو شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث پاک متواتر ہے۔ اس میں ایک قصہ ہے۔ اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

زانی کا حصہ خبیث اور حرمان ہے۔ جیسے عرب لوگ کہتے ہیں: بقیۃ الحجر یعنی اس کے منہ میں پتھر ہے۔ یعنی وہ بے نصیب ہے اور زانی کے لیے اس کے ولد میں کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس زانیہ عورت یا زانیہ لونڈی کا فراش یعنی شوہر یا مالک موجود ہے — اس سبب سے زانی کا دعویٰ ولد کی نسبت ثابت نہیں ہوتا۔ بعض عرب جو زنا کے سبب اثبات نسب کرتے تھے اس حدیث سے وہ باطل ہو گیا۔

زانی کا خط غلط اور خشونت اسی حد کی اقامت سے ہے کہ جس کی نہایت پتھر مارتا ہے — جس وقت زانی محسن ہو یعنی صاحب زوجہ ہو — طبی نے امام نووی کے اتباع سے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا ہے کہ حجرو کے ساتھ رجم مراد ہے اس نے خطا کی ہے۔ اس لیے کہ رجم بالبحر محسن کے ساتھ خاص ہے۔ رجم سے اس ولد کی نفی نہیں لازم نہیں آتی ہے جس کے بارے میں کلام ہے۔

حجر کے ساتھ یہاں اس کٹائے سے ارادہ کیا گیا ہے کہ جس وقت زانیہ عورت زانی کی بیوی نہ ہو تو زانی ولد سے بے



نصیب رجوع کرے گا۔ چنانچہ وہ ولد شرعاً بے نصیب ہوگا کہ اس کا باپ نہیں ہے۔ زنا کی وطی سے نسبت ثابت نہ ہوگا۔ جس شخص نے پہلی بار ولد الزنا کا الحاق کیا ہے وہ معاویہ ہیں۔ انہوں نے اپنی خلافت میں زیاد بن سمیہ کو اپنے ساتھ لاحق کر لیا اور اپنا بھائی ٹھہرا لیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ معاویہ کے باپ ابوسفیان نے اپنے کفر کے زمانہ میں سمیہ سے زنا کیا تھا۔ اس نے ابوسفیان سے زیاد کو جنا۔ اس بارے میں ابوسفیان نے اشعار کہے ہیں۔

بازری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ الحاق مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مراد سے زیادہ عالم ہے۔

﴿ ۹ ﴾

### کل الصيد فی جوف الفراء

ہر ایک شکار دمعشی یعنی گورخر کے جوف میں ہے۔ اس حدیث کو امام ابو محمد الحسن بن عبدالرحمن الرام ہرمی فارسی نے ”کتاب الامثال“ میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ مقبول محدثین ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

عسکری نے کہا ہے:

### کل العید فی جوف او جنب الفراء

شک کے ساتھ کہا ہے۔ یعنی لفظ جوف واقع ہوا ہے یا لفظ جنب واقع ہوا ہے۔ اس میں شک ہے۔

اس ارشاد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو مخاطب فرمایا ہے۔ جس وقت وہ آپ کے پاس مسلمان ہونے کی حالت میں آئے ہیں۔ جب مسلمان ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حیا سے اپنا سر نہیں اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور ان کے لیے جنت کی گواہی دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ:

”میں یہ امید کرتا ہوں کہ ابوسفیان حمزہ سے خلف ہوں۔“

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ گورخر ان جانوروں میں اعظم صید ہے جو شکار کیے جاتے ہیں اور ہر ایک شکار اس سے ادنیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے ملاطفت کے طور پر فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ فتح مکہ کے عازم تھے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو اجازت دی، مگر ابوسفیان کو اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ انہوں نے عدم باریابی کی شکایت کی اور روئے۔ اس لیے ان کی دلہی کے لیے آپ نے فرمایا:

”تم حقیر نہیں ہو، عظیم القدر ہو۔“

جیسے قایل نے کہا ہے:

۱۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء ہے۔ ابوسفیان وہاں اس وقت آئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کے بعد کہ ابوسفیان آپ کے دشمن تھے، آپ کی کثیر جہو کی تھی۔ اس جہو میں ابوسفیان نے مبالغہ کیا ہے۔ یہ جہو بعثت کے بعد کی تھی۔ بعثت سے پہلے آپ سے مالوف تھے۔

### کل الصيد فی جوف الفرا

شکار کرنے کے جانوروں میں فرا عظیم القدر ہے۔ جیسے کہ تم میرے اعظم الہ سے ہو۔ اور تم میں میرے ساتھ میرے الہ سے زیادہ قریب ہو۔ اور جو لوگ میرے پاس آتے ہیں آپ ان سے زیادہ مکرم ہو کل تم لے ادنی ہوں۔

﴿۱۰﴾

### الحرب خدعة

”جنگ فریب اور دھوکا ہے۔“ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نام خدعہ یعنی فریب رکھا ہے۔ یہ آپ نے مبالغہ کے طور پر فرمایا۔ اس لیے کہ جنگ میں خدعہ اعظم نافع ہے۔ یہاں تک کہ شجاعت سے زیادہ نافع ہے۔ یہ قول الحج عرقہ کی مثل ہے۔ مسلم کے نزدیک لفظ کی نہیں ہے۔ یہ صرف روایت ہے۔ الحرب خدعة بجائے خدعہ کی تین حرکتیں ہیں:

☆ زیادہ مشہور حرکت کا فتح ہے اور دال کا سکون — امام نووی نے کہا ہے کہ لفظ خدعہ زیادہ فصیح ہے — ثعلب وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ لغت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے — ابوبکر بن طلحہ نے کہا ہے کہ ثعلب نے یہ ارادہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لفظ کا کثیر استعمال فرماتے تھے کہ مختصر لفظ ہے۔ اور اس سے دوسرے معنی حاصل ہوتے ہیں۔

☆ دوسری حالت میں لفظ خدعہ کی خا کا ضمہ اور دال کا سکون اور

☆ تیسری صورت خا کا ضمہ اور دال کا فتح۔

امام نووی نے کہا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ میں کفار سے خداع جس طور پر ممکن ہو جائز ہے۔ مگر اس صورت میں کفار سے خداع کرنا جائز نہیں ہے کہ جس میں شکست عہد ہو یا کفار کو امان دیا گیا ہو — چنانچہ عہد اور امان کی حالت میں کفار کے ساتھ خداع حلال نہ ہوگا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم احزاب میں اس وقت خداع فرمایا جس وقت نعیم بن مسعود کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ قریش اور غطفان اور یہود کے درمیان تفرقہ ڈال دیں۔ اور اس کے ساتھ اس طرف اشارہ فرمایا کہ غرض کو پہنچنے میں حیلہ کرنا اس سے زیادہ نافع ہے کہ کثرت لشکر سے دشمن پر غالب ہوں۔

ابن المنیر نے کہا ہے کہ الحرب خدعہ کا معنی ہے وہ کامل جنگ جو اپنے مقصود میں پہنچنے والی ہو۔ وہ نہیں ہے مگر خدعہ نہ دشمن کے روبرو ہونا۔ ایسی صورت میں دشمن سے روبرو ہونے میں خطرہ ہے اور روبرو ہونے کے بغیر حصول ظفر مخادعت ہے۔ ابن العربی نے کہا ہے کہ خداع دشمن سے اعراض کرنے اور اس کی گھات میں رہنے وغیرہ امور سے واقع ہوتا ہے۔

﴿۱۱﴾

### ایاکم و خصراء الدمن

”تم اس عورت سے بچو جو ارذل سے ہو۔ اس کے ظاہری حسن سے فریب نہ کھاؤ کہ اولاد ناقص ہوگی۔“

۱۔ اس حدیث کو رام ہرمزی نے، عسکری نے، امثال میں، ابن عدی نے کامل میں اور ابوبکر بن درید نے ”مجتبیٰ“ میں، قضاوی نے ”مسند الشہاب“ میں، دیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں، دارقطنی نے ”افراد“ میں اور خلیب نے ”ایضاح المسائل“ میں واقعی کی حدیث سے روایت کی ہے — واقعی نے کہا ہے کہ ہم سے محمد یحییٰ ابن سعید بن دینار نے ابو جزہ یزید ابن عبید سے انہوں نے عطاء بن یزید اللیثی سے انہوں نے ابوسعید سے مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

واقدی کی روایت ہے کہ کسی نے پوچھا:  
”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خضراء الدین کیا ہے؟“

آپ نے فرمایا:

”خوب صورت عورت برے نبت میں یعنی جس جگہ وہ پیدا ہوئی ہے وہ جگہ پلید ہے۔“

ابن عدی نے کہا ہے کہ واقدی ہی نے تنہا اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے فاسدہ کے نکاح کو مکروہ سمجھا ہے اور یہ کہا ہے کہ میری رگیں اس کی اولاد کو اس کی طرف مائل کراتی ہیں اور اس کے ساتھ مشابہ کراتی ہیں۔ اس حقیقت کی تفسیر یہ ہے کہ ہوا ”من کو یعنی میٹگنیوں کو زمین کی ایک جگہ میں جمع کر دیتی ہے۔ پھر ان میٹگنیوں پر غبار بیٹھ جاتا ہے۔ جس وقت ان پر مینہ برستا ہے تو ایسی تروتازہ نباتات اگاتا ہے کہ وہ جھومتی ہے یعنی لہلہاتی ہے۔ اس کے نیچے اصل خبیث ہوتی ہے کہ وہ میٹگنی ہے۔ اس کا ظاہر خوب ہونا ہے اور باطن فاسد اور قبیح ہوتا ہے۔ دمن دمنہ کی جمع ہے۔ دمنہ میٹگنی کو کہتے ہیں۔ زفر بن الحارث نے شعر کہا ہے۔

وقد نبت المرعى على دمن الشرى وتبقى حزا ذات النفوس كما هيا

شعر کا معنی یہ ہے کہ دو آدمی صلح اور مودت کو ظاہر کرتے ہیں اور دلوں میں ان کے بغض اور عداوت ہوتی ہے۔ جیسے زمین پر ہریالی اگتی ہے۔ یہ امر اکثری ہے یا کلی طور پر ہمارے زمانہ میں ہے۔ امام سخاوی نے ”مقاصد حسنہ“ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد الانصار کرشی و عسنی یعنی انصار میرے بطنہ اور موضع سر ہیں کہ اس کو چھپاتے ہیں۔ جگال کرنے والا جانور اپنے چارہ کو اپنے کرش یعنی معدہ کی جگہ میں جمع کرتا ہے جس سے اس کا نمو ہے اور آدمی اپنے کپڑے اپنی جامہ دانی میں رکھتا ہے۔ اس میں ان لوگوں سے مراد ہے جن پر اعتماد کیا گیا ہے۔ یعنی میں ان کے ساتھ پناہ ڈھونڈتا ہوں اور ان سے قوت پاتا ہوں۔ یہ معنی بھی ہیں کہ کرش کے ساتھ جماعت سے ارادہ کیا گیا ہے یعنی انصار میری جماعت ہیں اور میرے صحابہ ہیں۔

عرب لوگ کہتے ہیں وعلیہ کرش من الناس یعنی لوگوں کی ایک جماعت اس کے پاس ہے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ:

”تم لوگ سن لو! میری وہ جماعت جس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں اور میرا کرش انصار ہیں۔“

﴿۱۲﴾

ولا یجنی علی المرء الا یدہ

مرء مرد کو کہتے ہیں۔ یہاں انسان سے مراد ہے کہ مرد عورت دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت ہو اس کو کوئی مکروہ نہیں پہنچتا مگر اس کا ہاتھ۔ اس لیے کہ وہ گناہ کرتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا دی جاتی ہے یا حاکم اسے سزا دیتا ہے۔ جنابت کی مباشرت اکثر ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں عمرو بن الاوص کی حدیث سے یوں ہے:

لا یجنی جان الاعلیٰ نفسہ

یعنی ”کوئی جنایت کرنے والا جنایت نہیں کرتا مگر اپنے نفس پر“ — اس قول کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے غیر کی جنایت میں نہیں پکڑا جاتا ہے — اگر کسی کو قتل کرے یا زخمی کرے یا زنا کرے اور گرفتار نہیں ہوتا ہے مگر وہ فعل جو اس کے ہاتھ نے کیا ہے۔ چنانچہ گناہ کرنے والے کا وہی ہاتھ ہے جس نے مواخذہ کو پہنچا ہے۔

﴿۱۳﴾

لیس الشدید من غلب الناس لفا الشدید من غلب نفسہ

جو شخص قول اور فعل سے لوگوں پر غالب ہو جائے وہ قوی نہیں ہے — قوی وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر غالب ہو۔  
اس حدیث کو ابن جنان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کو اس کے معنی میں شیخین نے ادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسہ الغضب

اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنی قوت اور زور سے دوسروں کو پچھاڑے وہ قوی نہیں ہے — حقیقت میں قوی وہ شخص ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو — یعنی جو شخص جو غضب کو ضبط کرے اور اپنے نفس پر قابو کرے اور اس پر غالب ہو جائے تو قوت ظاہری سے قوت باطنی کی طرف اس میں معنی کا تحول ہے۔

جس وقت آدمی اپنے نفس کا مالک ہو جائے گا۔ گویا اس نے اپنے قوی تر دشمنوں کو زیر کیا۔ اور اس کے ساتھ بری خصومت کرنے والے جو ہیں ان پر وہ غالب ہو گیا — انہی دونوں مذکورہ امور کی وجہ سے آپ نے یہ فرمایا ہے:

اعداء عدو لك نفسك التي بین جنبيك

”تیرے دشمنوں میں تجھ سے جو شدید عداوت کرتا ہے وہ تیرا وہ نفس ہے جو تیری دو پسلیوں کے درمیان ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد باب مجاز اور فصیح کلام سے ہے۔ اس لئے کہ جب غضب ناک آدمی غیظ سے شدید حالت میں ہو اور غضب کی شدت نے اس پر غلبہ کیا ہو تو اس کے حلم پر قوت غصبیہ کا غلبہ ہوگا۔ اور اس قوت غصبیہ کا پچھاڑ دینا اس کے ثبات اور وقار کے لئے ہوگا — یا وہ غلبہ اور پچھاڑنا اس پچھاڑنے کی مثل ہے کہ مردوں کو پچھاڑتا ہے اور وہ اپنے لئے امر جاہلیت کا ابطال ہے کہ جس سے جنایت صادر ہوتی ہے۔ اسے اور اس کے قرابت دار قریہ کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اسی عادت پر اب بھی وہ اہل جفا ہیں جو دیہات اور پہاڑوں کے رہنے والے ہیں۔

غیر پر ظفر قول اور فعل میں تعدی سے ہوتی ہے۔ ایسے افعال مرتکب اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک مذموم ہوتا ہے اور ضعیف ہوتا ہے۔ قوی وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کے ان مطلوبات سے منع کرے جو شروع شریف کے مخالف ہیں۔ اس لیے کہ نفس کو ایسے امور سے مانع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بڑا ثواب ملتا ہے۔



”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے سفید بالوں والی ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکلی۔“  
آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی:

”وہ بقیہ دنیا ہے۔“

زرارہ نے عرض کیا:

”میں نے دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ:

”وہ فتنہ ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا۔“

زرارہ نے پوچھا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کیا فتنہ ہوگا؟ اس لیے کہ فتنے ہزاروں ہوتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا:

”لوگ اپنے امام کو قتل کر ڈالیں گے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشتان مبارک کے درمیان خلاف کیا — اصابع میں خلاف کیوں کر کیا اس کی تصریح نہیں کی گئی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

”اس فتنہ میں برائی کرنے والا شخص گمان کرے گا کہ وہ محسن ہے اور مومن کا خون مومن کے نزدیک حلال تر پانی سے

ہوگا (جیسے پیاسے کو لذیذ اور شیریں زیادہ محسوس ہوتا ہے) — اگر تمہارا بیٹا عمرو مرجائے گا تو تم اس فتنہ کو پاؤ گے

اگر تم مرجاؤ گے تو تمہارا بیٹا اس فتنہ کو پائے گا۔“

زرارہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں اس فتنہ کو نہ پاؤں۔“

آپ نے یوں دعا فرمائی:

”اللہم لا یدر۔“

زرارہ فوت ہو گئے۔ ان کا بیٹا عمرو ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلع کیا

تھا۔

ابن القیم کا کلام ختم ہو گیا۔ جو ان کی کتاب ”ہدی النبوی“ سے مخلص لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔



## پہلی فصل

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ خلقت اور جمالِ صورت مبارک:**

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کامل ایمان رکھنے سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن اس طور پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کی تقدیر اس حال اور ہیئت پر کی ہے کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت آپ کی مثل ظاہر نہیں ہوئی۔ جو صفت آپ کے بدن شریف کی خلقت سے مشاہدہ کی جاتی ہے یعنی ظاہری صفت بدن شریف۔ اس پر آیات ہیں کہ آپ کے نفس کریمہ کی عظیم خلقت ہے۔ آپ کے نفس کریمہ کی صفت آپ کے عظیم اخلاق سے منکشف ہوتی ہے۔ وہ اور اس شے پر آیات ہیں کہ آپ کے قلب مقدس کا سر جو آپ کے لیے متحقق ہے۔ یعنی وہ اسرار جو

۱۔ ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں: —

”حقیقت یہ ہے کہ شامل شریف عاشقوں کے لئے آرام جاں ہے۔۔۔۔۔ روئے زیا کی طرف نظر جاتی ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے اور جب گزر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ

ظاہر میں غریب الطرباۃ مہر بھی یہ عالم شاہوں سے سوا سلطنت سلطان مدینہ

”جان ایمان ص ۲۳، مطبوعہ لاہور“

پھر آپ نے فرمایا:

”آگاہ ہو جاؤ۔ پھر اس شخص کو شاید اس کے دل کی باتیں سننے سے لہو میں رکھیں یا اس کے ہم صحبت کی باتیں اسے مصروف رکھیں۔“

تیسری بات مصنف سے رہ سنی تھی۔ شارح زرقانی فرماتے ہیں:

”تیسری بات آپ نے یہ فرمائی — یا اس شخص کو گم کی ہوئی شے لہو میں رکھے — آگاہ ہو جاؤ۔ مجھ سے پوچھا جائے گا، کیا تبلیغ رسالت کر دی اور جو وحی بھیجی گئی ہے اسے پہنچا دیا۔“

آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ حیات ابدی سے زندگی کرو کہ وہ حیات سعید ہے وہ حیات مطلوب ہے۔“  
یہ طویل حدیث ہے اس میں بعث و نشر اور جنت و دوزخ کا ذکر ہے — اور اس حدیث میں ہے کہ پھر لقیط نے کہا کہ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں کس چیز پر آپ سے بیعت کروں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک دراز فرمایا اور فرمایا:

”نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے پر بیعت کرو اور اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو۔“

### بنی نضج سے وفد:

بنی نضج کا وفد آخری وفد ہے جو آپ کے پاس آیا۔ یہ وفد محرم ۱۱ھ میں آیا۔ اس وفد میں دو سو آدمی تھے۔ یہ لوگ دارالاحیاء میں اترے۔ یہ مکان حضرت رملہ بنت الحارث نجاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ کا تھا جو حضرت معاذ بن عفرہ کی زوجہ تھیں۔  
نضج مذحج کے قبیلہ سے آئے جو یمن میں ہے — اس وفد کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے ان لوگوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا — اس وفد سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنے اس سفر میں عجیب خواب دیکھا ہے۔“

آپ نے زرارہ سے پوچھا:

”وہ کیا خواب دیکھا ہے؟“

اس نے کہا:

”میں نے اس گدھی کو دیکھا جسے میں نے قبیلے میں چھوڑا ہے۔ اس نے بکری کا ایک ایسا بچہ جنا ہے جو سرخ رنگ

سیاہی مائل ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

”کیا تم نے اپنے قبیلے میں کوئی حاملہ لونڈی چھوڑی ہے؟“

اس نے کہا:

”ہاں چھوڑی ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اس لونڈی نے ایک لڑکا جنا ہے جو تمہارا بیٹا ہے۔“

اس نے کہا:

”اس لڑکے کا کیا احوال ہے کہ سیاہی مائل سرخ رنگ ہے۔“

آپ نے زرارہ سے فرمایا:

”میرے قریب آؤ۔“

آپ نے زرارہ کی عیب پوشی کا ارادہ فرمایا کہ وہ اس عیب کو چھپاتے تھے۔ زرارہ آپ کے نزدیک ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا:

”کیا تم کو برص ہے جسے تم چھپاتے ہو۔“

اس استفسار سے زرارہ کا اعتراف مقصود تھا۔ زرارہ نے کہا:

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبنی کیا ہے اور بھیجا ہے کسی کو اس برص کا علم نہیں ہوا اور آپ کے سوا کوئی اور اس پر مطلع نہیں ہوا۔“

آپ نے فرمایا:

”وہ رنگ جو تمہارے بیٹے میں ہے اس پر برص کا اثر ہے جو جسم میں ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کے معجزات سے ہے۔ زرارہ نے عرض کیا:

”میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ اس کے دونوں کانوں میں مندرے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں یا عاج کے کنگن ہیں یا بل کے کنگن ہیں۔“

ذبل عاج کی مثل ہوتا ہے یا کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کے کنگن ہیں۔ آپ نے یہ تعبیر فرمائی:

”وہ عرب کا بادشاہ ہے کہ اپنی احسن ہیئت اور جس کی طرف پلٹ آیا ہے۔“

زرارہ نے عرض کیا:

نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا۔ اہل عرب کو جو عزت اور شرف پہلے تھا، وہ اس حالت پر وہ ہو گئے، اور ان پر فرس اور عجم کا جو غلبہ تھا، وہ جاتا رہا۔ یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوا۔

تبتہ الشمس والقمر المنیر اذا قلنا کاهنما الامیر

”آفتاب اور ماہتاب تکبر کرتے ہیں اور اس شے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ان کے لیے نہیں ہے۔ جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ماہتاب گویا امیر ہیں یعنی ہمارے مدوح کی مثل ہیں۔ ان کو امیر کا رتبہ حاصل نہیں ہے کہ وہ امیر سے رتبہ میں ادنیٰ ہیں اور امیر کے صفات اس کے ذات کے ساتھ ایک حالت پر قائم ہیں۔“

لان الشمس تغرب حین تمسی وان البدر یقصہ المیر

”آفتاب غروب ہو جاتا ہے جس وقت رات ہو جاتی ہے۔ آفتاب کا یہ نقصان ذات و صفات میں ہے اور ماہتاب کو سیر ناقص کر دیتی ہے کہ وہ آخر میں ہلال ہو جاتا ہے یہ اس کی ذات و صفات میں نقصان ہے۔ جو شخص کسی کامل کی مدح میں یوں کہے گویا وہ آفتاب اور ماہتاب ہے۔ تو اس نے تشبیہ کو برعکس کر دیا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دے۔ اس لیے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ ناقص کا الحاق کامل کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ کامل کا الحاق ناقص کے ساتھ ہو۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہیں برسبیل تقریب اور تمثیل ہیں۔ ورنہ آپ کی ذات اقدس و اعلیٰ ہے۔ آپ کی عزت اور شرف گراں ہے کہ مافوق القدرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراقدس:

رفتیں بہر سجدہ جہاں خم رہیں  
بہر آداب کرو بیاں خم رہیں  
روز و شب کعبہ و لامکاں خم رہیں  
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں

اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ کے سر مبارک کا وصف وہی کافی ہے جسے ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی جامع میں اس سند سے ذکر کیا ہے جس کی نسبت ہند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہے۔ ہند نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم الہامہ تھے یعنی آپ کی کھوپڑی بڑی تھی جس سے سر مبارک کی عظمت ظاہر تھی۔

یہ صفت دماغی قوت پر دلیل ہے اور اس کی وجہ سے انسان اپنے غیر سے تمیز کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر سر مبارک کا اعتدال مراد ہے اور جو سر حد اعتدال سے بڑا ہوتا ہے وہ بلاوت کی دلیل ہے۔ جیسے بہت چھوٹا سر بلاوت کی دلیل ہے۔

نافع بن حبیر نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ کی کھوپڑی عظیم تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور:

چہرہ حضور کا ہے کہ قرآن کھلا ہوا

ہر اک ادا ہے رفعت عرفاں لیے ہوئے (فیاض کاوش)

چہرہ مصطفیٰ اصل قرآن ہے

عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

آپ کا چہرہ مبارک جس شان سے تھا اسے وہ حدیث شریف کفایت کرتی ہے جسے شیخین علیہ الرحمہ کی براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے:

كان رسول الله احسن الناس وجها واحسنهم خلفا ليس بالطويل الذاهب ولا بالقصير الباین ۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ میں احسن الناس تھے اور اخلاق میں احسن الناس تھے — وجہ سے مراد ظاہری حسی حالت اور خلق سے معنوی حالت مراد ہے۔ کہ خلق طبیعت کو کہتے ہیں۔ وہ معنوی صفت ہے۔

نہ آپ زیادہ لمبے تھے اور نہ ٹھیکے۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میاں تھا۔ بایں کا معنی واضح ہے کہ قد مبارک میں قصر نہیں تھا۔

سایہ حق کے ہمسایہ مرحمت گنج رحمت کے سرمایہ مرحمت

شرح نورانی آیہ مرحمت قد بے سایہ کے سایہ مرحمت

ظل ممد و رافت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ما رأيت شيئا أحسن من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الشمس تجري في وجهه

(ترمذی، بیہقی، احمد، ابن حبان)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسن کوئی شے نہیں دیکھی۔ گویا آفتاب آپ کے چہرہ انور میں جاری ہوتا تھا۔“ — یہ انوار کی صفت ہے گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک میں دوڑتا نظر آتا تھا۔

طبعی نے کہا ہے کہ آسمان میں جریان شمس جو ہوتا ہے آپ کے چہرہ مبارک میں جو حسن جاری ہوتا تھا اسے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ تاہی تشبیہ ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو جائے قرار اور آفتاب کے لیے مکان قرار دیا ہے۔ ان اشعار کے شاعر کو خدا جزائے خیر دے:

لم لا يضي بك الوجود و ليله فيه صباح من جهالك مسفر

کون سی چیز مانع ہے کہ آپ کے سبب سے وجود روشن نہ ہو۔ حال یہ ہے کہ اس کی رات ایسی ہے جس میں آپ کے جمال مبارک سے صبح روشن ہوتی ہے۔

لشمس حسنك كل يوم مشرق و بيدو وجهك كل ليل مقرر

پہلے شعر میں یہ گمان ہوتا تھا کہ صباح سے مراد مجرد صبح ہے۔ صبح کا نور قلیل ہوتا ہے۔ مصنف نے اسے اس وصف سے دفع

۱۔ یعنی وہ تشبیہ جو نہایت درجہ کو پہنچتی ہے یعنی صفت کی موصوف کی طرف اضافت



آپ کے قلب اطہر میں معانی کی شکل پر پوشیدہ ہیں ان پر کوئی مطلع نہیں ہوتا۔ آپ کے اخلاق سے ان معانی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن کو لوگ آپ کے باطن میں دیکھتے ہیں وہ علوم اور معارف جن کو لوگ دیکھتے ہیں ان پر دلیل ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس مقام پر آپ کی مدح میں کہا ہے:

فہو الذی تم معناه وصورة تم اصطفاہ حبیباً باری النسم

”آپ وہ ہیں کہ آپ کا حال باطن اور حال ظاہر کامل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے آپ کو اپنا حبیب اختیار کیا ہے۔“ نسمة کی جمع نسیم ہے نسیم انسان کو کہتے ہیں۔

فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

منزہ عن شریک فی معاسنہ

یعنی حسن کامل کی حقیقت آپ کی ذات اقدس میں کاین ہے۔ اس لیے کہ آپ وہ ہیں کہ آپ کا معنی آپ کے غیر کے سوا کامل ہے۔ اور وہ آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان تقسیم ہونے والا ہے ورنہ آپ کا حسن کامل نہ ہوتا۔ اس لیے کہ جس وقت وہ تقسیم ہوتا آپ اس کے بعض کو نہ پاتے اور حسن کامل نہ ہوتا۔

سلف سے یہ منقول ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکروں میں سے ایک لشکر کے ساتھ گئے اور بعض قبیلوں میں اترے۔ اس قبیلہ کے سردار نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

”آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کریں۔“

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا:

”میں آپ کی صفات کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔“

گویا صفت بیان کرنے سے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔ سردار نے کہا:

”مجمل طور پر ہی آپ کا وصف بیان کرو۔“

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”رسول مرسل کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔“

یعنی جیسا مرتبہ بھیجنے والے کا ہوتا ہے ویسا ہی وہ قاصد بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی حاجت میں قاصد کو بھیجتا ہے وہ اس شخص کو بھیجتا ہے جسے اس کی حاجت پر قدرت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ وہ صاحب مرتبہ شریف ہو اور تصرف رکھتا ہو۔ اس اثر کو ابن المنیر نے اپنی کتاب اسرار الاسرار میں ذکر کیا ہے۔

۱۔ منقسم سے مراد متفرق ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ کا باطن کمالات میں کامل ہے، آپ کا ظاہر صفات میں کامل ہے۔ پھر خالق انسان نے آپ کو اپنا حبیب اختیار فرمایا ہے کہ آپ کے حسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اور حسن کا جوہر آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان قسمت کو قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ جوہر فرد متوہم جسم میں ہے۔ متکلمین کے نزدیک قسمت قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جسم جوہر فرد سے مرکب ہے، کسی وجہ سے منقسم نہیں ہوتا۔ نہ فرض کرنے سے تقسیم ہوتا ہے اور نہ وہم سے تقسیم ہوتا ہے۔ جو شخص ظاہر اور باطن میں کامل صفات سے متصف ہوگا، وہ محبوب ہوگا۔ یہ شیخ خالد نے کہا ہے۔

آپ کو جو کمالات دیے گئے ہیں ایسا کون شخص ہے کہ آپ کے مرتبہ کمال کو پہنچے اور آپ کے مرتبہ کا اندازہ کر سکے۔ یا جس سے آپ کے کمالات معلوم کرنے کی امید کی گئی ہو اور اس سے وہ کمالات پوچھے گئے ہوں۔ وہ مسئول اور مامول شخص آپ کے احوال ماثورہ پر مطلع ہو سکے اور ان تک پہنچے یہ ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا اور ان پر مطلع نہیں ہو سکتا کمال درجہ عجز بیان ہے۔

حسن عیرا سنا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے

قرطبی نے ”کتاب الصلوٰۃ“ میں بعض علماء سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل حسن ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر آپ کا تمام حسن ہم پر ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کی طاقت نہیں رکھتیں۔ بوسیری علیہ الرحمہ نے کیا احسن بات کی ہے۔

اعیا الوردی فہم معنا و فیلس یری للقرب والبعء فیہ غیر منفحم  
آپ کے معنی معرفت نے قلوب کو عاجز کر دیا۔ اس میں قرب اور بعد سے سوا نہیں دیکھا جاتا ہے۔ سکوت کے معنی انجم سے ہے۔ اس کا یہ معنی ہے جدال سے سکوت کیا اور جواب نہیں دیا۔

کاسمش تظہر للعنین من بعد صغیرۃ و تکل الطرف من امم  
جیسے آفتاب دیکھنے والے کی دونوں آنکھوں کو دور سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے ڈھال ہے یا آئینہ ہے۔ ویسے وہ چھوٹا نظر آتا ہے اور اس کے قرب سے آنکھ ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی طرف نہیں بڑھ سکتیں۔ امم کا معنی قرب ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہے کہ جیسے آفتاب کا کمال آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی قرب اور بعد سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ قول بھی بوسیری کے قول کی مثل ہے یعنی اوپر کے اشعار قصیدہ بردہ کے ہیں۔ ایک شعر بوسیری علیہ الرحمہ کے ”قصیدہ ہزنیہ“ کا ہے جو یہ ہے:

انما مثلوا صفاتک لنا من کما مثل النجوم الماء

آپ کا وصف کرنے والوں نے آپ کی صفات کی صورت لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس طور سے باندھی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت باندھتا ہے یعنی پانی میں ستاروں کا عکس پڑتا ہے۔ پانی میں ستاروں کی حقیقت موجود نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کرنے والوں نے آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کی صورت مبارک کی تصویر ظاہر کر دی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت کی تصویر ظاہر کرتا ہے۔

امام بوسیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ بردہ شریف کے مذکورہ بالا شعر میں کاسمش تظہر و للعنین جو کہا ہے وجہ تشبیہ شمس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ مطلقاً کہا ہے۔ آفتاب کے ساتھ تشبیہ میں جو عیب علی الاطلاق ہے اسے ابونواس شاعر نے بیان کیا ہے۔

ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

مطہم کا معنی محیف الجسم ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ گندم گوبں سیاہی کی طرف متجاوز نہ ہو۔ آپ کے چہرہ مبارک میں زیادہ گوشت نہیں تھا کہ جس سے بدنما معلوم ہوتا۔ نہ آپ کا جسم مبارک لاغر تھا اور نہ آپ کے رنگ میں ایسی گندم گونی تھی کہ مائل بہ سیاہی ہو۔

جس کے جلوے زمانے میں پھانے لگے  
جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے  
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے  
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نہ آپ مکلم تھے۔ یعنی آپ کا چہرہ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرہ مبارک میں للیل تدویر تھی یعنی کم گول تھا۔ یہ امر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو کتاب غرائب میں ابی عبید کے نزدیک ہے یہ ہے:

وکان فی وجہہ تدویر قلبل

ابو عبید نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک غایت تدویر میں نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرہ مبارک میں سہولت تھی یعنی درازی تھی بالکل گول نہیں تھا۔ اس قسم کا چہرہ عرب کے نزدیک زیادہ شیریں اور پسندیدہ ہے۔

امام بخاری نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ سراسنار وجہہ

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک روشن ہو جاتا، گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اس امر کو ہم آپ سے پہچان لیتے تھے یعنی وہ جگہ جہاں سرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جبین ہے۔ ۱

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا چہرا رہا  
نجم و طلعہ کے جہرٹ میں چہرا رہا  
حسن جس کا ہر اک چہب میں گہرا رہا  
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے کہ سرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط اس مسرت سے روشن تھے اور چمک رہے تھے۔ اس نور اور چمک کی وجہ سے

۱۔ جبین کن غیوں کی دونوں جانب سے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ ایک جانب پیشانی کے دائیں طرف ہے اور ایک جانب پیشانی کے بائیں طرف جو نور جبین سے مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ جبہ میں نہیں ہوتا ہے۔

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے۔ جبیر بن مطعم کی حدیث میں جو طبرانی کے نزدیک ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کی طرف ایسے چہرہ سے ملتفت ہوئے کہ شقہ قمر تھا یعنی چاند کے ٹکڑے کی مثل تھا۔ راوی نے آپ کے نفس مبارک کو چاند قرار دیا اور چہرہ مبارک کو چاند کا ٹکڑا۔ راوی کا یہ کہنا آپ کے التفات کے وقت آپ کے چہرہ میں صفت پر محمول ہے۔

لوگ اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو آپ کے چہرہ مبارک کو تشبیہ دی گئی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کوئی بھید ہے یا کوئی خفیہ نکتہ ہے باوجود اس کے کہ بلغا کے کلام میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ کہ چہرہ کی تشبیہ مطلق چاند کے ساتھ دی گئی اور ٹکڑے کی قید کسی شاعر نے نہیں کی ہے بلکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے۔ وہ شعرائے صحابہ سے ہیں۔ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو تشبیہ ہے اس میں کوئی حکمت لایہ ہے۔ اور جو کچھ اس سلسلے میں جواب دیا گیا ہے کہ چاند کا ٹکڑا کہنے میں اس سیاہی سے اجتراز ہے جو چاند میں ہے۔

یہ جواب قوی نہیں ہے اس لیے کہ چہرہ مبارک کی تشبیہ چاند کے ساتھ جو ہے اس ضیاء اور روشنی کے ساتھ تشبیہ ہے جو چاند میں ہے۔ نہ کہ چاند کے نور اور سیاہی کے ساتھ تشبیہ ہے۔ چاند جب پورا ہو جائے تو اس میں اس قطعہ سے سیاہی اقل نہ ہو گی۔ چنانچہ گویا تشبیہ بعض چہرے پر ہوگی جو پیشانی ہے۔ لہذا یہ مناسب ہوا کہ وہ چہرہ مبارک بعض قمر کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان وجہہ رسول اللہ کدارۃ القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کے دائرہ کی مثل تھا۔ ابن اسحاق نے بنی ہمدان کی ایک عورت سے روایت کی ہے۔ اس عورت کا نام یاد نہیں رہا۔ اس عورت نے کہا ہے کہ:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر حج کیا ہے۔ میں نے آپ کو آپ کے اونٹ پر سوار دیکھا۔ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایسا عصا تھا جس کا سر ٹیڑھا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر دوسرے چادریں تھیں کہ جس وقت حجر اسود کے پاس گئے قریب تھا کہ آپ کے سر مبارک کے بال موٹے ہوں کو لگ جائیں۔ آپ نے اس عصا سے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ پھر آپ اس عصا کو اپنے دہان مبارک کی طرف اٹھا کے بوسہ دیتے تھے۔“

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے اس عورت سے کہا:

”تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشبیہ دی۔“

اس نے کہا:

القمر ليلة البدر لم ارقبله وبعد مثله صلى الله عليه وآله وسلم



کیا کہ آپ کے آفتاب جمال کے سبب ہر ایک دن روشن ہے اور آپ کے چہرہ انور کے چاند کے سبب ہر ایک رات چاندنی  
ات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال سے دن رات منور ہیں، کبھی تاریکی نہیں ہوتی۔ کسی نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
پوچھا:

کان وجہہ رسول اللہ مثل السیف

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند میقل کیا ہوا اور شفاف تھا؟ اور چہرہ دراز تھا۔“  
حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کو بلیغ طور پر رد کر کے سائل کو جواب دیا ہے۔ بل مثل القمر بلکہ چاند کی مثل  
تھا یعنی گول چہرہ تھا۔ سائل نے جو توہم کیا تھا یہ اس کا رد ہے۔

حافظ نسابہ ابو الخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد المشہور ابن دحیہ نے اپنی کتاب ”التتویر فی مولد البشیر اولنذیر صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم“ میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث لانے کی جگہ میں جو کچھ کہا ہے ان کا لفظ یہ ہے کہ اس حدیث میں  
علم پہلے کہ جو شخص اچھا ہے بطور تشبیہ نہ دے سکے اس پر اقرار صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی اور اگر آپ کے چہرہ مبارک کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتا تو اولیٰ ہوتا۔ اس  
وجہ سے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل پر رد کیا اور کہا:

”بلکہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کی مثل تھا۔“

اور اس کی تشبیہ میں ابداع کیا اس لیے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے۔ اور جو شخص اس کا مشاہدہ کرتا  
ہے وہ اُنس پکڑتا ہے اور چاند کا نور ایسا نہیں ہوتا کہ حرارت رکھے اور الم پہنچائے اور نہ اس سے آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا  
ہے کہ نگاہ کو کھینچ لے اور چاند کی طرف دیکھنے والا نظر پر قادر ہوتا ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ نگاہ کو ضعیف کر دیتا ہے یا نگاہ پر  
پردہ کے طور پر غشا پیدا کر دیتا۔

مسلم کی روایت میں جو جابر بن مرد کی حدیث سے ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا:

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مثل تھا؟“

انہوں نے سائل سے کہا:

”تلوار کی مثل نہیں تھا بلکہ آفتاب اور ماہتاب کی مثل تھا۔“

یعنی بہا اور اشراق میں آفتاب کی مثل تھا اور مستدیر ہونے کے اور نور میں چاند کی مثل تھا۔ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا  
یعنی گول تھا۔ جابر نے مستدیر اس لیے کہا کہ سائل کو اس امر پر تنبیہ ہو۔ اس لیے کہ سائل نے اس میں دو صفتیں جمع نہیں  
کیں کہ سائل نے پوچھا تھا:



”کیا چہرہ مبارک تلواری کی مثل تھا؟“

اس قول سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ سائل نے تلواری کے ساتھ تشبیہ دینے میں چہرہ مبارک کے طول کا ارادہ کیا ہے یعنی آپ چہرہ مبارک لمبا تھا اور یہ گمان ہوتا تھا کہ سائل نے تلواری سے تشبیہ دینے میں لمعان یعنی اس کی روشنی اور چمک کا ارادہ کیا ہے جو کہ سابق میں جو عبارت آئی ہے اس میں اس کی طرف اشارہ آگے آچکا ہے۔ لہذا مسئلہ نے بلیغ طور پر رد کر دیا اور جبکہ اس کے ساتھ امر متعارف جاری ہے کہ آفتاب کے ساتھ جس شے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس تشبیہ میں غالب اشراق آفتاب کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور چاند کے ساتھ جو تشبیہ دی جاتی ہے اس سے چہرے کی ملاحظت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ نہ ان دونوں کے سوا ارادہ کیا جاتا ہے۔ جابر کا یہ کہنا کہ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا اس لیے انہوں نے دو صفتوں سے موا تشبیہ کا ارادہ کیا ہے۔ دو صفتیں حسن اور چہرے کا گول ہونا ہے۔

ابن اسحاق نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ بادل آپ سرخ رنگ کا حلہ پہنے ہوئے تھے۔ کبھی میں آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاندنی کی طرف نظر کرتا تھا جبکہ آپ میری آنکھوں میں چاند سے احسن تھے

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چہ چا تیرا

کچھ نے کہا ہے یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ایک روایت میں جابر کے اس قول کے بعد کہ آپ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے یہ ہے کہ میں آپ اور چاند کے درمیان مماثلت کرنے لگا۔ یعنی میں کہتا تھا کہ آپ چاند کی مثل ہیں البتہ میرے نزدیک آپ چاند سے احسن تھے۔ یعنی

فہو عندی احسن من القمر — ”نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین۔“

نذر کرتی ہے صبح بہاراں درود

مہ لقا حسن ذیشان قربان درود

پھول سے رخ پہ ہر دم گل افشاں درود

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود

نمک آگیں مباحث پہ لاکھوں سلام

ترمذی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفی بیان کی:

لم یکن بالمطہم ولا بالمکلم مطہم

”موتے گال یا ایسا پھولا ہوا چہرہ کہ معلوم ہوتا ہے منہ بنائے ہوئے ہے“ — یہ زیادہ فرہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شمع خورشید ضو دیکھ کر جھلملائے

مشمع حسن روئے حسن جھلملائے

مجم طور حسیں کی نظر جھلملائے

جن کے آگے چراغ قر جھلملائے

### بتلا لاء وجہ تلاء القمر لیلۃ البدر

چاند کے ساتھ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے اور جو شخص چاند کو دیکھتا ہے اس کا دل اس سے سکون پاتا ہے اور اس سے نفرت نہیں کرتا۔ چاند دکھ دیئے بغیر نور کو جمع کرتا ہے۔ اسے دیکھنے سے نظر کو ٹھہراؤ ہوتا ہے۔ —  
 مگر نگاہ چاند کے دیکھنے سے لذت پاتی ہے۔ اس کے برعکس آفتاب نگاہ پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نظر کے ٹھہرنے میں رکاوٹ لگاتا ہے۔ عام طور پر بدر کے ساتھ تشبیہ اس تشبیہ سے زیادہ بلغ ہے جو قمر سے دی جائے۔ اس لیے کہ بدر کامل چاند ہوتا ہے۔  
 ر ہونے کی حالت میں چاند کا کمال ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت آپ کو دیکھا ہے یہ شعر کہا ہے:

لو كنت من شئی سوى بشر - كنت المنور لیلۃ البدر

”اگر آپ بشر نہ ہوتے اور کسی شے کی قسم سے ہوتے تو یقیناً آپ چودھویں کے چاند تھے‘ منور چاند‘“

اس شعر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تمثیل کی ہے یہ شعر مسیب بن عیسیٰ ابن مالک کے قصیدہ کی ہے۔ جو اعشی شاعر کا ماموں تھا۔ اس نے یہ قصیدہ قیس کی مدح میں کہا تھا۔ — بدر کے ساتھ جو تشبیہ ہے تحقیق وہ اپنے حقیقی معنی میں پائی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف بدر ہے۔ آپ کا اسم مبارک البدر اس لیے ہے کہ آپ کا کمال کامل ہے آپ کا شرف عالی ہے۔ کسائی کے قصص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ان معمدا هو البدر الباهر والنجم الزاهر واللحر الزاخر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے یا غزوہ تبوک سے آپ تشریف لائے تھے اس لیے آپ کو خوش آمدید کہنے والوں نے آپ کے جہاں مبارک کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے تھے:

طلع البدر علینا من ثینات الوداع

”ہم لوگوں پر ثینات وداع سے چاند طلوع ہوا ہے۔ — ثینات‘ ثینہ کی جمع ہے۔ ٹیلہ اور چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ — مدینہ منورہ کے قریب حجاج یا مسافروں کے وداع کرنے کا مقام ہے۔

وجب الشکر علینا مادعا للہ داع

”ہم لوگوں پر اس بات کا شکر واجب ہو گیا ہے کہ اس چاند نے ہماری آنکھوں اور ہمارے ملک کو منور کر دیا ہے۔ یہ شکر اس وقت تک واجب ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ اور جس نے یہ خوب صورت شعر کہا ہے‘ کمال کیا ہے۔

کالبدر والكاف ان الصفت زایدۃ فیہ فلا تظنہا کافا للتشیہ

لفظ کالبدر کے ساتھ کاف ہے۔ اگر تو انصاف کرے گا تو اس کاف کو اس لفظ میں زیادہ تسلیم کرے گا اور تو تشبیہ کا کاف

کمان کرے گا۔ یعنی کالبدر کا معنی بدر کے مثل ہے۔ جب کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کیا تو یہ معنی کہ آپ بدر کی مثل ہیں۔ اس تشبیہ میں بدر مشبہ بہ ہوگا اور آپ کی ذات کامل الصفات مشبہ ہوگی جس سے مشبہ بہ کا اعلیٰ اور مشبہ کا ادنیٰ ہونا ثابت ہوگا۔ لہذا آپ کے کمالات ذاتی پر نظر کر کے انصاف کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ کالبدر حرف کاف تشبیہ زیادہ ہے۔ آپ نور جمال سے عین بدر ہیں۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابن الجلابی کا یہ شعر کس قدر شیریں ہے:

يقولون يحكى البدر فى الحسن وجهه وبدر الرجبى من ذالك الحسن ينحط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں لوگ کہتے ہیں کہ حسن میں بدر آپ کے چہرہ مبارک کے مشابہ ہے۔ آپ ذات اقدس میں جو حسن ہے شب تاریک کے بدر کا حسن اس سے کمتر ہے۔

كما تشبهوا نحن النقا بقوامه بقدر بالغوا فى المدح للغصن واشتطوا

جیسے کہ نقا کی شاخ کو آپ کے اعتدال سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ دینے والوں نے شاخ کی مدح میں مبالغہ کیا ہے۔ لوگوں نے جو اور ظلم کیا ہے۔ اس لیے کہ تشبیہ اس وجہ کی مستدعی ہوئی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جامع ہو۔ بدر اور غصن درمیان اور آپ کے چہرہ اور آپ کے قوام کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ لہذا یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ تشبیہ سے بدر غصن کو غایت فخر حاصل ہوا ہے۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں وارد ہوئی ہیں یہ شعراء اور عرب کی عادت پر وارد ہوئی ہیں وہ ذات مبارک کو بدر وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں ورنہ ان محدثات میں کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ آپ کی صفات خلقیہ مبارک کے برابر ہو اور آپ کی صفات خلقیہ کی برابری کر سکے۔

سیدی محمد وفا شاذلی مالکی علیہ الرحمہ نے مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا ہے:

کم فيه الابصار حسن مدھش کم فيه الارواح راح مسکر

”آپ کی ذات مقدس میں بے حد ایسا حسن ہے جو کہ بہت سی بینائیوں کو متحیر کرتا ہے۔ یعنی آپ کے حسن سے بینائیوں دہشت ہوتی ہے۔ وہ متحیر ہو جاتی ہیں۔ آپ کی ذات میں بہت سی ایسی صفات ہیں کہ دیکھنے والوں کی روحوں کے لیے آدر شراب ہے۔ وہ ان کو دیکھ کر بے خود ہو جاتے ہیں جیسے شراب سے بے خودی ہوتی ہے۔

سبحان من انشاء من سبحاته بشرا باسرار الغيوب يبشر

قاموس میں ہے سبحات مضمین وجہ اللہ وانوارہ اور صحاح میں سبحات کا معنی جلالت الہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جمیع عیوب سے پاک ہے اس نے اپنے انوار سے ایسے بشر کو پیدا کیا ہے جو کہ غیبوں کے اسرار سے بشارت دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره

یعنی آپ حسن و جمال میں چودھویں رات کا چاند ہیں کہ وہ کامل ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔“

دارمی، بیہقی، ابو نعیم اور طبرانی نے ابو عبیدہ ابن محمد عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع بنت مسعود سے کہا: ”مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرو۔“

ربیع نے کہا:

”اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ آفتاب طلوع ہوا ہے۔“

اور ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ:

”اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو آپ کو دیکھتا تو آفتاب کو دیکھتا کہ طلوع کیا ہوا ہے؟“

روح والشمس و طلعہ پہ دائم درود  
حسن روئے مجلیٰ پہ دائم درود  
تاجدار تدلیٰ پہ دائم درود  
شب اسرئی کے دولہا پہ دائم درود

نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

مسلم نے ابو طفیل سے روایت کی ہے کہ ان سے کسی نے کہا:

”آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان فرمائیں۔“ انہوں نے کہا:

کان ابیض ملیح الوجه۔

”آپ گورے تھے رنگ میں سرخی تھی اور آپ کا چہرہ ملیح تھا۔“

جس طویل حدیث کی روایت ترمذی نے حندابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی ہے یہ ہے:

کان رسول اللہ فحما مفحما یتلاء وجہہ تلالاء القمر لیلة البدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہ عظیم تھے اور بڑے معظموں کے دلوں اور اعیان زمانہ کی آنکھوں میں معظم تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے اور روشن ہوتا ہے۔ یعنی کمال درجہ اشراق اور استنارہ تھی۔

جس وقت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور یہ کہا:

۱۔ فحما کا یہ معنی ہے کہ اپنے اصحاب میں عظیم القدر تھے، اور جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا ان کے نزدیک آپ عظیم القدر تھے۔ مافحما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مفحما مخلوق کے نزدیک، جسم کی فحامت مراد نہیں ہے بلکہ چہرے کی فحامت مراد ہے۔ چہرے کی فحامت اس کا جمال سے بھرا ہونا، یا مہابت سے یا دونوں رخساروں کے گوشت کی کثرت جمال کے کمال کے ساتھ۔ واصف نے چہرے مبارک سے ابتداء اس طے سے کی کہ چہرہ اول وہ شے ہے جس کی طرف نظر متوجہ ہوتی ہے۔



تبلج الوجه یعنی ”چہرہ روشن اور پر ضیا تھا۔“

اسی سے سلج الصبح عرب میں محاورہ ہے۔ جب صبح ہوتی ہے اور اس کا نور چمکتا ہے تو یہ کہتے ہیں۔ سید علی باوقا نے کس درجہ اچھی یہ بات کہی ہے:

الایا صاحب الوجه الملق سالتک لالغیب فالت روحی

”اے بلج چہرے والے! جان لے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اس طور پر اوچھل نہ ہو کہ میں تجھے نہ دیکھوں۔“  
اس لیے کہ تو میری روح ہے یعنی جیسے میری روح میری حیات ہے۔ تیری غیبت میری ہلاکت کا سبب ہے۔“

متی ماغاب شخصک عن عیالی رجعت فلا تری الا ضریحی

”جس وقت تیرا شخص میرے مشاہدہ سے ہو جائے گا یعنی میں اس کا مشاہدہ نہ کروں گا تو پھر پلٹ کے میرے پاس آئے گا تو مجھ کو نہ دیکھے گا بلکہ میری قبر کو دیکھے گا۔“ یعنی تیری جدائی کے مددے سے مر جاؤں گا اور تو مجھے نہ پائے گا۔

بحقک جد لرفک یا حبیبی وداو لوغہ القلب الجریحی

”میں تجھ سے کہتا ہوں کہ حبیب اپنے غلام کی بخشش کرائے یعنی اپنے غلام کو اپنی عطا سے سرفراز کر۔ لوفک میں جو لام تعدیہ ہے اس کے مطابق یہ معنی ہے اور اگر لام سبب قرار دیں تو یہ معنی ہوگا کہ اپنے وصل کے لیے اپنے غلام کے لیے بخشش کر اور اپنے عاشق کے دل مجروح کی اپنے وصل سے سامان تسکین کر۔“

ورق المغموم فی الحب امسی واصبح بالہوی ولفاطریحی

”اپنے محب پر رحم کر کہ اس کا دل جل گیا ہے اور تیری محبت میں وہ ہمیشہ مریض رہتا ہے۔ اور ایسے مرض سے وہ مریض ہو گیا ہے کہ کسی وقت اسے نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنی جگہ پڑا ہوا ہے کہ محبت کا صدمہ اسے پہنچا ہے۔“

محب ضاق بالا شواق ذرعا واری منک للکرم الفیح

”وہ عاشق شیدا ایسا محب ہے کہ شوق کے ہجوم نے اسے عاجز کر دیا ہے اور اس کا سینہ اس ہجوم کی وجہ سے تنگ ہو گیا ہے اور تیرے پاس وہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اہے تیرے وسیع کرم کی امید ہے۔“

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ.....:

نہا یہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا سرفکان وجہہ المراء۔ یعنی جس وقت آپ سرور ہوتے آپ کا چہرہ مبارک گویا ایک آئینہ تھا۔ آئینے میں آدمی کی صورت نظر آتی ہے اور اس میں ہر ایک شے دیکھی جاتی ہے آپ کے چہرہ مبارک میں ہر ایک شے کا عکس نمایاں ہوتا اور دیواروں کی صورت آپ کے چہرہ مبارک میں دکھائی دیتی تھی۔

رُخ انور کو چاند سے تشبیہ کیوں؟:

ہند ابن ابی ہالہ کی حدیث میں یہ ہے:



واما صاحب العلم فیزداد فی رضا الرحمن  
یعنی ”حریص النفس شکم سیر نہ ہو سکتے والے دو آدمی ہیں: طالب علم اور طالب دنیا۔۔۔ یہ دونوں مساوی درجہ نہیں رکھتے۔ دنیا دار تو شیطنیت و سرکشی میں دراز ہوتا چلا جائے گا اور علم والا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ترقی کرتا رہے گا۔“  
بیہتی کہتے ہیں یہ حدیث موقوف و منقطع ہے۔ اسی طرح سے بزار عسکری وغیرہ نے اور مجموعی حیثیت سے یہ حدیث ضعیف کے درجے سے نکل کر قوی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کہ ہر ایک روایت منفرد طور پر اس حدیث کی ضعیف ہے۔ واللہ اعلم!

﴿۷۰﴾

لا فقر اشد من الجشَل ولا مال اكثر من العقل ولا وحشة اشد من العجب  
”مفلسی و محتاجی کی حالت سب سے زیادہ جہالت میں ہے۔۔۔ اور مال کا مرتبہ عقل سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔۔۔ اور انسان میں خود پسندی سے بڑھ کر وحشت اور خوف زدہ رہنے کی کوئی چیز نہیں۔“  
اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

﴿۷۱﴾

الذنب لا ينسى والبر لا يبلى والديان لا يموت فكن كما شئت  
”گناہ بھولا نہیں جاتا، نیکی بوسیدہ نہیں پڑ سکتی، اعمال کا عوض کرنے والا نہیں مرتا۔۔۔ لہذا تم جس طرح چاہو رہو۔“  
اس حدیث پاک کو ”مسند فردوس“ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

﴿۷۲﴾

ما جمع شئى الى شئى احسن من حلم الى علم  
”کوئی شے کسی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہوئی جو اس حلم سے بہتر ہو جو علم کے ساتھ جمع ہوا ہو۔“  
عسکری نے ”امثال“ میں جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط مرفوع جس میں یہ عبارت زیادہ ہے:

وافصل الايمان التحبب الى الناس ثلاث من لم تكن فيه فليس منى ولا من الله حلم يرد به جهل الجاهل و حسن خلق يعیش به فى الناس وورع يحجزه عن معاصى الله .

یعنی ”لوگوں سے محبت کے ساتھ گزارا کرتا۔ تین چیزیں ہیں۔ جس شخص میں وہ تین چیزیں نہ ہوں، اس شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اللہ کی طرف سے اسے تعلق ہوگا:

☆ حلم جس کے ذریعے وہ جاہل کے جہل کو رد کرتا ہے۔

☆ حسن اخلاق جس کے ساتھ وہ اپنا عیش پورا کرتا رہے۔

☆ ورع یعنی پاک بازی جس کی وجہ سے گناہوں سے خود کو بچائے رکھتا ہے۔

عسکری کے پاس حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے مرفوع پر مضمون زیادہ ہے۔

ما اوی شنی احسن من حلم علم و صاحب العلم غوثان الی حلم .  
یعنی ”کوئی چیز کسی چیز کے پناہ میں رہنے والی جو سب سے بہتر ہو، حلم اور علم کے سوا نہیں ہوتی — اس لئے کہ حلم جو علم کے ساتھ جمع ہو جائے تو صفت تمام اشیاء سے بہتر ہے اور علم والا آدمی حلم کا بھوکا ہوتا ہے۔“

﴿۷۳﴾

التمسوا الرزق فی خبايا الارض

یعنی ”زمین کے چھپے ہوئے کونوں سے رزق تلاش کرو۔“

اس حدیث کو روایت کیا جز ربی ب ی میں — ابو شریح کی روایت سے مراد اس سے کھیتی (زراعت) ہے۔

تبع خبايا الارض و ادع ملیکها لعلک یوماً ان تجاب فترزقا  
”تو رزق کی تلاش میں زمین کے پردوں کے پیچھے جا اور زمین کے مالک کے پاس دعا کیا کرتا کہ کسی نہ کسی طرح تیری دعا سنی جائے اور تجھے رزق نصیب ہو۔“

﴿۷۴﴾

کن فی الدنیا کانک غریب ادع برسبیل وعد نفسک فی اهل القبور

”دنیا میں مسافر کی طرح سے رہو یا راستہ کا گزر جانے اور اپنے آپ کو قبرستان میں رہنے والا سمجھو۔“

بیہقی نے شعب میں اور عسکری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع کیا ہے — بخاری و ترمذی وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

﴿۷۵﴾

صانع المعروف نفی مصارع السوء و صدقة السر لطفی و غضب الرب و صلة الرحم تزيد فی العمر

”نیکی کے کام کرنا برے مقامات سے بچنے کا فائدہ دیتا ہے۔ چھپے ہوئے خیرات کرنے کا کام خدا کے غصے کو ٹھنڈا کرنے

والی چیز ہے۔ قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنے سے عمر میں برکت نصیب ہوگی۔“

طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی تخریج کی جس کی سند حسن ہے۔

﴿۷۶﴾

العفو لا یزید العبد الا عزا والتواضع لا یزیدہ الارفعة وما نقص مال من صدقة

”معافی دینے سے آدمی کی عزت کو ترقی ملتی ہے — تواضع سے رہنے والے کا اللہ تعالیٰ مرتبہ بلند فرماتا ہے — نیک

کام میں جو مال صرف ہوگا اس میں کمی نہیں آتی۔“

مسلم کے الفاظ ہیں :

مانقصت صدقة من مال و ما زاد الله عبد العفو الاعز و ما تواضع احد الله الرفع الله — قضائی نے ابو سلمہ عن  
ام سلمہ کی مرفوع حدیث پیش کی ہے:

مانقص مال من صدقة ولا عفا رجل من مظلمة الا زاد الله تعالى بهاعزا  
یعنی مال صدقہ (زکوٰۃ) کی وجہ سے کم نہیں ہوتا — اور آدمی اپنی مظلومیت کے بعد اپنا حق انتقام اگر معاف کرے تو اللہ  
تعالیٰ اس شخص کی عزت سے زیادہ کرتا ہے۔

دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے:

والذي نفس محمد بيده لا ينقص مال من صدقة  
اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

﴿ ۷۷ ﴾

اللهم اني اعوذ بك من شر سمعي و من شر بصري و من شر لساني و من شر قلبي و من شر مني .  
”اے اللہ! میں سماعت، بصارت، زبان، دل اور منی کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں“  
ابوداؤد نے اپنی جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا۔

﴿ ۷۸ ﴾

اللهم اني اعوذ بك من شر فتنة الغنى  
”اے اللہ! میں توغمری کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں“۔

﴿ ۷۹ ﴾

ان الدنيا عرض حاضر يا كل منه البر والفاجر و ان الآخرة وعد صادق يحكم فيها ملك عادل قادر  
يحق فيها الحق و يبطل الباطل فكونوا ابناء الآخرة ولا تكونوا ابناء الدنيا فان كل ام يتبعها ولدها  
”دنیا کا سامان پھیلا ہوا ہے موجود ہے جس سے نیک اور بد دونوں اپنی گزراوقات کرتے ہیں۔ آخرت سچا وعدہ ہے۔  
قدرت والا منصف بادشاہ آخرت میں حکم دے گا، حق کا حکم دے گا۔ باطل کو غلط کر دے گا۔ لہذا تم لوگ آخرت کی اولاد ہو  
جاؤ... دنیا کی اولاد مت بنو۔ کیوں کہ اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے۔“  
اسے ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں شداد کی حدیث سے روایت کیا۔

﴿ ۸۰ ﴾

اخسر الناس صفقة من اذهب اخرته بدنيا غيره  
”وہ شخص ہے جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت کو ضائع کر لیا۔ زمانہ سازگار ہوا اور وہ آخرت کے لئے تو  
شہ تیار کئے بغیر مر گیا۔ کل قیامت کے روز خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس کے پاس مغفرت کے لئے حجت اور دلیل نہیں۔“

صفقة یعنی انسانی دستاویز کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا — اس کے ہم معنی حدیث کو ابن بخاری نے روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کی حدیث سے ربیعہ کی روایت میں ہے۔

﴿۸۱﴾

ان من كنوز البر كتمان المصائب  
”ذخیرہ تکلیف کا پوشیدہ رکھنا نیکی ہے۔“

﴿۸۲﴾

الهم من سنت اولادم

یعنی ”یہ مفت نیکی کا خزانہ ہے کہ مصیبتوں کو غلطی رکھا جائے۔“

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم کھانے کا انجام یا تو قسم کا توڑنا ہو گا یا شرمندگی اٹھانی پڑے گی — اس حدیث پاک کو ابو یعلیٰ اور ابن ماجہ نے روایت کیا — ابن ماجہ کی حدیث میں ہمیں کی بجائے انم الحلف آیا ہے۔

﴿۸۳﴾

لا تظهر الشمانة باخيك فيما فيه الله يبتليك

یعنی ”اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت کر اللہ اسے عافیت نصیب کر دے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔“

ترمذی نے مکحول کی حدیث سے اسے روایت کیا — ابن ابی الدنیا کے پاس فيما فيه الله کی بجائے في رحمه الله آیا ہے۔ ترمذی کی حدیث مرفوع ہے:

من غير اخاه بذنوب لم يميت حتى يعمله

”جس نے اپنے بھائی کو اس کی کسی غلطی پر عار دلایا جب تک یہ شخص اس غلطی پر عمل نہ کرے۔ اسے موت نہ آئے گی۔“

﴿۸۴﴾

القلم بما انت لاق

فتح المنة کے مصنف نے کہا کہ یہ اس بات کا کنا یہ کیا گیا ہے کہ بندوں کے مقدرات کا قلم چل چکا ہے اس کا کام ختم ہو چکا اس کام سے فراغت ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ لکھنا شروع کر کے اس کام سے فارغ ہو جانے کو لازم ہے کہ سیاہی خشک ہو جائے — چنانچہ یہ کلام اصول بلاغت کے مطابق ہے کہ لازم کا ملزوم پر اطلاق کیا جائے۔

یہ لفظ کلام عرب میں نہیں پایا گیا فصاحت نبویہ ہی اس کی مقتضی ہو سکتی ہے۔

﴿۸۵﴾

اليوم الرهان وغد السباق والغاية الجنة والهالك من دخل النار

من ضمن لی مابین لحيه وبين رجله صنعت له على الله الجنة

یعنی ”آج اس دنیا میں عمل صالح کے میدان کی گھڑ دوڑ ہے اور کل کے دن اس میں سبقت لے جانے کا نتیجہ سنایا جائے گا۔ جس کی انتہا جنت ہوگی۔ اور جو دو رخ میں گیا وہ تباہ و برباد ہوا۔“

ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ

”جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کے لئے ضمانت دے گا تو میں اللہ کے پاس اسے جنت دلانے کا ضامن ہو جاؤں گا۔“

محدثین کی ایک جماعت نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ انہی میں عسکری بھی ہیں۔ بخاری و ترمذی میں سہل بن سعد کی روایت سے یہ الفاظ آئے ہیں:

من بضمن لی مابین لحيه و مابین رجله ضمن له الجنة.

مابین لحيه سے زبان اور گفتگو ہے۔ مابین رجله سے مراد شرم گاہ ہے۔ دو اور دی کے پاس مابین لحيه سے مراد ہے۔ لہذا اس کا مطلب بات چیت کھانے پینے اور وہ تمام امور کو شامل ہو جائے گا جن کا تعلق منہ سے ہے۔ بعض روایات میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح آئے ہیں:

من ترک کل لی مابین فقیه و رجله اتوکل له بالجنة

اور فقم کا لفظ حرف اول ”ف“ کے ضمہ اور فتح دونوں طرح سے صحیح ہے۔ اس کے معنی داڑھی کے ہیں۔ ایک اور روایت میں یہ حدیث پاک ان الفاظ میں ہے:

من یکفل لی تکفلت له

دیلی کے پاس جو سند ضعیف سے مرفوع حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی یہ عبارت ہے:

من وقی شرفقه و ذبذبه و لقلقه و جبت الہ الجنة

کتاب احیاء کی حدیث میں بطن کا لفظ ہے۔ من وقی البطن من القبقبة قبقبة — پیٹ میں سے جو آواز سنائی دیتی ہے اسے کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ لفظ قبقبة اس آواز کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لفظ سے اشارہ حرام کھانا مراد لینا جائز ہے اور جو چیز مشتبہ ہو اس کی طرف اشارہ ہے۔ شرم گاہ اور زبان سے اس کا کنایہ درست ہے۔

یہ کلام اور اس کے مانند جو الفاظ احادیث نبوی میں ہیں بے شمار ہیں۔ اس کا حساب لگانا دشوار ہے یہ بلاغت عربی کا سب سے ارفع و اعلیٰ مقام ہے جو بلاغت نبویہ کے ساتھ مخصوص ہوا ہے۔ اسی بناء پر فصاحت اور جوامع الکلم کے لحاظ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مرتبہ ہے جس پر کوئی شخصیت قیاس نہیں کی جاسکتی۔ اس خصوصی میں آپ نے وہ مرتبہ حاصل کر لیا کہ اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔



## اسلام کے جملہ امور آپ کی بلاغ کا شاہکار:

آپ کی بلاغت میں جن امور کا شمار کیا گیا ہے ان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ آپ مختلف النوع شرائع آسمانی کے جامع ہیں۔ قواعد مذہب اسلام کے موبس ہیں۔ آپ نے صرف چار حدیثوں میں مذہب اسلام کے جملہ امور جمع فرما دیئے۔ وہ چار حدیثیں یہ ہیں:

☆ انما الاعمال بالنية

”عمل کی بنیاد نیت پر ہے“ — اسے شیخین نے روایت کیا۔

☆ الحلال بین والحرام بین

”حلال و حرام میں واضح فرق ہے“ — اس کی روایت مسلم نے کی۔

☆ البینه للمدعی والیمین علی من انکر

”بینہ دلیل مدعی کے لئے ہے، قسم مدعا علیہ پر ہے۔“

☆ لا یکمل ایمان المرء حتی یحب لائحہ ما یحب لنفسہ

”مؤمن نے اس کی روایت کی۔“

پہلی حدیث تمام عبادات کے چوتھے حصے کی حامل ہے — دوسری حدیث معاملات کے بارے میں چوتھے حصے دین اسلام پر مشتمل ہے — اس طرح سے تیسری حدیث ہے کہ تنظیمات حکومت، عدل و انصاف کا چوتھائی تکمیل کرتی ہے — چوتھی حدیث میں وہ تمام امور آجاتے ہیں جو آداب انسانی زندگی میں معاش و معاشرت کے لحاظ سے ضروری ہیں، اس کا چوتھائی اس حدیث میں ہے — ابن المیر کے قول کے مطابق ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے کا حکم بھی اس حدیث سے ظاہر ہے۔ تاکہ انسان میں تہذیب و شائستگی پیدا ہو سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو مبارک میں بلاغت کا جو وصف تصور کیا گیا ہے، آپ کا کلام فرمانا بھی ہے..... ہر کس و ناکس کے ساتھ اس کی مادری زبان کی لغت و لہجہ کے موافق شائستہ انداز گفتگو اور بہ طریق تالیف قلب، آپ کسی شہری آدمی سے گفتگو فرماتے تھے تو آپ کا کلام تیل سے زیادہ ملائمت اور لطف لئے ہوئے ہوتا تھا، ماء مزین سے بھی بہتر اور خوشگوار — جب آپ کو دیہات کے کسی آدمی سے بات چیت کا اتفاق ہوتا تھا تو آپ اسی کے الفاظ و انداز گفتگو کے طرز پر کلام فرماتے۔

اہل مدینہ کو دعائیں:

آپ کی فصاحت و بلاغت کے نمونہ میں مصنف نے اہل مدینہ کے لئے آپ کی تین دعائیں پیش کی ہیں:

(۱)

اللہم بارک لہم فی کلیالہم و بارک لہم فی صاعہم و مدہم

”اے اللہ! ان کے غلے اور خورد و نوش کی چیزیں ناپنے کے پیمانوں کو برکت عطا کیجئے۔“

(۲)

اللهم بارک لهم لنا فی مدينتنا و بارک لنا فی صاعنا و بارک لنا فی مدنا  
اس دعا کا بھی قریب قریب وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

(۳)

اللهم انی ادعوك للمدينة بمثل ما دعاه به ابراهيم لمكة و مثله معه  
”اے اللہ! میری دعا ہے اہل مدینہ کے لئے اس دعا کی برکت کی مثل جو دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے  
فرمائی تھی اور انہیں اتنا ہی مستزاد عطا کر۔“

### قبیلہ بنی نہد کے لئے خصوصی دعا:

قبیلہ بنی نہد کا وفد جو حاضر خدمت ہوا تو آپ نے کس قدر شیریں الفاظ میں ان کو دعا دی ہے۔ اور جماعتیں بھی تھیں۔  
ان میں سے اس قبیلے کا ایک شخص طہفہ ابن رہم نہدی اٹھ کر کھڑا ہوا اور قحط سالی کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

ایناک یا رسول اللہ من غوری تہامة باکوار المیس ترتمی بنا العیس نستحلب الصبر و نستحلب  
الخبیر و نستعضد البریر و نستخیل الرہام و نستخیل الجہام من ارض غائلة العطا غلیظة الوطا قد  
نشف المدهن و یس الجعثن و سقط الاملوج و مات العسلوج و هلك الهدی و مات الوری برما  
ایک یا رسول اللہ من الوثن والعن و ما یحدث الزما لنا دعوة الاسلام و شریعة الاسلام ما طما  
البحر و قام نفارولنا نعم حمل اغفال ماتبل ببلابل و قیر کثیر الرسل قلیل الرسل اصابنها صنية  
حمراء موزله لیس لها عال ولا نہل  
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم بارک لهم فی محضها و محضها و مذقها و ابعث راعیا فی الدثر بیانع الشمی و افجوله الشمد  
و بارک له فی المال والولد من اقام الصلوة کان مسلما و من آتی الزکاة کان محسنا و من شهد ان  
لا اله الا الله کان مخلصا لکم یا نبی نہد و دائع الشوک و وضائع الملك لا تلطط فی الزکاة  
ولا تلحد فی الحیاة و لا تتناقل عن الصلوة (ثم کتب معه کتاب الی بنی نہد)

### بنی نہد بن زید کے نام نامہ مبارک:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله ای بنی نہد بن زید السلام علی من امن بالله عزوجل و رسوله لکم یا بنی نہد  
فی الوظيفة الفريضة و لکم الفارض و الفريش و ذوالضنآن الركوب و الغلوا بضیس لا یمنع سرحکم

ولا يعصدا طلحكم ولا يحبس دركم مالم تضررو الاماق و تا كلو الرباق من اقر بما في هذا الكتاب  
فله من رسول الله الوفا بالعهد والذمة و من ابى فعليه الربوة ..... و تحتاج .

”وہ سب آپس میں ایک ہیں۔ اور لوگوں سے علیحدہ ان کا مرتبہ ہے۔ وہ اپنے روایتی عہد و پیمان کو آپس میں ایک لحاظ سے مضبوط رکھتے ہیں تو ان کا دوسرا رویہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خوش اخلاقی کے ساتھ اپنے اسیروں کو دہائی دیتے ہیں۔ ایمان دار آپس میں عدل کرتے ہیں۔ اور مومنین اہل تقویٰ اتحاد و اتفاق میں ایک دوسرے کا بازو بنے ہوئے معاون ہوا کرتے ہیں۔ جب کوئی ان پر حملہ کرے تو بغاوت پسند جماعت کے خلاف ظلم ڈھانے والے کے مقابلے میں اپنے تعاون و احسان کی قوت صرف کرتے ہیں۔ اگرچہ کہ مخالف جماعت کا ایک شخص بھی بچ کر نکل جائے۔ اور منصفانہ رویہ سے رہتا ہو۔ جب ایک مرتبہ آپس میں جنگ ہو کر ختم ہو جائے پھر ان میں سے کوئی جماعت خلاف ہو جائے پھر برسر پیکار آجائے تو یہ لوگ اتنے محتاط اور عقل مند ہیں کہ دوبارہ جنگ نہیں ہونے دیتے۔ تاوقتیکہ اس کے علاوہ کوئی اور فتنہ اس کے بعد پیش نہ آجائے۔

جب کوئی کسی مسلمان آدمی کا قتل کر دے تو وہ قصاص کے لئے ماخوذ ہوگا۔ مگر اس صورت میں چھوڑ دیا جائے گا کہ مقتول کا وارث اور جو شخص سرپرست ہے وہ راضی ہو جائے۔ جو شخص ظلم کرے گا یا کسی جرم کا مرتکب ہوگا تو وہ خود کو ہلاک کیا ہوا سمجھے۔

یہ بلغ الفاظ بلاغت کے اعلیٰ الواع کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تفسیر کی حاجت ہے:  
المیس :

ایک درخت ہے جس کی لڑکی سخت ہوتی ہے۔ اس سے اونٹ پر رکھنے کے اکوار اور کجاوے تیار ہوتے ہیں۔  
ونستحلب بالحاء المهله الصبر :

سفید بادل کو کہتے ہیں۔ جو گنجان اور پرت در پرت امنڈ آتا ہے۔ اس جملے کے معنی ہیں ہم بادل سے دود طلب کرتے ہیں۔

ونستحلب بالخا المعجمه الخبير :

یہ لفظ بھی خاء معجمہ کے فتح سے اس کے بعد بے سے ہے۔ نیابت ارضی اور گھاس کو خبیر، اہل کو نبات و عشب ارضی سے تشبیہ دی۔ اسے مراد بر اونٹ کے بال ہیں۔ استحلاب کے معنی کاٹنا اور کترنا، قینچی اور درانقی کے مماثل آلہ کے ذریعہ جسے منجل کہتے ہیں۔

ابن اثیر نے کہا کہ خبیر کا اطلاق دہر اور زرع دونوں پر ہوتا ہے۔ اونٹ کے بال کو بھی خبیر کہا گیا ہے۔ اور خبیر کا لفظ کھیتی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

نستعصد البریر :

یعنی بریر کے درخت سے کھانے کے لئے ہم بریر کا پھل توڑیں — یہ لفظ ”ب“ سے شروع ہوا۔ اس کے بعد دو ”ر“ اس طر سے ہیں کہ درمیان میں یاء ہے — بریر درخت اراک کے پھل کو کہتے ہیں۔ جب وہ پھل سیاہ ہو جائے اور پک جائے بعض نے کہا کہ خاص سیاہ رنگ کی ضرورت نہیں۔ ہر حالت میں اراک کا پھل بریر ہے۔ عرب اسے قحط کے زمانے میں کھاتے تھے۔

ونستجیل بالحاء المعجمة الدھام :

بہ کسر بررا ہے۔ بارش کی بھینی بھینی بوندوں کو دھام کہتے ہیں۔ اس کا واحد دھمہ ہے۔ یعنی مختصر بادل کو دیکھ کر ہم ترش باران کا خیال کر رہے ہیں۔ اور ایک قول کے مطابق دھمہ مسلسل برسنے والی بارش ہے۔ تیز قسم کی بارش دھمہ ہے۔ ونستجیل :

بالجیم یعنی ہم بادل کو دیکھتے ہیں ہوائیں اسے ہٹا دیتی ہیں۔ یہاں سے وہاں وہاں سے یہاں۔

والجھام :

بالجیم یعنی وہ بادل جو کسی اور جگہ برس کر خالی ہو گیا ہے۔ اور کسی نے جو اس لفظ کو نستجیل روایت کیا ہے۔ وہ لفظ نستعل ہے۔ خلت اخال کے باب کا بمعنی خیال و گمان اس سے مراد ہے۔ بادل میں ہم کو خیال ہوتا ہے کہ فوراً بارش برے گی۔ اگرچہ وہ بادل جھام کی قسم کا ہو۔ حد سے زیادہ بارش کی ہم کو حاجت ہونے سے ہم ایسا میاں کرتے ہیں اور جس راوی کی روایت سے لفظ حاء مہملہ آیا اس کے کیا معنی ہوں گے؟ بالکل ظاہر ہے کہ ہم قحط بارش کی وجہ سے جب کبھی بادل نظر آئے یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ یہ بادل بارش نہیں دے گا۔

ہلاک کر دینے والی زمین کی وجہ سے یہ سبب بعد کے جھاڑ کی بلندی سے جاری ہونے والے چشمے خشک ہو چکے۔ درخت خشک ہو کر گرنے لگے۔ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے شجر المروج کے پتے کھانے سے اونٹ کی بکارت (کنوارہ پن) زائل ہوئی۔ اونٹ مرنے لگے، کھجور کے درخت خشک ہو گئے۔

شرک اور ظلم سے خود کو چھڑا کر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یا رسول اللہ! زمانے کے حوادث سے ہم اپنے کو دور کر لیتے ہیں۔ ہمیں سلامت روی کی دعوت پسند آئی۔ اور مذہب اسلام کی شریعت کا سمندر اپنی موجوں کے ساتھ مرتفع ہے نظر آیا۔ شعار نامی پہاڑ اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔

حال یہ ہے کہ ہمارے مویشی یعنی چوپائے اور جانور چارہ نہ ہونے سے وہ ست پڑے ہوئے بیکار نظر آتے ہیں اور اونٹ بے دودھ ہو گئے۔ ہم سے تعلق رکھنے والی جماعت جو نوکر چاکر خدم و حشم رکھتی تھی (اب) نان شبینہ کی محتاجی کے سبب کم تعداد ہو کر چھوٹی پڑ گئی۔ اسے سرخ رنگ کے نقصان دہ پانی سے مصیبت پہنچی۔ میٹھا پانی انہیں دو ایک بار بھی پینے کو نصیب نہیں ہوتا۔ بنی نہد کے لئے دعا کا ترجمہ :

بنی نہد کے مصائب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی :



”اے اللہ! برکت دے تو ان کو خالص قسم کے دودھ اور چھاچھ میں اور غیر خالص قسم کی اشیاء میں بھی جو پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں — تو اس قبیلے بنی نہد کے لئے اپنی برکت اس طرح پیدا فرما کر اس قبیلے کے سربراہ یعنی سب سے بڑے آدمی کا تھوڑا مال بہت ہو جائے اور اس کے کم مقدار پانی کو کثیر مقدار کا کر دے۔ اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا کرے۔ جو لوگ نماز قائم کر لیں وہ مسلمان ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کریں وہ احسان کرنے والے تصور ہوں گے — اور جو لوگ گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ مخلص مسلمان ہیں۔

اے بنی نہد! تمہارے لئے عہد پیمان دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح آسائش سے رہیں۔ صدقات و زکوٰۃ مسلمانوں کے مال میں تمہارے وظائف مقرر ہوں گے جو جاری رہیں گے منع نہیں کئے جائیں گے — جب تک آدمی زندہ ہے اس کا وظیفہ عطا ہوتے رہنا بند نہ ہوگا نہ اس کی مقررہ مقدار کو کم یا زیادہ کیا جائے گا۔“

(لم ڪتب معہ ڪتابها الى بنی نہد)

بنی نہد بن زید کے نام نامہ مبارک کا ترجمہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

”محمد اللہ کے رسول کی طرف سے بنی نہد بن زید کے نام یہ خط لکھا جاتا ہے — سلام ہو ان

لوگوں پر جو اللہ عز و جل اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

اے بنی نہد! مذہب اسلام کے احکام کا جو حق تم پر واجب کیا جاتا ہے اس میں تم سے عمر رسیدہ جانور نہیں حاصل کئے جائیں گے۔ جن کی حالت کسی علت کی وجہ سے لاغر ہو گئی ہو نیز گھوڑوں میں ادنیٰ قسم کا مال صدقات و زکوٰۃ کے سلسلے میں نہیں لیا جائے گا — اعلیٰ قسم کا بہترین مال بھی تمہارے ہی لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔

قاعدہ یہ مقرر ہے کہ اوسط اور درمیانی قسم کا اچھا مال ہم تم سے لیں گے۔ تمہارے مویشیوں کے رہنے کی جگہ پر کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ تمہارے جانور کاٹے نہ جائیں گے اور نہ وہ اونٹ جو اس قابل ہوتے ہیں کہ ماندہ حالت میں ہونے کی وجہ سے انہیں ذبح کر دیا جائے اور تمہارے دودھ دینے والے مویشی محصور نہیں کئے جائیں گے۔

مذکورہ امور کی پابندی سے تم سے صدقات کا حق اللہ وصول کرنا مقرر ہوا ہے — جب تک تم خوشی سے اس پر عمل پیرا رہو گے اور جب تم پر زکوٰۃ کے لزوم سے ناراضی اور غصہ مسلط ہو جائے اور نقص عہد پر تمہاری طبیعت مجبور ہو جائے تو پھر ٹھیک نہیں ہے۔

جو شخص مکتوب ہذا کے احکام کا اقرار کر لے گا اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وثیقہ اور ذمہ داری منظور کی جاتی ہے — اور جو اس سے انکار کرے گا تو اس پر جو مقدار مقرر ہو چکی ہے اس میں سزا کے طور پر زیادتی کی جائے

۱۔ بعد کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قبیلہ بنی نہد کے لوگوں نے جن کافروں کا مال اپنے ہاں ودیعت رکھا اے یہ لوگ استعمال کر کے سہولت حاصل کریں۔ کیونکہ وہ مال کافروں کا ہے جو بغیر عہد و شتر کے ان کے قبضے میں ہے۔



گی۔

## آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط اور رویتیں:

یہ دعا اور یہ خط جو بنی نہد کے نام ہے ان کی زبان کے مطابق ہے اور اسے زیادہ بہتر طریقے سے پیش کیا گیا۔ بزرگی اور بیان گفتگو کے اعتبار سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مکتوب گرامی یہ ہے اور آپ کا دوسرا وہ مکتوب جو زکوٰۃ کے حکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا گیا۔ دونوں کی لعنت اور انداز بیان میں کتنا واضح فرق ہے اور وہ خط ان دونوں خطوط کی فصاحت بیانی سے کتنا منفرد اور اپنی نوعیت میں جداگانہ ہے۔ جس میں آپ نے قریش اور انصار کو مخاطب فرمایا۔ اس صحیفہ گرامی سے زیادہ قریب کی نسبت رکھنے والا وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ نیکو کار اور محسن ہے۔ اسی طرح ابن شہاب کی حدیث سے یہ مکتوب علی الاختصار روایت ہوا ہے۔ کلام کی نرمی اور اس میں مآخذ الفاظ کی موزونیت جو مقتضائے حال کے اسلوب پر ہو۔ ایسے مکتوب کا کس قدر اونچا مقام ہے۔ جمہور اہل علم میں معروف اور مشہور خط ہے۔ یہ ذی الشرح ہمدان کے نام جو اس وقت لکھا گیا جب کہ ہمدانی وفد نے تبوک سے آ کر آپ سے ملاقات کی۔

## بنی ہمدان سے وفد:

مالک بن نمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قبیلہ ہمدان کے معززین و اکابر افراد کی ایک جماعت حاضر خدمت ہے۔ جو شہری اور دیہی دونوں قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی خدمت میں توانا اور تیز رو اونٹوں پر سوار آئے ہیں۔ اس جماعت نے مذہب اسلام کی قراردادوں اور اس کے وجوہ و اسباب سے ربط حاصل کیا ہے۔ اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا انہیں خوف نہیں ہے جو خائف دیام کی جانب سے پیش آنے کا احتمال رکھتا ہے۔ کسی حیلہ ساز فساد کی تدبیر اور سازش سے ہمارا عہد نہیں ٹوٹے گا اور نہ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت کے پیش آنے سے جب تک کہ لعل نامی پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہے اور وحشی بقر کی نسل بے آب و گیاہ زمین پر باقی ہے۔“

## ہمدانیوں کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من محمد رسول الله لمخالف خارف واهل جناب الهضب وحقاف الزمل مع وافدها  
ذی المشارع مالک بن نمط و من اسلم من قومه علی ان لهم نراعها وها طها و عرازها ما قامو  
الصلوة و اتوا الزكاة یا کلو اعلافها ویرعون عفاء هالنا من دفنهم و صرامهم ما سلموا بالميثاق والا  
مانه ولهم من الصدقة الثلب والنا ب و الفارض والداجن والكبش الجوری وعلیهم فیها  
الصالح والفارح .

”محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ خط باشندگان مقامات الجناب الحضب وحقاف الزمل کے

نام ہے۔ اور ذی الشاعر کی جماعت کے نمائندہ مالک بن نمط کے ساتھ یہ مکتوب ہے۔

اس قوم کا جو بھی شخص مسلمان ہو جائے ہمیں اس امر پر عہد منظور ہے کہ اس قوم کے فراع پہاڑ کی چوٹیوں زمین کے نشیبی مقامات اور بنجر زمینوں دھاط اور اعزاز کی منفعت انہیں ملے گی جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

وہ جانوروں کا اپنا حصہ کھا سکتے ہیں۔ اور ان اشیاء کی حفاظت کیا کریں گے جو مباح ہوں۔ اس میں ہمارا حق ہوگا اونٹ کی اولاد اور دودھ کا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کا۔

کھجور کے درختوں میں بھی ہمارا حق مقرر ہے جب تک کہ وہ ہمارے عہد اور امانت داری کے پابند رہیں۔ ان کے لئے صدقات سے حق مقرر کیا جاتا ہے۔ عمر رسیدہ نراونٹ بوزھی عمر کے اونٹ اونٹ کی نو عمر اولاد جو ان کی ماں سے جدا کر دیئے گئے ہوں۔ اور بڑی عمر کے اونٹ خواہ مادہ ہوں یا نر۔ اور وہ چوپائے جو گھروں میں پالنے سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مینڈھے جس کے بالوں کا رنگ سرخ ہو چھوٹی عمر کے جانور جن کے دانت نکل آئے ہوں اور پانچ سالہ گھوڑے ان پر واجب کئے جاتے ہیں۔

**بنو کلب کے قطع بن حارثہ علیہ السلام کے نام نامہ مبارک:**

ہدانیوں کے نام مذکورہ بالا مکتوب مبارک اس مکتوب مبارک سے ملتا جلتا ہے جو بنی کلب کے قطع بن حارثہ علیہ السلام کے نام آپ نے روانہ فرمایا تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتاب من محمد لعنائر الكلب واحلافها و من ظاراه الاسلام من غير هم مع قطن بن حارثة العليمى باقام الصلوة وقتها و ابتاء الزكوة بحقها فى شدة عقدها و وفاء عهدها بمحضر من شهود المسلمين و سمى جماعة منهم دحية بن خليفة الكلبى عليهم من الهمولة الراعية البساط انطار فى كل خمسين ناقة غير ذات عوار والحمولة المائرة لهم لاغية و فى الشوى الورى المسنة حامل او حائل و فى ماسقى الجدول من العين المعين العشرى شطره بقيمة الامين لايزاد عليهم وطيفة ولايفرق شهد ذلك الله و رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) .

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خط کے کاتب مقرر ہوئے تھے۔

ترجمہ: ”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ مکتوب روساء پایگاہ جات قبیلہ بنو کلب از قوم عرب اور ان سے معاہدہ شدگان زعماء کے نام لکھا جا رہا ہے۔ نیز اس خط کے ذریعے وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو اسلام کی رغبت رکھتے ہیں۔ یا وہ جنہیں خود اسلام نے منتخب کر لیا ہے اور لوگوں میں سے علیحدہ تسلیم ہوئے ہیں۔ یہ مکتوب قطن بن حارثہ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس مکتوب کے مخاطب حضرات بروقت نماز قائم کرنے پر مامور ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی پر از روئے حق اس حکم کی تعمیل

نختی سے اور وفادارانہ طریقے پر کی جائے۔ یہ اعلان حاضرین مجلس مسلمان کے روبرو کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ایک جماعت مخصوص کی گئی۔ ان میں وحیہ بن کلبی خلیفہ ہیں۔

اونٹوں میں سے وہ جانور جن سے کام نہیں لیا جاتا جو صرف چرتے ہیں۔ اور وہ جو اولاد والے ہیں یا اولاد پر مائل رہتے ہیں ان میں سے ہر پچاس پر ایک اونٹ جو عیب دار نہ ہو زکوٰۃ واجب ہے۔

بار برداری کا کام لئے جانے والے جانوروں سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ بکریوں میں جو غربہ بوز ہوں گے ان میں مسنہ (ایک سالہ) واجب ہے حاملہ ہو یا بانجھ۔

پیداوار میں ان زمینوں سے جنہیں چشمہ سے بہنے والی ندیوں اور نالوں سے سیراب کیا جاتا ہے اس پر عشر (دسواں حصہ) واجب ہے۔ عشری محاصل میں نصف عشر اس کا حکم ہے قیمت امین کے تعین سے ان معمولات میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی تبدیلی لائی جائے گی۔

اس پر اللہ شاہد ہے اور اللہ کا رسول شاہد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وائل بن حجر کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہ مکتوب رئیسوں با جگزار شاہان رعیت صاحبان حسن و جمال اور خاندانی شرف مع حسن ظاہری رکھنے والے کے نام ہے۔

چالیس بکریوں کے گلے پر ایک بکری کی زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ میں دی جانے والی بکری متوسط درجے کا بہتر مال جو اسے زکوٰۃ میں دو نہ زیادہ گوشت والا بہت قیمتی جانور ہو اور نہ ہی کم گوشت اتنا کہ لاغری کی وجہ سے اس کی جلد پر جھریاں پڑ گئی ہوں۔

مال مدفون و معدنی اشیاء میں پانچواں حصہ (خمس) لیا جائے گا۔ جو غیر شادی شدہ شخص زنا کرے اسے سو کوڑے لگانے کی سزا دو اور اسے ایک سال کے لئے جلا وطن کر دو۔ جو شادی شدہ آدمی زنا کرے تو اسے تمام لوگ مل کر سنگساری کی سزا دے کر خون آلود کر دو۔

سزا جاری کرنے میں کسی قسم کی تاخیر یا رعایت نہیں ہے اور اللہ کے فرض کئے ہوئے احکام کے لئے پردہ پوشی ہے نہ اسے چھپانا۔ ہرنشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔

وائل بن حجر رئیسوں اور بادشاہوں کی سرداری کریں گے۔

اہل اکیدرو اہل دومہ کے نام نامہ مبارک کی مثال:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی جو آپ نے اہل اکیدر اور اہل دومہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کا نسخہ مضمون بھی اس وائل بن حجر کے نام مکتوب کی عبارت کے قریب تر ہے۔ یہ خط آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکاتیب کے سلسلے میں نقل ہو چکا ہے۔

## کلام عرب میں تمام لغات میں کلام کرنے والے:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطیہ سعدی کی حدیث میں فرمایا:

ہم اپنی لغت کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کئے اور آپ کی خصوصیات سے ہے کہ لغت کے آدمی کے ساتھ اس کے محاورہ کے موافق نہایت بلیغ قسم کا کلام فرماتے تھے۔

لغت عرب کے اختلاف کے مطابق اس کے الفاظ کی ترکیب اور کلمات کے انداز بیان کی رعایت سے آپ کا کلام ہو رہا ہے۔ حال یہ تھا کہ کسی عرب قبیلہ کا آدمی جو اپنے قبیلہ کی لغت کے انداز بیان کے موافق زبان جاننے والا ہوتا تھا۔ وہ اپنی زبان میں گفتگو پر قادر ہوتا، لیکن کسی دوسرے قبیلہ کی لغت اور محاورہ کلام کے مقابل اس کی مثال ایک عجیب شخص کی ہوتی تھی۔ جیسے کہ کوئی کوئی عرب آدمی کسی عجیب زبان والے کی بات سن رہا ہے۔ یہ وصف کہ کلام عرب کے تمام لغات میں کلام کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ یہ خاصیت صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں پائی گئی۔

یہ صفت خداوندی قوت اور موهبت ربانی ہے۔ اس لئے یہ خصوصیت آپ کو عطا ہوئی تھی کہ آپ سارے جہاں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ ساری خلقت اسود و احمر تمام آپ کی رسالت کی معترف ہے۔ زبان سے بات کرنا اظہار مافی الضمیر کا انتہائی مقام ہے۔ علی سبیل الاکثریت کوئی متکلم اس طرح نہیں پایا جائے گا کہ وہ اپنی مادری زبان سے ہٹ کر کسی اور زبان میں گفتگو کرے اور وہ اس دوسری زبان کی گفتگو کو اس طرح کرے جیسے کوئی اپنی مادری زبان میں بہتر گفتگو کرتا ہے۔ اس شخص کا درجہ اپنی اصلی مادری زبان بولنے والے سے ضرور کم رہے گا سوائے ہمارے نبی مکرم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

چنانچہ آپ کی ذات اقدس واحد شخصیت ہے اللہ اس کی تکریم و عزت کو زیادہ کرے کہ آپ کلام فرماتے ہیں:

☆ عربی زبان میں اعلیٰ ترین فصاحت ہے۔

☆ عمدہ ترین لطافت ہے۔

☆ اس کے تمام لغات کے ساتھ۔

☆ ہر لغت کا انتہائی مقام لے کر۔

یہ کام صرف آپ ہی کے لائق ہو سکتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ آپ کو تمام بشری طاقتوں میں محمودیت کا وصف سب سے زیادہ عطا کیا گیا ہے۔ ساری دنیا کے لوگوں پر امتیاز حاصل ہونے کے لئے جنسی اور نوعی اس قدر وسیع اختلاف ہونے کے باوجود کہ اس کا کوئی اصول چیز قیاس میں نہیں آ سکتا اور اس کی تحقیق میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

## آپ کی آواز مبارک:

آپ کی پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی آواز مبارک کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر حسن صورت اور خوش آوازی کی صفت سے۔ تمام انبیاء کرام



حسن صورت اور خوش آواز ہی پیدا اور مبعوث ہوئے۔ حتیٰ کہ تمہارے نبی کو اللہ تعالیٰ نے خوشنما چہرے اور حسن صورت کا نبی بنا کر مبعوث کیا۔

اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا۔ اس طرح کی ایک حدیث حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ:

”جب آپ گفتگو فرماتے تو نورانیت اور روشنی رونما ہوتی تھی جو کہ آپ کے دائروں کے اندر سے ظاہر ہوتی ہوئی

دکھائی دیتی۔ آپ کی آواز اس قدر بعید مسافت تک پہنچتی تھی کہ اتنی دور تک کسی آدمی کی آواز نہیں جاسکتی۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اتنی بلند آواز سے

خطبہ دیا کہ عورتیں پردے میں بیٹھ کر سن لیں۔ اسے بیہوشی نے روایت کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جمعہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے۔ لوگوں سے فرمایا

”بیٹھ جاؤ“۔ عبداللہ بن رواحہ قبیلہ بنی غنم میں تھے وہاں آپ کی آواز مبارک سن کر اسی جگہ بیٹھ گئے۔ ابو نعیم نے اس کی

روایت کی۔

عبدالرحمن بن معاذ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام منیٰ میں خطبہ دیا تو

ہمارے کان کھل گئے۔ ایک اور روایت میں ہے: ففتح اللہ اسما عنا

ہم لوگ اپنے گھروں میں صاف سننے لگے جو کچھ آپ فرماتے۔

ابن سعد نے اسے روایت کیا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے اپنے تخت پر سوئے ہوئے ہوتے تھے۔ آدھی رات کے وقت

کعبے کے نزدیک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سنا کرتے تھے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

**تبسم مبارک:**

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجمعا قطضا حکا حتی اری من لہواتہ انما کان یتبسم

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر (ضحک کی ہنسی) ہنستے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ میں آپ

کے منہ میں پڑی زبان کو دیکھ لوں۔ بے شک آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔“

مضطرب غم سے ہوتے ہوئے ہنس پڑیں رنج سے جان کھوتے ہوئے ہنس پڑیں

بخت جاگ انھیں سوتے ہوئے ہنس پڑیں جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھ سلام

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دل جمعی لئے ہوئے ضحک کی ہنسی کے طریقے پر



نہیں دیکھ کہ کبھی بننے میں اس حیثیت سے کہ کامل ضحک کا آپ کے ہنسنے پر اطلاق کیا جائے۔

روایت میں لہوات جو آیا ہے وہ فتح لام سے ہے۔ لہاۃ کی جمع ہے یعنی گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو گلے کے پاس منہ کے اندر اوپر کے حصے میں ہے اور اس عدم ضحک کے منافی نہیں ہے۔

وہ صورت حال جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مواقع اہل کے قصہ میں رمضان میں ہوا۔

فضحك رسول الله حتى بدت نواجذه

یہ امام بخاری کی روایت میں ہے۔ نواجذ کا کلمہ جیم کے کسرہ سے ہے اور ذال مجمہ سے ہے جو کہ داڑھوں کے معنی دیتا ہے اور داڑھ ظاہر نہیں ہوتے مگر اس وقت جب ضحك میں مبالغہ کیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت ضحك کی نفی فرمائی۔ جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس چیز کی خبر دی وہ مشاہدہ سے دی جس نے ضحك کا اثبات پیش کیا۔ نفی کرنے والے پر وہ مقدم ہے۔

اہل لغت نے کہا ہے کہ تبسم مبادی ضحك ہے اور ضحك انبساط وجہ کا نام ہے اس طرح کہ خوشی کی وجہ سے دانت نظر آجائیں۔ اگر وہ آواز کے ساتھ ہو کر دور تک سنائی دے تو وہ قہقہہ ہے۔ اس قہقہے کی خلاف صورت کو ضحك کہتے ہیں۔ ابن ابی ہالہ نے کہا:

جل فضحكه التبسم و يفتر عن مثل حب الغمام

اکثر و بیشتر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا تبسم کی صفت

میں رہا ہے اور دانت بارش کے اولوں کی طرح چمکتے تھے۔ یعنی آپ ہنستے وقت دانتوں کو ظاہر فرماتے۔ حب الغمام اولوں کو کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا اور وہ بات جو تمام احادیث کو ملانے کے بعد ثابت ہے یہ ہے کہ آپ کے اکثر حالات ہنسی کے تبسم سے زائد نہیں ہیں۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ کی صورت پیش آئی ہے تو آپ ہنسے ہیں۔ مکروہ چیز ضحك کی کثرت ہے۔ ضحك کی جہاں زیادتی و کثرت ہوگی وقار جاتا رہے گا۔

ابن ابی ہالہ نے کہا کہ وہ چیز کہ جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں اقتدا کی جائے یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مواظبت فرمائی ہو۔

امام بخاری نے "ادب مفرذ" میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی:

لا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب

یعنی دیدہ ضحك کی صفت دل کو مار ڈالتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضحك کی ہنسی سے ہنستے تو دیواروں میں روشنی چمک اُٹھتی۔

بزار اور بیہقی کی روایت ہے یعنی روشن کر دیتے تھے دیواروں کو۔

جدار کا لفظ جیم اور را کے ضمہ سے جدار کی جمع ہے اور جدار دیوار کو کہتے ہیں — یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور دیواروں کو روشن کر دیتا تھا جیسے کہ دھوپ کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جبریل علیہ السلام سے گفتگو فرماتے تھے تو تبسم نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ چلے نہ جائیں۔

جب آپ خطبہ دیتے اور قیامت کا ذکر فرماتے، آپ کے غصے کی حالت زیادہ ہوتی اور آواز اونچی ہو جایا کرتی تھی۔ گویا کہ آپ میدان جنگ کے سپاہیوں کو ہشیار کر رہے ہیں فرماتے تھے۔ صبحکم او مساءکم — مسلم نے اسے روایت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا آپ کے ضحك کی قسم کا آواز دار تھا اور بلند آواز کا نہ تھا جیسا کہ آپ کا ضحك قہقہے کا نہ تھا — آپ کے آنسو بھر آتے اس قدر کہ جاری ہو جاتے اور آپ کے سینے سے جوش کی آواز سنائی دیتی — آپ رحمت کی صفت کی وجہ سے کسی میت کو دیکھ کر روتے یا شفقت کی وجہ سے اپنی امت کا خوف لے کر روتے۔ یا خشیت الہی میں آپ رویا کرتے — قرآن شریف سننے کے وقت اور کبھی رات کی نماز میں روتے۔

جمائی لینے کی عادت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید اہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔

### آپ کا دست مبارک:

دین و دنیا دیئے مال اور زر دیا  
حور و غلام دیئے خلد و کوثر دیا  
دامن مقصد و زندگی بھر دیا  
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موج بحر ساحت پہ لاکھوں سلام

آپ کے دست مبارک کی اکثر علماء نے اس طرح تعریف کی ہے:

شحن الکفین . کما سباتی

موٹی انگلیاں اور اس طرح کہ پر گوشت موٹے اور کشادہ ہاتھ تھے اور چوڑی ہتھیلیاں تھیں۔ آپ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخسار کو مسح کیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی ہتھیلیوں سے اس کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی۔ گویا کہ عطر فروش کے نانہ عطر سے اسے باہر نکالا۔

امام مسلم نے اس طرح روایت کی اور حدیث وائل بن حجر میں طبرانی اور بیہقی کے پاس ہے کہ:

”میں مصافحہ کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یا میرا جسم آپ کے جسم سے چھو جاتا تھا تو اس کے بعد میں

اپنے ہاتھ میں خوشبو سوگھ لیا کرتا تھا — اور یہ خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر قسم کی ہوتی تھی۔“

مستور بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

”میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ وہ ریشم سے زیادہ

نرم ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا۔

اسے طہرائی سے روایت کیا ہے۔

جس کی باریکیوں میں ظہور کرم

جس کی لہروں میں روح سرور کرم

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم

شاخ دریائے آب ظہور کرم

اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئے وہ بیمار تھے انہوں نے کہا:

”آپ نے میری پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا میرے چہرے میرے سینے اور پیٹ پر آپ نے مسح کیا۔ آپ کے ہاتھ کی

ٹھنڈک میرے جگر پر جو محسوس ہوئی وہ ہمیشہ ہی اس وقت بھی ہے“

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

مامست حربوا ولا دیا جالین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی ”کف دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر ملائم اور نرم ریشم اور دیباچ کو میں نے ہاتھ میں نہیں لیا۔“

یہ قول عطف خاص علی العام کی قسم کا ہے۔ کیونکہ ریشم کی ایک قسم ہے۔ دیکھا جائے تو یہ وصف اس حدیث میں اس

صفت کا مخالف ہوتا ہے جو حدیث ابن ابی ہالہ میں ہے۔ ترمذی کے پاس باب ماجاء فی صفتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں اس کے لئے شتن الکفین کا لفظ آیا ہے۔ یعنی انگلیوں کا سختی میں موٹا ہونا۔ ایسا ہی وصف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے بیان فرمایا۔ یہ روایت ترمذی اور حاکم کے پاس کئی طریق سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی ہی توصیف

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہوئی۔

ابن ابی خثیمہ کے پاس دونوں روایتوں کی موافقت یہ ہے کہ نرمی سے مراد جلد میں ملائمت اور سختی سے مراد ہڈی کی سختی ہے تو

اس اعتبار سے آپ کے جسم کا نرم ہونا اور اس کی قوت دونوں روایتیں صحیح ہو جائیں گی۔ ابن بطال نے کہا کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں اس کے باوجود اس کے موٹاپے میں لینت

اور نرمی موجود تھی۔“

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اسمعی کا یہ کہنا ہے کہ ہاتھ کے موٹاپے کو سختی میں شتن

کہتے ہیں۔ لہذا اس بات سے متعلق یہ صورت ہو جائے گی کہ آپ جہاد میں جب اپنے کف دست سے کام لیتے تھے یا

ضروریات اہل بیت میں تو عارض مذکور کی وجہ سے آپ کی ہتھیلیاں سخت ہو جاتی تھیں اور جب وہ کام آپ سے ترک ہو جاتے تو

اس کی صفت اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آتی تھی اور وہ جبلی طور پر آپ کے کف دست کی نرمی اور لینت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ ابو عبیدہ نے سشتن کی تفسیر غلط مع القصر سے کی۔ اور اوصاف نبی میں یہ ثابت ہوا ہے کہ آپ سائل الاطراف تھے۔ اس سے تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کف دست مبارک نرم واقع ہوئے تھے۔

نعمان کی روایت میں سبط الکفین آیا ہے۔ ”ب“ سے پہلے ”س“ آ کر ”سبط“ — لہذا یہ قول موافق ہے کہ آپ کے کف دست مبارک کی تعریف لیسٹ و نرمی سے کی جائے اور لفظ سشتن کی بات یہ ہے کہ سشتن صرف موٹاپے اور پر گوشت کو کہتے ہیں۔ اس میں نرمی اور سختی کا لحاظ نہیں ہے۔

طبرانی اور بزار کے پاس حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

اردفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفہ فی سفر فما مسست شیئا قط الین من جلدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفر میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”میں نے کبھی کسی ایسی چیز کو مس نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ نرم ہو۔“

جنگ حنین میں حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے اور سینے پر زخم آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے چہرے اور سینہ سے خون صاف کیا۔ پھر ان کے لئے دعا فرمائی — ان کے سینہ کے آخری حصہ جہاں تک آپ کے دست مبارک نے مس کیا تھا اتنے حصے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کا یہ اثر ہوا کہ وہ حصہ چمکدار ہو گیا۔ جس طرح کہ گھوڑے کا ماتھا سفید ہوتا ہے۔

اس حدیث کی حاکم ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں تخریج کی۔ لغوی اور ابن مندہ نے صحابہ میں بیان کیا۔

جس کے قدموں پہ سجدے کریں جانور  
منہ سے بولیں شجر دیں گواہی حجر  
وہ ہیں محبوب رب مالک بحر و بر  
صاحب رجعت شمس و شق القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

ساعد بن العلاء بن بشر عن ابیہ عن جدہ بشر بن معاویہ کے طریق پر روایت ہے کہ بشر اپنی والد معاویہ بن ثور کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور انہیں برکت کی دعا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست شفقت پھیرنے سے ان کے چہرے میں چمکدار روشنی ہو گئی۔ اس اثر سے یہ فیض حاصل ہوا کہ بشر درود وغیرہ کی جس چیز کو مس کر دیتے اسے صحت ہو جاتی۔

ملوک ابوسفیان کے سر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مس کیا تھا۔ تو جہاں تک آپ کے ہاتھ مبارک کا گزر ہوا وہاں



تک سیاہ رہا، سر کے بقیہ حصے کے بال ضعیفی سے سفید ہو گئے۔ اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بغوی اور بیہقی نے سائب بن یزید کے سر کے بارے میں لکھا ہے۔ ترمذی نے ابو زید انصاری کی روایت سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسح کیا اور فرمایا: اللہم جملہ ان کی عمر ایک سو سے چند سال زائد ہوئی۔ ان کی داڑھی میں سفیدی نہیں ظاہر ہوئی تھی۔ مرتے دم تک وہ خوش رو رہے۔ چہرہ پر تبدیلی اور انقباض کبھی نہ آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنظلہ بن جذیم کے سر کا اپنے ہاتھ مبارک سے مسح فرمایا اور کہا:

بورك فہك وارم

کسی بیماری کا ورم زدہ آدمی آپ کے پاس لایا جاتا تھا یا اونٹ جسے ورم اور سوج چڑھ گئی ہو تو حنظلہ اپنے ہاتھ میں بسم اللہ علی ثوبید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر پھونکتے اور اپنے سر پر مسح کرتے پھر ورم کے مقام پر مسح کرتے تو ورم ختم ہو جاتا۔ احمد، بخاری اور ابویعلیٰ نے روایت کیا۔

بغل مبارک:

صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بغلوں میں سفیدی تھی..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرفع یدہ فی الدعا حتی رایت بیاض ابطیہ

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

طبری کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں داخل ہے۔ عام لوگوں کے بغل جس صفت سے ہیں رسول عربی کے بغل کی کیفیت اس سے بہ اعتبار مختلف تھی۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت قرطبی کی بھی ہے۔ اس میں یہ بات زائد ہے کہ اس پر بال نہیں تھے۔ عبد اللہ بن اقرم خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے وہ کہتے ہیں کہ میں دیکھا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل کی عفرہ صفت کو۔ یہ روایت ترمذی کے پاس حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ عفرہ اس صفت کو کہتے ہیں جو بیاض ہو اور اس میں عدم شعر کا مفہوم نہ آئے۔

بن حریش کے ایک شخص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے گلے لگا کر لپٹا لیتے تھے تو مجھ پر آپ کے بغل کا پسینہ بہنے لگا تھا جو مشک کی خوشبو کے مماثل تھا۔



## سینہ و اطہر:

ہے جو نعت و مناقب کا مطلع درود  
رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود

وہ جو حمد و ثنا کا ہوے مطلع درود  
وہ جو پڑھتے تھے اسحاب ارفع درود

• شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلیہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذو مسربہ تھے۔ اس کی تفسیر بیان کی کہ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک دھار تھی۔ ابن ابی ہالہ نے کہا دقیق المسربہ یعنی ناف تک باریک لکیر۔ ابن سعد نے کہا طویل المسربہ یعنی لمبی لکیر۔ بیہقی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر بال تھے۔ گلے کی ڈگڈگی کے مقام سے ناف تک یہ بالوں کا سلسلہ جاری ہوا تھا سیدھا کھجور کی چھڑی کے موافق۔ اس کے سوا بال نہیں تھے۔ نہ آپ کے سینہ مبارک پر اور نہ پیٹ پر۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے پیٹ کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ:

”میں نے جب کبھی شکم مبارک نبی اکرم کو دیکھا تو یاد کیا لوشہ تحریر ایک دوسرے کے ساتھ دہرائی گئی ہو۔“

طیلسی اور طبرانی نے اس کی روایت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توصیف کی۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گورے رنگ کے تھے۔ جیسے کہ آپ کا جسد اطہر چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ آپ کے بال درمیانی قسم کے تھے۔ (نہ چھڑی دار سیدھے اور نہ زیادہ پیچیدہ گھنگھرو کی طرح گولائی لئے ہوئے اعضاء جسمانی کے جوڑ بند (جیسے شانے اور گھٹنے) بڑے بڑے شکم مبارک چوڑا۔“

ایک اور روایت ہے کہ مسطح صفت کا خوبصورت سینہ سطح کے ساتھ ہموار تھا۔ امام احمد نے محرش کعبی سے تخریج روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ہجرانہ سے اہتمام فرما کر عمرہ ادا فرمایا اس وقت میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا نہایت خوشنما چاندی کی طرح چمکدار۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نمایاں فاصلہ تھا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ ابن سعد کے نزدیک رحب الصدر کا لفظ ثابت ہے۔ سینہ کی ہڈیوں کی ساخت بڑی ہونے کو رحب کہتے ہیں۔ جس سے بغل کی وضع خوشنما ہو کر پہلوان کی طرح کمر سے اوپر کے جسم کی خوبصورتی دوبالا ہو جاتی ہے۔

## قلب اطہر:

کیف ہے سر بہ سجدہ خرد سرتوں

دل سمجھ سے درا ہے مگر یوں کہوں

مقل حیراں ہے ادراک کو ہے جنوں

کون پہنچا ہے تاحد سر دروں

غنیہ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

## قلب کی ماہیت :

فاعلم ان القلب — جاننا چاہئے کہ قلب دل میں ایک مضافہ ہے۔ جو کہ دل کے ساتھ ملی ہوئی ایک موٹی رگ ہوتی ہے۔ اس رگ سے ملا ہوا جو عضفہ گوشت ہے اسے قلب کہتے ہیں — جو کہ فواد کے (دل) معنی سے علیحدہ ایک خاص چیز ہوتی ہے۔ اس پر خیالات اور ارادے مرتب ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کا نام قلب ہے۔ واحدی نے یہ وجہ تسمیہ لکھی ہے — کسی شاعر نے کہا ہے ۔

وما سمى الانسان الانسية ولا القلب الا انه ينقلب

”انسان کا نام انسان اسی لئے ہے کہ اس میں بھولنے کی صفت موجود ہے — اور قلب کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بدلتا رہتا ہے“ —

زمخشری نے کہا کہ قلب ”قلب“ سے مشتق کیا گیا — اس میں زیادہ تبدیلی کے معنی پائے جانا اس کا سبب ہے اور قلب مصدر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اراد مبارک میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

”اس قلب کی مثال ”پر“ کی مثال ہے جو نیچے گرا ہوا ہے — ہوا ”پر“ کے اندر کے حصہ کو اوپر کی طرف پلٹ دیتی ہے۔“

زمخشری نے کہا کہ قلب اور فواد کا فرق یہ ہے کہ فواد وسط قلب رہتا ہے فواد نام اس لئے ہوا کہ وہ حرارت اور سوزش پاتا ہے۔ یعنی سلگنا اس کا فواد ہے — جوہری نے قلب کی فواد سے تفسیر کی۔ پھر فواد کی قلب نے قلب سے تفسیر کی۔

زرکشی نے کہا کہ ایک بہتر بات اور ہے کہ دونوں کو الگ الگ تصور کیا جائے :

☆ فواد قلب کے حق لباس کا قائم مقام ہے۔

☆ قلب اس لباس کا جثہ اور جسم تصور کیا جانا صحیح ہے۔

اس فرق کی تائید اس ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے :

البن قلوبا واذق الفندہ

حدیث شریف کے کلمات کو اس فرق پر محمول کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس قول کے جو کسی نے کہا کہ یہ حدیث ایک ہی شے مکرر ظاہر کرتی ہے۔

راغب نے اختلاف لفظ کی خوبی لے کر کہا کہ قلب کے لفظ سے ان معانی کا اظہار کیا جاتا ہے جو قلب کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جیسے علم اور شجاعت۔

کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں لفظ قلب کا ذکر فرمایا اس سے عقل اور علم کی طرف اشارہ ہے: ان لی ذلک

لذکری لمن کان له قلب

اور جہاں کہیں صدر کا لفظ قرآن میں مذکور ہوا وہاں دل کی طرف بھی اشارہ ہے اور تمام قوائے بشری کی طرف بھی۔ جیسے شہوۃ، غضب وغیرہ۔

### قلب کی اہمیت و ضرورت :

بعض علماء کا قول ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے دل دیا جو انسان کی طرف سے اس کی ذمہ داری کو ادا کرتا ہے۔ دل ہی انسانی وجود کی اصل چیز ہے۔ جب انسان کا دل صلاحیت قبول کر لے تو انسان کے سارے کام اور تمام اعضاء جسمانی صلاحیت اختیار کرتے ہیں۔ اور جب انسان کا دل ہی فاسد ہو تو انسان کے تمام حالات میں فساد رہتا ہے۔

اللہ پاک نے دلوں کو راز اور بھید کی جگہ بنایا اور اسے اخلاص کا محل مقرر کیا۔ اخلاص اللہ کا سر یعنی اس کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے قلب ودیعت کرتا ہے۔ سب سے پہلے قلب جس میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص ودیعت فرمایا، وہ قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کیونکہ وہ قلب سب سے پہلی مخلوق ہے اور آپ کی صورت سب سے آخری مخلوق ہے۔ جو صورت انبیاء میں ظاہر ہوئی۔ چنانچہ آپ انبیاء میں سب سے اول بھی ہیں اور سب سے آخر بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اخلاق کو ان کے اسرار قلب میں نفوس کے لئے علامت بنایا۔ چنانچہ جس شخص کا قلب اللہ تعالیٰ کے راز سے تکلیف ہو جائے تو اس کے اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے لئے وسعت اور کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک تشخص عطا فرمایا جو آپ ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص رہا اور تمام عالمین میں یہ امتیاز آپ ہی کو حاصل ہے۔ اس خصوصیت کی علامات آپ کی نشانیاں ہیں۔ آپ کی شرافت نفس پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے عظیم ترین اخلاق پر دلالت ہیں۔ آپ کے عظیم ترین اخلاق کی علامات اور آپ سر قلب مقدس کی نشانیاں ہیں۔ جبکہ آپ کا قلب مبارک وسیع ترین قلب قرار پایا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے طلوع فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ہی کو اس بات کی اولیت ہوئی کہ بندے کا قلب ہو۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ما وسعنی ارضی ولا سمانی ووسعنی قلب عبدی المؤمن

یعنی ”میری زمین اور میرے آسمان کو اتنی گنجائش نہیں ملی کہ اس میں سما جاؤں“

میرے مومن بندے کا دل اس وسعت کا مقام ہوا۔

### واقعہ شق صدر :

معراج سے پہلے جب آپ کا کمال تمام انبیاء کے مرتبہ میں مماثل تھا تو آپ کے سینہ میں تنگی محسوس ہوتی تھی۔ پھر آپ کا قلب مبارک شرح صدر سے وسیع ہو گیا اور آپ کا نقل دور ہو جانے سے اور آپ کا ذکر مرتفع ہو گیا۔

یہ روایت ہے بے شک صحیح ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے شق صدر کئے اور اس سے علقہ نکالے اور آپ

سے کہا کہ یہ خط شیطان ہے — پھر آپ کے قلب اطہر کو سونے کے برتن میں رکھ کر آب زم زم سے غسل دیا۔ پھر اس قلب کی درست حالت کا کر دیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے اپنی جگہ پر لوٹا دیا — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے سینہ پر سلائی کے اثر کو دیکھا کرتا تھا اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

آپ کی ذات کریمہ میں جو اس علقہ کو پیدا کیا گیا، پھر آپ سے جدا کیا اس لئے کہ اجزائے انسانی میں وہ بھی ایک جزو ہے۔ اسے خلقی تکمیل کے لئے پیدا کیا تھا۔ جو تخلیق انسانی کے لئے ضروری امر تھا اور اس کا نکال دیا جانا امر ربانی تھا جو اس کے بعد طاری ہوا..... اس تو جیہہ کو امام سبکی نے احمد سے بیان کیا۔ اور اس کی حاکم نے تصحیح کی:

ثم استخر جا قلبی فشفاہ..... بماء و بلج..... بہ قلبی..... و ختم علیہ نجاتم النبوة

پھر ان دونوں فرشتوں نے میرا قلب نکالا۔ پھر اسے چیرے نکالے۔ اس میں سے سیاہ رنگ کے دو عدد علقہ نکالے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ ”پانی اور برف لاؤ۔“

پھر ان دونوں فرشتوں نے اس پانی سے پیٹ دھویا۔ پھر ایک نے کہا: ”سیکنہ لاؤ۔“

انہوں نے سیکنہ میرے دل میں ڈال دیا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ”سی دو“ اس کے ساتھی نے میرے قلب کو سی کر اس پر ختم نبوت کی مہر لگا دی۔“

یہی روایت ہے کہ میرے پاس کین کی شکل کے دو فرشتے آئے۔ ان دونوں کے پاس برف ایلے اور ٹھنڈا پانی تھا — ایک فرشتے نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنے منہ کی چونچ سے سینہ میں ڈالا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی نبوت کا کام سب سے پہلے کس چیز سے شروع ہوا؟“ آپ نے فرمایا: ”میں دس سال کا تھا۔ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ اچانک میرے سر کے اوپر سے دو آدمی میرے پاس نمودار ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا ”یہ وہی ہیں۔“ دوسرے شخص نے کہا ”ہاں!“

ان دونوں نے مجھے پکڑ کر حلاۃ قفا کے لئے لپٹا لیا — یعنی پیٹھ کی طرف سے لیٹ جانے میں لذت ہونے کے لئے پھر میرا پیٹ چاک کیا۔ ایک شخص سونے کے برتن میں پانی لانے میں مشغول تھا۔ دوسرا میرا پیٹ دھونے لگا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ”اس کا سینہ چیر دو“ تو مجھے میرا سینہ چیرا ہوا معلوم ہوا۔ مجھے اس کا کچھ درد نہیں محسوس ہوا۔ پھر کہا ”اس کے قلب کو چیر دو“ تو دوسرے فرشتے نے قلب کو شق کر دیا۔ پہلے فرشتے نے کہا:

”اس میں سے مادہ دشمنی اور حسد کو نکال دو۔“



دوسرے فرشتے نے بستہ خون کی مانند نکالا اور پھینک دیا۔ پھر فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا:  
”اس کے دل میں محبت اور رحم کو تو ڈال دے۔“

اس نے چاندی کی شکل کی اس میں چیز ڈال دی۔ اس میں سے پھر باریک باریک چیونٹی جیسی چیزیں نکلیں جو اس کے پاس تھیں۔ پھر اس نے میرے انگوٹھے کو ٹھونکا مارا اور کہا ”جاؤ“ — پھر میں وہاں سے واپس ہوا۔  
میرے اندر وہ چیز جو پہلے مجھ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ میرا جسم چھوٹوں کے ساتھ اور نرم دلی کی صفت بڑوں کے مقابلہ میں۔“

اس واقعہ کو عبد اللہ ابن امام احمد بن حنبل نے ”زوائد مسند احمد“ میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حکایت میں معاذ کا ان کے والد سے تفرد ہے اور آپ کے عمر کے ذکر میں بھی تفرد ہے۔  
ابو نعیم کی روایت میں جو حدیث یونس بن میسرہ سے ہے میں ہے:

فاستخرج عشرة جوفی ..... ثم ..... قلبك ..... وهذا الشق

یعنی ”پس فرشتے نے میرے پیٹ کے آلات کو نکالا انہیں دھویا اور پھر اپنی جگہ پر کر دیا — پھر کہا:  
”قلب و کعب ہے۔ جو کچھ اس میں ہے دودیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے دکان اس کی حفاظت کرتے ہیں — آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کی بعثت ہوئی — آپ حاشر ہیں۔ آپ کا قلب سلیم اور آپ کی زبان صادق ہے — آپ کا نفس مطمئن، آپ کی پیدائش مضبوط اور سیدھی اور آپ بڑے نخی۔ یہ واقعہ آپ کا شق صدر ہے۔“  
آپ کے شق صدر کا واقعہ زمانہ طفولیت میں کئی مرتبہ ہوا۔ نبوت کی استعداد پیدا ہونے کے لئے بعثت قائم ہونے سے معجزے کا ظہور مصلحت استعداد جائز ہے۔ اور اسی کی مانند ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کثرت سے واقعات پیش آئے — اور اسی سے آپ کی طفولیت میں ایسے واقعات پیش آنے کے اشکال کا جواب دیا جاتا ہے — اس لئے کہ وہ معجزات میں داخل نہیں — اور معجزے کا نبوت پر مقدم ہونا جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اسے امام رازی نے بیان کیا ہے — اور وہ بات جس پر اکثر اہل اصول متفق ہیں یہ ہے کہ دعوائے نبوت سے معجزہ متصل رہنا شرط ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے ابتدائی مضامین میں اس مسئلہ پر متنبہ کیا ہے۔

الم نشرح لك صدرك . میں شرح سے مراد وہ چیز ہے جس کا مرجع معرفت اور طاعت ہو۔ پھر علماء اس خصوص میں وجوہات ذکر فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

”جب آپ اسود و احمر دونوں کی طرف مبعوث کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے تمام ہوم کو نکال دیا —

آپ کا سینہ مہل گیا۔ اس میں تمام اہم کاموں کو انجام دینے کی گنجائش نکل آئی —

لہذا آپ کو کسی بات کا رنج نہیں ہوتا اور نہ آپ کشیدہ دل ہوتے۔ بلکہ آپ تکلیف اور کشائش کی دونوں حالتوں میں



صاف دلی یعنی شرح صدر کے ساتھ ادائے فرض میں مشغول رہتے تھے۔“

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کس وجہ سے الم نشرح لك فرمایا اور قلبك نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

”سینہ وسوسے کا محل ہے۔ فرمایا: یوسوس فی صدور الناس

چنانچہ اس وسوسے کا ازالہ اور اس وسوسے کو خیر کی تحریکات میں تبدیل کرنا بس یہی شرح صدر ہے۔ اس شرح کو لازمی طور پر صدر کے ساتھ مخصوص کیا گیا، قلب کے ساتھ نہیں۔“

محمد بن علی ترمذی نے کہا ہے کہ قلب محل عقل ہے۔ قلب محل معرفت ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا مقصود بن گئی ہے۔ وہ سینہ کی طرف سے آتا ہے جو کہ قلب کے حق میں قلعہ کی مانند ہے۔ جب راستہ سے داخل ہوتا ہے تو دل میں گھس پڑتا ہے اور اس میں اپنا لشکر اتار دیتا ہے اس میں ہوم، آلام، غموم اور حرص کو پھیلا دیتا ہے اس وقت آدمی کا دل تنگ ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں انسان کو طاعت میں لذت نہیں حاصل ہوتی اور نہ اسے حلاوت اسلام نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر دشمن کو شروع ہی میں دور کر دیا جائے تو بے فکری حاصل رہے گی۔ طبیعت تنگ نہ ہوگی۔ سینہ کھلا رہے گا۔ عبادت کا فرض انجام دینا میسر ہوگا۔

### حبیب اور کلیم میں فرق :

یہاں ایک نازک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے :

رب اشرح لی صدی

جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا :

الم نشرح لك صدرك

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر مانگے شرح صدر عطا کیا گیا۔ پھر نعت شریف میں ارشاد فرمایا: وسوا جاً

منیرا۔

— دیکھو کتنا فرق ہے۔ کیونکہ شرح صدر تو یہ ہوا کہ ہوشی نور کے قابل اور سراخ یہ ہے کہ اس سے نور کو حاصل کیا جائے

— دونوں میں کیا فرق ہے؟ — ظاہر ہے :

دقاق نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرید ہوئے اس لئے کہ انہوں نے کہا :

رب اشرح لی صدی

اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوئے — اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

الم نشرح لك صدرك

واللہ تعالیٰ اعلم

س کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب معاشرت :

آپ دن رات کی ایک ساعت اہل خانہ بیویوں کے پاس گشت فرماتے جن کی تعداد گیارہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا:

”کیا آپ اٹنے طاقت در تھے؟“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

”ہم اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمیں آدمی کی قوت عطا ہوئی تھی —

اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور روایت بیان فرماتے ہیں کہ پوچھا گیا:

”مومن جنت میں ایسی قوت جماع کا حامل ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس کو اتنی طاقت ہوگی؟“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”سو آدمی کی قوت عطا کی جائے گی“

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں چالیس آدمیوں کی قوت بیان ہوئی ہے — ابو نعیم مجاہد کی روایت میں یہ

اضافہ کیا ہے:

”ہر آدمی رجال الجنت ہے“

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو صحیح غریب کہا ہے کیونکہ قتادہ کی حدیث سے روایت کو ہم نہیں جانتے

سوائے عمران قطان کی حدیث کے — لہذا جب ہم چالیس کو ۱۰۰ سے ضرب دیں گے تو حاصل ضرب چار ہزار آئے گا —

چنانچہ اس بات سے وہ اشکال رفع ہو جائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف چالیس کی نسبت کیا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تو سو کی قوت یا ایک ہزار کی قوت رکھتے تھے

ابن عربی علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں۔

”حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی پر مخلوق کی قوت سے مافوق قوت ظاہری حاصل تھی — اور کھانے

میں آپ کی قناعت کی صفت ثابت ہے تاکہ عادی کاموں میں دو فضیلتیں آپ کے لئے یکجا ہوں۔ جیسا کہ امور

شرعیہ میں آپ دو فضیلت کے جامع ہیں۔ تاکہ دارین میں آپ کا حال کامل معلوم ہو جائے۔“

ابن سعد نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ہر سہ لائے اس میں سے میں نے کھایا۔ مجھے چالیس آدمیوں کی قوت جماع عطا ہوئی۔“

اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان کی ہے۔ نماز کے لئے ”جبریل علیہ السلام نے مجھے ہر سہ کھلایا تاکہ میں اپنی پیٹھ مضبوط کر لوں اور قوت حاصل کروں“

حضرت حارث بن ابی اسامہ سے روایت ہے:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس پرکئی آدمی کی قوت حاصل تھی کہ ان میں سے ہر آدمی جنتی ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ اس لئے کہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے“

اسے طبرانی نے روایت کیا۔

آپ کے قدم مبارک:

کعبہ دین و دل یعنی نقش قدم  
ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم  
جن کی عظمت نہیں عرش اعظم سے کم  
کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

اکثر حضرات نے روایت کیا ہے کہ آپ شتن القدمین تھے۔ یعنی آپ کے قدم مبارک موٹی انگلیوں کے تھے۔ اے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔ حضرت میمونہ بنت بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا:

”میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور بھولی نہیں ہوں۔ آپ کے دونوں قدم کی انگلیوں میں سے سب سے زیادہ دراز انگلی سب سے تھی۔“

احمد اور طبرانی نے اسے روایت کیا۔ حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

”آپ کے پیر کی چھوٹی انگلی“ ”خنصر“ نمایاں قسم کی تھی۔“

اسے بیہقی سے روایت کیا۔ السنہ قوم میں مشہور و معروف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسطی یعنی درمیانی انگلی زیادہ لمبی تھی۔ حافظ ابن حجر نے اسے غلط کہا ہے۔ یہ بات آپ کے پیروں کی انگلی کی ہے۔ مسند امام احمد میں یزید بن ہارون نے حضرت سارہ بن مقسم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث بیان کی ہے:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اونٹ پر سواری کی حالت میں دیکھا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ موجود تھی۔ میرے والد سرکار کے قریب ہوئے اور آپ کے قدم مبارک کو پکڑ لیا۔ رسول کریم نے انہیں اس کا موقع دیا۔ میں آپ کے قدم مبارک کی تمام انگلیوں میں سب سے نامی انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تھے تو پورا پیر زمین پر جتا تھا۔ قدم مبارک کا تلو اکھڑاواں دار نہیں تھا۔

جن کے آنے سے یثرب مدینہ بنا  
ان کے قدموں کی برکت پہ لاکھوں سلام

ابو امامہ باہلی کی حدیث کو بیہٹی نے روایت کیا ہے:  
”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلوے میں خمیدگی نہیں تھی۔ آپ پورا قدم جما کر چلتے تھے۔“  
ابن ابی ہالہ کی روایت کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

خمضان الا خمصین مسیح القدمین

ابن اثیر نے کہا: الا خمص من القدم

”پیر کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت زمین سے متصل نہ ہو۔ اور خمضان اس کی مکمل حالت ہے۔ یعنی یہ جگہ سطح زمین سے چیر  
کے نیچے کی طرف زیادہ جوف دار نہ تھی۔“

ابو ہالہ کی روایت میں مسیح القدمین یعنی چکنے نرم دونوں قدم شریف میں کھر درا پن اور شگاف نہیں۔ جب پانی پہنچتا تو  
قدم کی جلد پر نہیں ٹھہرتا، نکل جاتا — حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:  
”قدم مبارک کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسن البشر تھے۔“ اسے ابن سعد نے روایت کیا۔

جس کے تلوؤں کا دھودن سے آب حیات

ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

### قد وقامت مبارک:

سایہ حق کے ہمسایہ مرحمت

کنج رحمت کے سرمایہ مرحمت

شرح نورانی آیہ مرحمت

ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

حسن موزونیت کی فدا جس پہ جان

جس پہ قرباں ہیں طوبیٰ کی رعنایاں

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں

جس کا روح الامیں بلبل مدح خواں

اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

”آپ نہ قصیر تھے اور نہ طویل القامت۔ آپ کا قد طول کی طرف زیادہ مائل تھا۔“

۱۔ اس حدیث کو ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

اسے پہنچتی نے روایت کیا — حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ:

”آپ کا قد مبارک اونچائی کی طرف جانے والا نہ تھا، بلکہ درمیانہ قد سے بڑھ کر تھا۔ جب آپ سب لوگوں کے ساتھ جاتے تو آپ سب کو اپنے میں لے لیتے“

اسے عبداللہ ابن امام احمد نے روایت کیا ہے — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط القامت تھے۔ آپ کا قد مبارک طول کی طرف مائل تھا۔“  
اسے بزار نے روایت کیا:

قوله وبعده

ای مربوعة والتانیث باعتبار النفس وقد فسر فی الحدیث الاتی باله لیس بالطول البائن ولا بالقصیر —  
یعنی ”سرکار کی قامت شریف کا وصف میانہ قد لیا ہوا — لفظ ربعة میں تانیث کو باعتبار نفس استعمال کیا گیا — حدیث میں ربعة کے لفظ کی تفسیر لیس بالطول البائن ولا بالقصیر سے کی گئی ہے۔ طول بائن سے طوالت کی زیادتی مراد ہے جو قد قامہ کے اضطراب کے ساتھ ہو — ابن ابی ہالہ نے کہا کہ آپ اطول من الموبوع تھے اور اقصر من المشذب تھے۔“  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بہت دراز قد تھے اور نہ قصیر متردد تھے“ —

یعنی اجزائے جسم ایک دوسرے میں جمع ہو کر قد چھوٹا ہو گیا ایسے بھی نہ تھے — آپ کو میانہ قد کہنا صحیح تھا — جب آپ اکیلے ہو کر چلتے اور کوئی شخص جو لمبے قد کا ہو آپ کے ساتھ چلتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طول اس کے قد کے طول سے زیادہ ہے — اور جو کبھی دو آدمی طویل القامت آپ کے ساتھ مل کر چلتے تو آپ ان دونوں سے میں اونچے معلوم ہوتے — پھر جب وہ دونوں آپ سے جدا ہو جائیں تو آپ میانہ قد نظر آتے“

اسے ابن مساکر نے روایت کیا ہے —

قد نبی کے سوا کچھ ہمیں نہیں بھاتا

ہمارے آگے کوئی ذکر سرود کا نہ کرے (رضا)

پہنچی اور ابن سبع نے اس روایت میں یہ بھی زائد بیان کیا کہ:

”جب آپ بیٹھتے تو آپ کا مونڈھا تمام بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے اونچا رہتا تھا۔“

۱۔ لفظ مشذب معجمتین ’مفتوحین‘ تشدید ذال کے ساتھ — ہالن دہے پن کے ساتھ جو لمبا قد ہوتا ہے اسے ہالن کہتے ہیں۔ اور وہ مثال کے طور پر راوی سے دوسری حدیث میں لم یکن بالطویل الممط — دوسری لمیم کے بعد یہ لفظ لیم کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی اونچائی دراز قد دامط (مماورہ ہے) یعنی ”جب دن دراز ہو جاتے“ — اور ممطت الحبل یعنی میں اسی کو لمبا کر دیا۔ اس کی اصل ممط ہے۔ اور لون مطادعت کا ہے۔ سے بدل کریم میں مدغم ہو گیا۔ عین مہملہ سے بھی اسی معنی میں یہ لفظ آئی ہے۔



ابن ابی حالہ نے آپ کی یہ تعریف کی:

”آپ بادن متماسک تھے یعنی جسمانی اعتبار سے کٹھیلے جسم کے تھے اعضاء آپس میں مضبوط۔“

آپ کے موئے مبارک:

ان کے پاکیزہ گیسو پہ لاکھوں درود

ان کی عنبر فشاں بو پہ لاکھوں درود

ان کے آئینہ رو پہ لاکھوں درود

ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی نسبت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

”رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بال کیسے تھے؟“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”آپ کے بال مبارک دو قسم کے بالوں کے مابین حالت کے تھے جسے ربیعہ کہتے ہیں — نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل گولائی — مائل بہ لچھے دار قسم۔ کاندھے اور کانوں کے درمیان تک چھٹے ہوئے بال تھے۔“

اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

شام فردوس کی نور واللیل کا

پر تو مرحمت رحمت کبریا

وہ سحاب عطا ظل لطف خدا

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

لکہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے آپ فرماتی ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ہم دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کرتے تھے — آپ کے سر کے بال

آپ کے کندھے سے اوپر و فرہ قسم کے بال نیچے تک۔“

اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے — ابی حالہ کا قول بھی یہ ہے کہ:

”آپ رجل الشعر یعنی چھڑی دار اور لچھے دار بالوں کے درمیانی قسم کے سر کے بال والے تھے۔“

آپ کے سر کے بال خود سے ہٹ جاتے تو ہٹا کر مانگ نکال دیتے ورنہ نہیں — آپ کے سر مبارک کے بال کان کی

لوکی سے آگے چھٹے ہوئے ہوتے جب آپ نے وغیرہ بال چھوڑے ہوتے — اور عقیقہ<sup>۱</sup> جب خود بخود جدائی لیتے تو آپ سر

۱۔ کان کی لوکی تک جو بال پہنچتے ہیں ان بالوں کو فرہ کہتے ہیں۔

۲۔ اس روایت میں رجل کا لفظ جو آیا رکے متح اور جیم کے کسرہ سے ہے۔ یعنی گولائی لئے ہوئے تھوڑی سی سبط اور جعد (سر کے بالوں کی لٹ) کے خلاف حالت

۳۔ عقیقہ — یہ دو قاف سے کلمہ ہے۔ اس کے معنی ہیں ”سر کے بال“

کے بالوں کا فرق کر دیتے، ورنہ اسی حال پر جمے ہوئے رہنے دیتے۔

منہ اندھیرے ضیائے سحر کی رفق  
چرخ واللیل پر والضحیٰ کی شفق  
صبح کے خط سے یا پردہ شب ہے شق  
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق  
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر کے بال چھوڑا کرتے تھے اور مشرکین کی عادت فرق یعنی مانگ بنانے کی تھی۔ اور اہل کتاب سدل کرتے تھے۔ اور یہاں پیشانی پر بال چھوڑنا مراد ہے۔ لیکن فرق (مانگ) بعض بالوں سے علیحدہ کرنے کا نام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت کے ان کاموں کی نسبت جن کا کوئی حکم مقرر نہ ہوا ہو اس میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ پھر آپ نے سر کے بالوں کا فرق کیا (یعنی مانگ نکالی)۔“

— اسے ترمذی نے روایت کیا ہے — صحیح مسلم میں شامل میں اس کے مانند روایت ہے:

علماء نے کہا ہے کہ فرق (مانگ نکالنا) سنت ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ کام ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجوع ہوئے۔ لیکن صحیح مسئلہ یہ ہے کہ فرق اور سدل دونوں جائز ہیں۔ مگر فرق (مانگ) کو افضلیت حاصل ہے — آپ کے بال مبارک کے متعلق معتد بہ روایات ہیں:

☆ آپ کے بال مبارک جمہ سے اوپر دفرہ سے نیچے تھے — (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

☆ آپ کے بال مبارک کانوں تک تھے — (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ بضرب الی منکبہ — (حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ یبلغ الی کتفہ او منکبہ — (ابی امہ)

☆ مارایت من ذی لمة احسن منه — (ایک روایت) ح

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا کہ ان روایات میں جمع کرنا یہ ہے کہ جو بال کان سے متصل ہو وہ شمحہ اذنین کو پہنچے گا۔ جو اس کے پیچھے رہے گا وہ منکبین کے لگے گا — یہ اختلاف اوقات کی وجہ سے ہے — چنانچہ جب بال کٹانے میں دیر ہوگی تو وہ منکب تک پہنچنے کی صورت ہے — اور جب بالوں کی کٹائی سے اصلاح کر دی جائے تو یہ صورت شمحہ سے اوپر انصاف اذنین والی ہے — لہذا اسی لحاظ سے آپ کے بال دراز یا کم ہوتے رہتے تھے۔

۱۔ روایت میں ان الفرفت عقیقہ کا لفظ بھی آیا ہے۔ صادمہ کے ساتھ۔ اس کے بعد وہی شعر معقوس معنی ہوں گے۔ ج سدل شعر سر کے بال رکھنے اور دراز  
ات میں چھوڑنے کا نام ہے۔

۲۔ حمہ منکبین تک اتر آنے والے بالوں کو کہتے ہیں۔ — دفرہ سے مراد کان کی لوت تک اترنے والے بال ہیں — لمة دونوں منکب کے درمیان رہنے والے بال ہیں۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں مکہ معظمہ تشریف لائے۔ آپ کے سر مبارک کے چار فداڑ

یعنی چوٹیاں تھیں۔“

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

”اگر میں چاہتا تو شمار کر سکتا تھا سر میں جو تغیر شدہ بال تھے۔ آپ خضاب کا استعمال نہیں فرماتے تھے“

یہ بھی مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں کیا۔ آپ کے عنقہ میں کنپٹی

اور سر کے متفرق حصوں میں تھوڑی سی سفیدی پائی گئی۔ وفی الراس نبذ، نبذ یعنی متفرق طور پر چند مختصر بال۔

ایک اور روایت میں ہے :

ما شانہ اللہ بیضاء قال الشيخ عبدالجليل في شعب الايمان فيما حكاہ عنه الفا کھانی

آپ کے بڑھاپے کو واضح نہ ہونے دینے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر عورتیں بوڑھے پن کو پسند نہیں کرتیں۔ اور جو شخص نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی چیز کو بھی مکروہ سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ نہایہ میں ہے کہ حدیث میں مکرر اس موقع پر بوڑھے پن

کو عیب قرار دیا گیا اور وہ عیب نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ

”بڑھاپا وقار و عزت کی چیز ہے اور وہ نور ہے اور شیب ممدوح“

شیب یعنی بوڑھے پن کے تعلق سے خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ عجیب بات ہے اور ان دونوں کو موافق

بیان کرنا ممکن ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماقافہ کے سر کی جانب نظر فرمائی

(مثل نعامہ پرندہ کی مانند ہے) تو آپ نے اسے تغیر کرنے کا حکم دیا۔ آپ کو مذکورہ حالت پسند نہیں آئی۔ اسی بناء پر کہا :

غیر والشیب۔ پھر جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کی عادت ہو گئی ہے تو فرمانے

لگے۔

”اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑھاپے کے عیب سے معیوب نہیں کیا۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محولہ بالا قول کی بنا پر ایسا فرمایا۔ اسی رائے پر اپنے خیال کو محمول فرمایا۔ انہوں نے

دوسری حدیث نہیں سنی ہوئی تھی اور احتمال صحیح ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی ناخ ہوگی۔ ان کے نزدیک ابو حنیفہ کی

روایت ہے :

رايت رسول الله و هذه منه بيضاء

راوی نے اپنی ایک انگلی زیریں لب کے بالوں پر رکھ کر بتایا۔ یعنی بالوں میں یہ مقام سفیدی کا تھا۔ بیہقی نے حضرت

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے:

ماشأنه الله بالشيب ...

کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شیب کا عیب نہیں پہنچنے دیا۔“

آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں صرف سترہ (۱۷) یا اٹھارہ (۱۸) سفید بال آئے تھے — ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ۔  
”آپ اس طرح ابیض تھے کہ سفیدی سیاہ بالوں کے ساتھ مخلوط تھی۔“

اسے بخاری نے روایت کیا ہے — صحیحین میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد چیز کا خضاب کرتے ہیں — ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کا شیب صرف ہس بال کی مقدار تھا — ترمذی نے اسے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بھی روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بوڑھے ہوئے۔“

آپ نے فرمایا:

”مجھے سورہ ہود، واقعہ، والمرسلات، عم يتسالون اور اذا الشمس كورت نے بوڑھا کیا ہے۔“

ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”لم يكن في راسه — وراهن الدهن یعنی نبی کریم کے سر میں سفیدی نہیں مگر تالو کے پاس چند بال جب تیل لگاتے تیل ان بالوں کو چھپا لیتا۔“

۔ تیل کی برہندیں نیکی نہیں بالوں سے رضا

صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

داڑھی مبارک:

یا ”لب جو“ ہے خورشید پر توکلن

”خط کی گرد دہن وہ دل آراء پھین

”مہ کو گھیرے“ ہوئے ”سنہری کرن“

”موج دریا رواں“ ہے ”کنار چمن“

سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک میں چند بال سفید تھے — مسلم کی

ایک اور روایت میں ہے۔

”بڑھا پا نظر نہیں آتا تھا مگر بہت تھوڑا یعنی لم یرمن الشيب الا قليلا

بیہقی ہے میں ہے کہ آپ اسود لہجہ تھے۔ داڑھی کے خوبصورت بال تھے۔  
 کیوں نہ ملت کا ہر زخم ہو مندمل  
 کیوں نہ پائے سکوں خاطر مضحل  
 بر جراحت بنی صحت مستقل  
 ریش خوش معتدل، مرہم ریش دل

حالاہ ماہ ندرت چ لاکھوں سلام

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ نے داڑھی کا خضاب فرمایا یا نہیں۔  
 ☆ اکثر علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ (قاضی عیاض، امام مالک)

مختار و مذہب یہ ہے کہ

☆ آپ نے داڑھی کا خضاب کیا لیکن اکثر عادت خضاب نہ کرنے کی رہی (نووی)  
 لہذا جس نے جس طرح سے دیکھا اسی طرح روایت کیا اور اپنے بیان روایت کی صحت پر قابل تسلیم ہیں۔ اور یہ  
 تاویل متعین کے مماثل ہے۔ صحیحین میں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”اس کا ترک صحیح نہیں اور مقدار شیب میں اختلاف کے باعث تاویل نہیں کی جاسکتی۔“  
 مقدار شیب کے متعلق دونوں روایتوں میں موافقت کہ شیب تھوڑی مقدار میں پایا گیا:

☆ جس نے شیب ثابت کیا، اس نے اس مقدار کو ثابت کیا۔

☆ جس نے نفی شیب کیا، اس نے کثیر عدم شیب مراد لیا، جیسا کہ دوسری روایت میں آیا:

لم یمن الشیب الا قليلا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوط شیب کے ساتھ سر کے اگلے حصے اور داڑھی میں اور تدہین فرماتے، تو شیب ظاہر نہیں  
 ہوتا تھا۔ اور جب آپ سر کے بال کھول دیتے تو شیب نظر آ جاتا تھا۔ آپ کثیر شعر لہجہ تھے۔“

اسے مسلم و نسائی نے روایت کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

”آپ سر کی تدہین اور داڑھی میں زیادہ کنگھی کرنے کے عادی تھے۔“

امام بغوی نے اسے شرح سنہ میں روایت کیا۔ ابن ابی ہالہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف میں کہا ہے

ما بین اللہ والشعر بجرى كالحظ عادى الثدين مما سوى ذلك اشعرا الذراعين والمنكبين

واعالى الصدر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:



”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک حجام حلق راس میں مشغول ہے۔ صحابہ آپ کے گرد گشت لگا رہے ہیں۔ وہ تمام اس کوشش میں ہیں کہ آپ کا کوئی بال نیچے نہ گرنے پائے۔ کوئی نہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے۔“

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔ حجتہ الوداع کے بیان میں عنقریب حلق راس کا قصہ آئے گا۔ مناسک حج وغیرہ کے علاوہ اوقات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق سر مبارک کہیں بیان نہیں ہوا۔

سر کے بال باقی رکھنا سنت پر عمل ہے۔ معلوم ہونے پر جو شخص اس کا منکر ہوگا، اسے باادب بنانا واجب ہے۔ جس شخص کے لیے ممکن نہ ہو کہ سر پر بال باقی رکھ سکے اس کے لیے سر مونڈنا مباح ہے۔

مکہ شریف میں ماہ ذیقعدہ ۸۹ھ میں مرشدی شیخ احمد نے اعلان کیا تھا کہ وہ بال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ ان کے پاس میں نے اس کی زیارت کی۔

صحبة المقام المقری خلیل العباسی والی اللہ احسانہ علیہ

امام التعمیر محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے عبیدہ سے کہا:

”ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کے آثار مبارک ہیں۔ اسے ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے عزیزوں کی طرف سے حاصل کیا۔“

عبیدہ نے کہا:

”میرے پاس اس میں سے اگر ایک بال ہو تو میں اسے ساری دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھوں گا۔“

اسے بخاری نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا۔ اور یہ کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی لیتے تھے عرض سے اور طول سے۔“ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مونچھ کو کترتے تھے۔“

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مونچھ کے بال نہ کترائے، وہ ہم میں سے نہیں۔“ صحیح میں حدیث پاک ہے:

”مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو زیادہ چھوڑو اور مونچھ کو کم کرو۔“

مونچھ کے بال کترنے کی کیا صورت ہو۔ اس میں اختلاف روایت ہے کہ مونچھ کو منڈا ہنا افضل ہے یا کترانا!

☆ مونچھ کے بال اس مقدار میں لیے جائیں گے کہ لب نظر آئیں۔ (موطا)

☆ مونچھ کے بال مبالغہ کے ساتھ لیے جائیں اور داڑھی بخوبی چھوڑی جائے۔ اخفاء شارب سرے سے مونڈنا

نہیں ہے۔ جو شخص مونچھ منڈائے، اسے سزا دی جائے۔ (ابن عبدالحکیم کی مالک سے روایت)

☆ مونچھ منڈا ہنا بدعت ہے۔ اس کے اس فعل پر تکلیف کی مار ماری جائے گی۔ (اشہب)

☆ مونچھ کترنے میں پسندیدہ تصور ہوا ہے۔ مونچھ کے بالوں کو کترا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کا کنارہ نظر آئے۔ بالوں

کی جڑ سے تحفیہ نہ کرے۔ (امام نووی)

☆ ہم کو اس میں کوئی نص نہیں ملی۔ مرنی اور ربیع مونچھ کے بال مبالغہ کے ساتھ لیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور صاحبین کا قول بال اور مونچھ دونوں میں قصر کی نسبت یہ خوبی بال کترنا افضل صورت ہے۔

(امام طحاوی)

☆ امام احمد بن حنبل مونچھ کا شدید احفا کرتے ہیں۔ (اثرم)

مونچھ کے کترنے کی کیفیت میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ شارب کے دونوں بازو کے بال بھی لیے جائیں یا سہالین کو چھوڑا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں کا فعل ہے۔

☆ سہالین کو چھوڑ رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لوگوں نے بھی کیا ہے۔ کیونکہ

ایسا کرنے سے منہ نہیں ڈھنپتا۔ منہ میں کھانا جانے کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سہال وہاں تک نہیں

پہنچتا۔ (امام غزالی)

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حج اور عمرہ کے سوا اور اوقات میں بھی سہال کو کم کیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد)

☆ بعض اہل علم نے اسے مکروہ قرار دیا۔ اس لیے کہ اس میں عجی لوگوں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ بلکہ مجوس اور

اہل کتاب کے ساتھ مشابہ ہونے کا احتمال ظاہر ہوتا ہے۔

یہ خیال صحیح رائے سے قریب تو معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے، انہوں نے کہا:

”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ سہال رکھنے کو بہتر

سمجھتے ہیں۔ داڑھی منڈایا کرتے ہیں۔ لہذا تم ان کی مخالفت کرو۔

آپ نے خود اس پر عمل کیا ہے کہ سہال قطع کرتے تھے جیسا کہ بکرے اور مینڈھے کے جسم کے بال کتر دیے جاتے ہیں۔“

مسند امام احمد میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو قطع کیا کرتے ہیں۔ اور مونچھ کے دونوں بازو خوب بڑے

مونچھ کے دونوں بازو کو سہالین کہتے ہیں۔

بڑے رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

قصوا سبالکم رد فروا عثالینکم.....

”اور مخالفت کرو اہل کتاب کی۔“ عثانین۔ عین مہملہ، ثاء مثلاً و تکرار نون سے ہے۔ اس کا مطلب ہے داڑھی — شرح تقریب رسائیہ میں یہ لفظ آیا ہے۔

زیر ناف بال مبارک:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب زیر ناف بال بڑھ جاتے تو آپ چونہ نہیں لگاتے تھے بلکہ انہیں منڈاتے تھے۔ لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت جس کے رجال ثقہ ہیں، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو پیش کیا ہے:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طلا کرتے تو عانہ (شرم گاہ کے بال) سے شروع کرتے اور اسے چونے کا طلا دیتے — آپ کے تمام جسم کو آپ کے اہل طلا کرتے۔“

وہ حدیث جو کہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں داخل ہوئے تھے — وہ حدیث موضوع ہے۔ جسے حافظ ابن کثیر نے پیش کیا، بلکہ قوم عرب کو بلاد عرب میں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ حمام کیا چیز ہے — اس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ہوا۔

ناخن مبارک:

بیہقی نے مرسل ابی جعفر باقر کی روایت کو بیان کیا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مونچھ اور ناخن لینے کے لیے جمعہ کا دن پسند فرماتے تھے۔“

اس روایت کی شاہد دوسری روایت بھی ہے جو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ہے لیکن سند ضعیف ہے، اسے بھی بیہقی نے شعب میں نقل کیا۔ اس خصوص میں امام احمد سے پوچھا گیا تو کہا:

”زوال کے وقت سے پہلے تک جمعہ کا دن مسنون ہے۔“

بخ شنبہ کی روایت بھی احمد سے آئی ہے — حافظ ابوالفضل ابن حجر نے کہا:

”یہی وہ لائق اعتماد بات ہے کہ ضرورت کے لحاظ سے مستحب قرار دیا جائے۔ لیکن حدیث سے ناخن کترنے کے استحباب میں جمعرات کا دن ثابت نہیں ہوا۔ اور اس کی کیفیت میں بھی کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور اس کام کے لیے کوئی دن مقرر کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔“

اور وہ عمل جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا اور اس کے اشعار میں پھر ابن حجر سے اس کا حوالہ دیا گیا — امام سخاوی نے فرمایا:

"یہ باطل ہے ناحق کی جو زائد چیز انگلیوں کے پوروں پر آ جاتی ہے، صرف اس کا ازالہ مقصود ہے۔ اس میں میل جمع ہونے کی وجہ سے ناپاک سمجھا جاتا ہے اور کبھی انگلیوں میں پانی پہنچنے کو مانع ہونے کی حد تک پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ جس حصہ کی طہارت غسل میں واجب ہے کسی وقت یہ ناخنوں کا یہ میل اس کا بھی مانع ہو جائے گا۔"

اصحاب شافعی نے اس کے دو وجوہ بیان کیے۔ ایک یہ کہ اس صورت میں وضو صحیح نہیں ہوتا۔ متولی نے اس کا قطعی حکم کیا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے "احیاء العلوم" میں یہ بات قطعی بتائی ہے کہ اس قسم کی چیز کو معان کا درجہ حاصل ہے۔

عاصیوں کی بھلائی کے چمکے ہلال  
قید غم سے رہائی کے چمکے ہلال  
جلوہ مصطفائی کے چمکے ہلال  
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال  
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

### کنگھی، مسواک اور آئینہ مبارک:

معجم اوسط میں طبرانی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک اور کنگھی کو خود سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے اور جب داڑھی کو کنگھی فرماتے، آئینہ میں دیکھ لیا کرتے تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرمہ دانی تھی۔ اس سے آپ ہر رات تین دفع اس آنکھ میں اور تین دفع اس آنکھ میں سرمہ لگایا کرتے۔"

اسے ابن ماجہ، ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا۔ محمد بن علی کی روایت نسائی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

"کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو استعمال کرتے تھے؟"

آپ نے فرمایا:

"ہاں مشک و عنبر کی تیز خوشبو!"

### رفتار مبارک:

عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

۱۔ حالانکہ آپ کے بدن اطہر کی وہ مہک تھی کہ جس راہ سے آپ گزر جاتے۔ وہ راستے وہ فضائیں آپ کے گزر جانے کے باعث مہک مہک اٹھتے تھے۔۔۔

آپ کا پسینہ مبارک خوشبو کے طور پر استعمال کرنے کی روایتیں ہیں۔۔۔



حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار مبارک روایت ہے:

”حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو قوت کی رفتار سے چلتے، گویا آپ کس یاو پر کے مقام سے نیچے کی سطح کی طرف چلے آ رہے ہیں۔“

اسے ترمذی نے روایت کیا۔ دیگر روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ اذا وطئ بقدمه وطئ بكلها — (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت بزار)

☆ وما رايت احدا.....

یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز چلتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا، گویا کہ زمین خود بخود آپ کے پیروں تلے لپٹی جا رہی ہے۔“ ہم آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت اٹھاتے تھے، اور آپ پر کچھ بار نہیں ہوتا تھا۔“ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بروایت ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو تیز چلتے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ پیچھے چلنے والے کو جلدی کرنا پڑتا تھا

اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پاسکتا تھا۔ (حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بروایت ابن سعد)

☆ جب آپ چلتے تو اطمینان کی چال چلتے جیسے کہ اعضاء کی قوت والا چلتا ہے کہ چلنے میں سستی کی حالت نہیں رہتی۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو قوت سے پیر اٹھتا تھا۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اذا زال زال تقلعا..... ذریع المشیہ .

یعنی آپ چلتے وقت پاؤں کو قوت سے اٹھاتے لیکن زمین پر نرمی سے رکھتے۔ آپ تیز رفتار تھے۔ جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی شخص بلندی کی جگہ سے نیچے کی طرف اتر رہا ہے۔ (ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اذا زال زال قلعا .

☆ ایک اور حدیث کا مضمون بھی اسی مانند ہے:

كانما ينحط من صلب انحدار من الصلب تقلع من الارض .

ایک دوسرے کے قریب المعنی ہیں۔ اس سے مراد ثابت قدمی سے چلنے کی حالت پر عمل ہے۔ اس حالت میں آپ سے

استعجال اور مہارت شدیدہ ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ آپ تیز چلنے والے تھے۔ یعنی قدم مبارک چلنے میں کافی فاصلہ پر پڑتا تھا۔

(ابن اثیر)

۱۔ قاف کے فتح اور ضمہ دونوں طرح سے روایت ہے۔ فتح سے یہ لفظ مصدر ہے بمعنی قافل۔ اس صورت میں قافل معنی ہوں گے۔ یعنی زمین سے اپنا قوت

کے ساتھ اٹھانے والے۔ اور ضمہ سے قاف کے یہ لفظ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔ اس لحاظ سے بھی قلعا بالفتح کے ہی معنی ادا ہوتے ہیں۔

ہدی نے کہا کہ اس لفظ کو میں نے ”غریب الحدیث“ کی کتاب میں پڑھا۔ جو ابن انباری کی مصنفہ ہے کہ قلعا بالفتح قاف اور کسر لام سے ثابت ہے اور اسی طرح سے میں نے اس کو بخط ازہری تلفظ کیا۔



ابن قیم نے کہا کہ: ”زمین سے پیر کا پورا اٹھنا“ تفلح کے معنی ہیں جیسا کہ منحط فی الصبب کی حالت ہوتی ہے۔ پیر چلنے کی یہ مذکورہ صفت، عزیمت، ہمت اور بہادری کی صفات رکھنے والوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ چلنے کے اعتدال کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اس سے اعضاء جسمانی کو زیادہ راحت ملتی ہے۔

لوگوں میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو قطعہ واحد بن کر چلتے ہیں۔ گویا کہ یہ چلنے والا آدمی ٹکڑی کا تخت ہے۔ اور وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن یہ چال مذموم متصور ہوئی ہے۔ ایک دوسری طرح کا پیر چلنا یعنی دور دور قدم پھینک کر اچلتے ہوئے اونٹ کی طرح ہوتا ہے۔ یہ بھی حالت مذموم ہے جو آدمی کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہے۔ خصوصاً جتنے وقت ادھر ادھر دیکھتے چلنے کی عادت خراب ہے۔

بعض مستند روایات سے ثابت ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر چلنے والوں کی لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت پیش کی۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”نسلان قسم کی رفتار سے مدد حاصل کرو۔“

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا جس شان کا تھا، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کے آگے آگے چلا کرتے تھے اور آپ ان کے پیچھے چلتے، اور فرماتے:

”ملائکہ کے لیے میرے پیچھے جگہ خالی رہنے دو۔“

عام سہولت کے لحاظ سے آپ اپنے اصحاب کے پیچھے بھی چلے ہیں، برابر بھی چلے ہیں، اکیلے اکیلے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں آپ شریک رہے۔ آپ کی انگلی مجروح ہوئی اور اس سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

”اے انگلی تو اللہ کے راستہ میں ہے، تو خون آلود ہو گئی۔ یہ تیرا مصیبت زدہ حال۔“

اس حدیث کو ابو داؤد نے بیان کیا۔

### آپ کا سایہ:

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا میں تو کہتا ہوں کہ سارے جہاں پہ ہے سایہ تیرا جب آپ دھوپ میں چلتے تو زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ اور نہ اس وقت کہ جب آپ چاندنی کی روشنی میں چلتے۔ آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

ایک دوسرے شخص نے روایت کی ہے کہ آپ کی اس خصوصیت کا شاہد آپ کا کلام مبارک ہے جو دعا میں ہے

واجلعلنی نورا۔

۱۔ بہت آہستہ قسم سے دوڑتے چلنے کی رفتار کو نسلان کہتے ہیں۔ جس سے چلنے والے پر بار نہیں ہوتا۔

## آپ کی رنگت مبارک:

آپ کا چمکتا ہوا رنگ گورا تھا۔ جسے تمام اصحاب نے بیان کیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت ابو جحیفہ، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عباس، حضرت ابن ابی ہالہ، حضرت حسن بن علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابوالطفیل اور محرش کعنی علیہ الرحمہ ہیں۔

جس کے جلوے مانے میں چھانے لگے  
جس کے ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے  
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے  
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت بیاض کی ان سب حضرات کی موافقت میں آئی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

☆ لیس بیض امہق — (بخاری شریف)

☆ ابیض ملیحاً — (شائل ترمذی)

☆ ابیض ملیح الوجه — (مسلم شریف)

☆ ماالسی شدة بیاض وجہہ ومع سواد شعرہ — (طبرانی)

یعنی ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ بالوں کے ساتھ گورے رنگ کو کبھی نہ بھولوں گا۔“

حضرت ابوطالب نے یوں منظوم اظہار خیال فرمایا:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهہ      ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

☆ آپ مشرب اللون تھے۔<sup>۱</sup>

☆ ابیض مشرب بحمرہ۔

☆ ازہر اللون۔ (مسلم شریف)

نسائی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

بینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جالس بین اصحابہ جاء رجل فقال ایکم ابن عبدالمطلب فقالو

اهذا الامعز المرفق

یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا: ”تم میں ابن

۱۔ مشرب وہ شخص کہلاتا ہے جس کے گورے رنگ میں سرخی شامل ہو

۲۔ الامعز اس رنگ کے آدمی کو کہتے ہیں جس کے رنگ میں سرخی ہو۔ اور المرفق کے معنی ہیں کہنی پر ٹیکا دیا ہوا آدمی۔

بدالمطلب کون شخص ہے؟“ — صحابہ نے کہا:

”یہ ہیں جن کا رنگ سرخی مائل ہے اور وہ کہنی پر ٹیکا دیے ہوئے ہیں۔“

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لیس بلیض امہق کے بارے حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ

روایت مروزی کے تابع واودی کے پاس اس طرح سے ہے:

امہق لیس بابیض — جبکہ ابو حاتم وغیرہ کے پاس اسمر کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی علماء نے محض مشکل قرار دیا۔ اور

یہ کہا کہ:

”اکثر یہ روایات متدافع ہیں اور بعض ممکن ہیں — ان میں موافقت معنی کو ظاہر کیا جائے۔“

جیسے ابیض کی روایت ہے۔ اسے مشرب بالحمرة کی اور ازہر کی روایت کے ساتھ موافق کیا جاسکتا ہے — اور بعض

روایات کا جمع ممکن نہیں ہے۔ جیسے:

ابیض شدید الوضع کو اسمر اللون کی روایت کے ساتھ ملایا نہیں جاسکتا۔

واودی نے امہق لیس بابیض کی روایت پر اعتراض کیا ہے اور یہ وہی روایت ہے جو کہ مروزی کی روایت کے متعلق

تابع واقع ہوئی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ روایت وہم راوی ہے۔ اسی طرح وہ روایت بھی وہم راوی ہے جس میں لیس بالابیض ولا

الادم مذکور ہے، صحیح نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر نے اسے لیس بجید کہا کیونکہ لیس بالابیض سے شدید الابیض مراد ہے۔ اور لیس بالادم سے

الشدید الادم مقصود ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کی بیاض میں حمرة مخلوط تھی۔ اس قسم کے موقع پر عرب اسمر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی لیے

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں احمد اور بزار اور ابن مندہ کے پاس سند صحیح سے مذکور ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اسمر

بیہقی نے دلائل میں نعت نبی کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بیان کیا۔ چنانچہ کہا کہ:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابیض تھے۔ آپ کا رنگ بیاض مائل بہ گندم تھا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صفت نبوی میں مذکور ہے کہ:

”آپ جشہ اور جسامت کے اعتبار سے ایک درمیانی قسم کے آدمی تھے۔ آپ کی رنگت سرخی مائل سفیدی تھی۔“

امام احمد نے اسے روایت کیا۔ ان تمام روایات کو ملانے سے اب بخوبی یہ ظاہر ہے:

☆ سمرہ یعنی گندمی رنگ سے مراد گورا ہے۔

☆ بیاض سے رنگ مراد ہے۔

☆ سرخی وہ جو بیاض سے مخلوط ہوئی ہو۔

☆ بیاض سے مقصود وہ سفیدی ہے جس میں سرخی شامل رہے۔

☆ جس بیاض میں حمرة شامل نہ ہو، اس رنگ کی لٹی کی جا رہی ہے عرب قوم جسے پسند نہیں کرتی، اور اسے مہق کہا کرتے ہیں۔

امہق لیس بابیض مقلوب الفاظ میں جو روایت ثابت ہے اس کی توجیہ اس طرح ممکن ہے کہ امہق سے مقصود اخضر اللون ہنر رنگ ہے جو لغت میں غیر بیاض، غیر سرہ، غیر حمرة یعنی خالص سفید یا سرخ یا گندمی، آپ کے رنگ نہیں تھے۔ روایت ہے کہ پانی کی ہنر کیفیت پر مہق کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس روایت کی تقدیر پر توجیہ صحیح ہو جائے گی۔ ابو حنیفہ کا اس پر ابیض کا اطلاق کرنا اوپر گزر چکا ہے۔ اسی طرح مسلم و ترمذی میں ابوالطفیل کی حدیث ہے: فجعلت انظر..... حمارة۔

یعنی میں آپ کی پنڈلی مبارک کو دیکھا کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی چمک آگ کی چنگاری کی طرح روشنی دے رہی ہے۔“

محرش کعبی علیہ الرحمہ کی حدیث قصہ عمرہ جعرا نہ میں امام احمد نے روایت کی:

فنظرت الی ظہرہ کانہا سبکة فضہ

یعنی ”چمکتی ہوئی چاندی کی مانند آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا۔“

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

”کان شدید البیاض“

یعنی ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت گورے رنگ کے تھے۔“

اس روایت کو یعقوب بن سفیان بزار نے قوی سند سے پیش کیا۔

گزشتہ سطور کے مضمون کے ساتھ اس روایت کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے:

”آپ کا رنگ سرخی مائل ہونا، عمدہ گندمی رنگ ہونا یہ بات ہے کہ جیسے دھوپ اور ہوا کی وجہ سے دس بجے کے وقت

کی روشنی بہت بھلی نظر آتی ہے۔ یہ بات آپ کے چہرہ مبارک اور گردن کے رنگ کی بتائی گئی۔ اور لباس کے اندر

کا جسم کامل قسم کا گورے رنگ کا تھا جسے ازہر کہا گیا ہے، اور ابیض کہتے ہیں۔“

یہ مباحث ابن ابی خنیسہ کے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی حدیث کے بعد درج کیا ہے۔ اوپر کے بیان سے زیادہ بسط کے ساتھ ان کے پاس یہ تقریر ہے۔ اور اس پر یہ عبارت

زیادہ کی گئی ہے۔

ولونہ الذی لایشک فیہ لایبعض الازھر

اور کسی کا جو قول ذکر ہوا ہے، بیہٹی نے اس کی تضعیف کی ہے کہ آفتاب کی شعاع آپ پر پڑنے کی حالت کو سمرہ گندمی رنگ تعبیر کیا گیا۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی۔ سب سے زیادہ قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے آپ کے کسی لازمی وصف کے خلاف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز سے توصیف کریں، ایسا نہیں ہو سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دھوپ میں رہے ہوں، ایسا تو نہیں ہے۔ ہاں اگر اس طرح کی توصیف کسی ایسے شخص سے ہوتی جو آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہو، اور وہ ملاقات دھوپ کے وقت میں ہوئی ہو تو اس سے سمرہ کا مطلب لینا ممکن تھا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ سمرہ کے معنی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ میں اس سرخی پر محمول کیے جائے جو بیاض کو شامل ہو۔

### تنبیہ و احتیاط بالایمان :

شفا شریف از قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں احمد بن ابی سلیمان صاحب بخون سے مذکور ہے کہ:

”جو شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سیاہ تھا، اسے قتل کیا جائے۔“

اور یہ امر اس کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں بھی دروغ گوئی کرنے سے کفر ہوتا ہے۔ اور کفر کے لیے قتل واجب کیا جاتا ہے۔ یہاں نفس شے اس طرح کی نہیں ہے بلکہ اسے سمجھنے کے لیے ایک ضمیمے کی ضرورت ہے جو ہمارے زیر بحث مضمون کے نقصان کو ظاہر کرنے والا ہو۔ جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے لہذا سیاہ رنگ جو ہے وہ مفضول ہے۔

### خوشبو مبارک :

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محسوس ہونے والی ہوا کی خوشبو اور آپ کا پسینہ اور فضلات کی کیا خصوصیت تھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی جلد اطہر سے خوشبو ظاہر ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت تھی۔ اگرچہ آپ عطر کا استعمال نہ کریں۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے      بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے (رضا)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے:

”میں نے کبھی کسی ہوا کو نہ مشک و عنبر کو نہیں سونگھا جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوا سے بہتر ہو۔“

۱۔ اکثر رواجوں میں آیا ہے کہ دھوپ میں آپ پر بادل سایہ کرتا تھا۔ پھر دھوپ سے رنگت مبارک میں تغیر کیونکر ممکن ہے؟ — ظاہر



اسے امام احمد نے روایت کیا — بخاری شریف میں ان الفاظ سے روایت ہے:

”نہیں سونگھا میں نے، نہ مشک کو نہ عنبر کو، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بو سے بہتر ہو۔“

امام ترمذی کی حدیث میں اس طرح سے ہے:

”میں نے کبھی نہیں سونگھا مشک و عطر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے بہتر خوشبو کا ہو۔“

ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقہ سلمیٰ سے روایت ہے کہ عتبہ کے پاس ہم چار عورتیں تھیں — ہر ایک کی کوشش وتی تھی کہ سب سے اچھی خوشبو استعمال کرے۔ جبکہ عتبہ صرف داڑھی کی تدہین (لگانا، ملنا) کیا کرتے تھے۔ ان کی خوشبو ہم سب سے بہتر رہتی تھی۔ جب عتبہ باہر نکلتے تو لوگوں میں تعریف ہوتی کہ عتبہ سب سے بہتر عطر استعمال کرتے ہیں — میں نے ایک دن عتبہ سے کہا:

”ہم کوشش کرتے ہیں کہ بہترین خوشبو کا استعمال کریں۔ لیکن آپ ہم سے بڑھ جاتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟“

انہوں نے کہا:

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیچڑ میں گر گیا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں کپڑے اتار کر سامنے بیٹھ گیا۔ البتہ شرم گاہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ دم کیے اور میری پیٹھ پر مسح فرمایا تھا اور پیٹ پر بھی۔ اس دن سے میرے اندر یہ خوشبو بھڑک اٹھی ہے۔“

معجم صغیر میں طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔ ابویعلیٰ اور طبرانی نے ایک شخص کا قصہ بیان کیا ہے جس کے پاس اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا، اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہی تھی۔

آپ نے اس شخص کے ہاتھ ایک شیشی منگوائی۔ اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈالا اور اس شخص کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

”اپنی بیٹی کو حکم دے کہ یہ خوشبو استعمال کرے۔“

جب کبھی وہ اس خوشبو کو لگایا کرتی تو اس خوشبو سے مدینہ کے تمام در و دیوار سرشار ہو جایا کرتے۔ اس آدمی کے خاندان کو بیت المطیین سے نامزد کیا گیا۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دہن پھول (رضا)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر چند خاص صفات تھیں:

☆ آپ جس راستہ سے گزرتے، آپ کے بعد اس راستہ سے جو شخص بھی گزرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ اس راہ سے

آپ کا گزر ہوا ہے۔ آپ کے پسینہ کی خوشبو اور ذات اقدس کی عطریت کی وجہ سے راگیر اسے محسوس کر لیتا۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر رہ گئی ساری زمین عنبر سارا ہو کر

☆ آپ کا گزر کسی پتھر کے نزدیک ہوتا تو پتھر آپ کو سجدہ کرتا۔ (بروایت داری، بیہقی، نعیمی)

تعریف اللہ پاک ہی کے لائق ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

فلو ان رکبا يمموك لقا دهم لسيمك حتى يستبدل به الركب

یعنی ”اگر لوگ آپ کا ارادہ کریں تو ذات اقدس کی خوشبو کی مہک ان کو راستہ سے لے جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ راہ گیر آپ کے اس راستہ پر گزرنے کا پتا لگا لیتے ہیں۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”مدینہ طیبہ کے کسی راستہ میں جب آپ کا گزر ہوتا تو لوگ اس راستہ میں آپ کی خوشبو کو معلوم کرتے، اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راستہ پر گزرے۔“

اسے ابو یعلیٰ اور بزار نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ قائل نے کیا بہتر بیان کیا ہے۔

بروح علی غیر الطريق اللتی عذا علیہا فلا بھی علاہ نہایہ

”آپ جو راستہ چلے ہوں، اس کے خلاف کوئی نادان شخص اپنے لیے راہ اختیار کرے تو آپ کی بلند مرتبہ شخصیت آپ کے راستہ کے مائعین کو زجر (ملامت) نہیں فرماتی۔“

”آپ کے عطر کی ہوا ایسے لائق زجر و تنبیخ (لعنت ملامت) آدمی کو بھی راحت و سکون کا بروقت فائدہ پہنچاتی — چنانچہ اس آدمی کے راستے سرکار کی نہایت ہی خوش گوار خوشبو کی وجہ سے پسندیدہ اور خوش گوار ہو جاتے۔“

تروح له الارواح حیث تنسمت لحا سحرا من حبه نسماۃ

”جس طرف محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جادو اثر ہوائیں چلتی ہیں اس جگہ نفوس انسانی کی ارواح رحلت کے بعد حاضر خدمت ہوتی ہیں۔“

ان کی مہک نے دل کے غنجے کھلا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوب صورت تھا — اور سب سے زیادہ نورانی رنگ آپ کا تھا۔ اس کا وصف جب بھی کوئی شخص بیان کرے، چہرہ مبارک کو چودھویں رات کے چاند کے مشابہ قرار دے گا — چہرہ مبارک میں موتی کی مانند آپ پسینہ اطہر کے قطرات چمکتے نظر آتے تھے۔ جواز فر اور مشک سے بھی عمدہ قسم کی خوبو سے مزین ہوتے۔“

اسے ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

یا کف حور پر موتیوں کا طبق

مصحف نور پر آپ زر کا ورق

من دانی میں ہے قد اری کی رقی

اس کی سچی برکت پہ لاکھوں سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”آپ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد استراحت خواب فرمایا۔ نیند کے دوران آپ کو پسینہ آیا۔ میری ماں ایک شیشی لے آئیں اور اس میں آپ کا پسینہ مبارک لے لیا۔ اس دوران آپ نیند سے بیدار ہو گئے اور فرمایا:

”اے ام سلیم! تم یہ کیا کرتی ہو؟“

عرض کیا:

”یہ آپ کا پسینہ ہے۔ اسے ہم اپنی خوشبو بناتے ہیں اور وہ سب سے بہتر عطر ہے۔“

اس کی مسلم نے روایت کی۔ مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیم کے گھر جایا کرتے تھے۔ ان کے بستر پر سو جاتے اور وہ اپنے گھر میں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک روز آپ آئے اور ان کے بستر پر سو رہے۔ وہ آئیں تو ان سے کہا گیا کہ تمہارے مکان میں تمہارے فرش پر نبی اللہ سوئے ہیں۔ اس وقت تک نیند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آ گیا تھا۔ آپ نے چمڑے کے ٹکڑے سے پسینہ پونچھ کر وہ ٹکڑے فرش پر رکھ چھوڑے تھے۔ حضرت ام سلیم نے اپنا قلم دان کھولا اور اس پسینہ کو پونچھ کر اپنی شیشی میں نچوڑنے لگیں۔ دفعتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے گھبرائے ہوئے پوچھا:

”اے ام سلیم! تم یہ کیا کرتی ہو؟“

انہوں نے عرض کیا:

”ہم اپنے بچوں کے لیے اس کی برکت کے خواہش مند ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“

لعتیدہ:

یہ قلم دان کی طرح چھوٹا صندوق ہوتا ہے جس میں عورتیں اپنی ضرورت کی عزیز چیزیں اس میں رکھ لیا کرتی ہیں۔ لیکن یہ روایت کہ گلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک یا براق کے پسینہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے بارے احادیث کے بارے امام سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ ابن عساکر نے بھی مسند فردوس میں ایسا ہی کہا ہے یعنی:

اورد الابيض خلق من عرقی .....

یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

☆ سفید گلاب میرے پسینہ سے معراج کی رات پیدا ہوا۔

☆ سرخ گلاب حضرت جبریل علیہ السلام کے پسینہ سے پیدا کیا گیا۔

☆ زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا کیا گیا۔

اسے مکی بن بندار زنجانی کے طریق سے روایت کیا گیا۔

انھیں کی بو مایہ من ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”جب معراج میں آسمانوں کی سیرا کرائی گئی تو میری دوری کی وجہ سے زمین روئی۔ چنانچہ زمین کے نبات سے اللصف

کی نبات پیدا ہوئی۔ پھر جب میں معراج کی سیر سے واپس ہوا تو میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا، اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا۔

جسے منظور ہو کہ میری (خوش) بو سونگھے، اسے سرخ گلاب سونگھنا چاہیے۔“

پھر ابوالفرج نہروانی نے کہا:

”الصف الکبر۔ یہ حدیث (خبر) جس بزرگی کا پتا دیتی ہے وہ بہت میں سے تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر اکرام و مراتب عالیہ سے سرفراز فرمایا وہ آپ کا مقام عالی ہے۔ جو آپ کی فضیلت اور آپ کے رفیع

المرتب ہونے پر دال ہے۔“

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رخسار مبارک کو میرے ہاتھوں سے مسح فرمایا۔ میرے ہاتھ کو برودت اور

ٹھنڈک محسوس ہوئی اور خوشبو گویا کہ اسے عطار کی تھیلی سے باہر نکالا۔“

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ایک اور صحابی نے فرمایا:

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک عطر سے مس کرے یا نہ کرے۔ آپ سے مصافحہ کرنے والا آدمی سارا

۱۔ یعنی حسن بن علی بن عبدالواحد قرشی نے ہم سے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہم سے ہشام بن عمار نے زہری سے حدیث بیان کی اور زہری نے حضرت انس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے مرفوعاً روایت کیا۔ ثم قال قال ابو مسعود حدث به ابو عبد اللہ عاکم نے اس حدیث کو ایک شخص سے روایت کیا اور اس شخص کی روایت

مکی سے ہے۔ مکی اس حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہے۔

اسی حدیث کو ابوالحسن بن قاسم لغوی نے الرحمان والراح لہ میں مکی سے روایت کیا۔ مکی ان لوگوں میں سے ہے جن کو دارقطنی نے متہم قرار دیا

ہے اور وضع کی علت بیان کیا۔ یہ حدیث مکی کے طریق سے ثابت ہونے کے علاوہ ایک دوسرے طریق سے اس کا ثبوت ہے۔ ابوالفرج نہروانی اس کا روای

ہے۔ مجلس صالح کی قسم خامس و تسعين میں به طريق محمد بن عنبه بن حماد کہ حدثنا ابی عن جعفر یعنی محمد سے ان کے والد عنہ نے

حدیث بیان کی بروایت جعفر بن سلیمان اور وہ بروایت مالک بن دینار اور مالک بن دینار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا۔



دن آپ کے کف دست کی خوشبو محسوس کرتا رہتا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تو وہ بچہ دوسرے بچوں میں دست مبارک کی خوشبو کے اثر سے پہچان لیا جاتا تھا۔

### آپ کے فضلات مبارک (جونة العطار) :

مؤلفین شائل کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ضرورت کو جانے کی حاجت ہوتی تو زمین شق ہوتی اور آپ کے پیشاب اور فضلہ کونگل جاتی اور اس جگہ خوشبو مہکتی تھی۔ کسی اور شخص نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ کبھی کوئی آدمی اس بات پر مطلع نہ ہو سکا کہ آپ کا جو بول و براز خارج ہوتا تو وہ کیا چیز ہوتی تھی۔

محمد ابن سعد نے سند کے ساتھ بیان کیا جیسا کہ ”شفاء شریف“ کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ جسے اہل علم نے کہا کہ یہ روایت نہیں ہے اور نہ ہی ابن جبر کی اصل کے حواشی سے اس کا تعلق ہے بلکہ کس یا اور شخص کے حواشی میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ بیت الخلا جاتے ہیں تو آپ سے خارج ہونے والی کوئی اذی کی چیز ہم نہیں دیکھتے۔“

آپ نے فرمایا:

”اے عائشہ! وما علمت ان الارض یا کل شیء خرج من الانبیا۔“

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء سے جو چیز خارج ہوتی ہے، اسے زمین نکل جایا کرتی ہے۔“

کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ:

”میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ جب آپ نے قضاے حاجت کا ارادہ کیا تو میں نے غور کیا۔ آپ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ جب آپ ضرورت سے فارغ ہوئے تو میں اس جگہ پر گیا۔ جہاں سے آپ لوٹے تھے۔ وہاں میں نے کوئی اثر نہیں پایا۔ پاخانہ کا نہ پیشاب کا۔ اس جگہ مجھے تین ڈھیلے نظر آئے۔ میں نے ان ڈھیلوں کو لے لیا۔ ان میں عمدہ قسم کی خوشبو تھی اور عطر کی بو۔“

خطیب قسطلانی کہتے ہیں کہ حافظ عبدالغنی مقدسی سے کسی نے پوچھا:

”کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ فضلہ کہ جو چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے نکلتی تھی اسے زمین نکل جایا کرتی

۱۔ جونة العطار۔ یہ ضم جیم و امزہ..... جیم کے ضمہ اس کے بعد امزہ سے ہے۔ تخفیف امزہ یعنی واو سے بھی جائز ہے۔ یہ گول شیشی نما ڈبیہ ہوتی ہے۔ جس پر ہلکے سے دھکن بنا دیا جائے۔ بحوالہ علم تاریخ از قاضی عیاض علیہ الرحمہ



تھی۔

مقدمہ نے کہا:

”اس کی روایت غریب اور ناوار طریقہ پر آئی ہے اور ظاہر حال اس کا مؤید ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ کسی صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلہ کو دیکھا اور نہ اسے ذکر کیا لیکن آپ کے پیشاب کا تو بہت سارے لوگوں کو مشاہدہ ہو۔ اور آپ کی رازدان حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس کا مشاہدہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

بیہقی نے ابوالحسن بن بشر سے روایت کی جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پیچھے جاتی تھی۔ میں کچھ نہیں دیکھتی تھی سوائے اس کہ خوشبو یعنی رائحة الطیب میں سونگھا کرتی تھی۔ پھر میں نے سرکار سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

”اے عائشہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے جسم اہل جنت کی ارواح کی طبیعت پر نشوونما پائے ہیں۔ جو چیز اس سے

خارج ہوتی ہے، زمین اسے کھا لیتی ہے۔“

آپ کے خون مبارک سے تبرک:

مستدرک میں حاکم نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول اور آپ کے خون سے تبرک حاصل کیا جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”قریش کے ایک لڑکے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہچنے لگائے فارغ ہوا تو اس خون کو لے کر دیوار کے پیچھے چلا گیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا کوئی نہ پایا تو اس نے نبی کریم کے خون کو چاٹ لیا۔ اس سے فارغ ہو کر سامنے آیا تو نبی کریم نے اس کے چہرہ کو دیکھا اور فرمایا:

”افسوس تم نے خون کو کیا کیا؟“

لڑکے نے کہا: ”دیوار کے پیچھے اسے غائب کر دیا۔“

آپ نے فرمایا:

”کس جگہ اسے غائب کر دیا ہے۔“

لڑکے نے کہا:

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے بے ادبی خیال کیا کہ میں آپ کے خون کو زمین میں بہا ڈالوں، لہذا

میرے پیٹ میں ہے۔“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”جاؤ نے خود کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کر لیا۔“

سنن سعید بن منصور میں عمرو بن انس کے طریق سے یہ روایت پہنچی کہ:

”حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد ”مالک“ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کو چوس لیا تھا جبکہ آپ زخمی ہوئے تھے۔ انہوں نے زخم کو اس قدر چوسا کہ پاک صاف کر دیا اور جلد کا گورا رنگ نظر آنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ منہ سے نکالو تو کہنے لگے: ”خدا کی قسم! اسے ہرگز نہ تھوکوں گا۔“

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس کسی کو منظور ہو جتنی آدمی کو دیکھنا تو وہ اس شخص کو دیکھے۔“

پھر حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کا درجہ پایا اور وہ شہید ہوئے۔

بزار، طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی جسے ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں پیش کیا۔ عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ کی حدیث کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامت کے ذریعے خون خارج کیا اور مجھے وہ خون دے کر فرمایا:

”اسے غائب کر دو۔ جاؤ!“

چنانچہ میں گیا اور اسے پی لیا۔ پھر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا:

”تم نے کیا کیا؟“ — میں نے کہا۔ ”غائب کر آیا ہوں۔“ فرمایا۔ ”شاید تو نے پی لیا ہوگا۔“ میں نے کہا۔ ”ہاں پی آیا ہوں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ:

میں نے کہا:

”سب سے زیادہ مخفی جگہ سے میں اسے جگہ میں اسے رکھ آیا ہوں جعلتہ فی اخفی مکان (لڑکے نے شاید لوگوں سے خوف کیا ہوگا) — رسول عربی نے فرمایا:

”شاید تم نے پی لیا ہے؟“ لڑکے نے کہا: ”ہاں میں نے پی لیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”افسوس ہے تجھ پر لوگوں کی طرف سے — اور افسوس ہے لوگوں پر تیری وجہ سے۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکے سے فرمایا:

”اس فعل پر تجھے کس نے آمادہ کیا؟“

لڑکے نے کہا:

”مجھے معلوم تھا کہ آپ کے خون تک آگ نہیں پہنچ سکتی۔ لہذا میں نے اسی وجہ سے اسے پی لیا۔“  
آپ نے فرمایا:

ذیل للناس

دارقطنی کے پاس اس حدیث سے مماثل حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث آئی ہے۔ اس میں ولا تمسک النار کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی ”تجھے آگ نہیں جلائے گی۔“

کتاب ”جوہر مکنون“ میں قبائل اور بطون کے بیان میں آیا ہے کہ:

”حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کو پی لیا تو ان کے منہ سے مشک کی خوشبو نکل کر پھیلنے لگی اور یہ مہک آپ کے منہ میں ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی تھی حتیٰ کہ آپ کو سولی دی گئی۔“

آپ کا بول یعنی پیشاب مبارک:

حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے ابومالک نخعی کی حدیث اسود بن قیس کی روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں نیند سے بیدار ہوئے۔ آپ نے مکان کے بازو کی ایک جانب پیالے میں پیشاب کیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”میں بڑی رات کے وقت نیند سے جاگی اور مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے اس پیالے کو دیکھا، اور جو کچھ اس

میں تھا میں نے اسے بے خبر پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اے ام ایمن اٹھو اس پیالے میں کیا ہے اسے پھینک دو۔“

میں نے عرض کیا:

”خدا کی قسم اس پیالے میں جو کچھ تھا میں نے اسے پی لیا ہے۔“

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے منہ کے کچھ پچھلے حصہ کے داڑھ ظاہر ہوئے، پھر فرمایا:

”واللہ تیرے پیٹ کو بھوک کی تکلیف نہ ہوگی۔“

ابن جریج سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے اور اسے تخت لے

نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ پھر وہ پیالہ خود بخود خالی ہو جایا کرتا تھا۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک خادمہ جس کا نام

برکت تھا اور وہ ارض حبشہ سے آئی تھی۔ اس سے پوچھا کہ اس پیالے میں پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا۔ ”اسے تو

میں پی چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا:

”ام یوسف! تیرے لیے صحت ہے۔“

چنانچہ وہ عورت مرتے دم تک بیمار نہیں ہوئی۔ مرض موت آیا، اس میں اس کا انتقال ہوا۔ اس واقعہ کو ابوداؤد نے ابن جریج

عن حکیمہ عن امہا امیمہ بنت رقیقہ کی سند سے روایت کیا ہے اور ابن دحیہ نے اسے صحیح کیا۔ اس طور پر یہ دو قصے ہیں جو علیحدہ علیحدہ عورتوں کے ہیں۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ برکت ام یوسف، ام ایمن کی برکت نامی عورت کے سوا دوسری عورت ہے۔ اور یہی وہ رائے ہے جس کی طرف شیخ بلقی کا میلان ہے۔ ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب اور خون کے پاک ہونے پر دلالت ہے۔ ”شرح المہذب“ میں نووی نے کہا ہے کہ اور استدلال کیا ہے کہ:

”جو شخص دو معروف و مشہور حدیثوں سے ان دونوں چیزوں کے پاک ہونے کا قائل ہے:

☆ ابو طیبہ حجام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچھنے لگائے اور آپ کا خون پی لیا۔ اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

☆ ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا۔ اس پر بھی کسی نے انکار نہیں کیا۔

حدیث ابو طیبہ ضعیف ہے اور پیشاب پینے کی حدیث صحیح کو دارقطنی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح بتایا۔ اس قدر مضمون مذکورہ تمام قیاسی زائد امور کے لیے استدلال میں کافی ہے۔ پھر دارقطنی نے کہا کہ قاضی حسین نے کہا ہے کہ صحیح ترین بات تمام چیزوں کی طہارت کو قطعی سمجھتا ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا جیسا کہ عینی اور ابو طیبہ کا قول ہے۔ ابو طیبہ نافع ہیں۔ پیشہ حجام ہے۔ اور محیصہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور محیصہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ ہیں۔

ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضلہ چیزوں کو طاہر اور پاک ماننے پر کثرت سے دلائل پیش ہو چکے ہیں اور آئمہ دین نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات میں تسلیم کیا ہے۔

بعض آئمہ نے کہا کہ اس خصوصیت میں وہ راز چھپا ہوا ہے کہ جو اس واقعہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ دو فرشتوں نے آپ کے شکم مبارک کو (آب زم زم سے) غسل دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

### قضائے حاجت کا نبوی طریق کار:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضائے حاجت سے متعلق عادت شریف کیا تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ابو عوانہ نے روایت کی ہے اسے حاکم نے بھی بیان کیا ہے:

ما بال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائمہ منذ انزل علیہ القرآن

یعنی ”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول قرآن کے آغاز سے آخر زمانہ تک کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔“

نسائی اور ابن ماجہ میں عبدالرحمن بن حسنہ سے روایت ہے کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو لوگوں نے کہا کہ دیکھو ان کو عورت کی طرح بیٹھ کر



پیشاب کرتے ہیں۔“

ابن ماجہ نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عربوں کی عادت تھی۔ حدیث عبدالرحمن بن حنہ کا مضمون بھی اس کا موید ہے۔ حدیث شریف سے بھی اس بات کا ثبوت ملا کہ آپ عربوں کی مخالفت کرتے تھے اور پیشاب کرنے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ستر کی حالت زیادہ حاصل ہوتی ہے اور اس میں پیشاب سے دور رہنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کے گھر پر تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ پھر آپ نے پانی منگوایا۔ میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا۔“

دوسری روایت میں ہے:

”آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور دونوں پاؤں ہٹا کر کشادہ کر لیے تاکہ دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ ہو جائے۔“

السباطہ۔ ضمہ سین اور اس کے بعد ب سے یہ لفظ ہے۔ کوڑا اور کچرا پھینکنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جو گھروں کے اطراف و اکناف گھروں میں رہنے والوں کی سہولت کے لیے اکثر نرم زمین کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ جہاں پیشاب کے چھینٹے پیشاب کرنے والے پر اڑ کر نہیں آتے۔ لفظ سباطہ قوم کی طرف اختصاص کے لیے ہے ملک کے لیے نہیں ہے کیونکہ وہ جگہ نجاست سے خالی نہیں رہتی۔

اس گفتگو سے اس شخص کا اعتراض بھی رفع ہوا جسے گھوڑے پر پیشاب کرنے کی مصلحت کا سمجھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ پیشاب دیوار کو خراب کر دیتا ہے جس سے ضرر کا احتمال ہے۔ اس سے بچنے کی مصلحت پر مبنی یا ہم کہیں گے کہ آپ نے گھر پر پیشاب کیا، دیوار کی بنیاد میں نہیں کیا جو ہرج کا باعث ہوتا۔ یہ بھی صراحت سے ہے۔

ابوعوانہ کی روایت میں ایک یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کرنے کے بارے میں صراحتاً یا بلا صراحت اہل محلہ کی اجازت تھی۔ آپ اس سے واقف تھے، اسی لیے آپ نے گھر پر پیشاب کیا ہے۔ یا یہ کہ مذکورہ عمل اس قسم کا ہے جس سے عموماً لوگ تسامح کرتے ہیں۔ یا اس وجہ سے ہوگا کہ آپ کو اہل محلہ کے ایثار صفت ہونے کا علم ہوگا۔ یا اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ فعل صادر ہوا ہوگا کہ آپ کو اپنی امت کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے، غیر کے مال میں جائز نہیں۔ کیونکہ شان اولیٰ بالمومنین من انفسہم ہے۔

یہ آخری احتمال اگرچہ صحیح المعانی ہے لیکن آپ نے اسے مقرر نہیں فرمایا۔ یہ امر آپ کی اپنی سیرت مبارک کی وجہ سے اور مکارم اخلاق کی بناء پر تھا۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ قضائے حاجت کے لیے:



☆ زیادہ دور جانے کی

☆ چلتے ہوئے راستہ سے دور

☆ لوگوں کی نظروں سے مخفی

ہو جانے کی آپ کی عادت تھی۔ اس کے خلاف آپ کا فعل جو کہیں سرزد ہوا وہ اس وجہ سے ہوا کہ آپ مسلمانوں کے مصالح کی مصروفیات میں رجوع تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ دیر تک بیٹھ جانے کی وجہ سے آپ کو پیشاب کی حاجت لاحق تھی۔ اگر آپ دور فاصلہ پر جاتے تو ضرر کا اندیشہ تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے پردہ پکڑنے کی غرض سے نزدیک ہو گئے کہ ایسے میں آپ کسی کو دکھائی نہ دیں اور ممکن ہے کہ آپ کا یہ فعل بیان جواز کے لیے صادر ہوا ہو۔ پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ پیشاب کا کام بیت الخلاء جانے کے کام سے چھوٹا ہوتا ہے۔ جبکہ قضائے حاجت میں زیادہ بے پردگی کی ضرورت ہوتی ہے اور دور جانے سے ستر اور پردہ پوشی مقصود ہوتی ہے اور وہ حاصل ہے دامن چھوڑ دینے سے اور پردہ پکڑنے والے کے نزدیک ہو جانے سے۔

طبرانی نے عصبہ بن مالک کی حدیث کو روایت کیا:

”مدینہ کی بعض گلیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے آئے۔ آپ گھر کی طرف باوز ہو گئے اور فرمایا: ”اے حذیفہ! مجھ پر پردہ پکڑ لو۔“ پھر پوری حدیث ذکر فرمائی۔ حذیفہ کو اس حالت میں اپنے قریب ٹھہرنے کا حکم فرمانے سے حکمت معلوم ہوئی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اس لیے پیشاب کیا تھا کہ اس صورت میں آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے سے بے فکری رہتی ہے۔ ایسا اس لیے کیا تھا کیونکہ وہاں مکانات قریب تھے۔ عبدالرزاق کی روایت اس مصلحت کی تائید کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

”کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کی زیادہ حفاظت کے لیے مفید ہے۔“

امام شافعی اور امام احمد سے روایت ہے کہ عرب صلب کے درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی تدبیر سے کرتے تھے۔ شاید کہ آپ کو یہ تکلیف تھی۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے کہ آپ کے گھٹنے کے اندرونی حصہ میں زخم تھا۔“  
والماہض کا لفظ حدیث پاک میں ہمزہ ساکن، اس کے بعد باء موحده پھر ضاء سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ”باطن رکبہ“  
گویا آپ کو اس دشواری کی وجہ سے بیٹھنے کی متواتر قدرت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ اگر یہ حدیث بات ہو جائے تو تمام وجودہ سے جن کا ذکر کیا گیا ہے، بے فکری ہو جائے گی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا۔

سب سے زیادہ واضح بات تو یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تاکہ اس کا جائزہ ہونا معلوم ہو جائے۔ آپ نے

اکثر حالات میں بیٹھ کر پیشاب کیا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا طریقہ منسوخ ہو گیا ہے۔ اس پر حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیش کی گئی جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور صحیح طور پر صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔

☆ یہ منسوخ نہیں ہے۔

☆ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب یہ ہے کہ اس کا اطلاق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم سے ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عادت شریف گھروں کی حد تک تھی، اس پر محمول کیا جائے گا۔

☆ گھر کے سوا اور مقامات پر آپ کا فعل کیسا رہا، آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع نہیں تھی جسے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد رکھا۔ آپ صحابہ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔

لہذا کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فعل اگر چھینٹے اڑنے کی حالت سے محفوظ ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حاجت کو جاتے تو کپڑا نہیں اٹھاتے حتیٰ کہ زمین سے قریب ہو جاتے۔“

اسے ترمذی، ابوداؤد، اور دارمی نے روایت کیا۔

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری نے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:

”جب کوئی پاخانہ کو جائے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے بلکہ (اس کے مخالف سمت رخ

کرد) جہت مشرق کو اختیار کر دیا جہت مغرب کو۔“

یہ حکم صحرا کے لیے ہے۔ مکان اور عمارات کے لیے نہیں ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”میں کسی ضرورت سے بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے اوپر چڑھا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبلہ کی طرف پیٹھ کیے قضاء حاجت کرتے ہیں، آپ کا منہ شام کی طرف ہے۔“

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ ابوداؤد اور ابن خزیمہ کے پاس حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت ہوئی اس کے

الفاظ احمد کے پاس اس طرح سے ہیں:

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینہانا ان نستدبر القلۃ

یعنی ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور طہارت لیتے وقت

قبلہ کی طرف منہ کرنے سے۔“

پھر میں نے آپ کے انتقال سے ایک سال پہلے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے آپ کو دیکھا۔“

فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث کا حدیث نبی کے لیے ناخ نہ ہونا حق ہے۔ برخلاف ان لوگوں کے جو اس کے قائل ہیں۔ بلکہ اس پر محمول ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمارت اور عمارت جیسے مقام پر دیکھا تھا۔ اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقرر شدہ حالت ہے۔ پردہ اور ستر کے اصول میں مبالغہ کرنا۔ اور دعویٰ کرنا خصوصیت نبی کا، بے دلیل ہے۔ اس لیے کہ خصائص نبی احتمال کے ساتھ ثابت نہیں کیے جاتے۔

جمہور علماء کا مذہب نیز مالک و شافعی و اسحاق کا عمارات اور صحرا دونوں کے حکم میں تفریق کرنے کا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال و افعال کے متعلق تمام دلیلوں میں یہ قول زیادہ معتدل ہے۔

ایک جماعت نے مطلق ناجائز کا حکم کیا ہے اور وہی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد سے مشہور ہے۔ جسے فقہ مالکی کے علماء میں سے ابن عربی نے ترجیح دی ہے اور ان کی دلیل نہیں اباحت پر مقدم ہوتی ہے۔ مذکورہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔

ایک جماعت نے مطلق جہر قرار دیا ہے اور یہی قول حضرت عائشہ، عروہ اور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ احادیث میں تعارض آگیا ہے۔ ایسے وقت اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور اباحت اصل ہے۔

### طہارت کیلئے پانی کا استعمال:

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”کان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خرج لحاجة اجی انا و غلام معنا اداوة من ماء یعنی لیسنجی بہ۔“  
”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا حاضر ہوتے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا۔“

اس سے مراد لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب دست لینے کے لیے ہم پانی لاتے تھے۔  
”آپ رفع حاجت کر کے پانی سے طہارت کیے ہوئے نکلتے۔“

### طہارت کیلئے مٹی کے ڈھیلے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت ضروری کے لیے نکلے تھے۔ میں آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ نے فرمایا:  
”میرے لیے ڈھیلے تلاش کرو اور انھیں جھٹک لو، ہڈی اور گوہر نہ لانا۔“

ڈھیلوں کو میں نے اپنے کپڑوں کے کنارے میں پکڑ کر حاضر خدمت کیا، آپ کے پہلو میں رکھ دیے۔ جب آپ قضائے حاجت فرما چکے تو ان ڈھیلوں کو استعمال فرمایا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاخانہ کے لیے تشریف لائے۔ مجھے حکم فرمایا کہ میں تین ڈھیلے آپ کو لہ کر دوں۔“  
دو ڈھیلے ملے، تیسرا تلاش کیا۔ نہیں ملا تو لید اٹھا لایا۔ تینوں ڈھیلے حاضر خدمت کیے تو آپ نے دو ڈھیلے لے لیے اور لید و  
چھوڑ دیا۔“

یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم میں سلمان کی مرفوع حدیث ہے:

لا يستنج احدكم باقل من ثلاثه احجار

یعنی ”تین ڈھیلوں سے کم تعداد ایک ساتھ کوئی شخص طہارت نہ کرے۔“

امام شافعی، احمد اور اصحاب حدیث نے اسی سے حکم اخذ کیا۔ چنانچہ پاک ہونے کی مراعات کے ساتھ تین کی تعداد ناقص نہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اگر اس سے پاکی نہ ہو تو زیادہ ڈھیلے استعمال ہوں تاکہ مبرز پاک ہو جائے اور اس وقت ڈھیلوں کی طاق تعداد استعمال کرنا مستحب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی بناء پر ”من استجمر فلیوتر“ واجب نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد میں مسن کی سند میں اتنا زائد آیا ہے: ومن لافلاح حرج یعنی جس کو ڈھیلے وتر تعداد میں نہ ملیں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

خطابی نے کہا ہے کہ اگر صرف پاک کرنا ہی مقصد ہو تو عدد کی شرط فائدہ سے خالی رہے گی۔ لہذا جب تعداد کی شرط ہے اور اس کے الفاظ واضح موجود ہیں اور پاک کرنا معلوم ہے تو اس میں معنی ہیں جس کی دلالت پر ہر دو امر پر واجب ہو رہی ہے۔ اور اس کی مثال عدت گزارنا ہے۔ عورت کے حیض کے حساب سے۔ اس لیے کہ تعداد شرط کی گئی ہے۔ اگرچہ کہ رحم کی پاکی ایک ہی حیض میں تحقیق ہو جائے۔

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ اگر عدد کی شرط لازم ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسرا ڈھیلا ضرور طلب فرماتے۔ اس روایت حدیث سے طحاوی کو غفلت ہوئی ہے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ اس روایت حدیث کو امام احمد نے معمر کے طریق سے اپنی سند میں پیش کیا۔ روایت ابن مسعود اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں مذکور ہے فالقی الروثۃ وقال انہار کس۔

کہ ”پھینک دیا اپنے روشہ کو اور فرمایا یہ ناپاک ہے، میرے لیے ایک ڈھیلا لاؤ۔“

اس روایت کے رجال ثقات، مسلمہ افراد ہیں۔ امام طحاوی کے استدلال میں اعتراض کی گنجائش ہے اس احتمال سے کہ آپ نے کسی ایک ڈھیلے کے کنارے کو استعمال کرنا کافی سمجھا ہو اور تیسرے سے نظر ہٹالی گئی۔ کیونکہ تین کی تعداد سے یہ مقصود ہے کہ تین بار مسح ہو جائے۔ اور یہ بات تو حاصل رہتی ہے اگرچہ ایک ہی ڈھیلا استعمال ہو۔

قضائے حاجت سے پہلے دُعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللهم انبی اعوذ بك من الخبث والخبائث



اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

حبث کا کلمہ خ اور ب دونوں کے ضمہ سے ہے۔ اس سے مراد مونث مذکروں کے شیطین ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار عبودیت کے لیے استعاذہ فرماتے اور دوسروں کو تعلیم ہونے کے لیے اسے آواز سے

پڑھتے رہتے۔

قابل استعاذہ کے مقام کیا وہ عمارات ہیں جو قضائے حاجت کے لیے تعمیر کیے جاتے ہیں یا عام ہے؟ — زیادہ صحیح بات

احتمال ثانی ہے۔ آدمی بیت الخلاء میں جانے سے پہلے یہ اعوذ پڑھے گا۔ اگر بیت الخلاء نہ ہو (کھلا میدان، جنگل یا صحرا) تو

قضائے حاجت سے پہلے اس اعوذ کو پڑھنا چاہیے یعنی کپڑے اٹھانے سے پہلے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ — اور اگر بھول گیا

ہو تو دل میں پڑھ لے، زبان سے ادا نہ کرے۔

قضائے حاجت کے بعد کی ڈعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پاخانہ سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے نکلتے تو غفرانک فرماتے۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”جب آپ بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے:

الحمد لله الذي اذهب عني الاذى والافانى

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مضمون ہذا فتح الباری کے مضمون سے خلاصہ شدہ ہے۔

تمت بالخیر والحمد لله علی ذلك

جمعۃ المبارک ۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

۲۰ سوچ ۲۰۵۸ ب۔ سہ پہر تین بجے



تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نصاب کے مطابق

1

جہانگیر

انتخاب احادیث  
صحیح بخاری و صحیح مسلم

2

جہانگیر

# انتخابِ احادیث

ترندی، ابوداؤد نسائی ابن ماجہ، شرح معانی الآثار

## شعبہ برادری

ابوالعلاء محمد الدین جہانگیرؒ تصانیف، ترجمہ، شرح و تخریج کی ہونی کتب

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نصاب کے مطابق

جہانگیرؒ

# ریاض الصالحین

عبید برادرز

ابوالعلاء محمد الدین جہانگیر تصانیف، ترجمہ، شرح و تخریج کی ہوئی کتب

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نصاب کے مطابق

جہانگیری

انتخاب لیس  
تفسیر جلالین

انتخاب  
مشکوٰۃ المصابیح

جہانگیری

الزین نووی

عبیر برادرز

ذَٰلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ بَعْثَ رُسُلِهِم مِّنْ نَّسَاءِ

20

کتاب  
نئے  
تخریج

# صحیح بخاری شریف

جہانگیر

ترجمہ  
قدوة علماء، محققین  
زبدۃ فضلاء المدقین  
امام محمد بن اسماعیل بخاری

8 جلدیں مکمل

اَدَامَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَعَالِیْہِ وَبَارَکَ اَیَّامُہُ وَلِیَّالِیْہِ

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، با محاورہ ترجمہ

امام احمد رضا خان کی تعلیمات علی البخاری  
کا ترجمہ و ضاحتی الفاظ کے ہمراہ



صحیح بخاری  
میں موجود  
• آیات و الفاظ قرآنی • صحابہ کرام کے آثار  
• نامہین و آثار تفسیرین کے اقوال • امام بخاری کی فقہی و علمی آثار

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و ممالک • دیگر کی

مختصر فقہی فقہی پہلی مرتبہ منصفہ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی کوئی بھی مثال نہیں ملے گی جیسا کہ



وَمَا تَكُنْ عِظَاءَ رَبِّكَ بِمَحْظُورًا



ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

20  
کتاب  
مختار

# صحیح بخاری شریف

جہانگیر

تقریباً ۱۰۰  
تقریباً ۱۰۰  
تقریباً ۱۰۰

ابو امام محمد بن یحییٰ

8 جلدیں مکمل

اَدَامَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَعَالِیْہِ وَبَارَكَ اَیَّامَہُ وَیَالِیْہِ

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، با محاورہ ترجمہ

امام محمد رضا خان کی تعلیمات علی البخاری  
کا ترجمہ و ضاحتی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری  
• آیات الفاظ قرآنی • صحابہ کرام کے آثار  
• تابعین و ائمہ فقہین کے اقوال • امام بخاری کی فقہی و عقیقتی آثار  
میں موجود

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و ممالک • دیگر کی

منفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منقشہ ہو دیے

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی کوئی بھی مثال تاریخ میں کی جاسکتی

وَمَا كَانَ عِطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

نہایت سست  
فون: 042-37246006

سبیر برادرز

سبیر  
برادرز  
اردو بازار لاہور